مَن کُنتُ مولاہ فعلیٌ مولاہ

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے

تجلیات
حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حیدرِ کرار

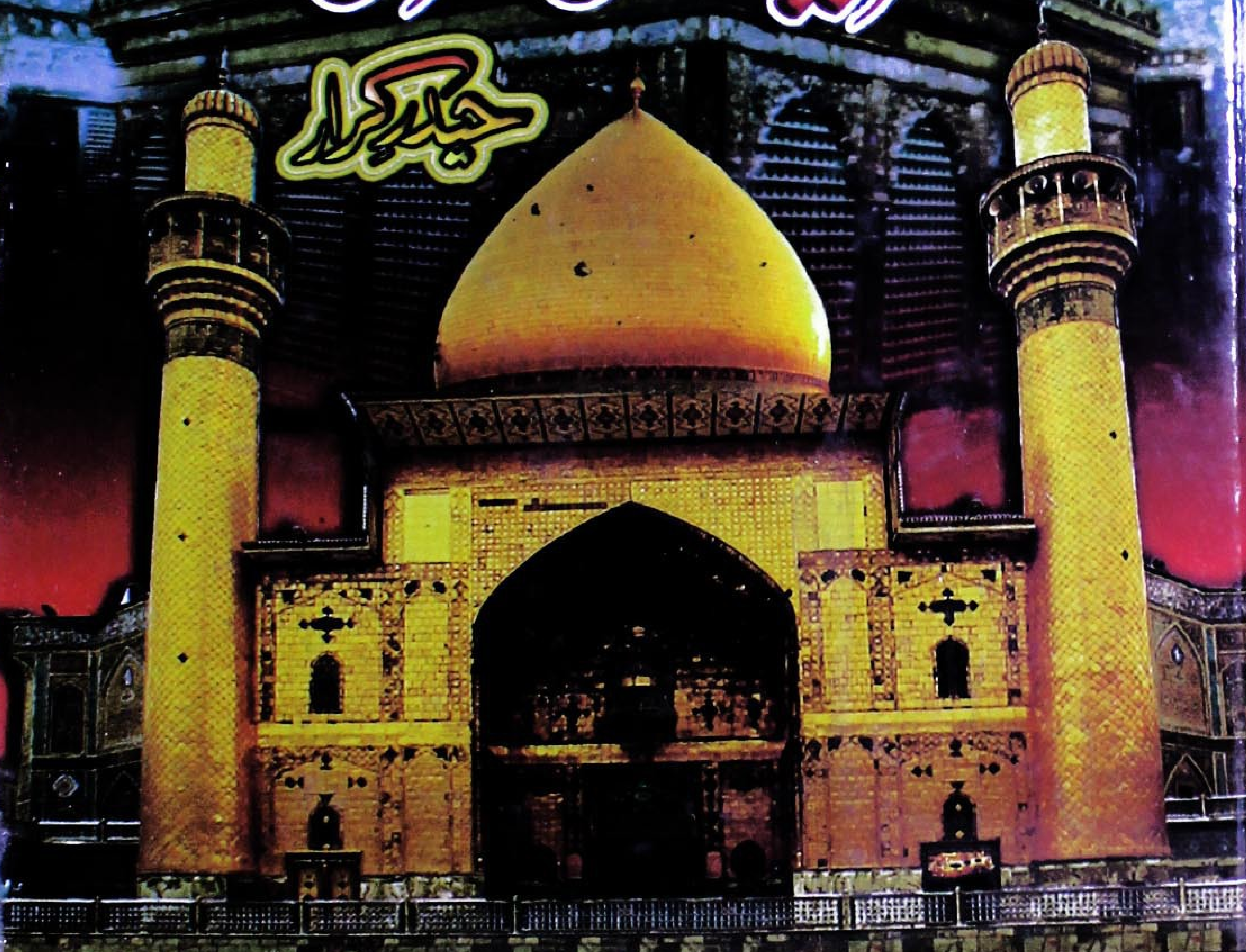

محمد یوسف کیفی
ایم۔ اے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

Marfat.com

Marfat.com

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدرؓ، فقرِ بوذرؓ، صدقِ سلمانیؓ

تجلیات

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حیدرِ کرار

تالیف

محمد یوسف کیفی ایم اے
صدر شعبہ علوم اسلامیہ پاکستان سکول و کالج کویت

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
11- داتا گنج بخش روڈ لاہور
042-37313885, 37070663
E-mail: nooriarizvia@hotmail.com

Marfat.com

111037

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں)

نام کتاب	تجلیات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مصنف	محمد یوسف کیفی ایم۔اے
تعداد صفحات	۵۴۴
بار اول	رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ/ اگست 2012
کمپوزنگ	ورڈ زمیکر
باہتمام	سید محمد شجاعت رسول قادری
مطبع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	نوریہ رضویہ پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1N0131
قیمت	380/-

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11- گنج بخش روڈ لاہور

فون 37313885-37070663

Email:nooriarizvia@hotmail.com

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد

فون:041-2626046

Marfat.com

شرفِ انتساب

بنام

سرورِ کائنات امام الانبیاء نبی اکرم نورِ مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضراتِ صحابہ کرام وخلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

وجملہ خواجگانِ نقشبند رحمۃ اللہ علیہم

از حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تا خواجہ ومخدوم من فخر المشائخ قدوۃ العارفین، زبدۃ السالکین، قبلہ سیدی مرشدی حضرت خواجہ الحاج صوفی عزیز الرحمن صاحب صدیقی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی دربار عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مجیدیہ بیت الرحمن رحمن آباد ذبر کی لاہور اور

اپنے والدگرامی چراغ دین ولد فضل دین رحمۃ اللہ علیہ اور اپنی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کے نام

اور اپنے سسر (Father in Law) الحاج صوفی شکردین مرحوم کے نام!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کا پہلا سبق مجھے اپنے والدین کریمین سے ملا اور انہی ہستیوں کی دعاؤں کے صدقے احقر یہ کتاب لکھنے کے قابل ہوا۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ جو بھی اس کتاب کا مطالعہ فرمائے میرے والدین ماجدین کی ارواح طیبہ کے لئے دعا فرما کر مجھ عاجز حقیر پر احسان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ میرے والدین کریمین کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکت قدموں میں جگہ عطا فرمائے۔

رب ارحمھما کما ربینی صغیرا

آمین بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

فقیر حقیر پر تقصیر

محمد یوسف کیفی (ایم اے)

Marfat.com

بہ حسنِ تصرف

قطب العارفین، غوث المحققین، برہان الولایت المحمدیہ، محبوب صمدانی، قیومِ زمانی، امام ربانی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جن کی نگاہِ تصرف کے صدقے یہ کتاب بخیر وخوبی انجام پذیر ہوئی۔

بہ فیضانِ کرم

زبدۃ الاصفیاء، مخزن علم وحکمت، مرجع علماء وصوفیاء، واقفِ اسرارِ شریعت ورموزِ طریقت، منبع رشد وہدایت، اوتادِ زماں، خزینۃ العرفان، اوحد زماں، ثانی علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ حضرت الحاج خواجہ صوفی عبدالمجید صدیقی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

کیونکہ ع دین ودنیا میں جو پایا انہی سے پایا

جن کا ہر فرمان ؎ گفتۂ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

کے مصداق تھا۔

بہ فیضانِ نظر

فخر المشائخ والعلماء، قدوۃ العارفین، زبدۃ السالکین، پیر طریقت رہبرِ شریعت، زینت القراء قبلہ حضرت الحاج خواجہ صوفی عزیز الرحمٰن صدیقی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی

یہ سب آپ کی نگاہِ کرم کا فیض ہے کہ احقر راقم الحروف یہ چند حروف لکھنے کے قابل ہوا۔

ع گر قبول افتد زہے عز وشرف

Marfat.com

حسنِ ترتیب

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
شرفِ انتساب	۳	خلفاء ثلاثہ کے ساتھ معاون	۳۶
بہ حُسن تصرف/ بہ فیضانِ کرم/ بہ فیضان نظر	۴	بیعتِ خلافت	۳۶
حرفِ آغاز (از مؤلف)	۱۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشکلات اور انتشار	
کلمات تشکر (از مؤلف)	۲۰	اُمت	۳۷
خصوصی تعاون واشتراک (۱)	۲۲	قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ	۳۷
خصوصی تعاون واشتراک (۲)	۲۴	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص	۳۷
تقریظ جناب عطاء اللہ خان صاحب	۲۶	غلط فہمیوں کا موجود ہونا	۳۷
فرمانِ رسول ﷺ	۲۸	عثمانی عمال	۳۷
ارشادِ باری تعالیٰ/ فرمانِ رسول رحمت ﷺ	۲۹	دولت کی فراوانی	۳۸
امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	۳۰	نومسلموں کی خام تربیت	۳۸
نام ونسب	۳۰	عثمانی عمال کی معزولی اور اس کے اثرات	۳۸
حیدر (شیر)	۳۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشکلات کے اسباب	۴۰
ابوتراب (کنیت)	۳۱	سلطنت کے انتظام کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ	
قبولِ اسلام	۳۲	کی اپنے عمال کو ہدایات	۴۵
ہجرتِ مدینہ میں جانثاری	۳۴	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی	
حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے		تیاریاں	۴۸
شادی	۳۴	بصرے کا رخ	[illegible]
غزوات میں شرکت	۳۵	جنگِ جمل/ وجہ تسمیہ/ اسباب	۵۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ
واقعات	۵۰
جنگِ جمل کے نتائج	۵۲
کوفہ دارالخلافہ قرار پانا	۵۳
جنگِ صفین/اسباب	۵۴
واقعاتِ جنگ	۵۵
ثالثوں کا تقرر اور فیصلہ	۵۶
جنگِ صفین کی اہمیت و اثرات	۵۸
فتنہ خوارج/وجہ تسمیہ	۵۹
جنگِ نہروان	۶۰
مصر پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قبضہ	۶۱
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام	۶۳
پریشانی کے ایام	۶۳
عبداللہ بن حضرمی کا بصرہ پر تسلط	۶۴
خریت بن راشد کا فتنہ	۶۴
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جارحانہ حملے	۶۵
امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی شہادت	۶۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار	۷۷
سیاست اور دینی خدمات	۷۷
سیرت علی رضی اللہ عنہ	۷۷
زہد و تقویٰ	۷۷
عبادت و ریاضت	۷۸
شجاعت و بہادری	۷۹
دشمنوں سے حسنِ سلوک	۷۹
انفاق فی سبیل اللہ	۸۰
امانت و دیانت	۸۰
علم و فضل	۸۱
ذاتی حالات	۸۴
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیاست	۸۴
انتظامی معاملات	۸۵
فوجی انتظامات	۸۶
مذہبی خدمات	۸۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد	۸۷
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کے بارے میں صحیح مسلک	۸۸
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول	۸۹
حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	۸۹
حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	۸۹
امام ابن تیمیہ	۸۹
مفتی محمد شفیع	۸۹
خلافتِ راشدہ پر ایک نظر	۹۰
مفہوم خلافت	۹۰
دستور خلافت	۹۱
شوریٰ	۹۲
خلیفہ کا انتخاب	۹۲
نظامِ حکومت	۹۳

Marfat.com

عنوان	صفحہ
فلاحی ریاست کا تصور	۹۳
کامل مساوات	۹۴
بیت المال ایک امانت	۹۴
رفاہِ عامہ اور ذمیوں سے سلوک	۹۵
مفتوحہ علاقوں کی تنظیم	۹۵
وسیع فتوحات	۹۵
اشاعتِ دین	۹۶
تہذیب وثقافت	۹۶
اشاعت علوم	۹۷
اقتصادی وتمدنی حالات	۹۸
معاشرتی حالت	۹۹
سیاسی حالت	۹۹
حدیث غدیر خم	۱۰۱
علم باب العلم کے الفاظ میں	۱۱۲
منظوم شانِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	۱۲۰
حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قرآن حکیم کے آئینے میں	۱۲۱
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور رسولِ خدا ﷺ	۱۳۹
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ احادیث نبوی ﷺ کے آئینے میں	۱۵۶
سیرت المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ایک جامع تبصرہ	۱۶۸
اہلِ ایمان کی شان رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ	۱۶۹
حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی باہمی عقیدت ومحبت	۱۶۹
جبریل امین کی آمد اور حضور اکرم ﷺ کا فیصلہ	۱۷۳
محبت کا ایک اور انداز	۱۷۴
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عقیدت	۱۷۴
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تمنا	۱۷۵
حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	۱۷۷
فتح بیت المقدس	۱۷۷
جو علی کو مولیٰ نہ مانے وہ مومن نہیں	۱۷۸
اہل بیت کرام سے تعلق	۱۷۸
خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی سے نکاح	۱۸۰
یہ سب تمہارا کرم ہے	۱۸۰
مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھنے والا مفتری ہے	۱۸۱
یہ میرے دوست کی نشانی ہے	۱۸۱
اتباع عمر رضی اللہ عنہ	۱۸۲
عدالت فاروقی کی شہادت	۱۸۲
تعزیتی کلمات	۱۸۳
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	۱۸۶
روز محشر عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حساب نہیں لیا	

Marfat.com

عنوان	صفحہ
جائے گا	۱۸۷
باغیوں کا محاصرہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مخلصانہ کردار	۱۸۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلفائے ثلاثہ سے محبت	۱۸۹
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور تصوف و طریقت	۱۹۱
مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نگاہِ ولایت	۱۹۴
امیر المومنین کی آراء اور مزاح	۱۹۵
مزاح	۱۹۸
خرقۂ خلافت حضرت سیّدنا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	۲۰۱
شب معراج ...... خصوصی عطیہ خداوندی	۲۰۱
تمام سلاسل طریقت میں مرتضوی رضی اللہ عنہ فیض	۲۰۳
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطوط اور وصایا	۲۰۵
واقعہ جمل کے بعد آپ کا خط حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام	۲۰۵
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک اور خط	۲۰۶
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک اور خط	۲۰۷
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک اور خط	۲۰۹
زیاد بن ابیہ کے نام ایک خط	۲۱۰
ایک عامل کے نام خط	۲۱۱
اپنے بڑے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو نصیحتیں فرماتے ہیں	۲۱۱
''ابوتراب''	۲۱۴
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا لقب اور تصرف کی طاقت	۲۱۴
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکیمانہ اقوال	۲۱۶
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ادبی شخصیت	۲۲۳
نہج البلاغہ	۲۲۳
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خطبات	۲۲۶
استسقاء کی دعا	۲۲۹
حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور اسرارِ قوتِ حیدری ابوتراب رضی اللہ عنہ	۲۳۰
اقتباسات نہج البلاغہ	۲۵۶
تعارف کتاب	۲۵۶
مفہوم	۲۵۶
حمد و نعت	۲۵۷
زمانۂ بعثت	۲۵۷
خدا رسیدہ ہونے کے کام	۲۵۸
ایمان اصلی و عارضی	۲۵۸
ایمان کے تین رکن	۲۵۸
اوصاف ایمان	۲۵۹
محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۲۶۰
دنیا میں ہر طرف فساد برپا تھا	۲۶۱
قرآن	۲۶۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ
مجموعہ عجائب وغرائب	۲۶۱
افضل ترین حدیث	۲۶۲
بولنے والی کتاب	۲۶۲
قرآن سراپا حکمت ہے اور اس کی آیتیں ایک دوسرے کی تفسیر وتصدیق ہیں	۲۶۲
خدا کی تجلی قرآن میں دیکھو	۲۶۳
راہِ نجات	۲۶۳
جنت کی کنجی	۲۶۳
قرآن میں سب ہے	۲۶۳
کتاب ناطق اور شقی ازلی	۲۶۴
ناصح صادق	۲۶۴
ہادی کامل	۲۶۴
ہر درد کی دوا	۲۶۴
ہر مرض کی شفا	۲۶۴
شافع برحق	۲۶۴
ایمان	۲۶۵
عمل	۲۶۵
صبر	۲۶۵
زہد	۲۶۵
کتاب ناطق کی تشریح	۲۶۵
دین میں راز نہیں اسلام ظاہر ہے	۲۶۶
فضائل واوصاف بے شمار	۲۶۶
جماعت کی تعریف	۲۶۷

عنوان	صفحہ
تفرقہ کی مذمت	۲۶۷
قرآن بس ہے	۲۶۷
اسلام	۲۶۸
اسلام ظاہر ہے	۲۶۹
ایک اصول	۲۶۹
خدا کا دین	۲۶۹
ہمہ صفت دین	۲۷۰
اصحاب رسول ﷺ	۲۷۰
یادِ رفتگاں	۲۷۰
اصحاب رسول ﷺ	۲۷۱
علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ	۲۷۱
اگلی امتوں سے عبرت ونصیحت، رازِ عمل	۲۷۲
خوبیاں	۲۷۲
خرابیاں	۲۷۲
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط	۲۷۳
معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام	۲۷۳
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر	۲۷۳
مشورہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ	۲۷۳
بوقت جنگ فارس	۲۷۳
مدارِ قوم	۲۷۴
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خیر خواہی اور مشورہ	
بوقت جنگ	۲۷۴
امام کی نیت	۲۷۵

Marfat.com

عنوان	صفحہ
تسلیم خلافت عثمان رضی اللہ عنہ	۲۷۵
امام کے دل میں اجماع کا احترام	۲۷۵
احترام کثرتِ رائے	۲۷۶
اختلاف کی جڑ	۲۷۶
شیر خدا کی شان	۲۷۶
آپ کے ساتھی	۲۷۶
نامراد و خود غرض ساتھی	۲۷۷
متفرق ساتھی	۲۷۷
نافرمان ساتھی	۲۷۷
ایک اور دس	۲۷۷
صم بکم عمی ساتھی	۲۷۸
مایوس امام	۲۷۸
جہاد سے جان چرانے والے	۲۷۸
لفظ ائمہ ضلالت	۲۷۹
امام کے ساتھیوں کی تصویر	۲۷۹
فریقین میں تفاوت	۲۷۹
امام کے ساتھیوں کا نقشہ	۲۸۰
حسب و نسب پر فخر بے جا ہے	۲۸۱
حسب و نسب کام نہ آئے گا	۲۸۱
عمل کام آئیں گے	۲۸۱
فرقہ بندی کی مذمت	۲۸۱
محب مفرط	۲۸۱
مبغض مفرط	۲۸۱
فرقہ پرستی گردن زنی ہے	۲۸۲
اسلام میں فرقہ بندی نہیں	۲۸۲
ارشادات	۲۸۲
اگلوں کو گالیاں دینے والے اپنا عیب تو دیکھ	۲۸۲
لاکھ کی ایک بات	۲۸۳
توحید و اخلاص اور احترام مسلمان	۲۸۳
دوسروں کو چھوڑ	۲۸۳
پہلے اپنا عیب دیکھ	۲۸۳
اسلامی شرافت اور گالیاں؟	۲۸۳
ترکِ دنیا کی مذمت	۲۸۴
نماز کی کسوٹی اعمال ہیں	۲۸۴
زندگی برائے بندگی	۲۸۴
احادیث کی نسبت رائے	۲۸۴
جھوٹی حدیثیں	۲۸۵
اقسام محدثین	۲۸۵
وقتی احکام	۲۸۵
صبر کی تلقین	۲۸۶
ماتم کی ممانعت	۲۸۶
امام کی آخری وصیت	۲۸۶
[illegible] گلے لوگ	۲۸۷
کرار من	۲۸۷
شیعہ سنی ملاپ	۲۸۷
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی [illegible]	۲۹۲

Marfat.com

عنوان	صفحہ
قبر والوں سے سوال و جواب	۲۹۲
تبصرہ	۲۹۲
فالج زدہ اچھا ہو گیا	۲۹۳
گرتی ہوئی دیوار تھم گئی	۲۹۴
تبصرہ	۲۹۴
آپ کو جھوٹا کہنے والا اندھا ہو گیا	۲۹۵
کون کہاں مرے گا؟ کہاں دفن ہو گا؟	۲۹۵
تبصرہ	۲۹۵
فرشتوں نے چکی چلائی	۲۹۶
تبصرہ	۲۹۶
میں کب وفات پاؤں گا	۲۹۶
تبصرہ	۲۹۷
درِ خیبر کا وزن	۲۹۷
تبصرہ	۲۹۷
کٹا ہوا ہاتھ جوڑ دیا	۲۹۷
شوہر عورت کا بیٹا نکلا!	۲۹۸
تبصرہ	۲۹۹
ذرا دیر میں قرآن کریم ختم کر لیتے	۲۹۹
اشارہ سے دریا کی طغیانی ختم	۳۰۰
جاسوس اندھا ہو گیا	۳۰۰
تمہاری موت کس طرح ہو گی؟	۳۰۰
پتھر اٹھایا تو چشمہ اُبل پڑا	۳۰۱
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف	۳۰۳
غیر مسلموں کی نظر میں	۳۰۳
عیسائی رہنما آرچ بشپ کی رائے	۳۰۳
ایک غیر مسلم محقق کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق رائے	۳۰۴
حبِ اہل بیت	۳۰۹
آیتِ تطہیر	۳۱۱
آیتِ مباہلہ	۳۱۳
اہل بیت کے لیے درود	۳۱۴
احادیث اور حبِ اہل بیت	۳۱۶
حبِ اہل بیت کے بغیر ایمان نامکمل	۳۱۷
روزِ قیامت محبِ اہل بیت کا درجہ	۳۱۷
حبِ اہل بیت کا مفہوم	۳۱۸
محبِ اہل بیت اہل سنت ہیں	۳۱۹
محبِ اہل بیت کے لیے نوید	۳۱۹
دشمنانِ اہل بیت کے لیے وعید	۳۲۱
شعر و سخن	۳۲۴
علم نحو کی تدوین	۳۲۷
اسلامی تقویم	۳۲۷
انجیل میں حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	۳۲۹
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے سورج کا واپس آنا	۳۳۰
خواب میں سرکارِ مدینہ کی زیارت	۳۳۱
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دنیا سے بے رغبتی اور خشیت الٰہی	۳۳۲

Marfat.com

عنوان	صفحہ
امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ اور اُن کی شہادت	۳۳۶
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اُن کی حمایت میں اعلیٰ کردار	۳۳۶
حضرت علی رضی اللہ عنہ امیرِ سخن	۳۴۱
مالک اشتر کے نام ایک مکتوب	۳۴۱
خدا حاکم ہے	۳۴۲
خدا کے بندوں کی رضا	۳۴۲
مشاورت کی ضرورت	۳۴۳
حق گوئی و بیباکی	۳۴۳
اچھے دستور	۳۴۳
افسر کی خوبیاں	۳۴۳
رعایا کی اُمیدیں	۳۴۴
ملک کی بربادی	۳۴۴
عوام سے مجلس	۳۴۵
روز کا کام روز	۳۴۵
عہد کی پاسداری	۳۴۶
اللہ کی سلطنت	۳۴۶
ملکی اصلاح	۳۴۶
حکومت امانت ہے	۳۴۷
درست اور دوستی	۳۴۸
عورت کے لئے	۳۴۸
خدا کا حساب	۳۴۹
دو روٹیاں کافی ہیں	۳۴۹
نمود و نمائش	۳۵۰
ذاتی ملکیت	۳۵۰
امیر سخن	۳۵۱
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سفارت سے خلافت تک	۳۵
حضرت علی رضی اللہ عنہ بجانب یمن	۳۵۱
دعوتِ اسلام کا فریضہ	۳۵۲
فیصلہ کرنے کا معیار	۳۵۳
حضوت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلیفہ اوّل کے ساتھ خدمات	۳۵۳
حفاظت مدینہ میں کردار	۳۵۵
روم کی جانب فوج کشی	۳۵۶
خلیفہ دوم کے ساتھ خدمات	۳۵۷
جنگِ نہاوند میں مشاورت	۳۵۸
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علم کا دروازہ	۳۵۸
اجتہادی بصیرت	۳۵۹
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلے	۳۶۰
روٹیوں کا فیصلہ	۳۶۲
ماں اور بیٹا	۳۶۴
خواب کی بات	۳۶۴
مشکل ترین فیصلہ	۳۶۴
لڑکے کی دیت	۳۶۵

Marfat.com

عنوان	صفحہ
جھوٹے گواہ	۳۶۶
تصوف میں درجۂ کمال	۳۶۶
شاعری	۳۶۷
فن خطابت میں مہارت	۳۶۸
علم نحو کی ابتدا	۳۷۰
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کرامات	۳۷۰
درندوں کی اطاعت	۳۷۰
بعد وصال کرامت	۳۷۱
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روشن کارنامے	۳۷۲
ملکی نظم ونسق	۳۷۷
عمال کی نگرانی	۳۷۸
صیغۂ مال	۳۷۹
رعایا کے ساتھ شفقت	۳۷۹
فوجی انتظامات	۳۷۹
دینی خدمات	۳۸۰
زریں ارشادات	۳۸۲
حیات علی رضی اللہ عنہ ایک نظر میں	۳۸۳
خلافت علی رضی اللہ عنہ میں رحلت پانے والی اہم شخصیات	۳۸۵
خباب بن ارت رضی اللہ عنہ	۳۸۶
خزیمہ بن ثابت	۳۸۷
رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ	۳۸۸
اویس بن عامر قرنی رضی اللہ عنہ	۳۸۹

عنوان	صفحہ
نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ	۳۹۴
ابو رافع رضی اللہ عنہ	۳۹۵
مالک بن الحارث الاشتر النخعی	۳۹۷
عبداللہ بن بدیل رضی اللہ عنہ	۴۰۰
عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ	۴۰۲
خارجہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ	۴۰۳
اسود بن سریع رضی اللہ عنہ	۴۰۳
ابوالقاسم محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ	۴۰۵
ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ	۴۰۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعائیں	۴۱۰
قیصر روم کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سوالات اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جوابات	۴۱۶
سوالات کی تفصیل	۴۱۷
سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے جوابات	۴۱۸
بینا اور نابینا کے بارے میں سوالات	۴۱۹
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوابات	۴۲۰
''والذاریات ذروا'' کی تفسیر	۴۲۰
چاند کا نشان، بجلی اور کڑک کیا چیز ہے؟	۴۲۳
بعض آیات قرآنی کا مفہوم	۴۲۴
بعض صحابہ کے بارے میں سوالات	۴۲۵
ذوالقرنین سے متعلق سوالات	۴۲۶
بعض متفرق سوالات	۴۲۶
ایک شامی شخص کے مختلف سوالات	۴۳۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوابات	۴۲۸
اصحاب رس اور حنظلہ کے بارے میں سوال	۴۲۹
اصحاب رس کا قصہ	۴۳۰
حنظلہ علیہ السلام نبی کا تعارف	۴۳۲
عنقاء پرندہ	۴۳۲
مشرک قوم کے وساوس	۴۳۳
اصحاب رس کی ہلاکت	۴۳۳
قیصر روم کے سوالات اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوابات	۴۳۵
سوالات کی تفصیل	۴۳۵
جوابات کی تفصیل	۴۳۶
قیصر کا خط اور مزید سوالات	۴۳۸
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جوابی مکتوب	۴۳۹
دو نصرانیوں کے سوالات اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوابات	۴۳۹
قیصر روم کے سوالات اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوابات	۴۴۰
حارث بن سنان کا ارتداد	۴۴۱
مسلمان قیدیوں کا رنج والم	۴۴۱
قیصر کی پریشانی	۴۴۲
قیصر روم کا خط سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نام	۴۴۳
سوالات کی تفصیل	۴۴۴
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوابات	۴۴۵
بادشاہ روم کے بھیجے ہوئے مشکل سوالات	۴۴۸
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوابات	۴۴۸
نجران کے پادری کے سوالات	۴۴۹
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا غم	۴۵۱
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات اور خانہ جنگیوں پر ایک نظر	۴۵۲
علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان	۴۵۵
سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے پہلو وہ پہلو جو تاریخ میں بجا طور پر اجاگر نہیں کیے گئے	۴۵۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں احادیث فضائل کی کثرت اور اس کا سبب	۴۶۰
عقل کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاداتِ عالیہ	۴۶۱
کلماتِ علی رضی اللہ عنہ	۴۶۱
حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا	۴۷۰
سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت	۴۷۶
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ	۴۷۷
جوانانِ اہل جنت کے سردار حسن و حسین	

Marfat.com

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۷۸	رضی اللہ عنہما	۵۱۴	قاتل اور مقتول میں گفتگو ....
	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	۵۱۵	وصیت ....
	کی پیش گوئی کی اہمیت اور اُس کے	۵۱۸	دفن کے بعد ....
۴۸۲	نفسیاتی اثرات		سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے روحانی احوال
	سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور	۵۲۰	ومقام ....
۴۸۴	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح	۵۲۰	''مولا'' کون ہے؟ ....
۴۸۹	شہادت (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا واقعہ		مخلوق کو حاجت روا اور مشکل کشا کہنا
۴۹۰	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا صحیح مؤقف	۵۲۱	جائز ہے؟ ....
۴۹۱	حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما	۵۲۳	حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا ....
۴۹۳	یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولایت	۵۲۳	حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی روحانی قوت ....
۴۹۴	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آل اولاد		حضرت علی رضی اللہ عنہ علوم روحانیت کا
	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے	۵۲۶	دروازہ ....
	علاوہ دوسری ازواج سے حضرت علی رضی اللہ عنہ	۵۲۶	مقام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ....
۴۹۴	کی اولاد	۵۲۷	حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی رائے ....
	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیاست ان کے		حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۴۹۶	شایانِ شان تھی جس کا بدل ممکن نہ تھا	۵۲۸	کی رائے ....
۴۹۹	کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق	۵۳۰	متفرق موضوعات ....
	اُس وقت (دورِ خلافت علی رضی اللہ عنہ) کے	۵۳۰	کعبہ میں ولادت علی تواتر سے ثابت ہے
۵۰۶	اسلامی معاشرہ پر ایک نظر		حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے روگرداں ہوں
۵۰۸	شہادت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	۵۳۰	کی ہلاکت ....
۵۰۸	جنگ جمل کے بعد	۵۳۱	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ....
۵۱۱	حادثے سے پہلے	۵۳۱	حیدر ....
۵۱۲	صبح شہادت		مفسر قرآن سیدنا عبداللہ ابن عباس

Marfat.com

صفحہ	عنوان
۵۳۱	رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں
۵۳۱	کتاب وسنت کے جلیل القدر عالم
۵۳۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ فقاہت کے آئینے میں
۵۳۶	فقہ حنفی
۵۳۷	فقہ مالکی
۵۳۷	فقہ شافعی
۵۳۷	فقہ حنبلی
۵۳۸	حاضر جوابی
۵۳۸	نااہل مشیر
۵۳۸	تمام علوم قرآن میں ہیں
۵۳۹	خوش طبعی
۵۳۹	کھجوریں
۵۳۹	''ن'' کے بغیر ''لَنا''
۵۴۰	آدابِ علم
۵۴۰	پل صراط سے گزرنے کا اجازت نامہ
۵۴۱	(منظوم) مشکل کشا علی رضی اللہ عنہ ہے
۵۴۲	فہرست ماخذ ومصادر
۵۴۴	مصنف کی دیگر زیر تکمیل تصانیف

Marfat.com

حرفِ آغاز

قرآن مجید فرقان حمید کے اوّلین مصداق صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں۔

نبی سے ملنے والے بالیقین خیر الامم ٹھہرے
پھر ان سے ملنے والے، اور پھر وہ جو ملے ان سے

(خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم)

اللہ تعالیٰ نے ان اصحابِ باصفا کو یہ فضیلت بخشی کہ ان کو اپنے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت وحمایت کے لئے منتخب فرمایا۔

یہ آسمان ہدایت کے تارے ہیں
خدا کرے تمہیں مل جائے روشنی ان سے

مختلف مواقع پر رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مختلف اوصاف سے نواز کر قیامت تک آنے والی انسانیت کے نمونہ بنا دیا۔ صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم وہ جلیل القدر ہستیاں ہیں جن کو تاریخ میں نہایت اہمیت حاصل ہے اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''پل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جو میرے اہل بیت اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔'' اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: ''ارحم اُمتی بامتی ابو بکر'' اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: ''اشد ھم فی امر اللہ عمر '' اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا ''اصدقھم حیاء ''عثمان'' اور بابِ مدینۃ العلم کے لئے فرمایا: ''اقضاھم علی '' اس لئے آپ رضی اللہ عنہ اسلام کے سب سے بڑے قاضی و منصب بن گئے۔ یہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو آنحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نوازنے کے مختلف انداز تھے۔ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے حضرت علی المرتضیٰ کو یہ امتیاز اور

Marfat.com

انفرادیت حاصل ہے کہ آپ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ترین رشتہ دار بھی ہیں اور تربیت یافتہ بھی، صحابی بھی ہیں اور اہل بیت کے ممتاز فرد بھی۔ ان سے محبت وعقیدت مندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) دونوں طبقوں کی عظمت کو دل سے تسلیم اور عملاً اس کا اقرار واظہار کیا جائے، کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فطری اور ناگزیر تقاضا یہی ہے بغیر اس کے ایمان کا کوئی تصور نہیں۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں قضایا کا فیصلہ کرنا اور فرائض علم میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اور زیادہ علم رکھنے والا کوئی اور نہیں تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شان وفضیلت کے بارے میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تمام لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہیں، میں اور علی (رضی اللہ عنہ) ایک ہی درخت سے ہیں۔''

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔ ایک مسلمان صاحب ایمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت موجود نہ ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ انسانیت کے لئے بہترین راہِ ہدایت اور اعلیٰ ترین عملی نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی تعلیمات اور آپ کے بلند کردار کی پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور دنیا وآخرت کی حقیقی کامیابی ملتی ہے۔

دید علی عبادت، ذکرِ علی عبادت
کیا شان ہے علی کی، کیا مرتضیٰ علی ہے

قارئین محترم! میں نہ تو کوئی مشاق مصنف ہوں اور نہ ہی ادیب فقط ادنیٰ سا طالب علم ہوں۔ بس السعی منی والاتمام من اللہ وماتوفیقی الا باللہ۔

؎ حافظ نہیں ہے شہرتِ دنیا کی آرزو
مقصود ہے رضائے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے

زیر نظر کتاب ''تجلیات حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ'' خلفائے راشدین سیریز کی چوتھی

Marfat.com

اور آخری کڑی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت مبارکہ کے مختلف گوشوں کو نہایت اختصار مگر جامعیت وصحت کے ساتھ احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے اور ہر صاحب ایمان کے لئے اس کتاب کا مطالعہ باعث برکت وسکون اور ایمان کی مضبوطی کا سبب ہے۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ خداوند کریم اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل میری اس حقیر علمی وقلمی خدمت کو اپنے فضل وکرم سے شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کو میرے لئے میری اولاد اور میرے والدین کریمین، مشائخِ عظام اساتذہ کرام اور تلامذہ واحباب سب کے لئے سامانِ آخرت وذریعہ مغفرت بنائے۔ آمین

اللہ کا ہے انعام، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا ہے
اک صاحب ایماں پہ یوں لطف ہوا ہے

فقیر سراپا تقصیر
محمد یوسف کیفی ایم۔اے

Marfat.com

کلماتِ تشکر

☆ اللہ رب العزت اور محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد والدین کریمین کے نام جو میری پیدائش اور تربیت کا وسیلہ بنے۔ اللہ تعالیٰ ان کے جنت میں درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

☆ فیضانِ اولیاء پیارے وطنِ عزیز پاکستان اور اُمتِ مسلمہ کے نام جس کا میں فرد ہوں اور جو میری پہچان ہے۔

☆ سیدی مرشدی قدوۃ الاولیاء منبع رشد وہدایت حضرت الحاج خواجہ صوفی عزیز الرحمٰن صدیقی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی کے نام جن کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کی بناء پر مجھے یہ کتاب تالیف کرنے کا حوصلہ ملا۔

☆ جملہ رفقائے محترم بالخصوص فضیلۃ الشیخ حضرت السید یوسف السید ہاشم الرفاعی مدظلہ العالی، جناب حافظ شبیر احمد صاحب مدظلہ العالی، جناب محمد یوسف بختاور صاحب مدظلہ العالی، جناب محترم عطاء اللہ خان صاحب پرنسپل پاکستان انگلش اسکول وکالج کویت، وائس پرنسپل جناب محمد احسن رضا ہاشمی صاحب، جناب محترم محمد ریاض ڈوگر صاحب، جناب محترم محمد یوسف صاحب، جناب صاحبزادہ حافظ ڈاکٹر عتیق الرحمٰن صاحب صدیقی نقشبندی مجددی، جناب حافظ محمد عدیل صاحب، پروفیسر مسز میمونہ مشہود صاحبہ، محترم جناب منیر احمد گوجر صاحب، محترمہ مسز صفیہ نصیر خان صاحبہ، جناب عبدالستار ڈی۔ پی۔ آئی صاحب، جناب پروفیسر عبدالوحید صاحب' جناب صاحبزادہ امجد علی نامی صاحب ایم اے اور پروفیسر محمد آصف باجوہ صاحب کے نام جن کی حوصلہ افزائی اور قدرشناسی کی بناء پر مجھے یہ کتاب تالیف کرنے کا حوصلہ ملا۔

☆ تمام قارئین کرام، ناظرین اور تجلیات حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پڑھنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والے خوش نصیبوں کے نام جو اس کتاب سے استفادہ کر کے عمل صالح

Marfat.com

[stamp]

کی راہ پر گامزن ہو کر اپنی زندگیوں کو سنواریں گے اور آخرت میں بھی کامیاب و کامران ہوں گے۔ (انشاءاللہ)

☆ تمام موجود اور مرحوم علماء کرام اور ادیبوں کے نام جن کی کتب اور تحریروں سے میں نے خوشہ چینی کی۔ جزاہم اللہ تعالیٰ۔

پسرانِ باسعادت محمد شہباز، سہیل اختر، محمد نعیم، محمد ابراہیم، دختران نیک اختر ان، رفیقہ حیات اور برادرم محمد یٰسین صاحب کے نام جو اس کتاب کی تیاری میں ممد و معاون ثابت ہوئے۔

☆ کتاب کے ناشر جناب سیّد محمد شجاعت رسول قادری، اس کتاب کے کمپوزرز اور آرٹسٹ کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے کتاب کے حسن میں عملاً حصہ لے کر زاد آخرت بنایا۔ اس کی طباعت میں جو حسن و کمال کار فرما ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بعد ناشر کی سرپرستی اور مخلصانہ توجہ کا نتیجہ ہے۔

جزاھم اللّٰہ تعالیٰ عنا وعن جمیع المسلمین۔

☆ آخر میں عاجز مؤلف ان تمام حضرات کی کرم فرمائیوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہے جنہوں نے اپنا قیمتی وقت حرج کر کے اس کتاب کی ترتیب و تصنیف کے سلسلہ میں تحریری، تقریری، قولی، فعلی اور اخلاقی امداد فرما کر ''تجلیات حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ'' سے اپنی دلی محبت کا ثبوت فراہم کیا۔

اے خدائے ہر بلند و پستی
شش چیز عطا بکن ز ہستی
ایمان داماں و تن درستی
علم و عمل و فراخ دستی

(سید ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ)

دعا گو:

محمد یوسف کیفی (ایم۔اے)

Marfat.com

☆خصوصی تعاون واشتراک☆

ہم

☆ جناب محترم محمد یوسف صاحب (والد محترم جناب قاسم نعمان صاحب، رضوان یوسف صاحب)

☆ والدہ محترمہ (جناب قاسم نعمان صاحب اور رضوان یوسف صاحب)

☆ محترم جناب قاسم نعمان صاحب

☆ زوجہ محترمہ (جناب قاسم نعمان صاحب)

☆ محترم جناب رضوان یوسف صاحب

☆ بہت ہی پیاری بیٹی محترمہ تحسین یوسف

☆ بہت ہی پیاری بیٹی ابیہا قاسم

کے شکرگزار ہیں کہ جن کے خصوصی تعاون واشتراک سے کتاب ہذا کی طباعت میں سہولت میسر آ سکی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دین و دنیا کے کاموں میں آسانیاں عطاء فرمائے۔ ان کے جان و مال، عمر اور علم و عمل میں برکتیں عطاء فرمائے۔ ان کو ہمیشہ صحتِ کاملہ سے نوازے اور ان سب کو صحت و تندرستی والی عمرِ خضر علیہ السلام عطاء کرے۔ آمین!

☆ ہم والدہ محترمہ (جناب قاسم نعمان صاحب) کے لیے خصوصی دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ اور عاجلہ عطاء فرمائے، آمین یارب العالمین!

☆ بہت ہی پیاری بیٹی تحسین یوسف کے لیے بھی دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں خصوصی برکت عطاء فرمائے، آمین!

☆ اور جناب قاسم نعمان صاحب کے کاروبار میں برکت عطا فرمائے آمین۔

111037

Marfat.com

برائے ایصالِ ثواب (والدین کریمین جناب ابوقاسم محمد یوسف صاحب)

(۱) عنایت علی والد محترم و مرحوم

(۲) اللہ رکھی والدہ محترمہ و مرحومہ

اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو منور فرمائے' کشادہ فرمائے اور جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

☆ اللہ تعالیٰ تمام مؤمنین اور مؤمنات کی مغفرت فرمائے' آمین!

☆ یا اللہ! ہمیں علم نافع عطاء فرما اور اس میں خیر و برکت عطاء فرما' آمین!

☆ یا اللہ! ہمارے اعمال میں اخلاص پیدا فرما اور اُنہیں قبول فرما کر ہمارے نامۂ اعمال میں درج فرما! ہماری لغزشوں کو معاف فرما' ہمیں اپنے والدین کریمین کا فرماں بردار اور اطاعت گزار بنا' یا اللہ! ہمارے والدین پر رحم کر! ان کی بخشش فرما اور ان کو اپنی رضا اور خوشنودی عطاء فرما اور ان پر اپنے لطف و کرم کی بارشیں برسا' آمین یا رب العالمین!

☆ ہم خصوصی طور پر برادر محترم و محتشم جناب محمد یوسف صاحب اور ان کی زوجہ محترمہ کے لئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ صحت کاملہ سے نوازے اور انہیں اور تمام اہل خانہ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور انہیں ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین یا الہ العالمین

☆ اور ننھی ابیہا قاسم کے لئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت والی عمرِ خضر عطا کرے ان کو اپنے والدین اور خاندان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ ان کو دینی و دنیوی علوم سے وافر حصہ عطا فرمائے اور یہ اپنے ماں باپ کے لئے نیک فال ثابت ہو ان کو اور تمام اہل خانہ کو ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین یا رب العالمین

دہر کو سیرتِ سرکار سکھا دی جائے
سنگ باری جو کرے کوئی دُعا دی جائے
جو ہیں محرومِ ثناء خوانیِ شاہِ بطحا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یا خدا! اُن کو بھی توفیقِ ثناء دی جائے

(محمد اکرم رضا)

دعا گو: محمد یوسف کیفی (ایم۔اے)

Marfat.com

خصوصی تعاون واشتراک

ہم

☆ جناب محترم محمد اشرف ڈوگر صاحب (والد محترم جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

☆ جناب محترم محمد ریاض ڈوگر صاحب

☆ محترمہ اُمِ ہاشم نسرین ریاض ڈوگر صاحبہ (رفیقہ حیات محمد ریاض ڈوگر صاحب)

☆ عزیزم ہاشم ریاض ڈوگر صاحب

☆ عزیزم احمد ریاض ڈوگر صاحب (پسرانِ باسعادت جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

☆ عزیزی زینب ریاض ڈوگر

☆ عزیزی مریم ریاض ڈوگر

☆ عزیزی عفیفہ ریاض ڈوگر (دختران نیک اختران جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

کے شکرگزار ہیں کہ جن کے خصوصی تعاون واشتراک سے کتاب ہذا کی طباعت میں سہولت میسر آسکی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو علم کی دولت سے مالا مال کرے ان سب کو دین ودنیا کے کاموں میں آسانیاں اور کامیابیاں عطا فرمائے۔ ان کے علم وعمل مال وجان اور اولاد میں برکت عطا فرمائے اور ان کو ہمیشہ صحت کاملہ سے نوازے۔ آمین۔

☆ برائے ایصالِ ثواب ☆

☆ محترمہ رضیہ بی بی مرحومہ (والدہ ماجدہ جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

☆ محترم کالے خاں مرحوم (دادا جان صاحب جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

☆ محترمہ دادی اماں بھلی مرحومہ (دادی جان صاحبہ جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

محترم ابل مرحوم (تایا جان صاحب جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

☆ محترمہ جمیلہ بی بی مرحومہ (خوشدامن صاحبہ جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

☆ جناب محترم محمد ناصر مرحوم (برادرِ نسبتی جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ان سب مرحومین کی قبروں کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنائے اور ان کو منور فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکت قدموں میں جگہ عطا فرمائے اور تمام مومنین ومومنات کی مغفرت فرمائے۔آمین

خصوصی طور پر برادرِ محترم ومحتشم جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب، محترمہ اُم ہاشم نسرین ریاض ڈوگر صاحبہ (رفقیہ حیات محمد ریاض ڈوگر صاحب) اور تمام اہل خانہ کے لئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے ان کو بیماریوں اور پریشانیوں سے ہمیشہ دور رکھے اور ان کے کاروبار میں فراخی عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

یا اللہ! ہمارے اعمال میں اخلاص پیدا فرما اور انہیں قبول فرما کر ہمارے نامۂ اعمال میں درج فرما، ہماری لغزشوں کو معاف فرما، ہمیں اپنے والدین کا فرماں بردار اور اطاعت گزار بنا، ہمارے والدین پر رحم فرما۔ان کی بخشش فرما اور ان کو اپنی رضا اور خوشنودی عطا فرما اور ان پر اپنی لطف وکرم کی بارشیں برسا۔

یا اللہ! ہمیں علم نافع عطا فرما اور اس میں خیر وبرکت عطا فرما! (اللھم آمین)

دعا گو: فقیر حقیر سراپا تقصیر

محمد یوسف کیفی (ایم۔اے)

Marfat.com

تقریظ

معروف دانشور، ماہر تعلیم، تجربہ کار استاذ، مخزن علم وحکمت، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
محترم جناب عطاء اللہ خان سلطان احمد صاحب،
پرنسپل پاکستان انگلش اسکول وکالج، جلیب الشیوخ، کویت

نحمدهٗ ونصلی علیٰ رسوله الکریم

تصنیف وتالیف اور فکروادب کے حوالے سے محترم جناب محمد یوسف کیفی صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ وہ میرے اسکول وکالج کے سینئر استاذ اور صدر شعبہ علومِ اسلامیہ ہیں۔ وہ عرصہ چھتیس سینتیس سال سے شعبۂ درس وتدریس سے منسلک ہیں۔ اس کے علاوہ کویت میں ان کی تحریریں تواتر سے اخبارات اور رسائل وجرائد کی زینت بن رہی ہیں۔ ان کی کتب اور مقالات میں تحقیقی عنصر بطور خاص نظر آتا ہے۔ تحقیق سے مراد برسوں کی فکری ریاضت کا کارفرما ہونا ہے۔ اس سے پہلے بندہ ان کی کتاب ''تجلیات حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ'' پر تقریظ لکھنے کی سعادت حاصل کر چکا ہے اور اب اس مرتبہ بابِ مدینۃ العلم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ان کی محققانہ تصنیف ''تجلیات حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' پر تقریظ لکھنے کا شرف دوبارہ حاصل ہورہا ہے۔ یہ ان کی میرے ساتھ خاص محبت وانس ہے کہ سب سے پہلے وہ مسودۂ کتاب میرے پاس لائے۔ اور میں ان کو انکار نہیں کرسکتا۔ اس لئے حصولِ برکت کے لئے چند الفاظ تحریر کردیئے ہیں۔ اس سے پہلے ان کی آٹھ کتابیں: شوقِ ناتمام، تذکرہ نقشبندیہ مجددیہ مجیدیہ، عبرتناک قرآنی قصے، سیرت رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تذکرہ قرآنی خواتین، تجلیات حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، تجلیات حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، تجلیات حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ قارئینِ کرام سے دادِ تحسین حاصل کر چکی

Marfat.com

ہیں اوران کی بعض کتابوں کے پہلے ایڈیشن (طباعت اوّل) ختم ہو چکے ہیں۔ زیرِنظر کتاب ''تجلیات حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' بھی ان کی پہلی تصانیف کی طرح ایک محققانہ اور اچھوتی تحریر ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ کے تمام گوشوں کی عکاسی نہایت عقیدت ومحبت اور سائنٹیفک انداز سے کی گئی ہے۔ شاہ کار نبوت، پروردۂ آغوشِ رسالت، مخزن جودوکرم، منبع علم وحکمت، معدن حلم، باب مدینۃ العلم، امام الاتقیاء، شیر خدا کے رتبہ وشان کو کتاب وسنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ مصنف کا نام بھی عظیم اور کام بھی عظیم ہے۔ کیفی صاحب کی تحریریں دلوں کی وادیوں میں بہت جلد اپنا مقام بنالیتی ہیں۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ رب العزت میرے فاضل ومحترم دوست جناب محمد یوسف کیفی صاحب کو اور زیادہ نورانی قوت، رُوحانی طاقت اور علم وعمر میں برکت کے ساتھ علمی تحقیقی زورِقلم کے ساتھ دین اسلام کی خدمت میں قبول فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

سمٹے تو ''ب'' کے نقطے کا عکاس ہے علی رضی اللہ عنہ
پھیلے تو تا بہ سرحد ''والناس'' ہے علی رضی اللہ عنہ

ع اللہ کرے زورِقلم اور زیادہ

دعا گو:

عطاء اللہ خان سلطان احمد

پرنسپل پاکستان انگلش اسکول وکالج، کویت

☆☆☆☆☆

Marfat.com

فرمانِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عالی شان ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ

عَلِیٌّ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْ عَلِیٍّ ......

(ترمذی)

''علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں''......

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار

لافتیٰ الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

ارشادِ باری تعالیٰ

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

(سورۃ التوبہ:۱۰۰)

ترجمہ: ''اور مہاجرین اور ان کے مددگار (انصار) میں سے سبقت لے جانے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور درجۂ احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے، اللہ ان (سب) سے راضی ہو گیا اور وہ (سب) اس سے راضی ہو گئے۔''

فرمانِ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے۔ بس فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔'' (بخاری و مسلم)

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدر رضی اللہ عنہ، فقر بوذر رضی اللہ عنہ، صدیق سلمانی رضی اللہ عنہ

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

امیر المومنین حضرت سیّدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ

☆ زمانہ خلافت: ۲۴ ذوالحجہ ۳۵ھ تا ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ

بمطابق 23 جون 656ء تا 25 جنوری 661ء

☆ نام ---------------- علی (رضی اللہ عنہ)

☆ کنیت ---------------- ابوالحسن۔ ابوتراب

☆ لقب ---------------- والدۂ ماجدۂ نے حیدر (شیر) کا لقب دیا

☆ والد ماجد ---------------- ابوطالب بن عبدالمطلب

☆ والدہ ماجدہ ---------------- فاطمہ بنت اسد بن ہاشم

☆ مدت خلافت ---------------- ۴ سال ۹ ماہ

مورث اعلیٰ ---------------- ہاشم بن عبدمناف

☆ مقام: ''میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔''

(ترمذی۔ مشکوٰۃ مترجم جلد سوم ص: ۲۵۹)

''علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور علی ہر مومن کا دوست و مددگار ہے۔''

(ایضاً ص: ۲۶۰)

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دلِ مرتضٰی رضی اللہ عنہ سوزِ صدیق رضی اللہ عنہ دے

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ نام ونسب:

نام نامی علی رضی اللہ عنہ، کنیت ابوالحسن اور ابوتراب تھی۔ والدۂ ماجدہ نے حیدر (شیر) لقب رکھا۔ شجرۂ نسب اس طرح ہے۔ علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف

Marfat.com

بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

والدۂ ماجدہ کا نام اور نسب اس طرح ہے: فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف

☆ حیدر (شیر):

آپ رضی اللہ عنہ کا ایک نام حیدر (شیر) بھی تھا۔ حیدر دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نانا "اسد" کا نام تھا...... جب آپ پیدا ہوئے تو اسی وقت آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد نے آپ کا نام اپنے باپ کے نام پر حیدر رکھا تھا۔ پھر بعد میں ابوطالب نے اپنی طرف سے بیٹے کا نام "علی" رکھا۔ جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "خود میرے نزدیک "ابوتراب سے پسندیدہ کوئی نام نہیں ہے۔

☆ ابوتراب (کنیت):

"ابوتراب" سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے اور یہ کنیت اس طرح پڑی کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں نہیں ہیں۔ پوچھا علی کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: میرے اور ان کے درمیان کچھ ان بن ہوگئی تھی۔ اسی غصہ میں گھر سے چلے گئے ہیں۔ آج تو انہوں نے اس گھر میں قیلولہ بھی نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جا کر دیکھو علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ تو مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد کی دیوار سے لگے ننگی زمین پر لیٹے محو خواب ہیں۔ چادر کندھے سے کھسک کر الگ ہوگئی تھی اور پیٹھ اور پہلو پر مٹی لگی ہوئی تھی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جسم کے اوپر سے مٹی صاف کرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔ اٹھو اے ابوتراب اٹھو، جبھی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابوتراب" مشہور ہوگئی۔ (مظاہر حق، جلد دوم از علامہ نواب محمد قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ)

☚ آپ رضی اللہ عنہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقریباً دس برس پہلے پیدا ہوئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ سال تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ماں

Marfat.com

باپ دونوں کی طرف سے ہاشمی تھے اور آنحضور ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ ابوطالب تنگدست تھے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ اس طرح آپ رضی اللہ عنہ نے رسولِ رحمت ﷺ کے زیرِ سایہ پرورش و تربیت پائی اور دورِ جاہلیت کی تمام آلودگیوں سے آپ رضی اللہ عنہ کا دامن محفوظ رہا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بالکل فرزند کی طرح معاملہ کیا اور اپنی دامادی کا شرف بھی ان کو بخشا۔ جناب سیّدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جو رسول اکرم ﷺ کی سب سے پیاری بیٹی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور ان سے آپ کی اولاد ہوئی۔

☆ قبولِ اسلام:

آپ رضی اللہ عنہ قبل بلوغ بچپن میں اسلام لائے۔ ابویعلیٰ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ”رسولِ اکرم ﷺ پیر کے روز مبعوث ہوئے اور دوسرے دن منگل کو میں مسلمان ہوا۔“ جس وقت آپ ایمان لائے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس سال تھی بلکہ بقولِ بعض نو سال اور بعض آٹھ سال اور کچھ اس سے بھی کم بتاتے ہیں۔ حسن بن زید فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے صغرسنی میں بھی کبھی بت پرستی نہیں کی۔

(تاریخ الخلفاء، از علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔ طبقات ابن سعد)

☆ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب نے آپ کو رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کو جواب دیا اور کو دینِ اسلام کی طرف بلایا تو ابوطالب کہنے لگے کہ اس کام میں کوئی برائی تو نہیں ہے مگر اللہ کی قسم مجھ سے سرین اوپر نہ کئے جا سکیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد کے اس مقولہ کا ذکر کر کے اکثر ہنسا کرتے تھے۔ (خلفائے راشدین)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب مکہ کے نہایت ہی ذی اثر بزرگ تھے۔ آنحضرت ﷺ نے انہی کی شفقت میں پرورش پائی اور بعثت کے بعد ان ہی کے زیرِ حمایت مکہ کے کفرستان میں دعوتِ حق کا اعلان کیا تھا۔ ابوطالب ہر موقع پر آپ ﷺ کے لئے سینہ سپر رہے۔ ابوطالب نے گو اسلام قبول نہیں کیا۔ تاہم انہوں نے حضور سرورِ

Marfat.com

کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس طرح پرورش و پرداخت کی اور کفار کے مقابلہ میں جس ثبات و استقلال کے ساتھ آپ کی نصرت وحمایت کا فرض انجام دیا اس لحاظ سے اسلام کی تاریخ میں ان کا نام شکر گزاری اور احسان مندی کے ساتھ لیا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے اس یتیم معصوم کی ماں کی طرح شفقت ومحبت سے پرورش کی۔ مستند روایات کے مطابق وہ مسلمان ہوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ گئیں۔ ان کا انتقال ہوا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفن میں اپنی قمیص مبارک پہنائی اور قبر میں لیٹ کر متبرک کیا۔ لوگوں نے اس عنایت کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ اس نیک سیرت خاتون کا ممنونِ احسان ہوں۔ (اسد الغابہ جلد ۵ ص ۱۵)

☆ قبول اسلام کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ پند و واعظ کے جلسوں اور تبلیغ اسلام کے مجمعوں میں ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے۔ بعثت کے چوتھے سال جب قریبی اعزہ کو عذابِ الٰہی سے ڈرانے کا حکم نازل ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تعمیل کے لئے کوہِ صفا پر اپنے خاندان والوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ ''اے بنی مطلب! میں تمہارے سامنے دنیا و آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں۔ تم میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے اور کون میرا معاون و مددگار بنتا ہے۔'' تو اس کے جواب میں صرف ایک آواز آئی کہ ''گو میں چھوٹا ہوں اور میری ٹانگیں کمزور ہیں تاہم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاون و مددگار اور قوت و بازو بنوں گا۔'' یہ آواز علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ اس سوال کو دہرایا۔ اس کے جواب میں ہر مرتبہ علی رضی اللہ عنہ کی ہی آواز آئی۔ اس صلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ اعزاز بخشا کہ ''تم میرے وارث اور بھائی ہو'' یہ صرف زبانی دعویٰ نہ تھا، عمل اس سے کچھ بڑھ کر بھی تھا۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے تیرہ سال مکہ معظمہ میں بسر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی عبادتِ خداوندی کا فریضہ بجالاتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس میں شرکت کرتے تھے۔ حج کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں

Marfat.com

مختلف قبائل کو دعوتِ اسلام دیتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ہوتے تھے۔ کبھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خانہ کعبہ تشریف لے جاتے اور بتوں کو توڑ پھوڑ کر عیب دار کر دیتے تھے۔ (مسند احمد، کنز العمال جلد ۶، ص ۳۱۹)

☆ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری خدمت یعنی بعد از وصال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل اور تجہیز و تکفین وغیرہ کی سعادت بھی آپ رضی اللہ عنہ ہی کے حصہ میں آئی۔ غرض شروع سے آخر تک آپ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست و بازو رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ تینوں خلفاء کے دور میں مجلس شوریٰ کے رُکن رہے اور اپنے مشوروں سے خلافت اسلامیہ کو بہت فائدہ پہنچایا۔ جب تک بس چلا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بھی حمایت کرتے رہے۔

(تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی)

☆ ہجرت مدینہ میں جانثاری:

ہجرتِ مدینہ کا حکم ہوا تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خیال سے کہ مشرکین کو شبہ نہ ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لیٹنے کا حکم دیا اور خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر سونا گویا موت کی سیج قبول کرنا تھا لیکن شیر خدا کے پاس موت کا خوف کب آ سکتا ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل کی۔ تین دن مکہ میں رہے۔ امانتیں مالکوں کو پہنچائیں اور پا پیادہ عازمِ مدینہ ہوئے۔ جون کا مہینہ تھا اور عرب کی جاں سوز گرمی۔ تاہم آپ رضی اللہ عنہ نے 280 میل (تقریباً پانچ سو کلومیٹر) کا فاصلہ صرف تین روز میں طے کیا۔ پاؤں زخموں سے چور ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعابِ دہن لگایا تو ٹھیک ہو گئے اور پھر کبھی شکایت نہ ہوئی۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے متاعِ عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال، جان اولاد سے پیارا

☆ حضرت فاطمۃ الزہرا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی

ہجرت کے دوسرے برس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی دامادی کا شرف بخشا اور اپنی محبوب ترین صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت کچھ بھی نہ تھا نہ رہنے کو مکان اور نہ کھلانے کو روٹی۔ زرہ بیچ کر شادی اور ولیمہ کا سامان کیا۔ ایک انصاری حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مکانوں میں سے ایک مکان دے دیا اس میں آپ رضی اللہ عنہ نے دُلہن کو اتارا اور اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز کیا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو خیر و برکت کی دعا دی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کل جہیز ایک چادر، ایک مشکیزہ، ایک چکی، دو گھڑے اور چمڑے کا ایک گدا تھا جو کھجور کی چھال سے بھرا تھا۔ عمر بھر سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کا یہی متاعِ خانہ رہا۔

☆ غزوات میں شرکت:

جب غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے سوا سب غزوات میں شرکت کی اور کفار کے ایسے ایسے طاقتور شہ زور پہلوانوں کو مات دی جو زورِ طاقت میں ہزار ہزار بہادروں کے برابر تھے۔ کسی جنگ میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پائے استقلال میں لرزش نہ آئی۔ غزواتِ بدر، اُحد اور خندق، قضیہ بنونضیر، بنو قریظہ اور قینقاع، بنو سعد کی سرکوبی، صلح حدیبیہ، غزوہ حنین اور فتح مکہ غرض سب لڑائیوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہو کر دادِ شجاعت دیتے رہے۔ جنگ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ نے شجاعت کی دھاک بٹھا دی۔ قریش کے ستر (۷۰) مقتولوں کی تقریباً نصف تعداد آپ رضی اللہ عنہ کی ہی تیغ سے واصل جہنم ہوئے۔ غزوہ اُحد میں آپ رضی اللہ عنہ نے ذوالفقارِ حیدری سے قریش مکہ کی صفوں کی صفیں درہم برہم کر کے رکھ دیں۔ جنگ خندق (احزاب) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مکہ کے مشہور اور دیو ہیکل پہلوان عَبد وَدّ (جس کو عام طور پر عَبد وُد پڑھا جاتا ہے) کو ایک ہی وار میں ڈھیر کر کے اپنی بے مثال بہادری اور شجاعت کا سکہ بٹھا دیا۔ خیبر کی مہم تو آپ رضی اللہ عنہ ہی کی بہادری اور دلاوری سے سر ہوئی۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قائم مقامی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ازاں بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن میں عہدۂ قضا پر مقرر کیا گیا۔ ہجرت کے دسویں برس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آخری حج کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی یمن سے آکر اس یادگار حج میں شریک ہوئے۔

Marfat.com

☆ خلفاء ثلاثہ کے ساتھ معاون:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عہد خلافت راشدہ میں آپ رضی اللہ عنہ تینوں خلفاء کے مشیر ومعاون رہے۔ خاص طور پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشوروں پر بہت اعتماد تھا۔ چنانچہ اکثر وبیشتر آپ رضی اللہ عنہ ہی کی رائے پر عمل ہوتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا۔ یعنی اُمورِ خلافت کی انجام دہی میں اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نیک مشورے دخیل نہ ہوتے تو ان سے کئی ایک کوتاہیاں سرزد ہوتیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے صائب مشوروں سے خلافت اسلامیہ کو بہت فائدہ پہنچا۔

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر وغنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری رضی اللہ عنہ

☆ بیعت خلافت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تین دن تک مسند خلافت خالی رہی۔ اس عرصہ میں لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس منصب کو قبول کرنے کے لئے سخت اصرار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے اس بارگراں کے اُٹھانے سے انکار کر دیا لیکن آخر میں مہاجرین وانصار کے اصرار سے مجبور ہو کر اٹھانا پڑا۔ واقعہ شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے تیسرے دن ۱۲ ذوالحجہ دوشنبہ کے دن مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئی۔ تمام باغیوں اور شہر کے بہت سے لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ کچھ لوگوں کو فوراً بیعت کرنے میں تامل تھا اور وہ حالات کا رخ دیکھ کر بیعت کرنا چاہتے تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مگر شرط یہ لگائی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن وسنت کے مطابق شرعی حدود جاری کریں گے۔

اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب بھی جمہوری طریقہ پر ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد وہی اس منصب کے لئے موزوں ترین شخص تھے۔ مگر اس زمانہ میں ایک گروہ اہل بیت کے حامیوں کا ایسا پیدا ہو گیا تھا جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ان کی صلاحیت کی بنیاد پر نہیں بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ داری کی بنا پر قبول کیا تھا اور اس طرح

Marfat.com

جمہوریت کو خطرہ لاحق ہو گیا اور آئندہ جمہوریت کی بجائے موروثی خلافت قائم ہوئی۔

(تاریخ اسلام۔ معین الدین احمد ندوی بحوالہ طبری وابن سعد)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشکلات اور انتشارِ اُمت:

بیعت خلافت کے کچھ دنوں بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مسئلہ تھا۔ ان کی مشکلات کا سرسری جائزہ بھی اس حقیقت کی وضاحت کے لئے کافی ہے۔

۱- قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ:

جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا اس وقت عملاً مدینہ پر قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا قبضہ تھا۔ ان کی قوت مدینہ میں کافی تھی اور ان کی وجہ سے مدینہ میں اسی لاقانونیت تھی جس سے نپٹنا مشکل تھا۔

۲- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت بہت بڑا سانحہ تھا۔ ان کا قصاص لینا ضروری تھا لیکن کس سے؟ اصل قاتل کا نام صرف مفسدوں کو معلوم تھا۔ موقعہ کا کوئی اور گواہ نہ تھا اور مفسد کسی کا نام بتانے کو تیار نہ تھے نیز مدینہ پر عملاً ان کا قبضہ تھا اس لئے فوری طور ان سے قصاص لینا بھی ممکن نہ تھا۔

۳- غلط فہمیوں کا موجود ہونا:

معزز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اس وقت موجود تھے ایک دوسرے کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہو چکے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص میں جو تاخیر ہو رہی تھی اس سے غلط فہمیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

۴- عثمانی عمال:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ایک اور مسئلہ یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اکثر عمال ان لوگوں میں سے تھے جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے اور اموی ہونے کی وجہ سے حضرت

Marfat.com

علی رضی اللہ عنہ کے لئے قابل اعتماد نہ تھے۔

۵- دولت کی فراوانی:

دولت کی فراوانی نے مسلمان عوام پر سے تقویٰ الٰہی کی گرفت بہت ڈھیلی کر دی تھی اور وہ تعلق باللہ اور فکر آخرت کا معیار وہ نہ تھا جو عہد فاروقی میں ہوا کرتا تھا۔

۶- نومسلموں کی خام تربیت:

عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں اتنی زیادہ فتوحات حاصل ہوئیں اور ان کے نتیجہ پر اتنے لوگ مسلمان ہوئے کہ ان کی تربیت کرنا مشکل ہو گیا اور اس طرح سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسی جمہوری حکومت کی سربراہی قبول کی تھی جس کے عوام باشعور نہ تھے۔

☆ عثمانی عمال کی معزولی اور اس کے اثرات:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالتے ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر دینے کا فیصلہ کیا۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (جو سیاست و تدبر میں بہت بلند مانے جاتے تھے) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس اقدام سے منع کرتے رہے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا فیصلہ برقرار رکھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی مشورہ دیا کہ فی الحال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معزول نہ کیا جائے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مشورہ کو بھی تسلیم نہ کیا اور تمام اموی عمال کو بیک قلم معزول کر کے نئے گورنر مقرر فرما دیئے۔ چنانچہ بصرہ پر عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ، کوفہ پر عمارہ بن شہاب رضی اللہ عنہ، یمن میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، مصر میں قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اور شام پر سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو والی مقرر کیا گیا۔ ان نئے والیوں میں سے کوفہ کا نامزد والی راستے ہی سے پلٹ آیا کیونکہ وہاں کے لوگ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی جگہ کسی اور کو والی بنانے کے لئے تیار نہ تھے۔ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے بڑی حکمت عملی سے مصر کی حکومت کا قبضہ لیا۔ یمن اور بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمال کو تسلیم کر لیا گیا۔ شام کے نامزد گورنر سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ جب سرحد شام میں داخل ہوئے تو انہیں روک دیا گیا اور وہ بھی واپس لوٹ آئے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف فضا تیار کرنے کے لئے مدینہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون آلود کپڑے اور حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کی کٹی ہوئی انگلیاں منگوالیں

Marfat.com

اوران کو دمشق کی جامع مسجد میں رکھ دیا تا کہ سب لوگ دیکھیں۔شامی سرداروں کو یہ تاثر دیا گیا کہ یہ سب کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہوا ہے اور شامیوں نے ماتم کرنا اور قصاص کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا۔اسی دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاصد پہنچا جس کے ذریعے انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سمجھانے کی کوشش کی اور قصاص عثمان کے بارے میں اپنا نقطہ نظر لکھا۔امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دلائل کا جواب دینے کی بجائے قاصد کے ہاتھ ایک خط جواب میں بھیجا جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد مکتوب الیہ کا اور اپنا نام لکھا۔(خلفائے راشدین،ص:۲۹۰)

(بعض روایات کے مطابق ایک سفید کاغذ لفافہ میں بند کر کے انہیں بھیج دیا) حضرت علی رضی اللہ عنہ صورتِ حال کو بھانپ گئے۔قاصد نے زبانی تمام حالات بیان کئے کہ کیسے ہزاروں شامی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتقام لینے کے لئے بے قرار ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاصد سے پوچھا قصاص کس سے لیں گے۔قاصد نے جواب دیا آپ رضی اللہ عنہ سے۔اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں خود عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح مظلوم ہوں۔قاتلانِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنا مشکل ہے۔اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے حقیقت واضح ہوئی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سانحۂ شہادتِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے سیاسی فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدایا:"میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون سے بری ہوں۔"

(طبری جلد 6،ص:۳۰۹۱)

اہل مدینہ کو قاصد پر بہت غصہ آیا۔خالد بن زفر عبسی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا تمہارا برا ہو! کیا تم مہاجرین وانصار کو شامیوں سے ڈراتے ہو خدا کی قسم نہ تو قمیص عثمان رضی اللہ عنہ قمیص یوسف علیہ السلام ہے اور نہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو یعقوب علیہ السلام کی طرح غم ہے۔

(خلفائے راشدین،ص:290)

لیکن قاصد فوج کے ہمراہ آنے کی دھمکیاں دیتا ہوا بچ کر نکل گیا۔چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشکلات کے اسباب

ایک مؤرخ بڑی حیرت سے یہ پوچھتا ہے کہ قریش نے شیخین کی اطاعت کس طرح قبول کر لی پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی تیم بن کعب سے تھے اور دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق بنی عدی رضی اللہ عنہ سے لیکن قریش نے نہ صرف یہ کہ ان کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ ان کی کامل فرمانبرداری بھی اختیار کی۔ ان کے عہد میں ساری قوم نے پوری یک جہتی کا ثبوت دیا اور کسی طرف سے بھی مخالفت کی کوئی آواز نہ اٹھی لیکن جب خلافت بنی عبد مناف کے ہاتھ آئی اور آخری دو خلیفہ قریش کے اس معزز ترین خاندان میں سے ہوئے تو پہلے خلیفہ کو اس کی زندگی کے آخری دور میں بے یارو مددگار چھوڑ دیا گیا اور قریش کی نظروں کے سامنے اس نے جامِ شہادت نوش کیا اور دوسرے خلیفہ کی ابتدا ہی سے مخالفت شروع کر دی گئی اور ساری عمر اسے اطمینان کا سانس لینا نصیب نہ ہوا۔ ہر شخص کو معلوم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی قریبی عزیزوں میں سے ہیں۔ ان کا خاندان جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں قریش کا سب سے برتر خاندان رہا ہے اور یہ وہ خصوصیت تھی جو پہلے دو خلفا کو حاصل نہ تھی۔ خاندانی بزرگی کے علاوہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنی ذاتی شخصیت انتہائی ارفع و اعلیٰ تھی۔ علم و فضل میں آپ کا کوئی ہم پایہ نہ تھا۔ پھر یہ کیا ہوا کہ آپ کی ساری زندگی تلخیوں کا مرقع بنی رہی اور زمانہ آپ کی مخالفت پر کمر بستہ رہا!

اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ انتہائی شجاع اور بہادر انسان تھے۔ کسی خطرہ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے دشمن کی صفوں میں بے دھڑک گھس جانا آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ موت کی پروا آپ کو بالکل نہ تھی۔ شجاعت کا سب سے پہلا نمونہ آپ نے اس رات کو دکھایا جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ آپ بالکل بے خوف ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر لیٹ گئے، حالانکہ آپ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ آج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر لیٹنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے لیکن آپ نے کوئی پرواہ نہ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم بلا چون و چرا بجا

Marfat.com

لائے۔

اس کے بعد جب جنگوں کا زمانہ شروع ہوا تو آپ نے اپنی بہادری کے ایسے حیرت انگیز نمونے دکھائے، جن کی مثال لانے سے زمانہ قاصر ہے۔ دشمن کی جس صف کے مقابل ڈٹ جاتے تھے وہ آپ کے سامنے کھڑی نہ رہ سکتی تھی اور آپ کے حملہ کی تاب نہ لا کر تتر بتر ہونے پر مجبور ہو جاتی تھی۔ فتح و کامرانی ہر دم آپ کے قدم چومتی رہتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد چوبیس سال تک آپ نے اپنی تلوار کو میان میں رکھا لیکن جب آپ کی خلافت کا دور آیا تو دنیا نے ایک مرتبہ پھر آپ کی تلوار کے جوہر دیکھے اور آپ کے دشمنوں پر آپ کا رعب اور آپ کی ہیبت چھا گئی۔

آپ کے علم و فضل اور تفقہ فی الدین سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ ابتداء سے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپ سے علم قرآن حاصل کیا۔ دینی احکام کے استنباط میں آپ کو جو کمال حاصل تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اکثر اوقات آپ سے مشورہ لیتے رہتے تھے۔ اگر کسی معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان بزرگوں سے اختلاف ہوتا تھا تو بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے پر ہی فیصلہ کیا جاتا تھا۔

فصاحت و بلاغت آپ کے گھر کی لونڈی تھی اور اس میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔

ان صفاتِ عالیہ کے ساتھ ساتھ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت اور دامادی کا شرف بھی حاصل تھا۔ خدا تعالیٰ نے جن صفات اور جن فضائل سے آپ کو سرفراز فرمایا تھا وہ ناقابل انکار ہیں۔

تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں وہی ٹھیک ہے خواہ دوسرے لوگ موافقت کریں یا مخالفت۔ اسی وجہ سے وہ کسی شخص سے مشورہ لینے کی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے اور صرف اپنی رائے پر عمل کرتے تھے۔ یہ ایسی چیز تھی جس کو قریش کے بڑے بڑے آدمی، جو اسلام میں بھی ایک خاص پوزیشن کے مالک تھے، برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

Marfat.com

آپ کی بیعت خلافت کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یہی شکایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی اور کہا کہ وہ ان سے کوئی مشورہ لیتے ہیں اور نہ اپنے معاملات میں ان کو شریک کرنے اور ان کی مدد حاصل کرنے کے روادار ہیں۔ اس شکایت کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم نے جس بات پر اظہارِ ناراضگی کیا ہے وہ بہت معمولی ہے۔ تم مجھے بتاؤ تو سہی، تمہارا کون سا حق تھا جسے میں نے تمہیں دینے سے انکار کر دیا ہو؟ یا کسی اور مسلمان کا ایسا کون سا حق تھا جو میں اسے دینے سے قاصر یا بے خبر رہا ہوں، یا میں نے اس کے ادا کرنے میں غلطی سے کام لیا ہو؟ خدا کی قسم! مجھے خلافت اور حکومت کی مطلق خواہش نہیں تھی، لیکن تم لوگوں نے مجھے خود ہی اس کی دعوت دی اور مجھے خلافت قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ اب جبکہ میں یہ ذمہ داری قبول کر چکا ہوں تو ہر امر کے متعلق کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام تلاش کروں گا اور انہی کے مطابق عمل کروں گا۔ مجھے تمہاری یا کسی اور کی رائے کی ضرورت نہیں۔ نہ مجھے کسی ایسے مسئلہ ہی کا سامنا کرنا پڑا جس کی صحیح حقیقت سمجھنے سے میں قاصر رہا اور مجھے تمہاری یا دوسرے مسلمانوں کے مشورہ کی ضرورت پڑی۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور ہرمزان کے قتل کے سلسلہ میں عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مقدمہ آپ کے سامنے پیش ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ انہیں قتل کر دیا جائے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے کے خلاف فیصلہ دیا اور حکم فرمایا کہ اس کی دیت ادا کی جائے۔ یہ دیت بھی آپ نے اپنے مال سے ادا کی۔ یہ فیصلہ صحیح تھا یا غلط، بہر حال ایک خلیفہ کا فیصلہ تھا اور اس کا احترام کرنا ضروری تھا لیکن جب خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو آپ نے عبید اللہ کو قتل کرنا چاہا، حالانکہ اس قضیہ کو طویل مدت گزر چکی تھی۔ عبید اللہ کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ بھاگ کر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مل جائیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور جنگ صفین کے موقع پر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بڑے بڑے سالاروں میں سے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران میں کئی لوگوں کو زمین کے قطعات

Marfat.com

مرحمت فرمائے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب واپس لے لئے۔ اس سے لوگوں میں ناراضگی کا مزید جذبہ پیدا ہو گیا۔ گو کہ ٹھیٹھ اسلامی اصولوں کے تحت ان کا یہ اقدام غیر مناسب نہیں تھا۔

جس وقت آپ نے خلافت سنبھالی، مملکت کے مختلف حصوں کے والی قریش کے سر بر آوردہ اشخاص تھے جن کی فطانت، ذکاوت اور عقلمندی میں کسی شخص کو کلام نہیں تھا۔ آپ کے خیر خواہ مشیروں نے آپ کو یہ رائے دی کہ آپ ان والیوں کو اس وقت تک معزول نہ کریں جب تک آپ کی حکومت اچھی طرح مستحکم نہ ہو جائے۔ لیکن آپ نے کسی کی ایک نہ سنی، بلکہ سب والیوں کے نام معزولی کے احکام بھیج دیئے۔ اس پر ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ان کے لئے مصیبت کا پیغام لے کر آئی ہے۔ چنانچہ وہ سب آپ کے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے۔

اہل عراق پر زبردست دباؤ کی ضرورت تھی، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا نہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے وہ دلیر تو ہو ہی چکے تھے اب شیر ہو گئے۔ ان کا خیال تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت محض انہی کی رہین منت ہے۔ اگر وہ ان کی مدد نہ کرتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کبھی خلافت حاصل نہ کر سکتے۔ اس بنا پر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے احکام کو نظر انداز کرنے اور آپ سے اپنی مرضی منوانے لگے۔ چنانچہ جنگ صفین کے موقع پر انہوں نے آپ سے کہا کہ یا تو آپ تحکیم قبول کریں، ورنہ ہم آپ کے ساتھ بھی وہی کریں گے جو پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر چکے ہیں۔ اس طرح خلافت کی ہیبت اور جلال لوگوں کے دلوں سے جاتا رہا۔

معاملہ صرف اسی حد تک نہیں رہا بلکہ آپ کے کاموں پر نکتہ چینیوں تک پہنچ گیا۔ جب آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ کا والی بنایا تو وہاں کے لوگ کہنے لگے:

"قثم بن عباس کو حجاز کا والی بنا دیا گیا۔ عبیداللہ بن عباس کو یمن کی ولایت سونپ دی گئی اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ کی حکومت دے دی گئی۔ اگر یہی کچھ ہونا تھا تو ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کیوں قتل کیا؟"

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان سے اور ان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیزاری بڑھتی ہی چلی گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ خلافت کی عزت اور حکومت کا ڈر ان لوگوں کے دلوں میں بالکل باقی نہ رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں اپنی مدد کے لئے بلاتے تھے لیکن وہ چپ سادھے بیٹھے رہتے تھے اور کوئی جواب نہ دیتے تھے۔ آپ انہیں پکارتے تھے اور وہ سنی ان سنی کر دیتے تھے۔

آپ کے مقابل جو لشکر آتے تھے ان کی قیادت قریش کے بڑے بڑے سرداروں کے ہاتھوں میں ہوتی تھی۔ وہ لشکر اپنے سالاروں کے احکام کی بلا چون و چرا تعمیل کرتے تھے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج اس صفت سے کلی طور پر محروم تھی۔ اس طرح طرفین کے درمیان توازن برقرار نہ رہا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حالت بے بسی والی تھی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فوج کے سالاروں اور قبائل کے سرداروں کی غلطیوں پر چشم پوشی اور عفو و درگزر سے کام لیتے تھے۔ مزید برآں ان کو انعام و اکرام سے بھی نوازتے رہتے تھے۔ اس طرح ان کی گردنیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے جھکی رہتی تھیں۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ وہ والیوں اور فوج کے سالاروں سے رتی رتی کا حساب لیتے تھے، جس سے ان کے دلوں میں ناراضگی پیدا ہوتی تھی۔ اوروں کا تو کیا ذکر ہے ان کے خاص معتمد علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اسی بات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئے اور ان کا ساتھ چھوڑ کر بصرہ سے مکہ آ گئے۔ یہ ٹھیک ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے عمال سے سخت محاسبہ کیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات میں بہت بڑا فرق ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساری اُمت تھی اور تمام عمال پر آپ کا رعب قائم تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساری امت نہیں تھی بلکہ ایک اچھا خاصا حصہ آپ کے خلاف ہی تھا۔ اس وجہ سے آپ کا رعب بھی لوگوں کے دلوں سے اٹھ گیا تھا۔

مختصر یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دشواریوں کے بڑے بڑے اسباب یہ تھے:

۱- آپ کا اپنے متعلق یہ عقیدہ کہ آپ اُمت میں سب سے افضل اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

Marfat.com

۲- قریش کے سرداروں اور بڑے بڑے لوگوں کی رایوں کو درخورِ اعتناء نہ سمجھنا۔

۳- امراءِ لشکر اور والیوں سے سختی سے پیش آنا اور انہیں انعام واکرام سے محروم رکھنا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی پرہیزگاری اور عفت کی وجہ سے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں ان حیلوں، دھوکوں اور دوسرے ناواجب طریقوں سے کام نہیں لے سکتے تھے جن سے آپ کے دشمن آپ کے مقابلہ میں کام لے رہے تھے لیکن اس وقت کی سیاسی حالت اتنی اضطراب انگیز ہوگئی تھی کہ جن طریقوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ استعمال کرنا چاہتے تھے اور کررہے تھے ان سے کسی قسم کے فائدہ کی امید نہ ہو سکتی تھی۔

سلطنت کے انتظام کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنے عمال کو ہدایات

سلطنت کا انتظام کرنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو جو ہدایات دیں وہ تقریباً وہی تھیں جو آپ سے پہلے خلفاء خصوصاً حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عمال کو دے چکے تھے۔ جب آپ کسی شخص کو عامل بناتے تھے تو اسے نہایت سادہ زندگی بسر کرنے اور رعایا کے ساتھ نرمی برتنے کا حکم دیتے تھے۔

جب آپ نے اشتر نخعی کو مصر کا حاکم بنایا تو اسے مندرجہ ذیل ہدایات دیں، یہ اور بات ہے کہ وہ ان ہدایات کو عملی جامہ نہ پہنا سکا اور مصر پہنچنے سے پہلے ہی اس کا انتقال ہوگیا۔

''خراج کا اس طور پر انتظام کرنا جو صوبہ کے باشندوں کے لئے آسانی اور راحت کا موجب ہو۔ تمہاری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ زمینیں آباد رہیں۔ محض خراج وصول کرنا تمہارا مطمحِ نظر نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ خراج تبھی حاصل ہوسکتا ہے جب زمینیں آباد رہیں۔ جو شخص باشندوں سے خراج تو وصول کرلے گا لیکن زمین کی آبادی کی طرف کوئی توجہ نہیں دے گا۔ وہ ملک میں تباہی و بربادی لانے اور باشندوں کو شدید مصیبت میں ڈالنے کا سبب ہوگا اور

Marfat.com

اس کی حکومت زیادہ دیر تک نہ چل سکے گی۔"

"تم اپنے افسروں کے کاموں پر کڑی نظر رکھو۔ جن لوگوں کو کوئی عہدہ سپرد کرو اچھی طرح جانچ پڑتال اور تجربہ کے بعد سپرد کرو۔ تمام افسروں کو اپنے کام کا تجربہ ہونا چاہئے، وہ نیک گھرانوں کے افراد ہونے چاہئیں اور اسلام میں ان کو سبقت حاصل ہونی چاہئے۔ کیونکہ ایسے لوگ ہی بااخلاق ہوتے ہیں۔ حرص کا مادہ ان میں بہت کم ہوتا ہے۔ سلطنت کے کاموں پر ان کی نظر بہت وسیع ہوتی ہے۔ ان لوگوں کی تنخواہیں کافی مقرر کرو، کیونکہ کافی تنخواہیں مقرر ہونے سے وہ اپنی ظاہری حالت کو بہتر بنا سکیں گے اور رشوت وغیرہ لینے سے باز رہ سکیں گے۔ ان کے کاموں کی جانچ پڑتال اور چھان بین کے لئے قابل اعتبار اشخاص کو مقرر کرو جو خفیہ طور پر ان حاکموں کے کاموں کی رپورٹیں تمہیں بھجوائیں۔ اگر کسی حاکم کی بدعنوانیوں کا ان جاسوسوں کے ذریعہ پتا چل جائے اور وہ بدعنوانیاں پایہ ثبوت کو بھی پہنچ جائیں تو اسے بلا تامل سزا دو۔"

جن لوگوں کو آپ صدقات وزکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر کرتے تھے ان کو مندرجہ ذیل ہدایات دیتے تھے:

☆ "جب تم اپنے کام کی انجام دہی کے لئے نکلو تو تقویٰ سے کام لو۔ کسی مسلمان کو ناحق پریشان نہ کرو اور ان کو یہ احساس نہ ہونے دو کہ تمہارے جانے سے ان پر مصیبت ٹوٹ پڑی ہے۔ ان کے اموال میں سے خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ حصہ کے سوا اور کچھ وصول نہ کرو۔ جس قبیلہ میں جاؤ، انتہائی سکینت اور وقار سے جاؤ اور ان سے کہو:

"اے اللہ کے بندو! خدا تعالیٰ کے خلیفہ نے مجھے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میں تمہارے اموال میں سے خدا تعالیٰ کا حق وصول کروں۔ بتلایئے تم میں سے کون کون ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہے۔"

"اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھ پر زکوٰۃ واجب نہیں تو اس کی بات کا یقین کر لو۔ کسی شخص کو ڈرانے دھمکانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو شخص زکوٰۃ دینے پر آمادگی ظاہر کرے تو سونے چاندی کی جتنی مقدار وہ دے دے لے لو اور اس

Marfat.com

سے تکرار مت کرو۔ اگر کسی شخص کے پاس اونٹ یا بھیڑ بکریاں ہوں جن کی زکوٰۃ واجب ہو تو مالک کی اجازت کے بغیر ان جانوروں کے پاس مت جاؤ۔ کیونکہ ایک قلیل حصہ کے سوا باقی تمام مال اسی کا ہے۔ زکوٰۃ کے لئے جانور منتخب کرنے کا حق مالک کو دو۔ جو جانور وہ منتخب کرے ان پر اعتراض نہ کرو البتہ ایسے جانور نہ لو جو بہت بوڑھے ہوں، ان کا کوئی عضو ناکارہ ہو، بیمار ہوں یا ان میں کسی اور قسم کا عیب موجود ہو۔''

جہاں آپ اپنے عمال کو رعایا سے نرمی اور محبت کا سلوک کرنے کی تاکید کرتے رہتے تھے وہاں مجرموں کے لئے آپ کے دل میں رحم کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ آپ اس بات کو برداشت نہ کر سکتے تھے کہ سلطنت میں قانون شکنی پھیلے اور سماج دشمن عناصر کے ہاتھوں رعایا کے جان و مال کو خطرہ پیدا ہوا۔

آپ کی اسی خصلت کو بیان کرتے ہوئے یعقوبی لکھتا ہے:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بعض دفعہ بڑے عجیب احکام دیئے۔ زندیقوں کی ایک جماعت کو آپ نے زندہ آگ میں جلوا دیا۔ بعض دفعہ چوروں کے ہاتھوں کی انگلیوں کو کٹوا دیا۔ ایک مرتبہ دو آدمیوں کو فسق و فجور کی بنا پر ایک دیوار کے نیچے کھڑا کر کے اس دیوار کو ان پر گرا دیا اور وہ دب کر مر گئے۔''

آپ خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجرموں کے لئے میرے دل میں رحم کی کوئی گنجائش نہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں ہی وہ شخص ہوں جس نے لوگوں کو اہل قبلہ سے لڑنا سکھایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمودہ احکام سے، جو اوپر بیان ہو چکے ہیں، پتا چلتا ہے کہ آپ کے پیش نظر وہی راستہ تھا جس پر آپ کے تین پیشرو گامزن تھے لیکن حوادثِ زمانہ اور آئے دن کے فتنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے راستہ میں روک بن کر کھڑے ہو گئے اور مملکت کا امن باغیوں کے ہاتھوں بالکل غارت ہو گیا۔

(نقوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر جلد نمبر ۱۳- لاہور صفحات ۴۸۵ تا ۴۹۰ من وعن)

Marfat.com

☆ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تیاریاں:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو واقعات کا پورا اندازہ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مقابلے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

یہ پہلا موقع تھا جب ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ مسلمانوں کی تلواریں "آپس میں ہی بے نیام ہونے لگی تھیں۔ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اس جنگ میں شرکت کے بارے میں تذبذب کا شکار تھے۔ بہتوں نے اس کی مخالفت کی یا کم از کم غیر جانبدار رہے۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کسی کا ساتھ نہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے استفسار پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: "اگر اس جنگ میں آپ رضی اللہ عنہ میری شرکت چاہتے ہیں تو ایسی تلوار عنایت فرمائیے جو کافر اور مسلم میں امتیاز کرے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ ایسی چیز میں شرکت کے لئے مجھے مجبور نہ کیجئے جس کے حق و باطل ہونے کا میں فیصلہ نہیں کر سکا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اپنی تلوار کو مشرکوں کے مقابلہ میں استعمال کروں اور جب مسلمانوں سے جنگ کا وقت آ جائے تو اُحد کے پتھر پر پٹخ کر توڑ دوں۔ چنانچہ کل میں نے اسے توڑ دیا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: "مجھے اس میں شرکت سے باز رکھا جائے۔ میں نے عہد کیا ہے کہ کلمہ شہادت پڑھنے والوں سے جنگ نہ کروں۔" (تاریخ اسلام از معین الدین احمد ندوی ص ۳۰۷، ۳۰۸ بحوالہ اخبار الطوال)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر مکہ چلے گئے۔ غرضیکہ بہت سے محتاط صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس جنگ میں شرکت سے کنارہ کشی اختیار کی۔ تاہم بعضوں نے اپنی خدمات بھی پیش کیں۔

☆ بصرے کا رُخ:

اسی اثناء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی معیت میں مکہ سے بصرہ پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے بہت سا لشکر اپنے گرد جمع کر لیا ہے تا کہ متحد ہو کر ان سے خونِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لیا جائے۔ اس خبر

Marfat.com

نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سخت پریشانی میں مبتلا کر دیا کیونکہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تو کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر سکتے تھے۔ لیکن طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت نے ان کی مشکلات میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے شام پر فوج کشی کا ارادہ ملتوی کر کے بصرے کا رخ کیا جہاں جنگ جمل کا المناک واقعہ پیش آیا۔

جنگِ جمل

(جمادی الثانی ۳۶ ہجری مطابق 656ء)

☆ وجہ تسمیہ:

جمل عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی اونٹ کے ہیں چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار ہو کر میدانِ جنگ میں نکلیں اس لئے اس لڑائی کو ''جنگ جمل'' کہتے ہیں۔

یہ جنگ جمادی الثانی ۳۶ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مابین لڑی گئی۔

☆ اسباب:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت مکہ معظمہ میں تھیں جب آپ مدینہ کو روانہ ہوئیں تو ایک آدمی نے خبر دی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ فتنہ فساد زوروں پر ہے اور لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے۔ اس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ بھی مکہ پہنچ گئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مطلع کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ میں سستی کر رہے ہیں۔ ان تینوں نے فیصلہ کیا کہ وہ خود بصرہ جا کر قاتلوں سے بدلہ لیں گے۔ یہ لوگ اپنے معاونین کو لے کر بصرہ پہنچ گئے وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عامل عثمان بن حنیف مامور تھا۔ اس نے مقابلہ کیا مگر ناکام رہا اور بصرہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج کا قبضہ ہو گیا۔ بصرہ کے ان سب لوگوں کو نذرِ شمشیر کر دیا گیا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف مظاہرہ میں شریک تھے۔ (کامل ابن اثیر)

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جس وقت علم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لشکر عازمِ بصرہ ہو چکا ہے تو کچھ فوج لے کر ادھر کوچ کیا۔ راستہ میں چند قبائل شریک ہونے کو آئے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو واپس کر دیا۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ زیادہ مسلمانوں کو جنگ کی آزمائش میں ڈالیں۔ کوفہ کے قریب پہنچے تو باہر ذی وقار کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا وہاں کے حاکم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ لوگوں کو تلقین کرتے تھے کہ اس جھگڑے سے الگ رہیں اور کسی فریق کا ساتھ نہ دیں۔ حضرت حسن پہنچے تو انہوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور تقریباً بارہ ہزار فوج بھرتی کر لی۔ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تقریباً بیس ہزار سپاہ تھی۔

☆ واقعات:

مصالحت کے سلسلہ میں تمام کوششیں ہوئیں مگر وہ ناکام رہیں۔ جمادی الاخریٰ ۳۶ھ میں فریقین کی فوجیں بصرہ سے باہر خریبہ کے میدان میں آمنے سامنے خیمہ زن ہوئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج کا شمار تقریباً تیس ہزار تھا اور اصحابِ علی کا بیس ہزار، دونوں طرف اکابر صحابہ موجود تھے۔ کشت و خون کسی کو گوارا نہ تھا۔ آخر خیر خواہان ملت کی مساعی سے تین دن کی تگ و دو سے صلح ہو گئی۔ (ابن اثیر)

مسلمان اس رات خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے لیکن فسادیوں کے گروہ نے ان سب اُمیدوں کا خون کر دیا۔ ابھی پو نہیں پھوٹی تھی کہ بد اندیش نہایت راز داری سے نکلے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ مقابلہ پر تلواریں بے نیام ہو گئیں۔ وہ سمجھے حیدری فوج نے شب خون مار دیا۔ لشکر پاس پاس تھے ایک دوسرے کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قطعاً اس کی خبر نہ تھی۔ ہر فریق نے دوسرے کو محرک جنگ سمجھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شہر میں تھیں ان کو معلوم ہوا تو اونٹ پر بیٹھ کر آبادی کے باہر کھڑی ہو گئیں کہ شاید انہیں دیکھ کر لوگ ہاتھ روک لیں۔ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا دن تھا کہ فرزندانِ اسلام ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہو رہے تھے۔ قیامت کا رن پڑا اور معاملہ قابو سے باہر ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے اور

Marfat.com

میدان سے ہٹنا شروع کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بستی سے باہر کھڑی تھیں آپ کو معلوم ہوا کہ فوج کو شکست ہوئی ہے تو آپ رضی اللہ عنہا نے خیال کیا کہ اب شاید صلح ہو جائے مگر سپاہ نے آپ کی سواری کے قریب پہنچ کر قدم جما لئے۔ جنگ نے نئے سرے سے زور باندھا۔ اصل معرکہ اب یہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اُونٹ کے گرد چھڑا۔ اس لئے جنگ کو جنگ جمل یعنی اونٹ کی جنگ کہتے ہیں۔ جنگ کا پہلا حصہ دو پہر تک رہا۔ اب یہ دوسرا معرکہ دو پہر سے شروع ہوا اور عصر کے قریب ختم ہو گیا۔ اب کے موت کی جس قدر گرم بازاری ہوئی اور فریقین کی سپاہ نے جس سرفروشی کے مظاہرے کئے اس کا جواب جنگ صفین کے علاوہ شاید ہی اور کہیں ملے۔ اندھا دھند شمشیر بازی ہوئی اور ہاتھ پاؤں کٹ کٹ کر خشک پتوں کی طرح جھڑنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی نکیل تھام کر صرف ایک قبیلہ بنوضبہ ہی کے ستر آدمیوں نے حق شجاعت ادا کر کے جان دے دی۔ چالیس کے قریب قریشیوں نے بھی ان کی مثال قائم رکھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اونٹ کی نکیل پکڑے تھے وہ زخمی ہو کر گرے تو فوراً دوسرے نے بڑھ کر پکڑ لی وہ مارا گیا تو تیسرے نے اس کی جگہ لے لی۔

(تاریخ طبری و مستدرک حاکم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ جب تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ ان کی فوج کا مرکز نگاہ ہے اس وقت تک وہ ہمت نہ ہاریں گے۔ اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کے اشارے سے ایک شخص نے پیچھے سے جا کر اونٹ کے پاؤں پر تلوار ماری۔ اونٹ بلبلا کر بیٹھ گیا۔ اونٹ کے بیٹھتے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے حکم دیا کہ اپنی ہمشیرہ محترمہ کی خبر گیری کریں اور عام منادی کرا دی کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔ زخمیوں پر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں۔ مالِ غنیمت نہ لوٹا جائے۔ (اخبار الطوال: ص: 161) جو ہتھیار ڈال دیں وہ مامون ہیں۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہو کر مزاج پرسی کی۔ بصرہ میں چند دنوں تک آرام و آسائش سے ٹھہرانے کے بعد محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ عزت و احترام کے ساتھ بھیج دیا۔

Marfat.com

بصرہ کی چالیس شریف و معزز خواتین کو ساتھ روانہ کیا تا کہ وہ راستہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خبر گیری کر سکیں اور مدینہ پہنچائیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خود رخصت کرنے کے لئے چند میل تک ساتھ گئے اور ایک منزل تک اپنے صاحبزادوں کو الوداع کہنے کے لئے بھیجا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رخصت ہوتے وقت لوگوں سے فرمایا: ''میرے بچو ہماری باہمی کشمکش محض غلط فہمی کا نتیجہ تھی۔ ورنہ مجھ میں اور علی رضی اللہ عنہ میں پہلے کوئی جھگڑا نہ تھا۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی مناسب الفاظ میں تصدیق کی اور فرمایا: ''یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمِ محترم اور ہماری ماں ہیں ان کی تعظیم و توقیر ضروری ہے۔'' غرض یکم رجب ۳۶ھ ہفتہ کے دن حضرت عائشہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں۔

اس جنگ میں دس ہزار مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ نقصان کے پلڑے برابر تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فریقین کے مقتولوں پر نمازِ جنازہ پڑھی اور انہیں دفن کر دیا۔

(ابن اثیر)

☆ جنگ جمل کے نتائج:

جنگ جمل کا آغاز فریقین کی مرضی کے برعکس غلط فہمی اور سبائیوں کی فتنہ انگیزی سے ہوا اور خاتمہ فریقین کی صفائی قلب پر۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں بزرگوں کی نیت نیک تھی اور دونوں کے پیش نظر اسلامی اصولوں کی پاسداری اور ملت اسلامیہ کی خیر خواہی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ ''جنگ جمل اللہ تعالیٰ کی تقدیر تھی۔'' انہیں تاعمر اس جنگ کے بارے میں ندامت رہی۔ جب بھی اس کا تذکرہ آتا تھا تو زار زار رونے لگتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ کاش آج سے بیس برس پہلے دنیا سے اٹھ گئی ہوتی۔

(تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی ص 324 بحوالہ مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ و ازالۃ الخفاء (مقدمہ دوم) ص 383 از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

جنگ جمل بلا شبہ تاریخ اسلام کا ایک المناک باب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد یہ پہلی خانہ جنگی تھی جس میں نہ صرف مسلمانوں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی

Marfat.com

ایک دوسرے پر تلوار اٹھائی۔ اس جنگ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ مع اپنے صاحبزادے محمد رضی اللہ عنہ کے کام آئے۔ اگرچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ لڑائی سے قبل کنارہ کش ہو گئے مگر مدینہ واپس آتے ہوئے راستے میں شہید کر دیئے گئے۔ بہرکیف یہ ایک ایسی لڑائی تھی جسے نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور نہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پسند کرتے تھے مگر اسے روکنے پر کوئی بھی قادر نہ ہو سکا۔ اور ہزاروں مسلمان خاک و خون میں مل گئے۔ اس سے خونِ مسلم کا احترام جو اس سے پہلے مسلمانوں کے دلوں میں تھا، جاتا رہا۔ جنگ جمل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک محاذ ختم ہو گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بحفاظت تمام مدینہ منورہ پہنچا دی گئیں اور اس کے بعد وہ عملی سیاست سے کنارہ کش ہو گئیں۔ بصرہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بارِ دیگر تسلط ہو گیا۔ گو بظاہر اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فتح ہوئی مگر ''بقولِ سر ولیم میور۔ (Sir William Miur) ''فی الحقیقت یہ فتح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں اور کوفیوں کی تھی۔'' اس جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سوائے ان لوگوں پر بھروسہ کرنے کے کوئی چارہ نہ رہا۔

☆ کوفہ دار الخلافہ قرار پانا:

جنگ جمل کے خاتمے پر رجب ۳۶ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ واپس تشریف لائے اور مدینہ کی بجائے اس کو مرکز خلافت قرار دیا۔ اس تبدیلی کا سبب یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی توہین ہوئی۔ اس لئے آئندہ اس کو فتنہ و شر سے بچانے کے لئے آپ رضی اللہ عنہ نے سیاسی مرکز کو یہاں سے ہٹا دینا مناسب سمجھا۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں کی بڑی تعداد عراق میں تھی، اس لئے سیاسی حیثیت سے کوفہ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے زیادہ اہم تھا۔

اس تبدیلی سے یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ مدینہ منورہ سیاسی انقلابات کے شر انگیز نتائج و اثرات سے محفوظ ہو گیا اور اس کے بعد جو سیاسی ہنگامے ہوئے، ان کا مرکز عراق رہا، لیکن اس سے مدینہ منورہ کی سیاسی اہمیت اور مرکزیت جاتی رہی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے حقیقی یا بابرکت مرکز سے دور چلے گئے۔ جس کے نتائج ان کے لئے کچھ مفید ثابت نہ ہوئے۔ چنانچہ یہی اہل کوفہ ان کے لئے بعد میں بے وفا نکلے۔

Marfat.com

جنگ صفین

۳۷ ہجری --- 657ء

☆ **اسباب:**

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے تمام صوبوں کے حاکم تھے۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تھے۔ آپ کو یہ اصرار تھا کہ جب تک حضرت علی رضی اللہ عنہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے انتقام نہیں لیتے اس وقت تک بیعت نہیں کروں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عنانِ خلافت سنبھالتے ہی جناب معاویہ کی سبکدوشی کا حکم صادر کر کے ان کے بجائے اپنا حاکم بھیجا لیکن اسے شامیوں نے واپس کر دیا۔ حضرت معاویہ کے ساتھ فاتح مصر عمرو بن العاص نے اپنے آپ کو حضرت عثمان کی مدد سے عاجز پایا تو یہ کہہ کر مدینہ سے رخت سفر باندھا کہ جو شخص عثمان کی مدد نہیں کر سکتا وہ کم از کم اس شہر میں نہ رہے۔ (تاریخ طبری)

حضرت عثمان کی شہادت کی خبر عمرو بن العاص کو فلسطین میں پہنچی۔ وہاں سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور خونِ عثمان کا انتقام طلب کرنے میں ان کے ہم خیال بن گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عرب کے مشہور مدبرین میں شمار کئے جاتے تھے۔ ان کی خردمندی اور منصوبہ خیزی نے مل کر وہ کام کیا جو بڑے بڑے لشکر بھی نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے ایک خط لکھا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا سفیر بھیجا جس نے آ کر بتایا کہ شام کے ہزاروں شیوخ شہادت عثمان پر خون کے آنسو رو رہے ہیں اور قاتلوں سے بدلہ لینے کی قسمیں کھا رہے ہیں۔ جنگ جمل سے فارغ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ کے پاس پھر ایک

Marfat.com

قاصد بھیجا۔ اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کئی ہفتے ٹھہرا لیا کہ شامیوں کے لاؤ لشکر اور سازوسامان کا مشاہدہ کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آگاہ کرے۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تمام حالات بیان کئے اور بتایا کہ شام میں پروپیگنڈا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے پناہ دہندہ ہیں۔ (کامل ابن اثیر)

☆ واقعاتِ جنگ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجبوراً شام پر فوج کشی کی تیاریاں شروع کیں ادھر حضرت معاویہ نے بھی ایک گراں اور آراستہ پیراستہ لشکر لے کر عراق کی طرف پیش قدمی کی۔ راستہ میں کئی قبائل ان کے ساتھ شامل ہوتے گئے۔ شامی فوج نے ۳۶ھ کے آخری دنوں میں دریائے فرات کے کنارے صفین کے مقام (میداں میں) پر ڈیرے ڈال دیئے۔ شامی لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ (ابن اثیر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نوے ہزار فوج لے کر چلے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہراول دستے پہلے پہنچ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں جنگ کی ابتدا کرنے سے منع کیا تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے شامی دستوں سے کچھ جھڑپیں ہوگئیں مگر چنداں نتیجہ خیز نہ تھیں۔ (ابن اثیر)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے گھاٹ پر قبضہ کر لیا اور علوی فوج پر پانی بند کر دیا۔ جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس اقدام کے خلاف مشورہ دیا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہلا بھیجا کہ پانی نہ روکا جائے۔ مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہ مانے۔ مجبوراً آپ رضی اللہ عنہ نے ایک دستہ بھیجا۔ ایک خونی معرکہ ہوا۔ شامی بھاگ اٹھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے گھاٹ پر قبضہ کر لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فراخدلی سے کام لیتے ہوئے شامی فوج کو دریا سے پانی لینے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ دونوں فوجیں ایک ساتھ دریا سے سیراب ہونے لگیں اور باہم اس قدر اختلاط ہو گیا کہ دونوں کیمپوں کے سپاہیوں میں دوستانہ آمدورفت شروع ہوگئی۔ تین ماہ تک جنگ رکی رہی اور مصالحت کی کوششیں ہوتی رہیں۔ مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ یکم صفر ۳۷ھ سے فیصلہ کن معرکوں کا دروازہ کھلا۔ ایک ہی دین کے پیرو روبرو صف آراء ہوئے اور ایک ہی خاندان اور ایک ہی قبیلہ کے لوگ ایک دوسرے کے

Marfat.com

خلاف تلواریں سونت کر نکلے۔ دونوں فریق اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔ جناب معاویہ کی فوج کو یہ دعویٰ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو پناہ دے رکھی ہے اور ان سے قصاص لینا عین خدمت اسلام ہے۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فدا کاروں کا یہ خیال تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کا گروہ باغی ہے اور ان کو مطیع کرنا فرض ہے۔

یہ معرکے تقریباً دو ہفتہ تک مسلسل جاری رہے۔ کوئی دن نہ جاتا تھا کہ سینکڑوں آدمی خاک وخون میں ڈھیر نہ ہوتے ہوں۔ رات سایہ ڈالتی تو زخمیوں کی چیخ وپکار ایک لشکر سے دوسرے لشکر تک فضا میں درد وکرب کی لہریں پیدا کر دیتی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کئی دفعہ مقابلہ کی دعوت دی کہ خلق خدا کا خون بہانے سے کیا فائدہ۔ آؤ ہم دونوں آپس میں لڑ کر فیصلہ کر لیں جو بچ گیا وہ جیت جائے گا۔ حضرت معاویہ ہمیشہ ٹال دیتے۔ (ابن اثیر) ایک دفعہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آئے اور بڑی مشکل سے زندہ بچے۔ (تاریخ مسعودی)

جنگ نے جب طول کھینچا تو ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوری قوت کو میدان میں جھونک دینے کی ٹھان لی۔ جناب معاویہ کی فوج بھی زندگی سے ہاتھ دھو کر میدان میں اتری۔ تیر وشمشیر اور نیزہ وسنان نے قیامت برپا کر دی۔ زمین خونِ مسلم سے لالہ زار بن گئی۔ دن گزر گیا مگر جنگ کا زور نہ ٹوٹا۔ رات کی سیاہی بھی جنگ کو نہ روک سکی۔ شب بھر ہتھیار بجتے اور خون کے فوارے ابلتے رہے۔ فریاد و شیون اور شور وغل سے زمین دہل جاتی تھی۔ اس لئے اس رات کا نام "لیلۃ الہریر" (تھرتھراہٹ کی رات) پڑا۔ (کامل ابن اثیر)

☆ ثالثوں کا تقرر اور فیصلہ:

اگلے روز آفتاب جہاں تاب نہ چہرہ بے نقاب کیا تو بازار فنا کی گرمی اور بڑھی۔ یوں نظر آتا تھا کہ آج کوئی نہ کوئی فیصلہ ہو کر رہے گا۔ خیال تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج جیت جائے گی۔ اتنے میں شامی فوج نے نیزوں پر قرآن حکیم کے نسخے بلند کئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سپاہ کی طرف یہ پکارتے ہوئے بڑھے کہ خون ریزی ختم کر کے قرآن پاک کی رُو سے فیصلہ کیا جائے۔ فوج کے سردار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے

Marfat.com

بھائی ہمیں قرآن کی طرف بلا رہے ہیں۔ ہمیں جنگ بند کرنے کا حکم دیجئے۔ کچھ تامل کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے جنگ بندی کا حکم دے دیا۔ طرفین کے درمیان فیصلہ ہوا کہ دونوں طرف سے ایک ایک حکم (ثالث) مقرر کیا جائے اور مل کر کتابِ الٰہی کے مطابق فیصلہ کریں۔

شامی فوج نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ثالث مقرر کیا اور عراقی فوج نے جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ صفین میں موجود نہ تھے۔ ایک قافلہ گیا اور انہیں لے آیا...... اب ایک معاہدہ لکھا گیا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم مقرر کیا جاتا ہے۔ وہ جو فیصلہ کریں گے فریقین کو قبول ہوگا۔ ان کی جان و مال محفوظ ہوگی۔ ثالث چھ ماہ تک فیصلہ کریں گے اور اس دوران جنگ نہیں ہوگی اور فوجیں اپنے اپنے علاقوں کو کوچ کر جائیں گی۔ (ابن اثیر۔ ابوالفداء)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک سردار یہ عہدنامہ فوج کو سنانے گئے۔ ایک شخص نے تلوار مار کر اس کے گھوڑے کو زخمی کر دیا اور بولا "لا حکم الا اللہ" (خدا کے سوا کسی کو فیصلہ کا حق نہیں) ممکن تھا کہ فساد ہو جائے مگر بیچ بچاؤ ہو گیا۔ یہ شخص پہلا خارجی تھا۔ شامی فوجوں نے شام کی اور عراقی لشکروں نے عراق کی راہ لی۔ صفین کی لالہ زار زمین ستر ہزار شہداء کی نعشوں کو اپنے سینے سے چمٹائے تنہائی کی وحشت میں کھو گئی۔

دونوں ثالثوں نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو معزول کر دیا جائے اور مسلمانوں کو حق دیا جائے کہ وہ جس کو چاہیں اپنا خلیفہ مقرر کر لیں۔ جب یہ لوگ "دومتہ الجندل" کے مقام پر فیصلہ سنانے کے لئے جمع ہوئے تو اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ جو حجاز سے آئے تھے اور بھی بہت سے لوگ موجود تھے۔ فیصلہ سناتے وقت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر کہا کہ جو اعلان ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا ہے میں بھی اس کی تائید کرتا ہوں اور ساتھ ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ خلیفہ مقرر کرتا ہوں جو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جانشین بننے کے سب سے زیادہ اہل ہیں۔

اس فیصلہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو ششدر کر دیا اور بہت برہم ہوئے۔

Marfat.com

انہوں نے اس فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور بہت بڑا فساد ہوتے ہوتے رہ گیا۔ اس فیصلہ کے بعد اہل شام نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس نامنصفانہ فیصلہ کی خبر ملی تو سخت افسوس ہوا۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبرداری اختیار نہ کی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کن جنگ لڑنے کی تیاری شروع کر لی لیکن اس عرصہ میں ان کو معلوم ہوا کہ خارجیوں نے عراق میں شورش برپا کر رکھی ہے۔ اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے شام پر حملہ ملتوی کر دیا اور خارجیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔

☆ **جنگ صفین کی اہمیت واثرات:**

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ثالثی کے غلط فیصلے کو مسترد کرتے ہوئے شام کے خلاف نئے سرے سے تیاری شروع کر دی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان کئی معرکے ہوئے۔ اس مسلسل خانہ جنگی، خونریزی اور بدامنی سے گھبرا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۴۰ھ میں صلح کر لی۔ اس صلح کی رُو سے حجاز و عراق اور مشرق کا پورا علاقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور شام اور مصر و مغرب کا حصہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں آیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ باقاعدہ منتخب خلیفہ تھے۔ اس جنگ سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیثیت داعی قصاصِ عثمان سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن اب وہ خلافت کے دعویدار نہیں بلکہ عملاً خلیفہ بن گئے تھے اور شامیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ اس طرح دعویٰ خلافت میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باقاعدہ رقیب بن گئے۔

اس جنگ کے نتیجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج کا ایک حصہ ان سے یہ کہہ کر کٹ گیا کہ ''حکم سوائے خدا کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔'' لہٰذا جن لوگوں نے انسان کو حکم مانا ہے وہ کافر و مرتد ہو گئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ دونوں کی اطاعت سے منہ موڑ کر بغاوت کی راہ اختیار کی۔ یہ لوگ ''خوارج'' کہلائے۔

اسلامی اتحاد کی جو تھوڑی بہت اُمید باقی تھی وہ اس جنگ کے نتیجہ کے طور پر ختم ہو گئی اور اسلامی سلطنت دو ٹکڑوں میں بٹ گئی۔

Marfat.com

دورِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں، خلیفہ منتخب ہوتا تھا لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رشتہ داری کی بنا پر خلافت کا دعویٰ کیا اور عملاً خلافت قائم کر کے اسے موروثی شکل دے دی۔ اس طرح اسلام میں بادشاہت کا آغاز ہو گیا۔

فتنہ خوارج

☆ وجہ تسمیہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وہ ساتھی جو جنگ صفین کے بعد ان کے مخالف ہو گئے تھے اور ان کی جماعت سے نکل گئے تھے۔ ''خوارج'' کہلائے۔ (جدا شدہ)

جنگ صفین کے دوران جب ثالثی کا مسئلہ پیش آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا مگر اپنے ساتھیوں کے اصرار پر اسے ماننا پڑا۔ جب طرفین کے درمیان معاہدہ ہو گیا تو اس کو نباہنا لازمی ہو گیا مگر اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں سے ایک جماعت اس تحکیم (ثالث مقرر کرنے) کے خلاف ہو گئی۔ اس جماعت نے تحکیم کو کفر قرار دیا۔ اس جماعت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا کہ آپ نے ثالث مقرر کر کے کفر کا ارتکاب کیا ہے آپ توبہ کیجئے۔ آپ خلیفہ برحق تھے۔ آپ نے اپنا معاملہ انسانوں کے سپرد کیوں کیا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ جواب دیا ''عجیب بات ہے کہ میں اس کے خلاف تھا تو آپ لوگوں نے مجھے مجبور کیا کہ میں یہ بات مان لوں اور اب جبکہ میں راضی ہو گیا ہوں تو آپ لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں۔ اب میں وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بہت سمجھایا کہ اب معاہدہ ہو چکا ہے اس کو توڑنا بہت برا ہے اور اس میں برائی بھی کوئی نہیں کیونکہ ثالث بھی تو قرآن وحدیث کے مطابق فیصلہ کریں گے مگر خارجی کہتے تھے کہ سوائے اللہ کے کوئی انسان حکم نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم نے آپ کو ایسا کرنے کے لئے کہا ہے تو ہم بھی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ہم اس کا اقرار کرتے ہیں اور اپنے گناہ سے توبہ کرتے ہیں۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ بھی گناہ سے توبہ کر لیں تو ہم آپ کے ساتھ

Marfat.com

ہیں ورنہ ہم آپ کا ساتھ نہیں دیں گے بلکہ مخالفت کریں گے۔ اس کے بعد جب ثالثوں نے اپنا فیصلہ سنایا تو یہ لوگ حرورہ (حروراء) کے مقام پر جمع ہو گئے۔ انہوں نے عبداللہ بن وہب الراسبی کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور علانیہ طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت شروع کر دی اور اپنے خیالات کی تبلیغ کرنے لگے۔ یہی لوگ بعد میں خوارجی کہلائے۔

(ابن اثیر ج ۳، ص:133 واخبار الطوال۔ص216)

غرض رفتہ رفتہ اس جماعت نے ایک مستقل فرقہ کی صورت اختیار کر لی اور کوفہ بصرہ اور مدائن کے شہروں میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ خارجیوں کا عقیدہ تھا کہ دینی معاملات میں کسی کو حکم مقرر کرنا کفر ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک یہ دونوں حکم اور ان کو منتخب کرنے والے کافر تھے۔ اس عقیدہ سے جس کسی کو اتفاق نہ ہو اس کا خون ان کے نزدیک مباح ہے۔ چنانچہ انہوں نے عبداللہ بن خباب اور ان کی اہلیہ کو نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت از سر نو شام پر فوج کشی کی تیاری کر رہے تھے لیکن جب خارجیوں کی سرکشی اور قتل و غارت اس حد تک پہنچ گئی تو اس ارادہ کو ملتوی کر کے ان خارجیوں کی سرزنش کے لئے نہروان کا قصد کرنا پڑا۔

جنگ نہروان

۳۸ ہجری/658ء

حضرت علی رضی اللہ عنہ لشکر جرار لے کر نہروان کے میدان جا اترے۔ خارجیوں کو دعوتِ اتحاد دیتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہر چند سمجھانے کی کوشش کی۔ کچھ خارجی تو بات سمجھ کر علیحدہ ہو گئے۔ ان کی اکثریت ضد پر قائم رہی۔ جب اصلاح کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تو سوائے لڑائی کے اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی جس میں تقریباً تین ہزار خارجی مارے گئے۔ صرف چند لوگ زندہ بچ گئے۔

خارجیوں کی سرکوبی سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ واپس آئے اور اہل شام کے خلاف لڑنے کے لئے لوگوں کو تیار کرنے لگے۔ ساتھیوں نے ہمت ہار کر عرض

Marfat.com

کیا۔''اے امیر المومنین! ہماری تلواریں کند ہوگئی ہیں اور ہمارے نیزے ٹوٹ گئے ہیں۔ ہم جنگ سے تنگ آ گئے ہیں۔ کچھ عرصہ ستانے کے بعد تیاری شروع کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لشکر کو حکم دیا کہ کوفہ سے باہر ڈیرے ڈال کر آرام کرلیں اور آئندہ جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ ساتھ ہی انہیں حکم دیا کہ کوئی شخص گھر کا ارادہ نہ کرے۔ جب تک کہ شام کی مہم کو سر کر کے واپس نہ آ جائیں۔ مگر فوجی جنگ سے اکتا چکے تھے وہ چپکے چپکے گھروں کو کھسکنے لگے۔ یہاں تک کہ چھاؤنی خالی ہوگئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں بار ہا جوش دلایا اور جہاد کی ترغیب دی لیکن کسی نے کان نہ دھرا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شام کی جنگ مجبوراً ملتوی کر دی۔

☆ مصر پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قبضہ:

مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو مصر کا والی مقرر کیا تھا۔ قیس ایک مقتدر صحابی رضی اللہ عنہ ہونے کے علاوہ نہایت مخلص، مدبر، مصلحت شناس، بہادر اور صائب الرائے تھے۔ انہوں نے مصر پہنچ کر بڑی ہوشیاری سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت لے لی تھی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مصر میں قیس رضی اللہ عنہ کی موجودگی کو اپنے اقتدار کے لئے مضر سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرح قیس رضی اللہ عنہ کو اپنا طرف دار بنانے کے لئے ایک خط لکھا کہ اگر تم ہمارے زمرے میں شامل ہو جاؤ تو ہم تمہارا ہر حکم ماننے کے لئے تیار ہیں اور کوفہ و بصرہ کی حکومت عمر بھر کے لئے تمہارے لئے مخصوص رہے گی۔ نیز اپنے جس رشتہ دار کو چاہو گے، اسے حجاز کا والی بنا دوں گا۔ اگر تم کو یہ منظور ہے تو اپنی رائے لکھو۔ قیس رضی اللہ عنہ نے گول مول جواب دے کر ٹالنا چاہا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک اور خط لکھا۔ اس پر قیس رضی اللہ عنہ نے لکھ بھیجا کہ مجھ سے کسی قسم کی امید فضول ہے۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حامی رہنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیاسی مقاصد کے بالکل خلاف تھا۔ ان کے ہوتے ہوئے مصر پر قابض ہونا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے بہت مشکل تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مشہور کرنا شروع کر دیا کہ قیس رضی اللہ عنہ ہمارے حامی ہیں

Marfat.com

اور خفیہ طور پر ان کی خیر خواہی کے خطوط بھی ہمارے پاس آتے ہیں۔ اس افواہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی متاثر کیا اور باہمی غلطیاں اس قدر بڑھیں کہ قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ مصر کی امارت سے مستعفی ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کر دیا۔ وہ کمسن اور ناتجربہ کار تھے۔ حالات پر قابو نہ پا سکے بلکہ انہوں نے اپنے غلط اقدامات سے مصر کے لوگوں کو اپنا مخالف بنا لیا۔ اس پر اہل مصر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مدد کے طلب گار ہوئے۔ اس نازک صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فاتح مصر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو چھ ہزار فوج کی معیت میں مصر بھیجا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مصر جانے کی اطلاع ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اشتر نخعی کو محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امداد کے لئے بھیجا لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اشارے سے راستے ہی میں ان کا کام تمام کر دیا۔ (تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی ص 351)

مصر پہنچ کر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ مصر کے باشندے تمہارے خلاف ہو چکے ہیں۔ اگر جنگ کی نوبت آئی تو وہ تمہارا ساتھ نہیں دیں گے۔ اس لئے میرا ہمدردانہ مشورہ ہے کہ تم مصر سے چلے جاؤ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے ہاتھ سے تم کو کوئی نقصان پہنچے۔ (طبری جلد ششم۔ ص 3401)

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کوئی جواب دینے کی بجائے مقابلے پر آئے لیکن شکست سے دوچار ہوئے اور راہِ فرار اختیار کی۔ مگر معاویہ بن خدیج نے ڈھونڈ نکالا اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کرا دیا۔ (ابن اثیر۔ جلد ۳، ص 143)

بعض کہتے ہیں کہ گرفتار ہونے کے بعد زندہ جلا دیئے گئے۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آغوشِ تربیت میں پرورش پائی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ان کی موت کا بہت دکھ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مصر کی بازیافت کے لئے مہم بھیجنا چاہی مگر عراقیوں کی بے وفائی کی وجہ سے مہم روانہ نہ کی جا سکی۔ اس طرح ماہِ صفر ۳۸ھ / 658ء میں مصر پر شامیوں کا قبضہ ہو گیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وعدہ کے مطابق مصر کی امارت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔

Marfat.com

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے دوسری مرتبہ مصر پر پانچ برس کے قریب (۳۸ھ تا ۴۳ھ) حکومت کی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصر کو خود مختار صوبہ قرار دے دیا تھا۔ مصر کی تمام آمدنی مصریوں پر خرچ ہوتی تھی۔ فوجوں اور رفاہِ عامہ کے کاموں پر خرچ ہونے کے بعد جو کچھ بچ رہتا وہ مصر کے بیت المال میں جمع رہتا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بڑی دانائی، ہوش مندی اور عدل وانصاف سے مصر پر حکومت کی۔ ان کی ذات میں بڑی خوبیاں اور اوصاف جمع ہو گئے تھے۔ وہ بیک وقت تاجر، شاعر، سیاستدان، مدبر، قائد اور فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ عدل وانصاف و بردباری، شجاعت، بہادری اور حکمت ودانش میں نظیر نہ رکھتے تھے۔ مصر پر قابض ہونے کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے دوسرے علاقوں پر بھی پیش قدمی کر کے قبضہ کرنا چاہا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جرأت قابل تحسین ہے کہ ایک آدمی بھیج کر اہل مکہ اور اہل مدینہ کو تابع کرنا چاہا۔ اسی اثناء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام

۳۸ھ سے ۴۰ھ تک

پریشانی کے ایام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آخری ایام ان کے لئے نہایت پریشانی کے تھے۔ آپ کے بیشتر ساتھی آپ کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ بڑے بڑے مددگار اور حامی جو ہمیشہ آڑے وقت میں آپ کے کام آتے تھے مثلاً اشتر، عمار اور محمد بن ابی بکر، آپ کے سامنے ہی راہی ملک عدم ہو چکے تھے۔ آپ کے اردگرد جو لوگ باقی رہ گئے تھے نہ ان میں بہادری تھی اور نہ آپ کی مدد اور حمایت کا جوش۔ جب آپ ان لوگوں کو مدد کے لئے بلاتے تھے۔ وہ پس وپیش کرنے لگتے تھے اور آپ کی آواز پر مطلق کان نہ دھرتے تھے۔ اس کے بالمقابل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی ان کی ایک آواز پر اپنا فرض بجالانے کے لئے تیار ہو جاتے تھے اور کسی خطرہ کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔

Marfat.com

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ حالات دیکھے اور اپنے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا موازنہ کیا تو آپ کو یقین ہو گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمام عالم اسلام پر حکومت کرنے کا جو خواب دیکھا ہے وہ بالآخر پورا ہو جائے گا اور وہ اپنے ساتھیوں کی غداری، کم ہمتی اور بزدلی کی وجہ سے ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اس صورتِ حال کا ان کے دل پر بہت گہرا اثر ہوا اور ان پر انتہائی پژمردگی چھا گئی۔ آپ نے باہر نکلنا اور لوگوں سے ملنا جلنا بہت کم کر دیا۔ جب عامل بصرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حالت کا پتا چلا تو وہ آپ کی ہمت بڑھانے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کوئی کارگر حربہ اختیار کرنے کے لئے کوفہ روانہ ہوئے۔

عبداللہ بن حضرمی کا بصرہ پر تسلط

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ چھوڑ کر کوفہ گئے ہیں تو انہوں نے موقع کو غنیمت جانا اور عبداللہ بن حضرمی کو اپنے حق میں پروپیگنڈا کرنے کے لئے بصرہ بھیجا اور اس سے کہا کہ بصرہ کے باشندوں کی ایک کثیر تعداد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالف ہے تم جا کر انہیں اپنے ساتھ ملاؤ۔ چنانچہ ابن حضرمی بصرہ پہنچا۔ وہاں جا کر اس نے بنو تمیم اور مضر کو اپنے ساتھ ملا کر انہیں انتقامِ عثمان رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے کھڑا کر دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما زیاد بن ابیہ کو اپنا قائم مقام بنا کر گئے تھے۔ انہوں نے جو یہ صورتِ حال دیکھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامی قبیلہ ربیعہ سے پناہ طلب کی اور بصرہ کا سارا خزانہ بھی وہ اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام واقعات کی اطلاع دی اور ان سے مدد طلب کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جاریہ بن قدامہ کو ایک لشکر دے کر بھیجا۔ انہوں نے بصرہ جا کر ابن حضرمی کا مقابلہ کیا۔ وہ اپنے ستر ساتھیوں کے ساتھ بصرہ کے ایک مکان میں پناہ گزین ہو گیا لیکن جاریہ نے اس مکان کو جلا ڈالا اور ابن حضرمی اور اس کے ستر ساتھی آگ میں جل کر ہلاک ہو گئے۔

خریت بن راشد کا فتنہ

معرکۂ نہروان کے بعد اگرچہ خوارج کا فتنہ دب گیا تھا لیکن اس کا پورے طور پر

Marfat.com

استیصال نہ ہو سکا تھا اور کبھی کبھی موقع پا کر یہ فتنہ سر اٹھالیتا تھا۔خریت بن راشد ایک خارجی نے اہواز، فارس اور کرد کے علاقوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت برپا کر دی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمال کو ان علاقوں سے باہر نکال دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے مقابلہ کے لئے بصرہ سے ایک لشکر روانہ کیا جس نے جا کر خریت کے زور کو توڑا اور اس کی جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس علاقہ میں پورے طور پر امن قائم کرنے اور خریت کے فتنہ کے آثار مٹانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیاد بن ابیہ کو وہاں کا حاکم بنا کر بھیجا۔ زیاد نے فارس پہنچ کر تمام حالات کا جائزہ لیا۔ نہایت ہوش مندی سے کام لے کر وہاں امن قائم کیا اور قبائلی سرداروں کو بیش قیمت عطایا اور مال ومتاع کا لالچ دے کر اپنی اطاعت کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح فارس کے تمام علاقے میں زیاد کی حکومت اچھی طرح مستحکم ہو گئی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جارحانہ حملے

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خوارج کے اس فتنہ کا علم ہوا تو انہوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر مختلف اطراف میں اپنے لشکر بھیجنے شروع کر دیئے۔ نعمان بن بشیر کو عین التمر کی طرف بھیجا۔ وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مالک بن عوف حاکم تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امداد کے لئے لکھا۔ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے التمر جانے کے لئے ارشاد فرمایا لیکن اہل کوفہ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شدید غصہ آیا اور آپ نے فرمایا:

> ”تمہیں کیا ہوا؟ کیا تمہاری آنکھوں پر بجلی گر پڑی ہے کہ وہ اندھی ہو گئی ہیں یا زبانوں پر فالج کا اثر ہو گیا ہے۔ کہ ان میں نام کو حرکت باقی نہیں رہی یا کانوں نے جواب دے دیا ہے اور وہ بہرے ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔“

لیکن اہل کوفہ خاموش بیٹھے رہے اور دربارِ خلافت سے مالک کو کوئی امداد نہ پہنچ سکی۔ آخر مالک نے خود ہی نعمان کا مقابلہ کیا اور اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چھ ہزار کا ایک اور لشکر سفیان بن عوف کی سرکردگی میں

Marfat.com

ہیت، انبار اور مدائن پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ سفیان پہلے ہیت پہنچا لیکن یہاں اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی فوج موجود نہ تھی۔ وہاں سے وہ انبار آیا یہاں ایک فوج مقابلہ کے لئے موجود تھی۔ سفیان نے لڑائی شروع کر دی اور فتح یاب ہو گیا۔ اسے یہاں سے جس قدر مال و اسباب مل سکا وہ لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔

عبداللہ بن مسعدہ کو تیماء کی طرف بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ بدویوں سے بہ جبر صدقہ وصول کرے اور جو شخص مزاحمت کرے اسے قتل کر دے اس کے بعد مکہ اور مدینہ کا رُخ کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ کے مقابلہ کے لئے ایک لشکر بھیجا۔ دونوں فوجوں میں شدید لڑائی ہوئی جس کے نتیجہ میں عبداللہ آگے نہ بڑھ سکا اور شام کی طرف لوٹنے پر مجبور ہو گیا۔

ضحاک بن قیس کو اطراف بصرہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا جس نے وہاں پہنچ کر قتل و غارت کا بازار خوب گرم کیا۔

بسر بن ابی ارطاۃ کو تین ہزار کی جمعیت دے کر حجاز اور یمن کی طرف روانہ کیا۔ بسر سب سے پہلے مدینہ آیا اور شہر پر قبضہ کر کے اہل مدینہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت لی۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ مکہ پہنچا اور وہاں کے لوگوں سے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت لی۔ مکہ سے وہ یمن پہنچا۔ یمن میں اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے عبید اللہ بن عباس والی تھے۔ انہوں نے جب بسر کے آنے کی خبر سنی تو کوفہ چلے گئے۔ بسر نے آکر یمن پر قبضہ کر لیا اور عبید اللہ بن عباس کے دو کم سن بچوں کو نہایت بے دردی سے قتل کر دیا۔

بسر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں کی ایک کثیر تعداد کو قتل کر دیا۔ مکہ اور مدینہ کے بہت سے گھروں کو مسمار کرا دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بسر کے ظلم و ستم سے آگاہی ہوئی تو آپ نے اس کے مقابلے کے لئے جاریہ بن قدامہ اور وہب بن مسعود کو دو ہزار کا لشکر دے کر روانہ کیا۔ جب بسر کو ان دونوں کے آنے کی اطلاع ملی تو ڈر کر شام بھاگ گیا۔ اسی اثناء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہو گئی۔ اس خبر کو سن کر جاریہ نے اہل یمن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت لی۔ یمن سے وہ مکہ آئے اور مکہ سے مدینہ

Marfat.com

پہنچے اور علی الترتیب ان دونوں شہروں سے بھی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت لی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آخری دورِ خلافت کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے انتہائی پریشانی کے تھے۔ حکومت کا تمام نظام درہم برہم ہو گیا تھا اور سلطنت کے ہر حصہ میں فتنہ وفساد کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طاقت وقوت بڑھ رہی تھی اور ان کی سلطنت کو استحکام حاصل ہو رہا تھا۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی شہادت

۴۰ھ کا ذکر ہے کہ عبد الرحمن بن ملجم المرادی، برک بن عبد اللہ اور عمرو بن بکر التمیمی، تین مشہور خارجی ایک دوسرے سے ملے اور عالم اسلام کی ناگفتہ بہ حالت کا تذکرہ کرنے لگے۔ بات چیت کے دوران میں جنگ نہروان کا بھی ذکر چھڑ گیا۔ یہ تینوں دردانگیز الفاظ میں اپنے مقتولین کا ذکر کرنے اور کہنے لگے کہ اپنے بھائیوں کے قتل کے بعد زندگی کا کوئی مزا نہیں رہا۔ اب ہمارے لئے یہی ایک راستہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو جنہوں نے تمام عالم اسلام میں ایک فساد برپا کر رکھا ہے، قتل کر دیں اس طرح جہاں ہم مسلمانوں کو ایک عظیم فتنہ سے نجات دلا دیں گے وہاں اپنے بھائیوں کا انتقام بھی لے لیں گے۔

ابن ملجم نے، جو اہل مصر میں سے تھا، کہا کہ میں علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ذمہ لیتا ہوں۔ برک بن عبد اللہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی ذمہ داری لی اور عمرو بن بکر نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی حامی بھری۔

ان تینوں نے باہم عہد و پیمان کئے اور قسمیں کھائیں کہ اپنے اپنے مفوضہ کام سے کسی طرح پیچھے نہیں ہٹیں گے اور یا تو ان تینوں کو قتل کر دیں گے یا خود مارے جائیں گے۔ اس کام کے لئے رمضان کی سترہ تاریخ مقرر ہوئی۔ قول وقرار کے بعد انہوں نے اپنی تلواریں زہر میں بجھائیں اور تینوں اپنا اپنا کام سرانجام دینے کے لئے کوفہ، دمشق اور مصر روانہ ہو گئے۔

ابن ملجم کوفہ آیا اور بنو کندہ میں ٹھہرا جو درپردہ خوارج کے حامی تھے لیکن اس نے اس

Marfat.com

ڈر سے اپنے ارادہ کا کسی شخص پر اظہار نہ کیا کہ کہیں بات نکل نہ جائے۔ایک دن اس نے قبیلہ بنی تیم رباب کے چند لوگوں کو دیکھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تیم رباب کے دس آدمیوں کو جنگ نہروان میں قتل کیا تھا۔یہ ان سے ملا اور ان کے مقتولوں کا ذکر چھیڑ دیا۔اسی خاندان کی ایک انتہائی حسین وجمیل عورت ''قطام'' تھی۔اس کے باپ اور بھائی کو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ نہروان میں قتل کیا تھا،جس کی وجہ سے اس کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شدید عداوت بھری ہوئی تھی۔قطام کو دیکھ کر ابن ملجم اس پر دل وجان سے فریفتہ ہو گیا اور اس نے اسے نکاح کا پیغام دے دیا۔قطام نے کہا:

''مجھے تم سے نکاح کرنے میں کوئی عذر نہیں لیکن مہر وہ ہوگا جو میں مقرر کروں گی۔''

ابن ملجم نے کہا:''وہ کیا ہوگا؟''

قطام نے کہا:

''تین ہزار درہم،ایک غلام،ایک لونڈی اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قتل۔''

ابن ملجم نے کہا:

''تمہارا مہر مجھے منظور ہے،میں تو خود ہی علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کوفہ آیا ہوں۔''

قطام نے ابن ملجم کو نصیحت کی کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اچانک حملہ کرے،اگر وہ بچ گیا تو دونوں آرام کی زندگی بسر کریں گے ورنہ آخرت کا عیش وآرام اس کے لئے اس دنیا کے عیش وآرام سے بدرجہا بہتر ہوگا۔اپنے قبیلہ کے ایک شخص وردان کو بھی اس نے ابن ملجم کے ساتھ کر دیا۔

ابن ملجم قطام کے پاس سے اٹھ کر قبیلہ اشجع کے ایک شخص شبیب بن بجرد کے پاس آیا اور اس سے پوچھا:

''کیا تم دنیا اور آخرت کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہو؟''

اس نے پوچھا:

''وہ کس طرح؟''

ابن ملجم نے کہا:

Marfat.com

''علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے۔''

شبیب نے یہ سن کر کانوں پر ہاتھ دھرا اور کہنے لگا:

''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟''

ابن ملجم نے کہا:

''میں مسجد میں چھپ کر بیٹھ رہوں گا۔ جب علی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز پڑھانے مسجد میں آئیں گے تو ہم دونوں اچانک ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں گے۔ اگر ہم بچ نکلے تو اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو جائیں گے اور اپنے مقتولین کا انتقام لے لیں گے، لیکن اگر بچ نکلنا ہمیں نصیب نہ ہوا تو آخرت کا اجر تو بے حساب ہمیں ملے گا ہی۔''

شبیب نے کہا:

''علی رضی اللہ عنہ نے اسلام کی بڑی بڑی خدمتیں انجام دی ہیں۔ اسلام لانے میں ان کو سابقیت کا شرف حاصل ہے۔ میں تو اس کام میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔''

ابن ملجم نے کہا:

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے جنگ نہروان میں خدا تعالیٰ کے سینکڑوں نیک اور پاکباز بندوں کو قتل کیا تھا؟''

شبیب نے اثبات میں جواب دیا۔

ابن ملجم نے کہا:

''تب علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بھائیوں کے بدلہ میں کیوں نہ قتل کریں!''

اس طرح اس نے بہلا پھسلا کر شبیب کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ تینوں حسب قرارداد ۱۷ رمضان کو فجر کی نماز کے وقت مسجد میں جا کر اس دروازہ کے سامنے بیٹھ گئے جہاں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوا کرتے تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے لئے تشریف لائے تو سب سے پہلے شبیب نے اپنی تلوار سے آپ پر حملہ کیا لیکن اس کی تلوار

Marfat.com

دروازہ پر جا کر لگی۔ اس کے بعد ابن ملجم نے وار کیا۔ اس کی تلوار آپ کے سر پر لگی۔ وردان وار نہ کر سکا اور بھاگ گیا۔

وردان نے اپنے گھر آ کر یہ واقعہ ایک شخص کو سنایا جس پر اس نے اسے قتل کر ڈالا۔ شبیب موقع پا کر ہجوم میں گھس گیا اور بچ گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کے قاتل کو پکڑا جائے۔ لوگوں نے ابن ملجم کو پکڑ لیا اور اس کی مشکیں کس کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

''اے اللہ کے دشمن! کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں کیا تھا؟''

اس نے جواب دیا:

''بے شک!''

آپ نے فرمایا:

''پھر کس بات نے تجھے مجھ پر حملہ کرنے کے لئے مجبور کیا؟''

ابن ملجم نے اس بات کا تو کوئی جواب نہ دیا، البتہ یہ کہا:

''میں نے اپنی اس تلوار کو چالیس روز تک تیز کیا ہے، کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اس کے ذریعہ بدترین مخلوق کو قتل کروں گا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اس تلوار سے تجھی کو قتل کیا جائے گا اور دنیا میں تو ہی بدترین مخلوق ہے۔''

اس کے بعد آپ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا:

''اگر میں فوت ہو گیا تو اس شخص کو قتل کر دینا اور اگر میں زندہ رہا تو اس سے خود ہی سمجھ لوں گا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی امّ کلثوم رضی اللہ عنہا نے جو اپنے والد کی حالت دیکھ کر رو رہی تھیں، ابن ملجم سے کہا:

''اے اللہ کے دشمن! میرے باپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا اور تو اپنے مقصد میں ناکام ہو

Marfat.com

گا۔''

ابن ملجم نے کہا:

''اگر تمہارے باپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا تو پھر تم رو کیوں رہی ہو؟ میں نے اپنی تلوار ایک ہزار درہم میں خریدی تھی اور ایک درہم خرچ کر کے میں نے اسے زہر میں بجھایا تھا۔ اگر اس کی ضرب تمام اہل شہر پر بھی پڑے تو بھی کوئی شخص زندہ نہ بچے۔''

آخری وقت جندب بن عبداللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا:

''کیا ہم آپ کے بعد آپ کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنالیں؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''نہ میں تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں، جو تم مناسب سمجھو، کرو۔''

اس کے بعد آپ نے اپنے دونوں بیٹوں حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''میں تمہیں چند باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا، دنیا سے کبھی دل نہ لگانا، کسی ایسی چیز کی خواہش نہ کرنا جو تمہاری دسترس سے باہر ہو، ہمیشہ سچ بولنا، یتیم پر رحم کرنا، بیکس کی مدد کرنا، اپنی آخرت سنوارنے کی کوشش کرنا، ظالم کو اس کے ظلم سے روکنا، مظلوم کی مدد کرنا، قرآن کریم کے احکام پر عمل کرنا، اللہ تعالیٰ کی تعمیل احکام کے سلسلہ میں لومۃ لائم کی پروا نہ کرنا۔''

حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحت کرنے کے بعد آپ اپنے تیسرے بیٹے محمد بن الحنفیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''میں نے تمہارے بھائیوں کو جو نصیحتیں کی ہیں تم نے اچھی طرح انہیں گوش گزار کر لیا ہے؟''

Marfat.com

انہوں نے کہا:

''جی ہاں!''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم بھی انہی نصیحتوں پر عمل کرنا۔ ساتھ ہی میں تمہیں یہ نصیحت بھی کرتا ہوں کہ تم اپنے بڑے بھائیوں کی توقیر اور تعظیم کرنا۔ کیونکہ ان کا تم پر بہت بڑا حق ہے۔ جو کچھ وہ کہیں اس پر عمل کرنا اور ان کے کسی حکم کی بجا آوری میں دیر نہ کرنا۔''

آپ نے اپنے پسماندگان سے فرمایا:

''اے بنی عبدالمطلب! خبردار، تم میرے بعد مسلمانوں کا خون بہانے کے درپے نہ ہو جانا اور میرے قاتل کے سوا اور کسی کو قتل نہ کرنا۔''

خاص طور پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''حسن رضی اللہ عنہ! اگر میں مر جاؤں تو میرے قاتل کا تلوار سے ایک دفعہ ہی خاتمہ کر دینا۔ اس کا مثلہ نہ کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے:

''مثلہ سے بچو خواہ باؤلا کتا ہی کیوں نہ ہو۔'' زخم لگنے کے دو روز بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔

آپ کی وفات کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سامنے ابن ملجم کو حاضر کیا گیا۔ ابن ملجم نے ان سے عرض کیا:

''میں نے خدا تعالیٰ سے خانۂ کعبہ میں عہد کیا تھا کہ میں یا تو علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دوں گا یا خود مر جاؤں گا۔ عہد کا ایک حصہ تو پورا ہو گیا ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں، میں معاویہ کو جا کر قتل کر آؤں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر بچ کر نکل آیا تو ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کی یہ درخواست رد کر دی اور اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ قتل کے بعد اسے آگ میں جلا دیا گیا۔

برک بن عبداللہ بھی حسب قرارداد، اسی رات کو جس رات حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا

Marfat.com

گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی گھات میں بیٹھ گیا۔ جب وہ صبح کی نماز کے لئے نکلے تو تلوار سے آپ پر حملہ کیا۔ تلوار ان کی ران میں لگی اور وہ انہیں قتل نہ کر سکا۔ برک کو فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا:

''میں آپ کو ایک خوشخبری سنانا چاہتا ہوں۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''وہ کیا؟''

اس نے کہا:

''میرے ایک بھائی نے اسی رات علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''شاید وہ بھی تمہاری طرح اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا ہوگا۔''

اس نے کہا:

''نہیں وہ ضرور کامیاب ہو گیا ہوگا کیونکہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پہرہ دار نہیں ہوتے۔''

برک کو تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قتل کرا دیا اور ساعدی نامی ایک طبیب کو بلایا۔ طبیب نے زخموں کا اچھی طرح معائنہ کیا اور کہا:

''آپ پر زہر کی بجھی ہوئی تلوار سے حملہ کیا گیا ہے۔ میں اس کے دو ہی علاج کر سکتا ہوں، ایک تو لوہا گرم کر کے زخم کی جگہ لگاؤں یا ایک دوائی آپ کو پلاؤں۔ لیکن اس دوائی کا اثر یہ ہوگا کہ آپ کی اولاد کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''گرم لوہے کے لگوانے کی تو مجھ میں تاب نہیں۔ باقی رہا اولاد کا سلسلہ منقطع ہو جانے کا سوال تو میرے لئے یزید اور عبداللہ ہی کافی ہیں۔''

چنانچہ طبیب نے انہیں دوائی پلائی اور وہ اچھے ہو گئے۔ بعد ازاں ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسجد میں مقصورہ بنانے کا حکم دیا اور پہرہ دار مقرر کیے، جو نماز پڑھاتے وقت مقتدیوں کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔

Marfat.com

عمرو بن بکر بھی اسی رات حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی گھات میں بیٹھ گیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیمار تھے اس لئے نماز کے لئے نہ آسکے اور اپنی جگہ خارجہ بن حذافہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ چونکہ اس وقت تک روشنی نمودار نہ ہوئی تھی۔ اس لئے عمرو بن بکر کو پتا نہ چل سکا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جگہ خارجہ بن حذافہ نماز پڑھانے کے لئے آئے ہیں۔ اس نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے دھوکے میں خارجہ بن حذافہ پر حملہ کر کے انہیں قتل کر ڈالا۔ لوگوں نے جھٹ اسے پکڑ لیا اور اسے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے۔ عمرو بن بکر نے لوگوں سے پوچھا:

''یہ کون ہیں؟''

لوگوں نے جواب دیا:

''عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ!''

اس نے کہا:

''میں نے کسے قتل کر ڈالا؟''

لوگوں نے کہا:

''خارجہ بن حذافہ کو۔''

پھر وہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا:

''میں نے تو اپنے خیال میں تم پر حملہ کیا تھا۔''

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

''تو نے میرے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ میری جگہ خارجہ مارے جائیں۔ اچھا اب اپنے کئے کی سزا بھگت!''

انہوں نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا اور اسے فوراً قتل کر دیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ساتھ اسلام کی تاریخ کے ایک درخشندہ باب کا خاتمہ ہو گیا۔ دینی خدمات، اعلائے کلمۃ الحق، زہد وقناعت اور دنیوی عیش و آرام سے نفرت کے لحاظ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر تھے۔ تفقہ فی

Marfat.com

الدین اور شریعت کی اصل روح کے علم میں آپ شیخین سے بڑھے ہوئے تھے۔ البتہ جہاں تک تدبیر مملکت، سیاست کی باریکیوں کو سمجھنے، قوم کے تمام حالات کا علم رکھنے، فتنہ وفساد کی تمام راہوں کو بند کرنے اور فرماں روائی کا تعلق ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ مقام حاصل نہیں تھا جو شیخین کو تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سیاست اور حکومت کے بارہ میں ایسے اقوال مروی ہیں جن پر عمل کرنے سے مملکت میں کوئی ابتری پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن اصل چیز یہ ہوتی ہے کہ اقوال کو عملی جامہ پہنایا جائے اور یہ چیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو میسر نہ ہو سکی۔

تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر زمانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیتا اور اُمت میں تفرقہ پیدا نہ ہو جاتا تو آپ اپنے عہد میں عالم اسلام میں عدل وانصاف کا وہ نمونہ قائم کرتے اور فتوحاتِ اسلامی کو اتنی وسعت دیتے کہ عہد صدیق رضی اللہ عنہ وفاروق رضی اللہ عنہ کا سماں لوگوں کی نظروں میں چھا جاتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تقویٰ اور پرہیز گاری، سادہ زندگی اور دنیوی مال ومنال سے نفرت کرنے کا یہ عالم تھا کہ آپ کے انتقال کے وقت آپ کے پاس سوائے سات درہم کے اور کچھ نہ تھا حالانکہ آپ کے زمانہ میں آپ کی رعایا میں ہزاروں لوگ ایسے تھے جن کے پاس ہزاروں لاکھوں درہم موجود تھے۔ خود آپ کے مدمقابل معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نہایت عیش وآرام سے زندگی بسر کر رہے تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ آپ کا لباس اور کھانا پینا نہایت معمولی ہوتا تھا۔ دنیوی شان وشوکت کے آپ کبھی پاس بھی نہ پھٹکتے تھے۔

آپ نے سب سے پہلی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کی۔ ان کی زندگی میں آپ نے اور کوئی شادی نہیں کی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے دو لڑکے حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ اور دو لڑکیاں زینب رضی اللہ عنہا اور اُم کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ نے کئی شادیاں کیں۔ آپ کے جن پانچ صاحبزادوں سے نسل کا سلسلہ جاری رہا، ان کے نام یہ ہیں:

حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ

(نقوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر لاہور جلد نمبر ۱۳ صفحات 476 تا 485 ملخصاً)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ (الشوریٰ۔۲۳)

''(اے محبوب) آپ فرما دیجئے! میں تم سے (اس دعوت حق پر) کوئی معاوضہ نہیں مانگتا سوائے قرابت کی محبت کے''......

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار......

سیاست اور دینی خدمات

☆ سیرتِ علی:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایام طفولیت ہی سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن عاطفت میں تربیت پائی تھی۔ اس لئے وہ محاسن اخلاق اور حسنِ سیرت کے نمونہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زبان کبھی کلمہ شرک وکفر سے آلودہ ہوئی اور نہ آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی غیر خدا کے آگے جھکی۔ دورِ جاہلیت میں ہر قسم کے گناہ سے پاک رہے۔ شراب کے ذائقہ سے اسلام سے پہلے بھی زبان آشنا نہ تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت علی اپنے علم وفضل اور جرأت وشجاعت کے باعث ممتاز تھے۔ آپ بڑے بلند حوصلہ اور غیر معمولی ہمت واستقلال کے مالک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات اخلاقِ حسنہ کا پیکر اور اوصافِ حمیدہ کا مجسمہ تھی۔

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللٰہی رضی اللہ عنہ

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ زہد وتقویٰ:

آپ رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی نمونہ زہد تھی۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات پر زہد کا خاتمہ ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے کاشانۂ فقر میں دنیاوی شان وشکوہ کا گزر نہ تھا۔ کوفہ تشریف لائے تو دارالامارت کے بجائے ایک میدان میں فروکش ہوئے اور فرمایا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ ان عالی شان محلات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ اپنے عہد خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی امانت بیت المال کی جس طرح حفاظت کی اس کا اندازہ

Marfat.com

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کے اس بیان سے ہوسکتا ہے کہ ایک دفعہ نارنگیاں آئیں امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک ایک نارنگی اٹھالی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو چھین کر لوگوں میں تقسیم کردیں۔ (ازالۃ الخفاء بحوالہ ابن ابی شیبہ)

ایامِ خلافت میں بھی زہد کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا اور آپ کی زندگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ موٹا جوٹا لباس اور روکھا پھیکا کھانا، ان کے لئے دنیا کی بڑی نعمت تھی۔ معاش کی یہ حالت تھی کہ ہفتوں گھر سے دھواں نہیں اٹھتا تھا۔ بھوک کی شدت ہوتی تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔ ایک دفعہ بھوک کی شدت میں کاشانۂ اقدس سے مزدوری کے لئے نکلے۔ دیکھا تو ایک ضعیفہ اپنا باغ سیراب کرنا چاہتی ہے۔ اس کے پاس پہنچ کر اجرت طے کی اور پانی سینچنے لگے۔ یہاں تک کہ ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے اس محنت ومشقت کے بعد ایک مٹھی کھجور اُجرت ملی۔ لیکن تنہا خوری کی عادت نہیں تھی کھجوریں لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام کیفیت سن کر نہایت شوق کے ساتھ کھانے میں ساتھ دیا۔

(مسند ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ص:35)

آپ رضی اللہ عنہ کی نانِ شعیر ضرب المثل ہے۔ ایک بار آپ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے جو کی دو روٹیاں، دودھ کا ایک پیالہ اور کچھ نمک رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دودھ اٹھوادیا اور نان ونمک تناول فرمایا۔ ایک بار آپ رضی اللہ عنہ کو فالوذہ پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: ''تیری بو میں مہک، رنگ میں حسن، اور ذائقہ میں لذت ہے مگر میں تیرا عادی ہونا پسند نہیں کرتا۔'' (کنز العمال جلد ششم ص 409)

حضرت علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے
اسے پھر بازوئے حیدر رضی اللہ عنہ بھی عطا کر

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ عبادت وریاضت:

عبادت وریاضت آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا مشغلہ تھا۔ زبیر بن سعید قریشی کا بیان ہے

Marfat.com

کہ بنی ہاشم میں آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی عبادت گزار نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا دن امورِ خلافت میں گزرتا اور رات عبادت میں بسر ہوتی تھی۔ اللہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق بہت مضبوط تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ رات کو اللہ کے حضور کھڑے ہونے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے تھے۔

☆ شجاعت و بہادری:

شجاعت و بہادری آپ رضی اللہ عنہ کا خاص وصف تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی شروع سے آخر تک شجاعت و بہادری کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"لا فتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار"

(جوانمردوں میں جوانمرد علی رضی اللہ عنہ ہیں اور تلوار صرف ذوالفقار ہے)

☆ قارئین محترم! یاد رہے کہ یہ تلوار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطورِ خاص آپ رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور سب میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی شجاعت و بسالت کے ایسے جوہر دکھائے کہ ہمیشہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحسین وتفرین کے کلمات ارشاد فرماتے۔ غزوہ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ نے ولید اور شیبہ کو واصل جہنم کیا۔ غزوہ اُحد میں عرب کے مشہور پہلوان عمرو بن عَبدِ ود کو جہنم واصل کیا۔ غزوہ خیبر کے فاتح اور ہیرو آپ ہی تھے۔ اسی میں یہود کے نامی گرامی پہلوان مرحب کا خاتمہ کر کے جہنم پہنچایا۔ غرض آپ رضی اللہ عنہ نے بڑوں بڑوں کو نیچا دکھایا۔ آپ نہایت قوت ارادی کے مالک تھے۔ "شیر خدا" اور "حیدرِ کرار" کے القاب آپ ہی کے شایانِ شان ہیں۔ پاکستان کا سب سے بڑا فوجی اعزاز "نشانِ حیدر" آپ رضی اللہ عنہ ہی سے منسوب ہے۔

☆ دشمنوں سے حسن سلوک:

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "پہلوان وہ نہیں ہے جو اپنے دشمن کو پچھاڑ دے بلکہ اصل پہلوان وہ ہے جو اپنے نفس (غصے) پر قابو پالے۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میدان میں بھی ارفع واعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ معرکہ آرائی میں گزرا لیکن با ایں ہمہ انہوں نے ہمیشہ دشمنوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ ایک دفعہ ایک لڑائی میں جب ان کا ایک

Marfat.com

حریف گر کر برہنہ ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہ اس کو چھوڑ کر الگ کھڑے ہو گئے تا کہ اس کو شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

جنگ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہ کی حریف تھیں لیکن جنگ کے اختتام کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ان کی خیریت دریافت کی اور ان کو ان کے ہی طرف دار بصری رئیس عبداللہ بن خلف کے محل میں ٹھہرایا۔ جنگ جمل میں جو لوگ جنگ میں شریک تھے، ان کی نسبت اعلان کروا دیا کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔ زخمیوں کے اوپر کوڑے نہ برسائے جائیں۔ مالِ غنیمت نہ لوٹا جائے۔ جو ہتھیار ڈال دے اس کو امان دی جائے۔ (اخبار الطوال ص 161۔ یعقوبی جلد دوم۔ ص۔ 213)

اپنے قاتل ابن ملجم کے بارے میں وصیت کر دی کہ اسے ایک ضرب کے بدلے میں صرف ایک ہی ضرب لگانا اور اس کا مثلہ نہ کرنا نیز اچھا کھانا دینے کی تلقین کی۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانیئے گا وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

☆ انفاق فی سبیل اللہ:

انفاق فی سبیل اللہ آپ رضی اللہ عنہ کا امتیازی وصف تھا۔ چالیس ہزار سالانہ زکوٰۃ کے بقدر آمدنی رکھنے کے باوجود عسرت بھری اور غریبانہ زندگی آپ رضی اللہ عنہ کے انفاق ہی کا نتیجہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے در سے کبھی کوئی سائل خالی ہاتھ واپس نہیں گیا۔ وہ اپنا کھانا بھی سائلوں کو دے دیتے جو محض آپ رضی اللہ عنہ کی ضرورت کے لئے کافی ہوتا اور خود فاقہ سے سو رہتے تھے۔ چنانچہ روایات کے مطابق سورۃ الدھر کی آیت نمبر ۸ آپ رضی اللہ عنہ ہی کے بارے میں نازل ہوئی۔ (ترجمہ) اور باوجودیکہ ان کو خود طعام کی خواہش (اور حاجت) ہے۔ فقیروں، یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں۔" (الدہر۔۸)

☆ امانت و دیانت:

آپ رضی اللہ عنہ ''امین اُمت'' اور سراپا دیانت و امانت تھے۔ بیت المال سے معمولی روزینہ لیتے تھے۔ ہر طرح کی تکلیفیں اٹھاتے تھے، لیکن اپنے حق سے زیادہ ایک دانہ بھی

Marfat.com

بیت المال سے لینا حرام سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ تیز سردی میں ایک پرانی چادر اوڑھے تھے، بدن کانپ رہا تھا۔ ایک شخص نے عرض کیا: ''امیر المومنین! بیت المال میں آپ رضی اللہ عنہ کا اور آپ رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال کا بھی حق ہے۔'' فرمایا: ''میں تمہارے حصے کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔'' آپ رضی اللہ عنہ کی تکلیفیں دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر نے بیت المال سے آپ کے لئے سونے چاندی کے کچھ برتن الگ کر لئے۔'' آپ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو فرمایا: ''تیری ماں تجھ کو روئے تو میرے گھر کو اتنی بڑی آگ میں دھکیلنا چاہتا ہے۔'' اور اسی وقت کل برتن تول تول کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے۔ (کنز العمال ج 6۔ ص 49)

عروج آدمِ خاکی کے منتظر ہیں تمام
یہ کہکشاں، یہ ستارے، یہ نیلگوں افلاک

☆ آپ رضی اللہ عنہ کے تقدس کا اندازہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت علمی و عملی ہر دو پہلو سے جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آئینہ دار تھی۔

☆ علم و فضل:

حضرت علی مردِ میدان ہونے کے علاوہ علم و فضل کے میدان میں بھی بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ علم کے ذخائر اور بے پایاں سمندر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بچپن سے دامن نبوت میں پرورش اور تعلیم و تربیت پائی۔ جوانی میں شرفِ صحبت سے سرفراز ہوئے اور وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک دامن رسالت سے وابستہ رہے۔ ان خصوصیات کے ساتھ ساتھ آپ میں تحصیل علم و کسب کمال کی فطری صلاحیت اور اس کا ذوق تھا۔ اس لئے مکتب نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو فیض آپ رضی اللہ عنہ کو پہنچا وہ کم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حصہ میں آیا۔ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، جملہ دینی علوم کا دریا تھے۔ آپ کی جلالت علمی پر سب کا اتفاق ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی علمیت اور فضیلت کے ثبوت میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کافی ہے:

''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔'' (ترمذی شریف)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو خود علم و فضل میں بلند مرتبہ رکھتے ہیں، فرماتے تھے

Marfat.com

کہ: ”علم کے دس حصوں میں سے خدا نے علی کو نو حصے عطا فرمائے تھے۔“

☆ کلام اللہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو خاص شغف تھا۔ اس کے حافظ تھے اور اس کی تعلیم آپ رضی اللہ عنہ نے زبانِ وحی الہام سے حاصل کی تھی۔ قرآن حکیم پر آپ رضی اللہ عنہ کی نظر اتنی وسیع تھی کہ کسی آیت کا کوئی پہلو آپ رضی اللہ عنہ کی نظر سے مخفی نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ:

”قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ کس بارے میں، کہاں اور کس کے متعلق نازل ہوئی۔“

چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے آیتوں اور سورتوں کی نزولی ترتیب پر کلام اللہ کا ایک نسخہ مرتب کیا۔ فہم قرآن اور اس سے احکام و مسائل کے استنباط کا خاص ملکہ تھا۔

☆ آپ رضی اللہ عنہ کو ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گونا گوں خصوصیات کی بنا پر سماعِ حدیث کا سب سے زیادہ موقع ملا۔ پھر وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تیس سال تک تعلیم و ارشاد کی مسند پر فائز رہے۔ اس لئے حفظ حدیث اور روایت حدیث دونوں لحاظ سے آپ رضی اللہ عنہ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں نہایت ممتاز تھے۔ آپ نے فقہی احکام کی احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا، جس کا نام صحیفہ تھا۔

☆ فقہ میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں آپ کو امامت واجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم فقہی مشکلات میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

☆ تقریر و خطابت میں بھی آپ خاص مہارت رکھتے تھے اور فصاحت و بلاغت میں یکتا تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ایسی پر اثر تقریر کرتے کہ لوگوں کا ذہن بدل دیتے اور انہیں اپنی رائے سے اتفاق کرنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ آپ کے خطبات اور مکاتیب کا مجموعہ ”نہج البلاغۃ“ اس حقیقت کا مظہر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حکیم العرب اور انتہائی خوش بیان تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ تقریر کرتے تو علم و حکمت کے فردوس جگمگا اٹھتے تھے۔

☆ آپ تحریر میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ لکھتے تھے تو حسن تحریر سے کاغذ کے صفحہ پر چمن

Marfat.com

کھلا دیتے تھے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین لکھتے تھے یا کتابت وحی کرتے تھے، ان میں سے ایک آپ بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے خطوط تحریری ادب وانشاء کا دلکش نمونہ ہیں۔

☆ شاعری کا نہایت اعلیٰ اور پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شاعری دم مسیحا کا جواب تھی جس سے مردہ دلوں میں بہاریں جاگ اٹھتی تھیں۔ ایک پورا دیوان آپ رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب ہے۔ مثلاً علم کے بارے میں آپ کے اشعار ہیں:۔

رضینا قسمۃ الجبار فینا لنا علم وللجھال مال

فان المال یفنی عن قریب وان العلم لیس لہ زوال

(ہم اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ اس نے علم دیا اور جاہلوں کو دولت کیونکہ مال تو عنقریب فنا ہو جائے گا اور علم کے لئے زوال نہیں ہے)

☆ آپ رضی اللہ عنہ عربی قواعد کے موجد تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عربی گرامر پر ایک مختصر سا رسالہ اپنے شاگرد ابوالاسود دوٗلی کو لکھ کر دیا تھا۔ (تاریخ الخلفاء، از علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

☆ تصوف کا سرچشمہ آپ رضی اللہ عنہ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کے تمام بڑے بڑے سلسلے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے آپ رضی اللہ عنہ پر ہی ختم ہوتے ہیں۔

☆ علم ریاضی میں آپ رضی اللہ عنہ خاص مہارت رکھتے تھے اور مشکل ترین مسائل بھی چند لمحوں میں حل کر دیتے تھے۔ آپ کی ذہانت کے بہت سے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں۔

☆ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جن کے فتاویٰ پر حنفی فقہ کی بنیاد رکھی گئی آپ رضی اللہ عنہ ہی کے فیض یافتہ تھے۔

☆ آپ کا شمار قانونِ وراثت کے ماہرین میں ہوتا تھا۔

الغرض آپ رضی اللہ عنہ کو مذہبی علوم اور اس عہد کے تمام مروجہ فنون میں کمال حاصل تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے حق گو، حق پسند اور بے باک انسان تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”بڑے لوگوں میں جو عظیم الشان اخلاق ہوتے ہیں مثلاً

Marfat.com

شجاعت، سخاوت، حمیت اور وفا وہ مکمل طور پر ان میں موجود تھے۔" (ازالۃ الخفاء)

☆ "قضا" یعنی فصل مقدمات میں جماعت صحابہ میں آپ رضی اللہ عنہ کا کوئی مقابل نہ تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو "اقضاہم علی" یعنی صحابہ میں سب سے بڑے قاضی ہیں۔ کی سند عطا فرمائی تھی اور قضا کی خدمت آپ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرماتے تھے۔ چنانچہ اہل یمن کے قبولِ اسلام کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو وہاں کا قاضی بنا کر بھیجا اور رخصت کرتے وقت فصل مقدمات کے متعلق اصول تلقین فرمائے۔ شیخین (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں اہم مقدمات میں آپ کا مشورہ شامل ہوتا تھا۔ ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا۔"

☆ ذاتی حالات:

حضرت علی رضی اللہ عنہ میانہ قد اور فربہ اندام تھے۔ سینہ چوڑا اور کلائیاں نہایت مضبوط تھیں۔ رنگ گندمی، آنکھیں بڑی بڑی، چہرہ پر رونق اور خوبصورت تھا۔ سینہ پر بال تھے۔ بازو اور تمام بدن گھٹا ہوا۔ پیٹ بڑا اور باہر کو نکلا ہوا، سر پر بال نہ تھے۔ ریش مبارک بڑی اور اتنی چوڑی تھی کہ ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک پھیلی ہوئی تھی۔ جب چلتے تو ادھر ادھر جھکے ہوئے چلتے تھے اور جب کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے تو وہ سانس تک نہ لے سکتا تھا۔ جب میدانِ جنگ میں جاتے تو بے باکانہ دوڑتے ہوئے جاتے تھے۔ طاقتور اور دل کے مضبوط تھے جس شخص سے کشتی لڑتے تھے اس کو پچھاڑ دیتے تھے۔ جس جنگ میں مقابلہ کرتے تھے دشمن پر غالب آتے تھے۔ (تاریخ ابن خلدون ج اوّل)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیاست:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر قدم رکھا اس وقت نہ صرف دارالخلافہ بلکہ تمام دنیائے اسلام پر آشوب تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ اس نے مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کر دیا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفین نے بھی مفسدین کے اس فعل کو نفرت وحقارت کی نگاہ سے

Marfat.com

دیکھا۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ طلحہ رضی اللہ عنہ اور خود اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت سے شاکی ہونے کے باوجود قصاص کا علم بلند کیا۔ دوسری طرف شام میں بنواُمیہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت برسراقتدار آنا چاہتے تھے۔ ان کے لئے اس سے بہتر موقع کیا ہوسکتا تھا۔ چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا دعویٰ کر کے بڑی آسانی سے عظیم قوت پیدا کرلی۔

☆ ان وجوہ واسباب کی بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پانچ سالہ عہد خلافت میں ایک روز بھی چین کا نصیب نہ ہوا۔ نظم ونسق کی ترقی اور امن وامان کی بحالی کے لئے آپ رضی اللہ عنہ کو فرصت ہی کب تھی؟ تاہم نظامِ خلافت کی استواری عمل کی نگرانی اور رعیت کی بہبود سے آپ رضی اللہ عنہ کبھی بھی غافل نہیں ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ انتظام مملکت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنا چاہتے تھے۔ اوراس زمانہ کے انتظامات میں کسی قسم کا تغیر کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ نجران کے یہودیوں نے جن کو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حجاز سے جلاوطن کر کے نجران آباد کر دیا تھا نہایت لجاجت کے ساتھ درخواست کی کہ ان کو پھر اپنے قدیم وطن میں واپس آنے کی اجازت دیدی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کون صائب الرائے ہوسکتا ہے؟

(کتاب الخراج قاضی ابویوسف وابن ابی شیبہ)

☆ انتظامی معاملات:

ملکی نظم ونسق میں سب سے اہم کام عمال کی نگرانی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا خاص اہتمام مدنظر رکھا وہ جب کسی عامل کو مقرر کرتے تھے تو اس کو نہایت مفید اور گراں بہا نصیحتیں کرتے تھے۔ کبھی کبھی عمال کی تحقیق کرتے تھے جہاں سخت گیری کی ضرورت ہوتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی طبیعت لچک سے نا آشنا تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیاسی ناکامی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ وہ جس زہد وتقویٰ امانت اور عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنا چاہتے تھے اور لوگوں کو جس راستہ پر لے جانا چاہتے تھے زمانہ کے تغیر اور حالات کے انقلاب سے لوگوں کے دلوں میں اس کی صلاحیت باقی نہیں رہی تھی۔ ایک طرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے

Marfat.com

طرف داروں کے لئے بیت المال کا خزانہ لٹا رہے تھے۔ دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک ایک کوڑی کا حساب لیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامی اور ان کے بعض اعزہ تک دل برداشت ہو کر ان سے جدا ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح کوڑا ہاتھ میں لے کر اکثر رات کو گشت کرتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محاصل کے صیغہ میں خاص اصلاحات جاری کیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگل سے کسی قسم کا مالی فائدہ حاصل نہیں کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے عہد میں جنگل کو بھی محاصل ملکی کے ضمن میں داخل کیا گیا اور اس پر مال گزاری عائد کی گئی۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گھوڑے زکوٰۃ سے مستثنیٰ تھے۔ عہد فاروقی میں جب عام طور سے ان کی تجارت ہونے لگی تو اس پر بھی زکوٰۃ مقرر کر دی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک تمدنی اور جنگی فوائد کے لحاظ سے گھوڑوں کی افزائش نسل میں سہولت بہم پہنچانا ضروری تھا۔ اس لئے اپنے زمانہ میں زکوٰۃ موقوف کر دی۔ (کتاب الخراج ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وجودِ مسعود رعایا کے لئے آیۂ رحمت تھا۔ بیت المال کے دروازے غرباء اور مساکین کے لئے کھلے رہتے تھے۔ اس میں جو رقم جمع ہوتی تھی۔ نہایت فیاضی سے مستحقین میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ ذمیوں کے ساتھ بھی نہایت شفقت آمیز برتاؤ کرتے تھے۔ ایران میں کئی بار بغاوتیں ہوئیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ لطف و کرم سے کام لیا یہاں تک کہ ایرانی اس لطف و کرم سے متاثر ہو کر کہتے تھے کہ خدا کے اس عربی حکمران نے تو نوشیرواں کی یاد تازہ کر دی۔

دلِ مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ فوجی انتظامات:

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود ایک بڑے تجربہ کار جنگ آزما تھے اور جنگی امور میں آپ کو بڑی بصیرت حاصل تھی۔ اس لئے اس سلسلہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے بہت سے انتظامات کئے۔ چنانچہ

Marfat.com

شام کی سرحد پر نہایت کثرت کے ساتھ فوجی چوکیاں قائم کیں ۴۰ھ میں جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عراق پر یورش کی تو پہلے ان ہی سرحدی فوجوں نے ان کو آگے بڑھنے سے روکا۔ اسی طرح ایران میں مسلسل شورش اور بغاوت کے باعث بیت المال اور عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے نہایت مضبوط قلعے بنوائے۔ جنگی تعمیرات کے سلسلہ میں دریائے فرات کا پل بھی جو کہ صفین میں فوجی ضروریات کے خیال سے تعمیر کیا تھا، قابل ذکر ہے۔

☆ مذہبی خدمات:

مسند خلافت پر قدم رکھنے کے بعد آخر وقت تک گوخانہ جنگیوں نے فرصت نہ دی تاہم اس فرض سے بالکل غافل نہ تھے۔ ایران اور آرمینیا میں بعض نومسلم مرتد ہو گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہایت سختی سے ان کی سرکوبی کی اور ان میں سے اکثر تائب ہو کر پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی اخلاقی نگرانی کا بھی نہایت سختی کے ساتھ خیال رکھا۔ مجرموں کو عبرت انگیز سزائیں دیں۔ جرم کی نوعیت کے لحاظ سے نئی سزائیں تجویز کیں جو ان سے پہلے اسلام میں رائج نہ تھیں۔ مثلاً زندہ جلا دینا، مکان مسمار کرا دینا، چوری کے علاوہ دوسرے جرم میں بھی ہاتھ کاٹنا۔ لیکن اس سے یہ قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شرعی حدود کے اجراء میں کسی اصول کے پابند نہ تھے۔ زندہ جلا دینے کی سزا صرف چند زندیقوں کو دی گئی تھی مگر جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سزا کی ممانعت فرمائی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس فعل پر ندامت ظاہر فرمائی۔ شراب نوشی کی سزا میں کوڑوں کی تعداد متعین نہ تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے اسی (80) کوڑے تجویز کئے۔ (ترمذی، سنن ابی داؤد، کتاب الخراج قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ......خلیفہ راشد:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت قطعی طور پر ٹھیک انہی اصولوں کے مطابق منعقد ہوئی تھی جن پر خلافت راشدہ کا انعقاد ہو سکتا تھا۔ وہ زبردستی اقتدار پر قابض نہیں ہوئے۔ انہوں نے خلافت حاصل کرنے کے لئے برائے نام بھی کوئی کوشش نہیں کی۔ لوگوں نے خود آزادانہ مشاورت سے ان کو خلیفہ منتخب کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اکثریت نے ان کے ہاتھ پر

Marfat.com

بیعت کی اور بعد میں شام کے سوا تمام بلاد اسلامیہ نے ان کو خلیفہ تسلیم کیا...... علمائے اہل سنت میں آج تک کوئی ایک عالم بھی ایسا نہیں گزرا جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ راشد تسلیم نہ کیا ہو یا ان کی بیعت کے صحیح ہونے میں شک ظاہر کیا ہو بلکہ علمائے احناف نے تو ان کی خلافت کے اقرار واعتراف کو عقائد اہل سنت میں سے ایک عقیدہ قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: ''خلافت میرے بعد 30 سال رہے گی اور اس کے بعد کاٹنے والی بادشاہت آ جائے گی۔'' یاد رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد تیسویں ۳۰ سال کے سرے پر شہید ہوئے۔

(خلافت وملوکیت۔ص ۳۲۷-۳۲۸ از سیّد ابوالاعلیٰ مودودی)

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کے بارے میں صحیح مسلک:

☆ ارشاد ربانی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (سورۃ الفتح۔29)

(ترجمہ) ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کفار پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔''

☆ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم
''میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں۔ تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔''

ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم الماس پارے ہیں سب
آسمانِ ہدایت کے تارے ہیں سب

Marfat.com

☆ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا قول:

”علمائے سلف کی غالب اکثریت کی رائے یہ ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے مخالفین سے اجتہادی لغزش ہوئی لیکن ان پر ہرگز طعن یا ملامت نہیں کی جا سکتی کیونکہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے بارے میں لوگوں کے استفسار پر فرمایا تھا کہ ہمارے مخالفین نہ کافر ہیں نہ فاسق بلکہ ان کا اختلاف تاویل پر مبنی ہے۔“

☆ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ:

”یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے، کیونکہ ہم اس وقت موجود نہ تھے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ اپنی زبانوں کو بھی اس خون سے آلودہ نہ کریں۔“

☆ حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ:

”یہ ایک ایسی لڑائی تھی جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے اور ہم غائب! وہ پورے حالات کو جانتے تھے، ہم نہیں جانتے۔ جس معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔ اس میں ہم سکوت اختیار کرتے ہیں۔“

☆ امام ابن تیمیہ صاحب:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم نہیں، بلکہ ان سے فی الجملہ گناہوں کا صدور ممکن ہے لیکن ان کے فضائل ومناقب اتنے زیادہ ہیں کہ اگر کوئی گناہ ان سے صادر ہو جائے تو یہ فضائل ان کی مغفرت کے موجب ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی مغفرت کے مواقع اتنے ہیں کہ ان کے بعد کسی کو حاصل نہیں۔“

☆ مفتی محمد شفیع صاحب:

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو اختلافات پیش آئے اور کھلی جنگوں تک نوبت پہنچ گئی۔ علمائے امت نے ان کی باہمی حروب اور اختلافات کو جنگ وجدل سے تعبیر

Marfat.com

نہیں کیا بلکہ از روئے ادب مشاجرہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ درخت کی شاخوں کا ایک دوسرے میں گھسنا اور ٹکرانا مجموعی حیثیت سے کوئی عیب نہیں، بلکہ درخت کی زینت وکمال ہے۔" (دوامی تہذیب از پروفیسر سعید اختر صاحب بحوالہ آئینہ اسلامی تہذیب وتمدن)

اسلام کا زمانے میں سکہ بٹھا دیا
اپنی مثال آپ ہیں یارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(ظفر علی خاں رحمۃ اللہ علیہ)

برس جائے پھر تیری رحمت کا بادل　　پھر اسلام کا باغ یا رب ہرا ہو
ہے اس وقت کا منتظر گوشِ ملت　　کہ نقارہ اسلام کا بج رہا ہو

(ظفر علی خاں رحمۃ اللہ علیہ)

ہوئی دین ودولت میں جس دم جدائی　　ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

خلافت راشدہ پر ایک نظر

اس میں بوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ ہوں یا ہوں عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ
سب کی خوشبو سے مہکتا ہے خلافت کا چمن

(ظفر علی خاں)

☆ مفہوم خلافت:

لفظ "خلافت"، خلف یخلف سے مصدر ہے۔ خلافت کے لغوی معنیٰ "جانشینی" اور "کسی جگہ پر اس کے بعد بیٹھنے" کے ہیں۔

"خلیفہ" جانشین، نائب کو کہتے ہیں۔ اصطلاحی اعتبار سے خلافت کا لفظ خاص ہے اور صرف خاتم الانبیاء والرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت اور جانشینی کے لئے بولا جاتا ہے۔ جب خلافت کے لفظ کے ساتھ راشدہ کی صفت کا اضافہ کیا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ تیس سالہ زرین دور ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی

Marfat.com

خلافت سے شروع ہو کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی جانشینی پر ختم ہوا۔ تاریخ کی زبان میں ان کو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم (راست رو جانشین) کہا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے، ''میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی جو علی منہاج النبوت (یعنی نبوت کی طرز پر) ہوگی۔''

دیگر الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ دینی اور دنیوی امور کے انتظامات کے لئے ایک ایسی جمہوری ریاست قائم کی جائے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری نمائندگی اور نیابت ہو۔ اس ریاست کے رئیس کو خلیفہ یعنی رسول کا جانشین اور قائم مقام صدر کہتے ہیں۔ خلیفہ مسلمانوں کے تمام دینی و دنیاوی امور وضروریات کا خود کفیل ہوتا ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے چار حضرات یکے بعد دیگرے مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ یہ چاروں اصحاب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے، چونکہ نور نبوت سے براہِ راست ہدایت یافتہ تھے۔ اس لئے راشدین کہلائے اور ان کا عہد حکومت ''خلافت راشدہ'' کے نام سے مشہور ہوا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اس بات کی انتہائی کوشش کی کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر جمہور مسلمانوں کو اسلامی زندگی کا عادی بنائیں۔ ہر کام میں خدا تعالیٰ کی رضا جوئی عوام کی فلاح و بہبود اور اتباعِ سنت ان کا مقصد حیات تھا۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُجالا کر دے

☆ دستورِ خلافت:

اسلامی حکومت کے اصول وقوانین کا سرچشمہ کتاب وسنت ہے۔ کتاب وسنت کے احکام ابدی اور ناقابل تبدیل ہیں۔ یہاں قانون بنائے نہیں جاتے بلکہ خلیفہ اور حاکم خدا تعالیٰ کے بنے بنائے قوانین کو دنیا میں نافذ کرتا ہے۔ اسلام میں قانون ساز حقیقی صرف ذاتِ خداوندی ہے۔ رسولوں کو قانون بنانے کا حق نہیں۔ البتہ وہ قانونِ الٰہی کی تعبیر وتشریح کرتے ہیں۔ علماء وفقہاء کتاب وسنت کے دائرہ میں محدود رہ کر مقدمات فیصل کرتے ہیں۔

Marfat.com

صحیح اسلامی جمہوریت کی مثال ہم کو خلافت راشدہ میں ملتی ہے۔

☆ **شوریٰ:**

اسلامی جمہوریت کی بنیاد شوریٰ پر رکھی جاتی ہے۔ قرآن کریم میں مسلمانوں کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے معاملات باہمی مشورہ سے طے کرتے ہیں۔ خلافت راشدہ میں شوریٰ کی رُوح کارفرما تھی اور سب اہم اُمور شوریٰ کی روشنی میں طے کئے جاتے تھے البتہ اس وقت وہ رسمی ادارے اور تکلفات موجود نہ تھے جو آج کل کی جمہوریت کے لوازم میں سے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شوریٰ کو بڑا اہم مقام حاصل تھا۔ سب اُمورِ خلافت صحابہٴ کبار کے مشورہ سے انجام پاتے تھے۔ رعایا کے تمام افراد خلیفہ پر تنقید کر سکتے تھے۔ عوام کو اجازت تھی کہ جب بھی خلیفہ کو غلطی پر دیکھیں تو بر ملا اپنی رائے کا اظہار کریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہٴ خلافت میں فرمایا کہ میں اس شخص کو زیادہ پسند کروں گا جو مجھے میرے عیبوں اور کمزوریوں سے آگاہ کرے۔

☆ **خلیفہ کا انتخاب:**

خلیفہ کا انتخاب اُمت کی رضا سے کیا جاتا تھا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے انتخاب میں ہمیں اسلامی جمہوریت کی روح کارفرما نظر آتی ہے۔ دورِ حاضر میں انتخاب کا جو طرز انداز رائج ہوا وہ اس وقت مفقود تھا۔ اس مبارک عہد میں ہمیں گروہ بندی اور تفرقہ کا نشان تک نظر نہیں آتا تاہم کسی خلیفہ نے اپنے عزیز و اقارب کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب عوام الناس کی موجودگی میں ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام اگرچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا مگر سب لوگوں نے اتفاق رائے سے آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ چنا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنا جانشین منتخب کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کر دیا تھا اس پر سب کو اعتماد تھا۔ جب اس کمیشن نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں رائے دی تو سب لوگوں نے آپ کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے خلافت سنبھالنے پر مجبور کیا۔

Marfat.com

☆ مذکورہ بالا بیان سے یہ حقیقت واشگاف ہوتی ہے کہ اگرچہ خلفائے اربعہ میں سے ہر ایک کا طرزِ انتخاب جداگانہ نوعیت کا تھا۔ تاہم عوام کی رضا اور جمہوریت کی روح ہر انتخاب میں مکمل طور پر کارفرما تھی۔

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

☆ نظام حکومت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کے سیاسی نظام کی بنیاد رکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف مذہبی اور رُوحانی پیشوا ہی نہ تھے بلکہ اسلامی حکومت کے موسس اور بانی تھے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے نقش قدم پر گامزن رہے۔ خلافت راشدہ میں حکومت کے دو شعبے تھے۔ مرکزی اور صوبائی، مرکزی نظام براہِ راست خلیفہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ صوبوں پر والی مقرر تھے جن کے تحت مختلف محکموں کے افسر کام کرتے تھے۔ والی کا تقرر خلیفہ خود کرتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد تک بعض عہدہ دار تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کو تنخواہ لینے پر مجبور کیا۔

☆ فلاحی ریاست کا تصور:

خلافت راشدہ درحقیقت ایک معیاری اور فلاحی نظامِ حکومت کی مظہر تھی۔ اس کا نصب العین محض ملک کو داخلی انتشار یا خارجی حملوں سے محفوظ کرنا ہی نہ تھا بلکہ عوام کی حقیقی فلاح و بہبود اور ان کے لئے امن وراحت کی فراہمی بھی تھا۔ اسی مقصد کے تحت تمام خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ عوام کی اصلاح وفلاح، عدل وانصاف اور ریاست کی ترقی وخوشحالی کو ملحوظِ خاطر رکھا۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ خوش نصیب حاکم وہ ہے جس کے ذریعہ اس کی رعایا خوشحال ہو اور سب سے بدبخت حاکم وہ ہے جس کے سبب اس کی رعایا بدحال ہو۔

(تاریخ اسلام۔ از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی رحمۃ اللہ علیہ ص۔ ۵۴۸)

Marfat.com

☆ کامل مساوات:

مسلمانوں میں حقوق اور مراتب کے لحاظ سے کامل مساوات ہونی چاہیے۔ مسلمانوں کے درمیان نسل، وطن، زبان وغیرہ کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ قبیلے خاندان اور حسب ونسب کے لحاظ سے کسی کو کسی پر فضیلت نہ تھی۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے سب لوگوں کے حقوق یکساں تھے اور سب کی حیثیت برابر تھی۔ ایک کو دوسرے پر اگر ترجیح تھی تو سیرت واخلاق اور اہلیت وصلاحیت اور خدمات کے لحاظ سے تھی۔

غبار آلودہ رنگ ونسب میں بال وپر تیرے
تو اے مرغِ حرم! اُڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ خلافت میں فرمایا تھا کہ:

''تم میں جو کمزور ہے وہ میرے لئے قوی ہے، جب تک میں اس کا حق نہ دلا دوں اور تم میں سے جو قوی ہے وہ میری نظر میں کمزور ہے، جب تک میں اس سے دوسروں کا حق نہ دلا دوں۔''

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک غسان کا بادشاہ جبلہ بن ایہم اور ایک عام مسلمان قانون کی نظر میں برابر ٹھہرے۔

☆ بیت المال.....ایک امانت:

بیت المال خدا کا مال اور مسلمانوں کی امانت ہے، جس میں کوئی چیز حق کی راہ کے سوا کسی دوسری راہ سے آنی نہ چاہئے اور جس میں سے کوئی چیز حق کے سوا کسی دوسری راہ میں جانی نہ چاہئے۔ خلیفہ کا حق اس مال میں اتنا ہی ہے جتنا قرآن مجید کی رُو سے مالِ یتیم میں اس کے ولی کا ہوتا ہے۔ یتیموں اور بیواؤں اور لاوارث بچوں کا خاص خیال رکھا جاتا تھا اور ان کو بیت المال سے وظیفہ خصوصی دیا جاتا تھا۔ اور ریاست ان کو گھر بیٹھے ان کے مقررہ وظائف پہنچانے کا انتظام کرتی۔ نومولود کا وظیفہ روزِ پیدائش سے ہی جاری ہو جاتا تھا۔ خلافت راشدہ کی فلاحی ریاست کی یہ بہت بڑی خصوصیت تھی کہ اس نے ناداری، مفلسی اور

Marfat.com

پریشان حالی کا قلع قمع کر کے رکھ دیا۔

☆ رفاہِ عامہ اور ذمیوں سے سلوک:

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے رعایا کے لئے ہر قسم کی سہولتیں مہیا کیں۔ پل بنوائے، کنوئیں کھدوائے، زراعت کو فروغ دینے کے لئے نہریں نکالیں، مجرموں کے لئے قید خانے تعمیر کئے گئے، بہت سی سڑکیں بنوائیں، چوکیاں تعمیر کیں، بہت سے شہر آباد کئے۔ اس طرح لوگوں کو معاشی و معاشرتی حالت کو سنوارنے کے لئے بڑی کوششیں کیں۔ ذمیوں کی جان و مال اور مذہب کی حفاظت حکومت کے فرائض میں شامل تھی۔ اہل ذمہ کو پورے حقوق حاصل تھے۔ ان پر کوئی مسلمان جبر نہیں کر سکتا تھا۔ اہل ذمہ کے باہمی مقدمات کے لئے ان کے اپنے جج ہوتے تھے۔ خلافت راشدہ میں اہل ذمہ کو اہم اور کلیدی عہدے نہیں دیئے جاتے تھے۔ اس لئے کہ ان سے اس وفاداری کی توقع نہیں ہوسکتی تھی جو مسلمانوں کی طرف سے تھی۔

☆ مفتوحہ علاقوں کی تنظیم:

خلافت راشدہ میں جو ممالک فتح کئے گئے تھے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے ان کے انتظام کی طرف خاص توجہ دی۔ وہاں کے ظالمانہ قوانین کو منسوخ کر کے عادلانہ نظام جاری کیا۔ زمینوں کو ان کے قدیم مالکوں کے پاس ہی رہنے دیا۔ عربوں کو مفتوحہ اقوام کی زمینیں خریدنے اور وہاں کاشت کار کی حیثیت سے آباد ہونے کی ممانعت کر دی۔ ان علاقوں میں امن و امان رکھنے کے لئے فوجیں متعین کی گئیں۔

☆ وسیع فتوحات:

خلافت راشدہ کا دور اسلامی فتوحات کے لحاظ سے بھی منفرد و ممتاز ہے۔ اس زمانے میں مسلمان مجاہدین صحرائے عرب سے نکلے اور چند برسوں میں اپنے وقت کی دو عظیم الشان سلطنتوں رُوم و ایران کو بیک وقت شکست دی اور عراق، ایران، شام، مصر اور افریقہ وغیرہ وسیع و عریض علاقوں پر قابض ہو گئے۔ مؤرخین کی رائے میں: ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بارہ برس بعد (خلافت فاروقی) مسلمان ساڑھے تئیس لاکھ مربع میل کے مالک

Marfat.com

تھے۔ انہوں نے اس قلیل مدت میں 36 ہزار شہر اور قلعے فتح کئے۔ اور پھر اس خصوصیت کے ساتھ کہ ان ساری فتوحات میں ظلم و جور کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں آیا۔ حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے ۔

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

☆ اشاعت دین:

خلافت راشدہ میں اسلام اور اسلامی تعلیمات کو عام کرنے اور فروغ دینے کے سلسلے میں بڑا اہتمام کیا گیا تھا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اس بات پر کڑی نگاہ رکھتے تھے کہ دین کی روح کمزور نہ ہونے پائے۔ قرآن وحدیث کی خوب اشاعت ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کو کتابی شکل میں جمع کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام مسلمانوں کو ایک قرأت پر جمع کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی صحیح قرأت کے قواعد مرتب کئے۔ امثالِ عرب، عربی اشعار اور لغت فہم قرآن کے لئے پڑھائے جاتے تھے۔

اس دور میں احادیث کو یاد کرنے اور محفوظ رکھنے کے لئے خاص اقدامات کئے گئے۔ حدیث کے کئی مجموعے صحیفوں کی صورت میں محفوظ کئے گئے۔ بڑے بڑے شہروں میں حلقہ ہائے درسِ حدیث قائم تھے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم خود بلند پایہ فقیہ تھے۔ بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی گہری فقہی بصیرت رکھتے تھے۔ نئے نئے پیش آمدہ مسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حل کیا جاتا۔ فقہ کی تعلیم کے لئے مختلف شہروں میں باصلاحیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مقرر کیا گیا تھا۔ جگہ جگہ مسجدوں کی تعمیر ہوئی۔ خلیفہ اور والی خود جمعہ کا خطبہ دیتا اور لوگوں کو اسلامی تعلیمات سکھاتا تھا۔

☆ تہذیب وثقافت:

فتوحات کے سلسلے میں بہت سی عراقی ایرانی شامی مصری اور رُومی مسلمانوں کے حرم میں آگئیں۔ اس طرح مختلف نسلوں کی آمیزش سے ایک نئی تہذیب عالم وجود میں آئی۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شاہِ ایران یزدگرد کی چند بیٹیاں قیدی ہو کر مدینہ آئیں

Marfat.com

تو ایک لڑکی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نکاح میں آئی اور اس کے بطن سے سالم پیدا ہوئے۔ دوسری لڑکی امام حسین رضی اللہ عنہ کے حرم میں داخل ہوئی اور اس کے بطن سے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ تیسری لڑکی محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حرم میں شامل ہوئی اور اس سے قاسم پیدا ہوئے اور اس طرح عجمی عورتوں کے بطن سے بڑے بڑے اہل علم اور متقی لوگ پیدا ہوئے۔

ملکی فتوحات کے بعد رُومی شامی ایرانی اور عراقی لوگ ہزاروں کی تعداد میں حجاز پہنچے۔ قدرتی طور پر حجاز اور دیگر علاقوں میں رُومیوں، ایرانیوں اور عربوں کا اختلاط بڑھ گیا۔ اس میل جول اور اختلاط سے لوگوں نے ایک دوسرے کے اخلاق و عادات، علم و ادب اور صنعت و حرفت کو اپنا لیا۔ عربوں کا مذہب اور زبان یعنی دین اسلام اور عربی زبان مفتوحہ ملکوں پر چھا گئے۔ عربوں نے مفتوحہ قوموں کے علوم و آداب کو اپنے ہاں رواج دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ میں دولت کی ریل پیل ہو گئی تاہم حکومت کی یہ کوشش رہی کہ لوگ تن آسان اور عشرت کوش نہ ہونے پائیں۔ اسلامی افکار کا مفتوحہ اقوام کے خیالات اور طریق زندگی پر بہت گہرا اثر پڑا اور ہر جگہ سادگی کا رجحان پیدا ہوا۔

مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے!
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر!

☆ اشاعت علوم:

ظہورِ اسلام سے قبل عرب جہالت کا گہوارہ تھا۔ پڑھے لکھے لوگ انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت مکہ میں صرف سترہ آدمی ایسے تھے جو لکھ پڑھ سکتے تھے۔ اسلام نے لکھنے پڑھنے پر اس قدر زور دیا کہ عرب کے جاہل بھی زیورِ علم و حکمت سے آراستہ ہو کر علمی مجالس کی زینت بننے لگے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں اشاعت اسلام کا آغاز ہوا۔ خلافت راشدہ میں اس میں مزید ترقی ہوئی اور جا بجا علمی مراکز قائم کیے گئے۔ حکام و عمال کے فرائض میں ایک فریضہ یہ تھا کہ علم کو فروغ دیں۔ فوجی امراء اچھے خاصے تعلیم یافتہ ہوا کرتے تھے۔ شہروں میں معلم مقرر تھے جو کتاب و سنت کی تعلیم

Marfat.com

دیتے تھے۔علم کو طلب دنیا کے لئے حاصل نہیں کیا جاتا تھا بلکہ حصولِ علم کا مقصد فقط دین اسلام کی خدمت تھی۔ مسجدوں میں مکتب قائم تھے لوگوں کو فقہ حدیث اور قرآن کی تعلیم دی جاتی تھی۔اس دور میں علم کو بہت اہمیت حاصل تھی۔لوگ دیوانہ وار اس متاعِ عزیز کو حاصل کرنے کے لئے مصروف سعی وجہد رہتے تھے۔

اس وقت علم کا بیشتر سرمایہ قرآن وسنت کی تعلیمات تھیں۔فقہ کو بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی۔فقہ حکومت عبادات، معاملات اور ذاتی اخلاق وکردار وغیرہ کے بارے میں تمام قوانین وقواعد کے علم کا نام ہے۔خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سب بلند پایہ فقیہ تھے۔خلافت راشدہ میں حدیث کے کئی مجموعے لکھے گئے۔

تقدیر کے پابند نباتات وجمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ اقتصادی وتمدنی حالات:

اسلام کے ابتدائی دور میں اہل عرب کی اقتصادی حالت بہت خراب تھی۔جوں جوں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ان کی حالت میں تبدیلی آتی گئی۔ مالِ غنیمت کی فراوانی عراق، فارس، شام اور مصر جیسے زرخیز ملکوں کے خراج نے مسلمانوں کی اقتصادی زندگی کی کایا پلٹ دی۔اب ان کے مکانات عالی شان، نفیس سامان زیبائش، اعلیٰ ترین لباس اور گھروں میں ایرانی قالین بچھائے جاتے تھے۔پختہ مکان تعمیر کئے جانے لگے۔ غذا میں بھی بہت کچھ تبدیلی آ گئی۔عرب میں عام طور پر جو کی روٹی کھائی جاتی تھی۔جب مسلمان شام میں فاتحانہ داخل ہوئے تو میدے کی سفید روٹی اور پرندوں کا گوشت کھانے لگے۔باریک کپڑا جو ابتدائی دور میں نایاب تھا۔اب عام استعمال ہونے لگا تھا۔اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمال کو ہدایت کیا کرتے تھے کہ باریک کپڑا نہ پہنیں۔خلافت راشدہ کے عہد میں اقتصادی اور تمدنی ترقی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ بہت سی پڑوسی حکومتوں کے لئے قابل رشک تھی۔

Marfat.com

☆ معاشرتی حالت:

اقتصادی ترقی کی وجہ سے معاشرہ میں تین طبقات اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ پیدا ہونے لگے تھے۔ لیکن ابھی ان میں اتنا بعد نہیں پیدا ہوا تھا کہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں۔ لباس رہن سہن اور کھانے پینے میں مختلف طبقات کا فرق نمایاں تھا۔ عام لوگ کرتہ، کمر پر چمڑے کی پٹی اور اونٹ کے بالوں کی ڈھیلی عبا پہنتے تھے۔ سروں پر عقال باندھا جاتا تھا۔ متوسط اور اعلیٰ درجے کے لوگ پاجامے پر لمبا کرتہ اور ٹخنوں تک لمبا چوغہ پہن کر اس پر ریشمی پٹکا لپیٹ لیتے تھے۔ سر پر عمامہ باندھتے، کندھوں پر طیلسانی چادر پڑی رہتی تھی۔ عورتوں کا لباس بھی عمامہ اور عبا کے سوا یہی ہوتا تھا۔

☆ سیاسی حالت:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک اسلامی ریاست برابر وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ مسلمانوں کی سیاسی قوت کا یہ عالم تھا کہ رُوم کی عظیم الشان سلطنت جس کا اقتدار یورپ تک پھیلا ہوا تھا۔ ہمیشہ لرزہ براندام رہتی تھی۔ عہد عثمانی میں مسلمانوں کا بحری بیڑہ تیار ہو گیا تو ان کی عزت وعظمت کا آفتاب نصف النہار تک پہنچ چکا تھا۔ افغانستان کے بیشتر علاقے اسلامی علم کے سرنگوں ہو گئے۔ مجاہدین کی نگاہیں ہندوستان کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ بدقسمتی سے اس زمانہ میں وہ عظیم فتنہ اٹھا جس نے مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کا شیرازہ منتشر کر دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمان فرقوں میں بٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمان خانہ جنگی کا شکار ہو کر خود آپس میں ہی قتل وغارت گری کرتے رہے۔ جو تلوار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے لئے بے نیام ہوئی تھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری تک لاکھوں توحید پرستوں کا خون چاٹ گئی۔ اس خانہ جنگی سے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا اور اُمت مسلمہ میں جو تفرقہ پڑ گیا تھا وہ آج تک ختم نہ ہو سکا۔ اگر مسلمانوں کا سیاسی اور مذہبی اتحاد قائم رہتا تو دعوتِ اسلام کو تمام یورپ اور افریقہ کے جنوبی کونوں تک پہنچا دیتے لیکن خلافت راشدہ کے عہد میں جو فتنہ برپا ہوا اس نے

Marfat.com

مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روک دیا اور اس کے بعد بھی تاریخ اسلام مختلف ادوار میں اپنوں ہی کے خون سے لالہ زار ہوتی رہی۔ الغرض تمام خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اپنی ذاتی بلندیوں، اعلیٰ صلاحیتوں سے اسلام اور مسلمانوں کی بے لوث خدمت کی بدولت اُمت کا اعتماد حاصل کیا۔ خلافت راشدہ کے دور میں جو بھی خوبیاں نظر آتی ہیں۔ ان کے فروغ میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بلند پایہ اخلاق و سیرت کو بہت دخل حاصل تھا۔ خلافت راشدہ میں آج ہمیں جو خصوصیات نظر آتی ہیں۔ وہ صرف اس کے چلانے والے بے داغ سیرت و کردار کے مالک سربراہوں کی بدولت ہیں۔ جن کی زندگی کا نصب العین دین کی بے لوث خدمت اور عوام کی فلاح و بہبود تھا۔ ان کی یہ سب سے بڑی خواہش تھی کہ ملک میں امن و امان اور خوشحالی کا دور دورہ ہو۔ ان تمام خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ خلافت راشدہ دنیائے اسلام کا ایک درخشاں و تابناک دور تھا اور اس مختصر مدت میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے جو بیش بہا خدمات انجام دیں وہ تاریخ اسلام کا انتہائی حیرت انگیز اور قابل فخر کارنامہ ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ حدیثِ غدیر ☆

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے۔

من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اللھم وال من والاہ عاد من عاداہ

(کنز العمال، جلد 6 ص 403 ‘مسند احمد، جلد 4 ص 372 ‘طبرانی، جلد 5، ص، 195)

''جس کا میں مولیٰ (محبوب و مددگار) ہوں، علی بھی اس کے مولیٰ (محبوب اور مددگار) ہیں...... اے اللہ! جو علی سے محبت رکھے، تو بھی اس سے محبت فرما اور جو علی سے بغض و عداوت رکھے، تو بھی اس سے عداوت رکھ'' ......

Marfat.com

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنی کتاب ''السیف الجلی علیٰ منکر ولایت علی رضی اللہ عنہ'' (اعلانِ غدیر) کے مقدمہ میں حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:......

آج 18 ذی الحج ہے، جس دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع سے مدینہ طیبہ واپسی کے دوران غدیر خم کے مقام پر قیام فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہجوم میں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اٹھا کر اعلان فرمایا:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

''جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔''

یہ اعلانِ ولایت علی رضی اللہ عنہ تھا جس کا اطلاق قیامت تک جملہ اہل ایمان پر ہوتا ہے اور جس سے یہ امر قطعی طور ثابت ہوتا ہے کہ جو ولایت علی رضی اللہ عنہ کا منکر ہے وہ ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہے اس عاجز نے محسوس کیا کہ اس مسئلہ پر بعض لوگ بوجہ جہالت متردد رہتے ہیں اور بعض لوگ بوجہ عناد و تعصب۔ سو یہ تردد اور انکار اُمت میں تفرقہ و انتشار میں اضافہ کا باعث بن رہا ہے۔ اندریں حالات میں نے ضروری سمجھا کہ مسئلہ ولایت و امامت پر دو رسالے تالیف کروں: ایک بعنوان ''السیف الجلی علی منکر ولایت علی'' اور دوسرا بعنوان القول المعتبر فی الامام المنتظر پہلے رسالے کے ذریعے فاتح ولایت حضرت امام علی رضی اللہ عنہ کے مقام کو واضح کروں تا کہ جملہ شبہات کا ازالہ ہو اور یہ حقیقت خواص و عوام سب تک پہنچ سکے کہ ولایت علی رضی اللہ عنہ اور ولایت مہدی رضی اللہ عنہ اہل سنت و جماعت کی معتبر کتب حدیث میں روایات متواترہ سے ثابت ہے۔ میں نے پہلے رسالہ میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکیاون (51) روایات پوری تحقیق و تخریج کے ساتھ درج کی ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ سے تین طرح کی وراثتیں جاری ہوئیں۔

Marfat.com

i۔ خلافت باطنی کی روحانی وراثت

ii۔ خلافت ظاہری کی سیاسی وراثت

iii۔ خلافت دینی کی عمومی وراثت

☆ خلافت باطنی کی روحانی وراثت اہل بیت اطہار کے نفوسِ طیبہ کو عطا ہوئی۔

☆ خلافت ظاہری کی سیاسی وراثت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی ذوات مقدسہ کو عطا ہوئی۔

☆ خلافت دینی کی عمومی وراثت بقیہ صحابہ وتابعین کو عطا ہوئی۔ خلافت باطنی نیابت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ سرچشمہ ہے جس سے نہ صرف دین اسلام کے روحانی کمالات اور باطنی فیوضات کی حفاظت ہوئی بلکہ اس سے امت میں ولایت وقطبیت اور مصلحت، مجددیت کے چشمے پھوٹے اور اُمت اسی واسطے سے روحانیت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیض یاب ہوئی۔ خلافت ظاہری نیابت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ سرچشمہ ہے جس سے غلبہ دین حق اور نفاذِ اسلام کی عملی صورت وجود میں آئی اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمکن اور زمینی اقتدار کا سلسلہ قائم ہوا۔ اسی واسطے سے تاریخ اسلام میں مختلف ریاستیں اور سلطنتیں قائم ہوئیں اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظامِ عالم کے طور پر دنیا میں عملاً متعارف ہوئی۔

خلافت عمومی نیابت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ سرچشمہ ہے جس سے اُمت میں تعلیماتِ اسلام کا فروغ اور اعمالِ صالحہ کا تحقق وجود میں آیا۔ اس واسطے سے افرادِ اُمت میں نہ صرف علم وتقویٰ کی حفاظت ہوئی بلکہ اخلاقِ اسلامی کی عمومی ترویج واشاعت جاری ہی۔ گویا:

پہلی قسم: خلافت ولایت قرار پائی

دوسری قسم: خلافت سلطنت قرار پائی

تیسری قسم: خلافت ہدایت قرار پائی

☆ اس تقسیم وراثت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مضمون کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے: (ترجمہ)

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت کے حاملین تین طرح کے ہیں: ایک وہ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حکمت وعصمت اور قطبیت باطنی کا فیض حاصل کیا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

کے اہل بیت اور خواص ہیں۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حفظ و تلقین اور رشد و ہدایت سے متصف قطبیت ظاہری کا فیض حاصل کیا، وہ آپ کے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے خلفائے اربعہ اور عشرہ مبشرہ ہیں۔ تیسرا طبقہ وہ ہے جنہوں نے انفرادی عنایات اور علم وتقویٰ کا فیض حاصل کیا۔ یہ وہ اصحاب ہیں جو احسان کے وصف سے متصف ہوئے جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ دیگر متاخرین، یہ تینوں مدارج حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال ختم رسالت سے جاری ہوئے۔''

(التفہیمات الالٰہیہ جلد ۲ ص ۱۸ از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

واضح رہے کہ یہ تقسیم غلبہ حال اور خصوصی امتیاز کی نشاندہی کے لئے ہے، ورنہ ہر سہ اقسام میں سے کوئی بھی دوسری قسم کے خواص و کمالات سے کلیتاً خالی نہیں ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو دوسری قسم کے ساتھ کوئی نہ کوئی نسبت یا اشتراک حاصل ہے۔

☆ سلطنت میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل یعنی براہِ راست نائب ہوئے۔

☆ ولایت میں سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ بلافصل یعنی براہ راست نائب ہوئے۔

☆ ہدایت میں جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم کے خلفاء بلافصل یعنی براہ راست نائب ہوئے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ختم نبوت کے بعد فیضانِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائمی تسلسل کے لئے تین مستقل مطالع قائم ہو گئے:

☆ ایک مطلع سیاسی وراثت کے لئے

☆ دوسرا مطلع رُوحانی وراثت کے لئے

☆ تیسرا مطلع علمی و عملی وراثت کے لئے

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی وراثت خلافت راشدہ کے نام سے موسوم ہوئی۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رُوحانی وراثت، ولایت وامامت کے نام سے موسوم ہوئی۔

Marfat.com

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علمی و عملی وراثت، ہدایت و دیانت کے نام سے موسوم ہوئی۔

لہٰذا سیاسی وراثت کے فرد اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے، روحانی وراثت کے فرد اوّل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوئے اور علمی و عملی وراثت کے اوّلین حاملین جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوئے۔ سو یہ سب وارثین و حاملین اپنے اپنے دائرہ میں بلا فصل خلفاء ہوئے۔ ایک کا دوسرے کے ساتھ کوئی تضاد یا تعارض نہیں ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان مناصب کی حقیقت بھی ایک دوسرے سے کئی امور میں مختلف ہے:

۱- خلافت ظاہری دین اسلام کا سیاسی منصب ہے

خلافت باطنی خالصتاً روحانی منصب ہے

۲- خلافت ظاہری انتخابی و شورائی امر ہے

خلافت باطنی محض وہبی و اجتبائی امر ہے

۳- خلیفہ ظاہری کا تقرر عوام کے چناؤ سے عمل میں آتا ہے۔

خلیفہ باطنی کا تقرر خدا کے چناؤ سے عمل میں آتا ہے۔

۴- خلیفہ ظاہری منتخب ہوتا ہے

خلیفہ باطنی منتجب ہوتا ہے۔

۵- یہی وجہ ہے کہ پہلے خلیفہ راشد سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تجویز اور رائے عامہ کی اکثریتی تائید سے عمل میں آیا، مگر پہلے امام ولایت سیّدنا علی المرتضیٰ کے انتخاب میں کسی کی تجویز مطلوب ہوئی نہ کسی کی تائید۔

۶- خلافت میں ''جمہوریت'' مطلوب تھی۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا اعلان نہیں فرمایا۔ ولایت میں ''ماموریت'' مقصود تھی۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وادی غدیر خم کے مقام پر اس کا اعلان فرما دیا۔

۷- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کے لئے خلیفہ کا انتخاب عوام کی مرضی پر چھوڑ دیا، مگر ولی کا انتخاب اللہ کی مرضی سے خود فرما دیا۔

Marfat.com

۸- خلافت زمینی نظام کے سنوارنے کے لئے قائم ہوتی ہے۔
ولایت اسے آسمانی نظام کے حسن سے نکھارنے کے لئے قائم ہوتی ہے۔
۹- خلافت افراد کو عادل بناتی ہے۔
ولایت افراد کو کامل بناتی ہے۔
۱۰- خلافت کا دائرہ فرش تک ہے۔
ولایت کا دائرہ عرش تک ہے۔
۱۱- خلافت تخت نشینی کے بغیر موثر نہیں ہوتی۔
ولایت تخت و سلطنت کے بغیر بھی موثر ہے۔
۱۲- غالباً یہی وجہ ہے کہ خلافت اُمت کے سپرد ہوئی
ولایت عترت کے سپرد ہوئی۔

☆ لہٰذا اب خلافت سے مفر ہے نہ ولایت سے، کیونکہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل اجماع صحابہ سے منعقد ہوئی اور تاریخ کی شہادت قطعی سے ثابت ہوئی اور حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولایت بلافصل خود فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منعقد ہوئی۔ اور احادیث متواترہ کی شہادت قطعی سے ثابت ہوئی۔ خلافت کا ثبوت اجماعِ صحابہ ہے اور ولایت کا ثبوت فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو خلافت کا انکار کرتا ہے وہ تاریخ اور اجماع کا انکار کرتا ہے اور جو امامت و ولایت کا انکار کرتا ہے وہ اعلانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دونوں Institutions کی حقیقت کو سمجھ کر ان میں تطبیق پیدا کی جائے نہ کہ تفریق۔

جان لینا چاہئے کہ جس طرح خلافت ظاہری، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے شروع ہوئی اور اس کا فیض حسب حال اُمت کے صالح حکام اور عادل امراء کو منتقل ہوتا چلا گیا۔ اسی طرح خلافت باطنی بھی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے شروع ہوئی اور اس کا فیض حسب حال ائمہ اطہار اہل بیت اور اُمت کے اولیاء کاملین کو منتقل ہوتا چلا گیا۔ حضور فاتح و خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ...... من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ (جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا

Marfat.com

ہے) اور...... علی ولیکم من بعدی (میرے بعد تمہارا ولی علی ہے) کے اعلان عام کے ذریعے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُمت میں ولایت کا فاتح اوّل قرار دے دیا ہے۔

بابِ ولایت میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

(ترجمہ)

۱- اس اُمت مرحومہ میں (فاتح اوّل) ولایت کا دروازہ سب سے پہلے کھولنے والے فرد حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔

۲- حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا راز ولایت آپ کی اولاد کرام رضی اللہ عنہ میں سرایت کر گیا۔

(تفہیمات الالٰہیہ)

۳- چنانچہ اولیائے اُمت میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو کسی نہ کسی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندان امامت سے (اکتسابِ ولایت کے لئے) وابستہ نہ ہو۔'' (ہمعات)

۴- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں پہلا فرد جو ولایت کے (سب سے اعلیٰ واقویٰ طریق) بابِ جذب کا فاتح بنا اور جس نے اس مقام بلند پر (پہلا) قدم رکھا وہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے، اسی وجہ سے روحانیت وولایت کے مختلف طریقوں کے سلاسل آپ رضی اللہ عنہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۵- یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اب امت میں جسے بھی بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیض ولایت نصیب ہوتا ہے وہ یا تو نسبت علی مرتضیٰ سے نصیب ہوتا ہے یا نسبت غوث الاعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے، اس کے بغیر کوئی شخص مرتبہ ولایت پر فائز نہیں ہوسکتا۔ (ہمعات)

☆ واضح رہے کہ نسبت غوث الاعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی نسبت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی کا ایک باب اور اسی شمع کی ایک کرن ہے۔

۶- اس نکتہ کو شاہ اسماعیل دہلوی نے بھی بصراحت یوں لکھا ہے:

''حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے شیخین رضی اللہ عنہ پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت بلکہ قطبیت اور غوثیت اور

Marfat.com

ابدالیت اور انہی جیسے باقی جذبات ''آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک'' آپ ہی وساطت سے ہونا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں ...... اہل ولایت کے اکثر سلسلے بھی جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی کی طرف منسوب ہیں، پس قیامت کے دن بہت فرمانبرداروں کی وجہ سے جن میں اکثر بڑی بڑی شانوں والے اور عمدہ مرتبے والے ہوں گے۔ حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا لشکر اس رونق اور بزرگی سے دکھائی دے گا کہ اس مقام کا تماشہ دیکھنے والوں کے لئے یہ امر نہایت ہی تعجب کا باعث ہوگا۔ (صراطِ مستقیم، شاہ اسماعیل دہلوی) یہ فیض ولایت کہ اُمت محمدی میں جس کے منبع و سرچشمہ سیّدنا علی المرتضیٰ مقرر ہوئے۔ اس میں سیّدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی آپ کے ساتھ شریک کئے گئے ہیں اور پھر ان کی وساطت سے یہ سلسلہ ولایت کبریٰ اور غوثیت عظمیٰ ان بارہ ائمہ اہل بیت میں ترتیب سے چلایا گیا جن کے آخری فرد سیّدنا امام مہدی علیہ السلام ہیں جس طرح سیّدنا مولا علی رضی اللہ عنہ اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فاتح ولایت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ اسی طرح سیّدنا امام مہدی علیہ السلام امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خاتم ولایت کے درجہ پر فائز ہوں گے۔

۷- اس موضوع پر حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں: (ترجمہ)

''اور ایک راہ وہ ہے جو قربِ ولایت سے تعلق رکھتی ہے: اقطاب واوتاد اور بدلا اور نجباء اور عام اولیاء اللہ اس راہ سے واصل ہیں اور راہِ سلوک اسی راہ سے عبارت ہے، بلکہ متعارف جذبہ بھی اسی میں داخل ہے اور اس راہ میں توسط ثابت ہے اور اس راہ کے واصلین کے پیشوا اور ان کے سردار اور ان کے بزرگوں کے منبع فیض حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ عظیم الشان منصب ان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس راہ میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مبارک سر پر ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اس مقام میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر علیہ السلام اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجا و ماویٰ تھے۔ جیسا کہ

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ جسدی پیدائش کے بعد ہیں اور جسے بھی فیض وہدایت اس راہ سے پہنچی ان کے ذریعے سے پہنچی، کیونکہ وہ اس راہ کے آخری نقطہ کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز ان سے تعلق رکھتا ہے اور جب حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب ترتیب وار حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے سپرد ہوا اور ان کے بعد وہی منصب ائمہ اثنا عشرہ میں سے ہر ایک کو ترتیب وار اور تفصیل سے تفویض ہوا اور ان بزرگوں کے زمانہ میں اور اسی طرح ان کے انتقال کے بعد جس کسی کو بھی فیض اور ہدایت پہنچی ہے انہی بزرگوں کے ذریعے پہنچی ہے، اگرچہ اقطاب ونجبائے وقت ہی کیوں نہ ہوں اور سب کے ملجا و ماویٰ یہی بزرگ ہیں کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔'' (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)

☆ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام بھی کارِ ولایت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوں گے۔ (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ مقام غدیر خم پر ولایت علی رضی اللہ عنہ کے مضمون پر مشتمل اعلانِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حقیقت کو ابد الآباد تک کے لئے ثابت وظاہر کر دیا ہے کہ ولایت علی رضی اللہ عنہ درحقیقت ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے بعثت محمدی کے بعد نبوت ورسالت کا باب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا، لہٰذا تاقیامت فیض محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجرو تسلسل کے لئے باری تعالیٰ نے اُمت میں نئے دروازے اور راستے کھول دیئے جن میں کچھ کو مرتبہ ظاہر سے نوازا گیا اور کچھ کو مرتبہ باطن سے۔ مرتبہ باطن کا حامل راستہ ''ولایت'' قرار پایا اور اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ولایت عظمیٰ کے حامل سب سے پہلے امام برحق ...... مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔ پھر ولایت کا سلسلۃ الذہب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت اور آلِ اطہار میں ائمہ اثنا عشر (بارہ اماموں) میں جاری کیا گیا۔ ہر چندان کے علاوہ بھی ہزار ہا نفوس قدسیہ ہر زمانہ میں مرتبہ ولایت سے بہرہ یاب ہوتے رہے۔ قطبیت وغوثیت کے اعلیٰ وارفع مقامات پر فائز ہوتے رہے۔ اہل جہان کو انوار ولایت سے منور کرتے رہے اور کروڑوں انسانوں کو ہر صدی میں ظلمت وضلالت سے نکال کر نورِ باطن سے ہمکنار کرتے رہے، مگر ان سب کا فیض سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ ولایت سے بالواسطہ یا بلا واسطہ ماخوذ

Marfat.com

ومستفاد تھا۔ ولایت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی بھی بے نیاز اور آزاد نہ تھا۔ یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ تا آنکہ اُمت محمدی ﷺ میں آخری امام برحق اور مرکز ولایت کا ظہور ہو گا۔ یہ سیّدنا امام محمد مہدی علیہ السلام ہوں گے جو بارہویں امام بھی ہوں گے اور آخری خلیفہ بھی۔ ان کی ذاتِ اقدس میں ظاہر و باطن کے دونوں راستے جو پہلے جدا تھے مجتمع کر دیئے جائیں گے۔ یہ حامل ولایت بھی ہوں گے اور وارث خلافت بھی، ولایت اور خلافت کے دونوں مرتبے ان پر ختم کر دیئے جائیں گے۔

سو جو امام مہدی علیہ السلام کا منکر ہو گا وہ دین کی ظاہری اور باطنی دونوں حالتوں کا منکر ہو گا۔

یہ مظہریت محمدی ﷺ کی انتہا ہو گی اس لئے ان کا نام بھی ''محمد'' ہو گا اور ان کا ''خلق'' بھی محمدی ﷺ ہو گا تا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ یہ امام فیضان محمدی کے ظاہر و باطن دونوں وراثتوں کا امین ہے۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''جو امام مہدی علیہ السلام کی تکذیب کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔''

اس وقت روئے زمین کے تمام اولیاء کا مرجع آپ علیہ السلام ہوں گے اور اُمت محمدی ﷺ کا امام ہونے کے باعث سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی آپ علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ادا فرمائیں گے اور اس طرح اہل جہان میں آپ علیہ السلام کی امامت کا اعلان فرمائیں گے۔

سو ہم سب کو جان لینا چاہیئے کہ حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت مہدی الارض والسماء علیہ السلام ...... باپ اور بیٹا دونوں اللہ کے ولی اور رسول اللہ ﷺ کے وصی ہیں۔ انہیں تسلیم کرنا ہر صاحب ایمان پر واجب ہے۔

باری تعالیٰ ہمیں ان عظیم منابع ولایت سے اکتساب فیض کی توفیق مرحمت فرمائے۔

(آمین بجاہ سیّد المرسلین ﷺ)

(مقدمہ السیف الجلی علی منکر ولایت علی رضی اللہ عنہ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ)

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی نے اس کتاب میں اکیاون (۵۱) احادیث غدیر کو جمع فرمایا ہے۔

Marfat.com

مسلم اوّل شہ مرداں علی
عشق را سرمایہ ایماں علی

(حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

ذکر علی عبادۃ

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی عبادت ہے۔ (ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

علم، باب العلم رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں

۱- العلم ینجد، الحکمة ترشد

علم (عالم کو) بلند کر دیتا ہے اور حکمت (اس کے لئے) باعث رُشد و ہدایت ہوتی ہے۔

۲- العلم بالفهم

علم فہم کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی علم اس سے حاصل ہوتا ہے کہ صاحب علم کسی چیز کو اچھی طرح سمجھ لے اور اس کی تہہ تک پہنچ جائے۔

۳- العلم کنز

علم ایک خزانہ ہے۔

۴- العلم عز، الطاعةِ حرز

علم غلبہ اور عزت ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں دنیا و آخرت کے مہالک و شدائد سے پناہ ملتی ہے۔

۵- العلم دلیل

علم رہنما ہے یا حق تعالیٰ تک پہنچانے والا ہے۔

۶- العلم ینجیك، الجهلُ یُردیك

علم تجھے نجات دیتا ہے اور جہالت تجھے تباہ کرتی ہے۔

۷- العلم جلَالة، الجهالة ضلَالة

علم بزرگی ہے اور جہالت گمراہی۔

۸- العلم حیاة، الایمان نجاة

علم زندگی ہے اور ایمان نجات۔

Marfat.com

۹- العلم مجلّة، الجهل مُضَلّة

علم بزرگی کا محل ہے اور جہالت گمراہی کی جگہ، یا علم بزرگ کرنے والا ہے اور جہالت گمراہ کرنے والی ہے۔

۱۰- العلم بالعمل

علم عمل کے ساتھ ہوتا ہے۔

۱۱- العلم حِرزٌ

علم پناہ ہے۔ یعنی علم ایک ایسی پناہ ہے جو عالم کو دنیا اور آخرت کی آفات سے پناہ دیتی ہے۔

۱۲- العلم مُميت الجهل

علم جہالت کو مار دیتا ہے۔ یعنی علم سے جہالت جاتی رہتی ہے۔

۱۳- العلم زَينُ الْحَسَب

علم حسب کی زینت ہے۔ اور حسب اس امر کو کہتے ہیں جو کسی شخص کے لئے سرمایۂ شرف وافتخار ہوتا ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ علم جس حسب میں ہوگا اس کو زینت دے گا اور دوسرے شرفوں سے اس کو بلند وبالا کر دیتا ہے۔ اور اگر حسب سے مراد کرم ہو جیسا کہ بعض اہل لغت نے کہا ہے تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ علم جس وقت کرم کے ساتھ جمع ہوگا تو وہ اس کو زینت بخشے گا۔

۱۴- العلم افضل شرف

علم سب سے زیادہ فضیلت والا شرف ہے اور کوئی شرف وفضیلت اس کی برابری نہیں کرتی۔

۱۵- العلم مصباح العقل

علم عقل کا چراغ ہے۔ یعنی علم ایسا چراغ ہے کہ عقل نے اس کو روشن کیا ہے اور اس سے جہالت کی تاریکی کو زائل کیا ہے۔

۱۶- العلم خير دليل

Marfat.com

علم ایک بہترین رہنما ہے۔ یا مطلب تک بہترین (طور پر) پہنچانے والا ہے۔

۱۷- العلم اجل بضاعة

علم بہترین سرمایہ ہے۔ کیونکہ اُخروی سعادت کا سرمایہ ہے۔

۱۸- العلم اعظم کنز

علم سب سے بڑا خزانہ ہے اور ایسا خزانہ پایا نہیں جاسکتا۔

۱۹- العلم حیاة وشفاءٌ

علم زندگی ہے اور شفا ہے۔ یعنی علم حقیقی زندگی ہے اور معنوی امراض کے لئے شفاء۔

۲۰- العلم حجاب من الافات

علم آفات کو روکنے والا ہے۔ یعنی آخرت کی آفات اور بہت سی دنیاوی آفات کو۔

۲۱- العلم افضل قِنیة

علم وہ بہترین چیز ہے جو انسان کسب کرتا ہے۔

۲۲- العلم مَرکبُ الحلمْ

علم، حلم اور بردباری کی سواری ہے۔ یعنی جس کے پاس علم ہو گا وہ صاحب حلم بھی ہو گا۔

۲۳- العلم اصل کلِ خیر

علم ہر نیکی اور خیر کی جڑ ہے اور تمام نیکیاں علم کی شاخیں ہیں کیونکہ علم ہی تمام نیکیوں کا مصدر و ماخذ ہے۔

۲۴- العلم عنوان العقل

علم عقل کی نشانی ہے۔ جس کے پاس علم ہو گا وہ صاحب عقل ہو گا اور امور میں اس سے مشورہ کیا جاسکتا ہے۔

۲۵- العلم لقاح المعرفة

علم سے معرفت حاصل ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

۲۶- العلم یُنجدِ الفکر

Marfat.com

علم فکر کو قوت وجلا بخشتا ہے۔لہٰذا مشورے میں صاحب علم کی رائے کو بے علم کی رائے پر ترجیح دینی چاہئے۔

۲۷- العلم نِعمَ دلیل ۔

علم اچھا رہنما ہے۔یعنی سعادت و نیک بختی تک لے جانے والا ہے۔

۲۸- العلم قائد الحلم

علم حلم کا قائد ہے۔یعنی حلم کا باعث بنتا ہے۔

۲۹- العلم افضل هِدَايةٍ

علم سب سے اچھا رہنما ہے یا مطلب تک پہنچانے والا ہے۔

۳۰- العلم اصل الحلم والحلم فرعه

علم حلم کی جڑ ہے اور حلم اس کی شاخ ہے۔

۳۱- العلم اشرف هداية

علم سب سے برتر ہدایت ہے۔

۳۲- العلم قاتل الجهل

علم جہالت کو مٹا دیتا ہے۔

۳۳- العلم داعی الفهم

علم، فہم کو دعوت دینے والا ہے۔یعنی عالم ہمیشہ تحصیل علم میں لگا رہتا ہے۔جیسا کہ بعض احادیث میں آتا ہے کہ دو حریص کبھی سیر نہیں ہوتے۔ایک دنیا کا طالب، دوسرا علم کا طالب۔

۳۴- العلم لا ینتهی

علم کی انتہا نہیں۔

۳۵- العلم کثیر والعمل قلیل ۔

علم کثیر ہے اور عمل قلیل ہے۔مطلب یہ ہے کہ عمل کے ساتھ علم کم ہے اور وہ علم جو کارآمد ہے عمل کے ساتھ ہوتا ہے اور بغیر عمل علم کسی کام نہیں آتا۔

Marfat.com

۳۶- العلم کنز عظیم لا یفنی

علم ایک ایسا عظیم خزانہ ہے جو خرچ کرنے سے ختم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہوتا ہے۔

۳۷- العلم رُشد لمن عمل به

علم اس کے لئے ایک رُشد ہے جو اس پر عمل کرتا ہے۔

۳۸- العلم کله حجة الا ما عمل به

علم سب کا سب حجت ہے مگر وہ جس پر عمل کیا جاتا ہے۔

۳۹- العلم جمال لا یخفی ونسیب لا یخفی

علم ایک ایسا حسن ہے جو پوشیدہ نہیں رہتا اور ایسا اپنا ہے جو قربت کے تعلق کو قطع نہیں کرتا۔ اس کو ''خویش'' کہنا بر سبیل مجاز ہے اور جمال خلق وخلق کے حسن کا نام ہے۔

۴۰- العلم زین الاغنیاء وغنی الفقراء

علم اُمرا کی زینت ہے اور فقرأ کے لئے امارت ہے۔

۴۱- العلم یهدی الی الحق

علم حق کی طرف ہدایت کرتا ہے یعنی حق تک پہنچاتا ہے یا راہنمائی کرتا ہے۔

۴۲- العلم مصباح العقل وینبوع الفضل

علم عقل کا چراغ ہے اور مرتبہ کی بلندی کا چشمہ ہے۔

۴۳- العلم بلا عمل وبال

بغیر عمل کے علم وبال ہے۔ اور وبال کا معنی سختی ہے۔ یعنی علم بغیر عمل اس امر کا باعث ہو گا کہ ایسے شخص پر سختی کی جائے اور اس کے گناہ گراں ہو جائیں۔

۴۴- العلم اجدی الحیاتین ۔

علم دو زندگیوں میں سے ایک ہے۔ ایک حقیقی زندگی ہوتی ہے اور دوسرے علم بھی زندگی کا درجہ رکھتا ہے اگرچہ عالم کی وفات کے بعد ہو۔

۴۵- العلم افضل الانیسین

علم ان دو رفیقوں میں سے افضل ہے جن سے انسان محبت کرتا ہے۔ ان میں سے

Marfat.com

ایک علم ہوتا ہے اور دوسرا ہر رفیق۔

۴۶- العلم افضل الجمالین

علم دو جمالوں میں سے افضل ہوتا ہے۔ یعنی دوسری تمام خوبیوں سے یا ہر اس جمال سے جس کے ساتھ اس کا وزن کیا جاتا ہے اور جمال خلق وخلق کے حسن سے عبارت ہوتا ہے۔

۴۷- العلم بالله افضل العِلْمَین

اللہ کے ساتھ علم دو علموں میں سے افضل ہے۔ دو میں سے ایک اسی معنی میں مستعمل ہے جو پہلے فقروں میں مذکور ہوا ہے۔

۴۸- العلم وراثة كريمة ونعمة عميمة

علم ایک گرانبہا وراثت ہے کیونکہ جو صاحب علم ہوتا ہے، درحقیقت اس نے انبیاء اولیاء اور تمام علماء سے وراثت پائی ہے۔

۴۹- العلم ينجى من الاء رتباكِ فى الحيرة

علم حیرانی میں ڈوب جانے سے نجات دیتا ہے۔

۵۰- العلم يدل على العقل فمن علم عقل

علم عقل پر دلالت کرتا ہے پس جو کوئی علم رکھتا ہے عقل بھی رکھتا ہے۔

۵۱- العلم ثمرة الحكمة والصواب من فروعها

علم حکمت کا ثمر ہے اور صواب یعنی راست روکا۔ یا راست گوئی اس کی شاخیں ہیں۔

۵۲- العلم محيى النفس ومنيرا لعقل ومُميت الجهل

علم نفس کو زندہ کرنے والا ہے اس اعتبار سے کہ جاہل مردہ کے حکم میں شمار ہوتا ہے اور عقل کو روشن کرنے والا ہے، اور جہالت کو ختم کرنے والا ہے۔

۵۳- العلم افضل شرف من لا قديم له

علم اس کے لئے افضل شرف ہے جس کے لئے پہلے سے (کوئی شرف) نہ ہو۔

۵۴- العلم اكثر من ان يحاط به فخذوا من كل علم احسنهٗ

Marfat.com

علم اتنا وسیع ہے کہ اس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ تمام علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ پس ہر علم کا بہترین حصہ لے لو۔ یعنی اتنی مقدار جو نہایت ضروری ہو اور اس کا فائدہ بھی زیادہ ہو۔

۵۵۔ العلم حاکم و المال محکوم علیه

علم حاکم ہے اور مال اس کا محکوم ہے۔

۵۶۔ العلم یرشدك الی ما امرك الله به و الزهد یسهل لك الطریق الیه

جس کا اللہ تعالیٰ نے تجھے حکم دیا ہے، علم اس کی جانب تیری رہنمائی کرتا ہے اور زہد وترک دنیا تیرے لئے اس طرف جانے والے راستے کو آسان اور ہموار کرتا ہے۔

۵۷۔ العلم خیر من المال، العلم یحرسك و انت تحرس المال

علم مال سے بہتر ہے، علم تیری حفاظت کرتا ہے، لیکن مال کی تو حفاظت کرتا ہے۔

۵۸۔ العلم مقرون بالعمل فمن علم عمل

علم، عمل کے ساتھ ہوتا ہے، پس جو عالم ہو جاتا ہے وہ عمل بھی کرتا ہے۔

۵۹۔ العلم یهتف بالعمل فان اجابه وَاِلاّ ارتحل

علم، عمل کو آواز دیتا ہے۔ اگر اس نے اس پر کان دھرا اور اس کے پاس چلا گیا تو خوب، ورنہ علم بھی اس کے پاس سے رخصت ہو جاتا ہے۔

۶۰۔ العلم یرشدك و العمل یبلغ بك الغایة

علم تجھے راہ دکھاتا ہے اور عمل منتہائے مقصود تک پہنچاتا ہے۔

۶۱۔ العلم اول دلیل و المعرفة اخر نهایة

علم پہلا رہنما ہے اور معرفت یعنی خدا شناسی آخری حد ہے۔

۶۲۔ العلم علمان مطبوع ومسموع ولا ینفع المطبوع اذا لم یك مسموع

علم دو ہیں، مطبوع اور مسموع۔ مطبوع اس وقت تک فائدہ نہیں دیتا جب تک مسموع

Marfat.com

نہ ہو۔ مطبوع سے مراد ایسا علم ہے جو طبیعت اور سلیقہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے اور اس کا سراغ لگایا جا سکتا ہے۔ مثلاً علوم عربیت' اور مسموع سے مراد یہ ہے کہ اسے پیغمبر یا امام سے بالواسطہ طور پر سننا چاہئے۔ مثلاً علومِ شرعیہ۔ ظاہر ہے کہ علومِ شرعیہ مطلوب نہ ہوتے تو علومِ مطبوعہ کا کوئی فائدہ نہ ہوتا کیونکہ ان کا فائدہ یہ ہے کہ وہ علومِ مسموعہ (شرعیہ) کے کام آئیں۔

(نقوش رسول نمبر جلد نمبر 9 لاہور۔ صفحات ۲۳ تا ۲۸ من وعن اعراب کے بغیر)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

منظوم۔ شانِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پہ قسمت ہی بدل جاتی ہے لوگوں کی
جو آتے ہیں وہ بوبکر و علی بن کر نکلتے ہیں

علی نے خیبر کے در کو توڑا
علی نے مرحب کے سر کو پھوڑا
علی نے کعبے میں بت نہ چھوڑا
علی علی ہے علی علی ہے

بغیر حُبِّ علی مدعا نہیں ملتا
عبادتوں کا بھی ہرگز صلہ نہیں ملتا
خدا کے بندو! سنو غور سے خدا کی قسم
جسے علی نہیں ملتے اسے خدا نہیں ملتا

Marfat.com

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قرآن حکیم کے آئینے میں

ویسے تو قرآن مجید کی متعدد آیات حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان پر دلالت کرنے کے لئے نازل ہوئیں۔ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ''جس قدر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں کسی اور کے بارے میں نہیں اتریں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا ہی قول ہے:

(ترجمہ) ''حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں قرآن کریم کی تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔'' (ابن منظور، امام محمد بن مکرم، مختصر تاریخ دمشق، تصنیف: حافظ ابن عساکر، ابوالقاسم علی بن الحسین (م ۵۷۱ھ) جلد ۱۸، ص ۱۱- بیروت)

طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بھی موجود ہے۔

(ترجمہ) ''حضرت علی المرتضیٰ کے اٹھارہ مناقب (جزوی فضیلتیں اور خصائص) ایسے ہیں جو اس اُمت میں کسی اور کے نہیں۔''

(رسالہ الصبان ص 161)

☆ اور اس کے ساتھ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی پیش نظر رہے کہ: ''علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔''

(تاریخ الخلفاء، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ص 122)

کعبے سے پوچھ رتبۂ کرار ذی حشم
پھر دیکھ بو تراب ہے کس درجہ محترم

Marfat.com

تاہم چند آیات قرآن جو آپ رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان کے بارے میں نازل ہوئیں پیش کی جارہی ہیں:

۱- اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ○ (المائدہ۔55)

(ترجمہ) ''اللہ تعالیٰ، رسول پاک اور وہ اہل ایمان تمہارے دوست اور مددگار ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں درآں حالیکہ وہ اللہ کی بارگاہ میں جھکے ہوتے ہیں۔''

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حالت رکوع میں ایک بار سائل کو اپنی چاندی کی انگوٹھی اتار کر دے دی جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (مظہری بحوالہ طبرانی عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ)

۲- ھُوَالَّذِیْٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ○ (الانفال۔آیت 62)

(ترجمہ) ''وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی نصرت اور مومنوں سے''

یہاں مومنین سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مدد مراد ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق۔جلد ۱۸ص ۱۰)

۳- اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ج وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ○

(البقرۃ ۲۷۴)

(ترجمہ) ''جو لوگ اپنے مالوں کو دن اور رات میں، خفیہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں۔ ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے نہ ان کو خوف ہے اور نہ غم ہو گا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

Marfat.com

جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس صرف چار درہم تھے جن میں سے آپ نے ایک درہم دن کو، دوسرا رات کو، تیسرا چھپا کر اور چوتھا دکھا کر خرچ کیا۔

(درمنثور ص ۳۶۳ جلد اوّل۔ روح المعانی ص ۴۸ جلد اوّل، مظہری ص ۳۹۳، جلد اوّل، خزائن العرفان، ابن عساکر)

آ! مرتضیٰ کو دیکھ رکوع وسجود میں
بے مثل وبے نظیر، قیام وقعود میں
تائید حق کا عکس ہے جس کے وجود میں
شامل ہے جس کا ذکر ہمیشہ درود میں
جو دشت کو خزاں میں بہاریں عطا کرے
وہ جو بھکاریوں کو قطاریں عطا کرے

(یارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۶۴)

☆ ۴- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ○

(توبہ۔۱۱۹)

(ترجمہ) ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔''

اس آیت مبارکہ میں ''صادقین'' کی معیت سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سنگت اور معیت مراد ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق جلد ۱۸-ص ۱۰)

ملی نہ دولت عرفاں بجز نگاہِ علی رضی اللہ عنہ
امین رازِ نبوت ہے بارگاہِ علی رضی اللہ عنہ
پڑی ہے روئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کچھ اس عقیدت سے
کہ آج تک نہ کسی پر اٹھی نگاہِ علی
اٹھے گا عرصہ محشر میں سرخ رو اعظم رحمۃ اللہ علیہ
گدائے کوچہ شبیر و خیر خواہِ علی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

☆ ۵- اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ۝ (البینہ:۷)

(ترجمہ) ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے وہی تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تو اور تیرے ساتھی میدان محشر میں خوشی سے آئیں گے جبکہ تیرے دشمن ذلیل وخوار ہو کر پیش کئے جائیں گے۔

(نور الابصار، ص ۷۸ بحوالہ یارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع وارثان خلافت راشدہ)

فدائے طور ہو کیونکر گدائے کوئے نجف
ہزار طور بداماں ہے جلوہ گاہِ علی رضی اللہ عنہ
گنہگاروں کی بخشش کے دو وسیلے ہیں
نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لطف بے پناہ علی رضی اللہ عنہ
خوش نصیب کہ میرے لئے اڑا لائی
ہوائے کوئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غبار راہِ علی رضی اللہ عنہ
ہے ان کے ذکر سے آرائش سخن ورنہ
مرے خیال سے برتر ہے عزہ جاہِ علی رضی اللہ عنہ

(اعظم چشتی مرحوم)

☆ ۶- قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَبِرَحۡمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا ؕ

(یونس۔58)

(ترجمہ) ''(اے حبیب!) فرما دیجئے اللہ تعالیٰ کے ہی فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیئے کہ خوشی کریں۔''

اس آیت میں ''فضل اللہ'' سے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ''رحمتہ'' سے حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق ابن عساکر)

Marfat.com

☆ ۷- اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ط (توبہ:۱۹)

(ترجمہ) ''کیا تم نے طے کر لیا ہے کہ حاجیوں کو پانی پلانے والے اور مسجد حرام کی خدمت کرنے والے اس کی طرح ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے والا، مجاہد فی سبیل اللہ ہے! نہیں، ہرگز دونوں برابر نہیں ہو سکتے اللہ کے نزدیک۔''

تفسیر مظہری میں ابن جریر اور بغوی سے حسن، شعبی اور قرطبی سے، صاحب نور الابصار نے اسباب النزول کے حوالے سے بیان فرمایا ہے کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (حضرت علی، طلحہ بن شیبہ اور عباس بن عبدالمطلب) نے آپس میں اس طرح فخریہ کلمات کہے کہ طلحہ نے کہا: انا صاحب البیت ومفاتحہ بیدی۔ میں خانہ کعبہ کا متولی ہوں اور اس کی چابی میرے ہاتھ میں ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں زمزم کا متولی ہوں اور اس کا منتظم ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا: میں نے چھ ماہ (بقولِ صاحب تفسیر مظہری چھ سال) پہلے نماز پڑھی ہے اور میں مجاہد فی سبیل اللہ ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر مذکورہ آیت نازل فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برتری کا عرش و فرش پر اعلان فرما دیا۔

(نور الابصار ص ۷۷، مظہری زیر آیت مذکورہ، تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۱۱)

علی کا فکر، شعورِ حیات نو کی اساس
علی کا فقر، جہاں میں تونگری کا لباس
علی کا علم، دل آگہی، شکست قیاس
علی کا حلم، کرم گستری میں عدل شناس
بھٹک رہے ہو کہاں عاقبت گری کے لئے
علی کا نام ہی کافی ہے رہبری کے لئے

(یارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

Marfat.com

☆ ۸- اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ

(ھود۔۱۷)

(ترجمہ) ''تو کیا (ایسے منکر لوگ اس کی مثل ہو سکتے ہیں) جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے (ایک) گواہ (بھی) آ گیا ہو۔''

اس آیت کے تحت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''من کان علی بینۃ'' (جو روشن دلیل پر ہیں) سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے اور شاہد سے مراد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر پہلے پہل ایمان لائے اور آپ کی صداقت پر گواہی دی۔''

قارئین محتشم! حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کو شاہد کہنے کی ایک قوی وجہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ تمام کمالات ولایت کے مرکزی نقطہ اور قطب ولایت ہیں۔ اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قطعی اور روشن دلیل لے کر آئے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو یقینی طور پر ثابت کر رہی ہے ...... یہ روشن دلیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات، جن میں بڑا معجزہ قرآنِ کریم ہے اور وہ علوم ہیں جو بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے اولیاء کرام ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے (اتباع شریعت وطریقت میں) مشابہت رکھنے والے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے شاہد ہیں ...... کیونکہ اولیاء کرام کی کرامتیں درحقیقت رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ہیں اور اولیاء کرام کے الہامی اور کشفی علوم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعے سے حاصل ہونے والے علوم کا فیض ہیں۔ لہٰذا اولیاء کرام کی کرامات اور الہامی علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر شاہد ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد عالی شان ہے:

''میں حکمت کا شہر ہوں، علی اس کا دروازہ ہیں۔''

Marfat.com

نیز فرمانِ گرامی ہے:

''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، طالب کو دروازہ پر آنا چاہئے۔

ان دونوں احادیث مبارکہ میں اولیائے کرام کے علوم (معارف تصوف) کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جبکہ فقہی علوم میں تمام صحابہ، اُمت محمد یہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راہنما ہیں۔'' (تفسیر مظہری جلد ۵ ص ۶۷ بحوالہ مرتضیٰ مشکل کشا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ۔ ۸۱)

☆ ۹- سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ (المعارج۔۱)

(ترجمہ) ''سوال کیا سوال کرنے والے نے اس عذاب کے بارے میں جو (واقع) ہو کر رہے گا۔''

نور الابصار میں مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت امام ابو اسحاق ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے حوالے سے ایک واقعہ لکھا ہے کہ امام سفیان بن عینیہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: تو نے مجھ سے وہ سوال پوچھا ہے جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں پوچھا۔ نیز فرمایا۔ میرے والد نے امام جعفر صادق بن امام باقر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے بزرگوں سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب خم غدیر کے موقع پر اعلان فرمایا ''جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی بھی مولا ہے تو ایک شخص (حارث بن نعمان) کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ اونٹنی پر سوار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں توحید، رسالت، اقامت صلوۃ، ادائیگی زکوٰۃ، حج بیت اللہ اور رمضان کے روزوں کا حکم دیا۔ ہم یہ سارے کام بجا لائے اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا زاد کو ہم پر فضیلت دیتے ہوئے من کنت کا اعلان کر دیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا وحدہ لاشریک کی قسم یہ (اعلان) اللہ کی طرف سے ہے۔ وہ کہنے لگا! اے اللہ اگر یہ اعلان تیری طرف سے ہے تو ہم پر پتھروں کی بارش برسا دے۔'' یہ کہہ کر وہ سواری کی طرف چلا ابھی سواری کے پاس پہنچ بھی نہ پایا تھا کہ اس کی کھوپڑی پر ایک پتھر آ گرا اور نیچے (دُبر) کی طرف سے نکل گیا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(نور الابصار، ص ۸۷)

Marfat.com

رسول پاک کا میری طرف سلام آیا
مری زبان پہ جس دم علی کا نام آیا
امیر بزم ولایت خطاب ہے تیرا
حدیث ''جسمک جسمی'' ترا مقام آیا
وہ دو جہان کی دولت سے مالا مال ہوا
تیرے حضور جو بن کر تیرا غلام آیا
سیاہ کار ہوں آقا مگر یہ کیا کم ہے؟
کہ تیرے چاہنے والوں میں میرا نام آیا
علی کا نام ہی اعظم وہ اسم اعظم ہے
کہ جس کسی نے پکارا اسی کے کام آیا

☆ ۱۰۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ (الزمر۔۳۳)

(ترجمہ) ''اور وہ جو سچ لے کر تشریف لائے اور جنہوں نے اس کی تصدیق کی۔''

ایک قول کے مطابق اس آیت میں صدق بہ (جس نے تصدیق کی) سے مراد حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

☆ ۱۱۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ ۝ (الرعد۔۷)

(ترجمہ) ''آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کا راہنما ہوتا ہے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت کی روشنی میں ارشاد فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ! میں تو ڈرانے والا (منذر) ہوں اور تو ہادی (رہنما) ہے۔ تجھ سے ہدایت والے ہدایت لیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: قرآن پاک میں جہاں بھی اہل ایمان کو خطاب ہے سرفہرست علی المرتضیٰ ہیں جو امیر اور شرافت والے ہیں۔ (نور الابصار، ص ۷۸)

علی ہے منزل ادراک و آگہی کا نشان
علی ہے رونق ہنگامہ زمان ومکان

Marfat.com

علی کے دم سے دما دم رواں دواں یہ جہاں
علی کے دست کرم کی کرن کراں بہ کراں
اگر نجات کے طالب ہو تم ابد کے لئے
کبھی پکار کے دیکھو اسے مدد کے لئے

☆ ۱۲- وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ (محمد-۳۰)

(ترجمہ) ''اور آپ ضرور پہچان لیا کریں گے انہیں ان کے اندازِ گفتگو سے۔''

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض و عداوت کی بناء پر منافقین اپنے لب ولہجہ سے پہچانے جائیں گے۔ (مختصر تاریخ دمشق)

☆ ۱۳- وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۔ (الشعراء:۲۱۴)

(ترجمہ) ''اور اپنے قریب تر رشتہ داروں کو عذاب سے ڈرائیں۔''

سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان کو جمع کیا۔ تیس آدمی جمع ہوئے۔ انہوں نے کھایا اور پیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا میری طرف سے میرا قرض اپنے ذمہ کون لیتا ہے اور میرے وعدے کون پورے کرتا ہے جو ایسا کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ اور وہ اہل وعیال میں میرا نائب ہوگا تو میں نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (مجمع الزوائد)

؎ عباد کی آنکھوں میں ہے تنویر علی کی
زہاد کے سینوں میں ہے تاثیر علی کی
ہے حب علی حب پیمبر کی علامت
ایمان کی پہچان ہے توقیر علی کی

☆ ۱۴- فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ج (التحریم-۴)

(ترجمہ) ''(اے محبوب) یقیناً اللہ تعالیٰ اور جبریل امین اور نیک ایمان دار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار ہیں۔''

اس آیت میں ''صالح المومنین'' سے (بطورِ خاص) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مراد

Marfat.com

ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق جلد ۱۸ص ۱۰)

☆ ۱۵- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۝

(المجادلہ۔۱۲-۱۳)

(ترجمہ) ''اے ایمان والو! جب تم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی آہستہ بات کرنا چاہو تو اپنی گزارش سے قبل کچھ صدقہ دے لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر اور پاکیزہ تر ہے۔ پھر اگر تمہیں صدقہ میسر نہ ہو تو اللہ بخشنے والا رحیم ہے۔ کیا تم (اپنی غربت کے سبب) اس سے ڈرے کہ اپنی عرض سے قبل صدقہ پیش کرو تو جب تم نے ایسا نہ کیا اور اللہ نے بھی اسے معاف کر دیا (منسوخ کر دیا) تو نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو۔ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔''

اس آیت مبارکہ کا نزول اس لئے ہوا کہ جب مالدار لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض و معروض کا سلسلہ لمبا کیا تو فقراء کو دقت محسوس ہوئی۔ اللہ نے عرض سے قبل صدقہ کرنے کا حکم فرما دیا۔ اس حکم پر صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا اور ایک دینار صدقہ کرنے کے بعد بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئے اور سوالات پوچھے۔ ابھی وہ وہاں سے اٹھے بھی نہ تھے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ (عامہ کتب تفسیر) گویا قرآن میں یہ وہ آیت ہے جس پر عمل کرنے والے صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس آیت کے تحت مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دس مسائل پوچھے اور پھر یہ حکم منسوخ ہوا۔ جس پر صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہی عمل کرنے کا موقع ملا۔ وہ دس مسائل یہ ہیں۔ عرض کیا: حضور،

Marfat.com

۱- وفا کیا ہے؟ فرمایا: توحید اور توحید کی شہادت دینا
۲- عرض کیا فساد کیا ہے؟ فرمایا: کفر و شرک
۳- عرض کیا حق کیا ہے؟ فرمایا: اسلام، قرآن اور ولایت جب تجھے ملے
۴- عرض کیا حیلہ (یعنی تدبیر) کیا ہے؟ فرمایا: ترکِ حیلہ
۵- عرض کیا مجھ پر کیا لازم ہے؟ فرمایا: اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
۶- عرض کیا اللہ تعالیٰ سے کیسے دعا مانگوں؟ فرمایا: صدق و یقین کے ساتھ
۷- عرض کیا کیا مانگوں؟ فرمایا۔ عافیت۔ ایک روایت میں عاقبت کا لفظ ہے۔
۸- عرض کیا اپنی نجات کیسے کروں؟ فرمایا: حلال کھا اور سچ بول
۹- عرض کیا سرور کیا ہے؟ فرمایا: جنت
۱۰- عرض کیا راحت کیا ہے؟ فرمایا: اللہ کا دیدار

جب ان کیلئے خاص ہے جنت کی بشارت
کیا خلد نہیں ہو گئی جاگیر علی کی
ہارون کو موسیٰ نے کیا جیسے خلیفہ
ایسی تو کی شاہ نے توقیر علی کی
کر دیتی تھی اک دم میں شجاعوں کا بڑا کھیت
خوں ریز جہاں سوز وہ شمشیر علی کی
فضل ان کے احادیث میں وارد ہوئے اجمل
کرتی ہے صفت آیہ تطہیر علی کی

☆ ۱۶- وَّ تَعِیَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ۝ (الحاقۃ-۱۲)
(ترجمہ) ''اور محفوظ رکھیں اسے یادرکھنے والے کان۔''

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا، میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی ہے کہ تجھے اس آیت کا مصداق بنادے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

Marfat.com

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا کے بعد آپ ﷺ سے سنی ہوئی کوئی بات مجھے نہیں بھولی۔''

(تفسیر ابن جریر۔جلد 29 ص 35)(بحوالہ مرتضیٰ مشکل کشا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ)

☆ ۱۷- فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ كُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ كُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ o (آل عمران۔61)

(ترجمہ) ''تو اے رسول خدا ﷺ آپ (عیسائیوں سے) فرمادیں کہ ہم اپنے بیٹے لاتے ہیں۔تم اپنے بیٹے لاؤ۔ہم اپنی عورتیں لاتے ہیں تم اپنی عورتیں لاؤ۔ہم خود آتے ہیں تم بھی خود آجاؤ۔پھر اللہ سے دعا کرتے ہیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کرتے ہیں۔''

اس آیت کے نزول کے متعلق ذخیرۂ حدیث میں احادیث وروایات کا انبار موجود ہے۔جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نجران کے عیسائی رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور توحید خداوندی پر بحث کی۔آپ ﷺ نے دلائل وبراہین سے توحید پر روشنی ڈالی مگر وہ نہ مانے۔تب اللہ نے مذکورہ آیت اتاری کہ اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو آئیں مباہلہ کرلیں پھر جو جھوٹا ہوگا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔چنانچہ حضرت محمد ﷺ، حضرت علی رضی اللہ عنہ المرتضیٰ شیر خدا، سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا خاتونِ جنت اور اپنے نواسوں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو لے کر اور بعض روایات کے مطابق اپنی بعض مطہرات کو بھی لے کر مباہلہ کے لئے نکلے۔ادھر سے عیسائی بھی نکلے مگر اس نورانی قافلے کو دیکھ کر واپس پلٹ گئے اور کہنے لگے۔خدا کی قسم ہم ایسے چہرے دیکھ رہے ہیں کہ اگر وہ خدا سے دعا کردیں کہ اس پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دے تو وہ ہٹا دے گا۔اس طرح وہ تمام میدان سے بھاگ گئے اور حق کو فتح حاصل ہوئی۔

اس آیت میں تین الفاظ ہیں۔ ابنائنا، نسائنا اور انفسنا یعنی ہم اپنے بیٹوں، عورتوں اور خود اپنے آپ کو لے کر آئے ہیں۔چنانچہ ''ابنائنا'' کے تحت آپ ﷺ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو لے کر آئے کیونکہ اس وقت آپ ﷺ کا کوئی حقیقی بیٹا نہیں تھا۔یہ

Marfat.com

۹ ہجری کی بات ہے ''نسائنا'' کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو لے کر آئے۔ باقی بیٹیوں کو اس لئے نہ لے جا سکے کہ وہ اس سے قبل فوت ہوگئی تھیں جبکہ آخری لفظ ''وانفسنا'' کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تشریف لائے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو لے کر آئے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا کا بہت بڑا اعزاز و امتیاز اور عظیم خصوصیت وفضیلت ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ وغیرہ کو بھی لے جا سکتے تھے کیونکہ وہ بھی سسر یا داماد کا تعلق رکھتے تھے مگر یہ ایسا موقع تھا کہ رشتے میں قریب ترین افراد کو لے جانا مقصود تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے قریب ترین رشتہ رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہے مددگار علی کا
محبوب خدا بھی ہے طرف دار علی کا
وہ پھول حسین اور حسن جس میں کھلے ہیں
دنیا میں ہے بس اک وہ گلزار علی کا
فرمایا نبی نے یہ احادیث میں سن لو
منجملہ عبادات ہے دیدارِ علی کا

☆ ۱۸ - وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

(توبہ۔۱۰۰)

(ترجمہ) ''اور سبقت لے جانے والے پہلے لوگ مہاجرین وانصار میں سے اور وہ لوگ جنہوں نے اخلاص سے ان کی پیروی کی۔ خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے۔ اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی

Marfat.com

ہیں۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ عظیم کامیابی ہے۔"

یہ آیت بلاشبہ ان لوگوں پر صادق آتی ہے جو ظہورِ اسلام کے بہت ابتدائی دور میں داخل اسلام ہوئے جن میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سرفہرست تھے۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ رضی اللہ عنہ بھی "السابقون الاوّلون" میں شامل ہیں بلکہ بعض روایات کے مطابق آپ ہی سب سے پہلے مسلمان ہیں اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ بچوں میں سب سے پہلے مسلمان بہرحال آپ رضی اللہ عنہ ہیں۔

فرمایا علی مجھ سے ہے اور میں ہوں علی سے
ہے کتنا فزوں مرتبہ سرکار علی کا
فرمایا کہ میرا ہے عدو دشمن حیدر
میرا ہے طلب گار، طلب گار علی کا
جس سینہ کو مس کے دعا کی ہے نبی نے
وہ سینہ ہے گنجینہ اسرار علی کا
مولا کی عداوت ہے منافق کی علامت
مومن ہے باخلاص طلب گار علی کا
خالی نہیں پھرتا ہے جہاں سے کوئی سائل
واللہ وہ دربار ہے دربار علی کا
اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے خلافت ہوئی ان کی
یہ فضل نہیں قابل انکار علی کا
تھے اپنے زمانے میں یہی افضل اصحاب
اجمل یہ شرف ہے میرے سرکار علی کا

(یارانِ مصطفیٰ مع وارثان خلافت راشدہ ص 672)

☆ ۱۹ - اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ

Marfat.com

يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ○ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ○ (الدھر۔5 تا 9)

(ترجمہ) ''بے شک نیک لوگ ایسے جام سے پئیں گے جس کا پانی کافور سے ملا ہوگا۔ وہ ایسا چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اور اسے جہاں چاہیں گے بہالے جائیں گے۔ وہ اپنی نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیلا ہوا ہے۔ وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تمہیں اللہ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں نہ ہم اس کا تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔''

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف حوالہ جات سے لکھا ہے کہ یہ آیات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ مطہرہ سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا خاتونِ جنت اور آپ رضی اللہ عنہا کی لونڈی فضہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ حسن وحسین رضی اللہ عنہما دونوں بچے بیمار ہوگئے تو انہوں نے تین روزوں کی نذر مانی۔ اللہ نے انہیں صحت دی تو روزہ رکھنے کی نذر پوری کرنے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سحری وافطاری کے لئے ایک یہودی سے تین صاع جو لائے۔ خاتون جنت نے تینوں دن ایک ایک صاع بوقت افطار پکایا اور روٹیاں سامنے رکھی ہی تھیں کہ پہلے دن کسی نے باہر سے آواز لگائی میں یتیم ہوں۔ انہوں نے وہ کھانا اسے دے دیا۔ دوسرے دن افطار کے وقت پھر کوئی پکارا میں مسکین ہوں۔ انہوں نے وہ کھانا اسے دے دیا اور تیسرے دن کوئی پکارنے والا کہہ رہا تھا کہ میں قیدی ہوں۔ آج ہی رہا ہوا ہوں مجھے کھانا چاہئے۔ انہوں نے وہ کھانا اسے پکڑا دیا۔ (عظمت اہل بیت رسول بحوالہ درمنثور فی التفسیر بالماثور)

جس قلب میں ہو حب نبی اُلفت شیخین
واللہ وہی کرتا ہے توقیر علی کی
دشمن ہے وہ اللہ ونبی وخلفاء کا
کرتا ہے جو ادنیٰ سی بھی تحقیر علی کی

Marfat.com

حیراں کیا کرتی ادیب وخطباء کو
بے ساختہ ہوتی تھی جو تقریر علی کی
سرکار نے خیبر میں دیا فتح کا جھنڈا
اس روز تو فائق ہوئی تقدیر علی کی

☆ ۲۰- ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل۔۷۵)

(ترجمہ) ''بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال (وہ یہ کہ) ایک بندہ ہے جو مملوک ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور (اس کے مقابلہ میں) ایک وہ بندہ ہے جسے ہم نے رزق دیا اپنی جناب پاک سے رزق حسن۔ پس وہ خرچ کرتا رہتا ہے اس سے پوشیدہ طور پر اور علانیہ طور پر (اب تم ہی بتاؤ) کیا یہ برابر ہیں۔ الحمد للہ! (حقیقت حال واضح ہوگئی) بلکہ ان میں سے اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔''

اس آیت سے یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے سب بندے ایک ہی حیثیت کے نہیں۔ بعض وہ ہیں جو زرخرید غلام کی طرح ہیں (بے بس، بے اختیار، مفلس ونادار) اور بے فیض ہیں اور کچھ مقبول ومحبوب بندے ہیں جو من رزقناہ رزقا حسنا کی عنایت سے بہرہ ور ہیں اور فھو ینفق منه سرا کی شان رفیع کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے خزانوں سے انہیں مالا مال فرمادیا ہے۔ ظاہری اور باطنی نعمتوں سے ان کا دامن بھر دیا ہے۔ علمی اور روحانی فتوحات کی ان پر موسلا دھار بارش کی ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ شاہ اسماعیل صاحب دہلوی نے اپنی کتاب ''صراطِ مستقیم'' میں اسد اللہ الغالب سیّدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے۔

(ترجمہ) ''کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مبارک زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم

Marfat.com

ہونے تک قطبیت، غوثیت، ابدالیت اور دیگر مدارج ولایت سب آپ کے واسطہ سے عطا ہوتے ہیں۔ نیز بادشاہوں کی سلطنت اور امراء کی امارت میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کی ہمت کو بڑا دخل ہے اور یہ حقیقت عالم ملکوت کے سیاحوں پر مخفی نہیں۔''

دوسری جگہ اولیائے کاملین کے متعلق لکھتے ہیں:

(ترجمہ) ''یعنی اسی طرح ان عالی مرتبت اولیاء کرام کو عالم مثال وشہادت میں تصرف کرنے کا مطلق اذن مرحمت ہو چکا ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن ج ۲ ص ۵۸۷-۵۸۸)

جسے علی کی ولایت کا اعتراف نہیں
ہزار سجدے کرے کوئی گناہ معاف نہیں
بدن میں حج کا احرام دل میں بغض علی
یہ کعبہ پاک کے پھیرے تو ہیں طواف نہیں

☆☆☆☆☆

Marfat.com

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ (الاحزاب۔۳۳)

''اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے، ہر قسم کی ناپاکی اور تمہیں اچھی طرح پاک کر کے خوب پاکیزہ کر دے۔''

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور رسولِ خدا

- علی رضی اللہ عنہ دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہیں۔
- علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ میری طرف سے ادائے فرائض یا تو میں کر سکتا ہوں یا علی رضی اللہ عنہ
- علی رضی اللہ عنہ میری اصل ہیں۔
- علی رضی اللہ عنہ میرے علوم کا ظرف ہیں۔
- علی رضی اللہ عنہ میرے لئے ایسے ہیں جیسے میرا سر میرے بدن کے لئے۔
- علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور وہ ہر مومن کا ولی ہے۔
- علی رضی اللہ عنہ میرے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کریں گے اور میرے قرضوں کو ادا کریں گے۔
- علی رضی اللہ عنہ میرے رازوں کے خزینہ دار ہیں۔
- علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور علی رضی اللہ عنہ ہر مومن کا دوست اور مددگار ہے۔ (بروایت عمر بن حصین)
- علی رضی اللہ عنہ کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو مجھے اپنے پروردگار سے ہے۔
- علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مجھ سے ایسا رشتہ ہے جیسے میری روح کو میرے بدن سے۔
- علی رضی اللہ عنہ باب خطہ جیسے ہیں جو شخص اس میں داخل ہوا وہ مومن، اور جو اس سے باہر نکلا وہ کافر۔
- علی رضی اللہ عنہ جنت میں یوں درخشاں ہوں گے جیسے ستارۂ صبح دنیا والوں کے لئے۔
- علی رضی اللہ عنہ مومنین کے سردار ہیں۔
- علی رضی اللہ عنہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں

Marfat.com

گے یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر پہنچیں۔

○ علی رضی اللہ عنہ تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہیں۔ جس نے شک کیا وہ کافر ہوا۔

○ علی رضی اللہ عنہ کی ہڈیوں تک میں ایمان بھرا ہوا ہے۔

○ علی رضی اللہ عنہ بروزِ قیامت میرے حوض کے مالک ہوں گے۔

○ علی رضی اللہ عنہ ہم سب میں بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔

○ علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کرو کہ خدا کی قسم خدا کے بارے میں یا راہِ خدا میں علی رضی اللہ عنہ بہت سخت ہے۔

○ علی رضی اللہ عنہ کی محبت نفاق سے دوری ہے۔

○ علی رضی اللہ عنہ کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔

○ علی رضی اللہ عنہ کی محبت وہ نیکی ہے کہ اس کے ہوتے کوئی بدی ضرر نہیں پہنچاتی۔

○ علی رضی اللہ عنہ کی دشمنی وہ بدی ہے جس کے ہوتے کوئی نیکی فائدہ بخش نہیں۔

○ علی رضی اللہ عنہ کی محبت آتش جہنم سے رہائی ہے۔

○ علی رضی اللہ عنہ کا اس اُمت پر بعینہٖ ایسا ہی حق ہے جس طرح باپ کا حق بیٹے پر۔

○ علی رضی اللہ عنہ سے منافق محبت نہیں کرتے اور مومن علی رضی اللہ عنہ سے بغض و عداوت نہیں رکھتا۔

○ علی رضی اللہ عنہ جنت کے لوگوں پر اس طرح چمکے گا جس طرح صبح کا ستارہ دنیا کے لوگوں پر چمکتا ہے۔ (بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ)

○ علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور سب سے پہلے مجھ سے حوض پر قیامت کے روز مصافحہ کرے گا۔

○ میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔

○ جنت تین شخصوں کی مشتاق ہے: علی رضی اللہ عنہ اور عمار رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ۔

○ اے خدا! علی رضی اللہ عنہ کی جو عزت کرے تو بھی اسے عزت دے۔

○ تمہارے ناموں میں سزاوار تر نام ابوتراب ہے۔

○ میں شہر علم ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔ جو شخص مدینہ میں آنا چاہے وہ پہلے

Marfat.com

دروازے پر آئے۔

- اے علی رضی اللہ عنہ! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔
- خداوند عالم ہر روز و شب ملائکہ پر علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ فخر و مباہات کرتا ہے۔
- میرے بعد تمام اُمت میں سب سے بڑھ کر عالم علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔
- تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں بہتر فیصلہ کرنے والے علی رضی اللہ عنہ ہیں۔
- اے علی رضی اللہ عنہ! تم میرے داماد ہو اور میرے جگر گوشوں کے باپ ہو اور میں تم سے ہوں تم مجھ سے ہو۔
- خداوند! مدد کر اس کی جو علی رضی اللہ عنہ کی مدد کرے اور ذلیل و خوار کر اسے جو علی رضی اللہ عنہ کی مدد سے گریز کرے۔
- خداوند! حق کو ادھر گردش دے جدھر علی رضی اللہ عنہ گردش کریں۔
- خداوند عالم نے ہر نبی کی ذرّیت اس کے صلب میں ودیعت کی ہے اور میری ذریت علی رضی اللہ عنہ کے صلب میں قرار دی۔
- حق اس کے ساتھ ہے یعنی علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔
- میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیوں کا خاتم اور علی رضی اللہ عنہ وصیوں کے خاتم ہیں۔
- میں اور علی رضی اللہ عنہ بندگانِ خدا پر خدا کی حجت ہیں۔
- میں اور علی رضی اللہ عنہ ایک درخت سے ہیں۔
- سب سے پہلے میرے ساتھ علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔
- جو شخص علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے اس سے کہہ دو کہ جنت میں جانے کے لئے تیار رہے۔
- اگر علی رضی اللہ عنہ نہ پیدا ہوئے ہوتے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کوئی کفو نہ ہوتا۔
- خداوند! علی رضی اللہ عنہ کی زبان کو استواری دے اور اس کے دل کی ہدایت فرما۔
- جس نے علی رضی اللہ عنہ سے حسد کیا اس نے مجھ سے حسد کیا اور جس نے مجھ سے حسد کیا وہ کافر ہوا۔
- اے علی رضی اللہ عنہ! جنت میں تمہارے لئے ایک خزانہ ہے اور تم اس کے دونوں کنارے لو

Marfat.com

گے۔

○ اے علی رضی اللہ عنہ! ہم اور تم ایک ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جنت میں داخل ہوں گے۔

○ اے علی رضی اللہ عنہ! اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد کے مومنین پہچانے نہ جاتے۔

○ جس شخص کا میں دوست ہوں، علی رضی اللہ عنہ اس کا دوست ہے۔ (بروایت زید بن ارقم)

○ جس شخص نے علی رضی اللہ عنہ کو برا کہا مجھ کو برا کہا۔ (بروایت اُمّ سلمہ)

○ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ نے (مسجد نبوی کے اندر) تمام لوگوں کے گھروں کے دروازوں کو بند کرا دیا مگر علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ مسجد کی طرف باقی رہا۔

○ اے علی رضی اللہ عنہ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہاری منزل جنت میں میری منزل کے برابر ہو گی۔

○ اے علی رضی اللہ عنہ! تم میرے داماد، میرے فرزندوں کے باپ ہو، میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔

○ جنت چار شخصوں کی مشتاق ہے: علی رضی اللہ عنہ، سلمان رضی اللہ عنہ، ابوذر رضی اللہ عنہ اور مقداد رضی اللہ عنہ۔

○ حوضِ کوثر پر روزِ قیامت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سب سے پہلے پہنچنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے اسلام لائے۔

○ تمہارے بارے میں دو شخص ہلاک و برباد ہوں گے، محبت میں حد سے گزر جانے والا، دوسرے جھوٹا اور بہتان باندھنے والا۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان فرمایا: ''میرے اصحاب میں سب سے زیادہ تلا فیصلہ کرنے والے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔''

○ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا: ''تم اگر علی رضی اللہ عنہ کو امیر و حاکم بناؤ تو انہیں ہدایت یافتہ پاؤ گے۔''

○ اے علی رضی اللہ عنہ! تم پہلے وہ شخص ہو جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤ گے اور میرے بعد بغیر حساب کے داخل جنت ہو گے۔

○ میرا ہاتھ اور علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے۔

Marfat.com

○ ہر نبی کے لئے ایک وصی اور وارث ہوا کرتا ہے اور علی رضی اللہ عنہ میرے وصی اور وارث ہیں۔

○ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے علی رضی اللہ عنہ! تیرے لئے جنت میں وہ چیز ہے کہ اگر تمام روئے زمین کے لوگوں پر تقسیم کی جائے تو بچ رہے۔''

(بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ)

○ قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے خلیل ہونے کے باعث لباس پہنایا جائے گا۔ پھر میری برگزیدگی کی وجہ سے مجھے اور پھر علی رضی اللہ عنہ کو۔

(بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما)

○ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! میں تمہارے لئے بھی وہ پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے اور تمہارے لئے بھی وہی باتیں مجھے ناپسند ہیں جنہیں میں خود اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔

○ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔

(بروایت حضرت ابراہیم بن سعد رضی اللہ عنہ)

○ علی رضی اللہ عنہ نیکوکاروں کے امام اور بدکاروں کو موت کے گھاٹ اتارنے والے ہیں۔ جس نے علی رضی اللہ عنہ کی مدد کی وہ کامیاب و فتح یاب ہوا اور جس نے علی رضی اللہ عنہ کی مدد سے گریز کیا وہ بے یار و مددگار رہا۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: اے میرے اصحاب! معراج کی رات مجھے سب گھر دکھائے گئے (جنت میں) کہ میرے گھر سے کس قدر فاصلہ رکھتے ہیں۔ اے علی رضی اللہ عنہ! تو راضی نہیں ہوتا کہ تیرا گھر میرے گھر کے مقابل ہوگا۔

(طبرانی بروایت عبداللہ بن ابی اوفی)

○ تین باتیں جس کسی میں ہوں گی وہ نہ مجھ سے ہے اور نہ میں اس سے ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ کی دشمنی، اہل بیت کی عداوت اور یہ کہنا کہ ایمان محض زبانی اقرار ہے۔

Marfat.com

○ خداوند عالم نے جس مومن کے دل میں بھی علی رضی اللہ عنہ کی محبت راسخ کر دی ہے وہ بروزِ قیامت پل صراط پر ثابت قدم ہوگا اس کا قدم کبھی بھی پھسلے گا نہیں۔

○ علی رضی اللہ عنہ تم میں عیسیٰ کا نمونہ ہے کہ یہودیوں نے ان سے عداوت برتی یہاں تک کہ ان کی ماں کو متہم کیا اور نصاریٰ نے دوست رکھا تو اس دوستی میں اتنے بڑھ گئے کہ ان کو اس درجہ تک پہنچا دیا جس درجے پر وہ واقعتاً فائز نہ تھے۔

○ حبشی بن حیادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میری جانب سے کوئی عہد نہ کرے اور نہ کوئی معاہدہ کرے مگر میں خود یا میری جانب سے علی رضی اللہ عنہ۔''

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر کہیں بھیجا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے چلے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے کہا: ''اے اللہ! مجھ کو اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ تو مجھے علی رضی اللہ عنہ کو نہ دکھا دے۔''

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے: اے علی رضی اللہ عنہ! تحقیق خدا تعالیٰ نے تجھے اور تیری اولاد کو اور تیرے اہل کو اور تیرے دوستوں کو بخش دیا ہے۔ پس تو خوش ہو کہ تو انزع اور بطین ہے۔'' (بروایت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ)

○ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے اصحابِ جنت کا ذکر کر رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔''

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے: علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ قیامت کے روز میرے حوض کے صاحب ہوں گے۔ اس پر آسمان کے ستاروں کی تعداد کے موافق پیالے ہوں گے۔ میرے حوض کی وسعت جابیہ سے صفا تک ہوگی۔

(دیلمی بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ)

○ ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: ''اے علی رضی اللہ عنہ!

Marfat.com

تیرے پاس قیامت کے روز جنت کے عصاؤں میں سے ایک عصا ہوگا تو اس سے منافقوں کو حوض سے ہانکے گا۔"

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے "اے میرے اصحاب! معراج کی رات مجھے سب کے گھر دکھائے گئے (جنت میں) کہ میرے گھر سے کس قدر فاصلہ رکھتے ہیں۔ اے علی رضی اللہ عنہ! تو راضی نہیں ہوتا کہ تیرا گھر میرے گھر کے مقابل ہوگا؟"

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "عنقریب تمہارے ایک فرزند پیدا ہوگا، میں اسے اپنا نام اور کنیت دونوں عطا کرتا ہوں، یہ دونوں چیزیں اس کے علاوہ کسی اور کے لئے (بیک وقت) جائز نہیں۔"

○ خداوند عالم نے مجھے چار شخصوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ وہ بھی ان چار شخصوں سے محبت رکھتا ہے ان چاروں میں سے ایک علی رضی اللہ عنہ ہیں اور باقی ابوذر، مقداد اور سلمان ہیں۔

○ اے علی رضی اللہ عنہ! جس نے مجھ سے جدائی اختیار کی اس نے خدا سے جدائی اختیار کی اور جس نے تم سے جدائی اختیار کی اس نے مجھ سے جدائی اختیار کی۔

○ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا: "تو میرے لئے ایسا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے۔ اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"

(بروایت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ)

○ اللہ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا اور تحقیق میرا محل جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے محل کے مقابل ہوگا اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا محل میرے محل اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے محل کے درمیان میں ہوگا۔ پس مبارک ہے وہ حبیب جو دو خلیلوں کے درمیان ہوگا۔ (بروایت حذیفہ رضی اللہ عنہ)

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو کپڑے پہنائے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ جب وہ آئے ان کے چہرے پر خفگی پائی جاتی تھی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: "اے علی رضی اللہ عنہ! کیا تم راضی نہیں کہ جب مجھے

Marfat.com

لباس پہنایا جائے گا تمہیں بھی دیا جائے گا۔" (بروایت ابوسعید خدری)

○ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنکھوں میں آنسو بھرے خدمت پیغمبر میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یا رسول اللہ! آپ نے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا، ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا اور میرا کسی کے ساتھ بھائی چارہ نہ کیا۔" رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میرے بھائی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہو۔"

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: "اپنے کو کیسا پا رہی ہو؟" انہوں نے کہا: "خدا کی قسم میرا رنج بہت زیادہ، میری فاقہ کشی بہت سخت اور بیماری بہت طویل ہے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہارا بیاہ ایسے شخص سے کیا جو میری اُمت میں سب سے پہلے ایمان لایا، سب سے بڑھ کر عالم اور سب سے بڑھ کر حلم والا ہے۔"

○ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے پاس ایک بھنا ہوا پرندہ رکھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: "اے اللہ! تو میرے پاس اس شخص کو بھیج جو تجھ کو اپنی مخلوقات میں بہت پیارا ہو تا کہ وہ میرے ساتھ اس پرند کو کھائے۔" اس دعا کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور آپ کے ساتھ پرند کا گوشت کھایا۔

○ طائف کے دن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ نے علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے سرگوشی کی۔ جب ان باتوں میں دیر ہوگئی تو لوگوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا کے بیٹے سے دیر تک سرگوشی کی۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ نے یہ سن کر فرمایا: "میں نے سرگوشی نہیں کی خدا نے ان سے سرگوشی کی ہے۔" (بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ)

○ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگی۔ جب وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے انس! جانتے ہو جبریل کیا وحی لے کر آئے تھے۔ خداوند عالم کے پاس

Marfat.com

سے؟ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ قربان، جبریل کیا وحی لے کر آئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو علی رضی اللہ عنہ سے بیاہ دوں۔''

○ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چار خصوصیتیں ایسی حاصل ہیں جو کسی کو نصیب نہیں ہوئیں۔ آپ اہل عرب واہل عجم دونوں میں پہلے وہ شخص ہیں جس نے پیغمبر کے ساتھ نماز پڑھی۔ ہر جنگ میں علم لشکر آپ کے ہاتھ میں رہا اور اس موقع پر جبکہ سبھی پیغمبر کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے بس آپ ہی پیغمبر کے پاس موجود رہے اور آپ نے پیغمبر کو غسل وکفن دیا اور قبر میں اتارا۔

○ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز مجھ سے فرمایا کہ اے انس رضی اللہ عنہ! جو شخص سب سے پہلے میرے پاس آئے گا وہ مومنوں کا امیر اور مسلمانوں کا سردار اور وصیوں کا خاتم اور سفید ہاتھ اور منہ والوں کا پیشوا ہوگا۔ اچانک جناب امیر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت نے پوچھا: انس رضی اللہ عنہ! یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا: علی رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ نے فرمایا: دروازہ کھول دے۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ جناب امیر علیہ السلام حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔

○ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پیغمبر خدا ایک روز سیاہ بالوں کی منقش چادر اوڑھے باہر سے تشریف لائے۔ پھر حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی چادر میں لے لیا۔ پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے وہ بھی چادر میں داخل ہو گئے۔ پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی چادر میں لے لیا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ آئے۔ آپ نے ان کو بھی چادر میں لے لیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اے پیغمبر کے اہل بیت! خدا تو بس یہی چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کی برائی سے دور رکھے اور جو پاک وپاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا ہی پاک وپاکیزہ رکھے۔''

○ میں تمہیں بتاؤں کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت شخص کون ہیں؟ ہم نے عرض

Marfat.com

کیا ''ارشاد فرمائیں۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''قوم ِثمود کا سرخ رنگ کا آدمی جس نے ناقۂ صالح کو قتل کیا۔ دوسرا وہ جو تمہیں تلوار کی ضرب لگائے گا۔'' یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر کے اگلے حصہ پر ہاتھ رکھا ''یہاں تک کہ اس کے خون سے اس داڑھی کو (آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی ہاتھ میں لے کر کہا) تر کرے گا۔''

- اے علی رضی اللہ عنہ! تمہارے لئے میں نے خداوند عالم سے پانچ باتوں کا سوال کیا۔ ایک سوال قبول نہ ہوا باقی چار باتیں خداوند عالم نے مجھے عطا فرمائیں۔ میں نے خدا سے سوال کیا کہ میری اُمت کو میرے بعد تمہارے اوپر متفق ومتحد کر دے تو خدا نے یہ سوال قبول نہ کیا اور جو باتیں قبول فرمائیں وہ یہ کہ سب سے پہلے بروز قیامت ہم اور تم زمین سے ایک ساتھ برآمد ہوں گے۔ تم لوائے لیے میرے آگے آگے رہو گے اور اوّلین وآخرین سب سے آگے اور یہ بات مجھے عطا کی کہ تم میرے بعد مومنین کے حاکم وامیر ہو گے۔

- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب میرے والد (حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ) زخمی ہو گئے اور انہوں نے مشورت کے لئے حکم دیا، ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگے: ''مجھ کو تکیہ لگا دو۔'' پھر فرمایا: ''رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے، اے علی رضی اللہ عنہ! اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے اور داخل ہو جا قیامت کے دن میرے ساتھ جہاں میں داخل ہوں۔''

- حج سے فارغ ہو کر واپس ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستہ میں ایک مقام پر ٹھہر گئے اور آپ نے باجماعت کا اعلان فرمایا۔ نماز کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور لوگوں سے خطاب کر کے کہا ''کیا میں تمام مومنین کی جانوں پر ان سے زیادہ مالک ومتصرف نہیں ہوں؟'' لوگوں نے کہا ''بے شک'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ''کیا میں ہر مومن کی جان پر اس سے زیادہ حکومت واختیار نہیں رکھتا؟'' لوگوں نے کہا ''بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ مالک وحاکم ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''جس کا میں مالک وحاکم ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے حاکم ہیں۔ خداوند! تو دوست رکھ اسے جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو علی رضی اللہ عنہ کو دشمن رکھے۔''

- ابو بریدہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا خداوند عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں چار شخصوں کو دوست رکھوں، اور خداوند عالم نے مجھے یہ بھی خبر دی ہے کہ خود وہ ان چاروں کو دوست رکھتا ہے۔ لوگوں نے کہا: یا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان چاروں کے نام ہمیں بھی بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''علی رضی اللہ عنہ ان میں سے ہیں۔'' یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا ''اور ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں، مقداد رضی اللہ عنہ ہیں اور سلمان رضی اللہ عنہ ہیں، خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان سے محبت رکھوں اور خداوند عالم نے مجھے اس کی بھی خبر دی ہے کہ وہ ان چاروں کو دوست رکھتا ہے۔''
- اے علی رضی اللہ عنہ! خداوند عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنے سے تمہیں قریب کروں اور تمہیں علوم تعلیم کروں تاکہ تم یاد رکھو۔ اور یہ آیت نازل ہوئی، ''یاد رکھتے ہیں اسے یاد رکھنے والے کان۔'' تو تم ہی میرے علوم کے لئے یاد رکھنے والے کان ہو۔ ارشادِ خداوند عالم کہ ''یاد رکھتے ہیں اسے یاد رکھنے والے کان'' کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا نے ارشاد فرمایا: ''میں نے خداوند عالم سے سوال کیا کہ اسے تمہارے کان قرار دے۔'' چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی دعا کا یہ نتیجہ ہے کہ میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ بھی سنا بھولا نہیں۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غدیر خم میں قیام پذیر ہوئے (غدیر خم ایک مقام کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے) تو علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا: ''کیا تم کو معلوم ہے کہ مومنوں کے نزدیک میں ان کی جانوں سے زیادہ عزیز اور بہتر ہوں؟'' لوگوں نے عرض کیا: ''ہاں'' پھر آپ نے فرمایا: ''جس شخص کا میں مولا ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کا مولا ہے۔ اے اللہ! تو اس شخص کو دوست رکھ جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے اور اس شخص کو اپنا دشمن خیال کر جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے۔'' اس واقعہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''ابو

Marfat.com

طالب کے بیٹے! خوش رہو، تم صبح اور شام ہر وقت ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کے دوست اور محبوب ہو۔" (بروایت براٗبن عازب و زید بن ارقم)

○ اے علی رضی اللہ عنہ! بروز قیامت تم اور تمہاری اولاد موتی و یاقوت کے رنگ برنگے گھوڑوں پر سوار آؤ گے۔ خدا تمہیں جنت میں جانے کو کہے گا اور لوگ دیکھتے رہیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور علی رضی اللہ عنہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مدینہ کے اندر چلے ہمارا گزر ایک باغ سے ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کتنا اچھا باغ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں تمہارا باغ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ سات باغوں سے گزرے۔ ہر باغ کو دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا اچھا باغ ہے اور ہر مرتبہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں تمہارا باغ اس باغ سے کہیں بہتر ہے۔

○ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس سیّد عرب کو بلاؤ۔" مطلب یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ خود سیّد عرب نہیں؟ فرمایا: "میں تو جملہ بنی آدم کا سردار ہوں۔" جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں انصار کو بلانے کے لئے بھیجا۔ جب انصار پہنچے تو آپ نے فرمایا: "اے گروہِ انصار! میں تمہیں ایسے شخص کی نشان دہی نہ کروں جس کا دامن اگر تم مضبوطی سے پکڑو تو کبھی گمراہ نہ ہو؟" لوگوں نے کہا: "ضرور یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ!" آپ نے فرمایا: "وہ شخص یہ علی رضی اللہ عنہ ہے۔ جس طرح مجھے محبوب رکھتے ہو اسی طرح اس علی رضی اللہ عنہ کو بھی محبوب رکھو اور جیسی میری عزت کرتے ہو اسی طرح علی رضی اللہ عنہ کی بھی عزت کرو۔ یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے جبریل علیہ السلام یہ سب باتیں کہہ گئے ہیں۔"

○ براٗ بن عازب سے روایت ہے حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو لشکر روانہ کئے، ایک کا سردار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا دوسرے کا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اور ارشاد فرمایا کہ جب جنگ چھڑ جائے تو دونوں لشکروں کے سردار علی رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے۔

Marfat.com

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قلعہ فتح کیا اور مالِ غنیمت سے ایک کنیز اپنے لئے لے لی۔ خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں میرے ہاتھوں شکایتی خط لکھ بھیجا۔ میں خط لے کر خدمت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ خط ملاحظہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوست رکھتے ہوں اور وہ بھی خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہو، اس کے متعلق تم کیسا خیال رکھتے ہو؟'' میں نے عرض کی: ''میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غضب سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں تو پیامبر ہوں۔'' یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے۔

- اے علی رضی اللہ عنہ! میں نے اپنے پروردگار سے تمہارے لئے پانچ باتوں کا سوال کیا اور خداوند عالم نے میرے پانچوں سوال پورے کئے۔ پہلا سوال تو یہ کیا، جب زمین فنا ہونے کے بعد دوبارہ قائم ہو اور میں سر سے خاک جھاڑتا برآمد ہوں تو تم میرے ساتھ ساتھ ہو۔ یہ سوال خداوند عالم نے پورا کیا۔ دوسرا سوال یہ کیا، خداوند عالم مجھے میزان کے پلڑوں کے پاس ٹھہرائے اور تم بھی میرے پاس ہو۔ یہ سوال بھی خدا نے پورا کیا۔ تیسرا سوال یہ کہ تمہیں کو میرے جھنڈے کا اٹھانے والا قرار دے۔ خداوند عالم نے یہ درخواست بھی منظور کی۔ چوتھا سوال یہ کیا کہ میری اُمت کو میرے حوضِ کوثر سے سیراب کرو۔ خدا نے اسے بھی منظور کرلیا۔ پانچواں سوال یہ کہ خداوند عالم تمہیں میری اُمت کو جنت کی طرف لے جانے والا قرار دے۔ خداوند عالم نے یہ سوال بھی قبول کیا۔ پس خداوند عالم کا حمد وشکر کہ میری التجائیں منظور فرما کر مجھے ممنونِ کرم فرمایا۔

- اے علی رضی اللہ عنہ! بروزِ قیامت ہم لوگوں کے سوا کوئی سوار نہ ہوگا بس ہم ہی چار سوار ہوں گے۔ انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے سوال کیا ''یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں وہ چار آدمی کون ہیں؟'' آپ نے فرمایا کہ میں

Marfat.com

براق پر سوار ہوں گا اور میرے بھائی صالح پیغمبر اپنے ناقہ پر سوار ہوں گے جسے قتل کیا گیا تھا اور میرے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ میرے ناقہ پر سوار ہوں گے اور میرے بھائی علی رضی اللہ عنہ جنت کے ناقوں میں سے ایک ناقہ پر سوار ہوں گے اور ان کے ہاتھ میں لواء حمد ہوگا اور وہ اعلان کرتے جائیں گے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بنی آدم کہیں گے یہ یقیناً مقرب فرشتہ یا نبی مرسل یا حامل عرش ہے۔ اس پر عرش کے فرشتے کہیں گے: ''اے بنی آدم! یہ نہ تو ملک مقرب ہے نہ نبی مرسل نہ حامل عرش بلکہ یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔''

○ سرورِ کائنات نے ایک لشکر روانہ کیا اور اس کا سردار علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ فوج کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ آپ نے ایک کنیز حاصل کی۔ لوگوں نے اس بات کو ناپسند کیا اور چار شخصوں نے آپس میں معاہدہ کیا کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو علی رضی اللہ عنہ کی اس حرکت سے انہیں آگاہ کریں گے۔ مسلمانوں کا طریقہ یہ تھا کہ جب سفر سے پلٹتے تو سب سے پہلے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوتے اس کے بعد اپنے اپنے گھروں کو جاتے۔ جب یہ لشکر پلٹ کر آیا تو حسب دستور مسلمان لشکری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ جن چار شخصوں نے آپس میں علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کرنے کے متعلق معاہدہ کیا تھا، ان میں سے ایک اٹھ کر کھڑا ہوا اور عرض کی: ''یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ! آپ علی رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھتے کہ انہوں نے ایسا ایسا کیا۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر دوسرا شخص اٹھا اس نے بھی وہی بات دہرائی اور اس مرتبہ بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منہ پھیر لیا۔ پھر تیسرا اٹھا اس نے بھی پہلے دونوں کی طرح شکایت کی۔ اس مرتبہ بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منہ پھیر لیا۔ چوتھا اُٹھا اس نے بھی وہی شکایت کی۔ اس مرتبہ رسول اللہ مڑے اور برہمی کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے سے ہویدا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگ علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا چاہتے ہو، علی رضی اللہ عنہ کے متعلق

Marfat.com

تمہارا کیا ارادہ ہے، علی رضی اللہ عنہ کے متعلق تم کیا خیال کرتے ہو؟ یقیناً علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں، اور وہ میرے بعد ہر مومن کے حاکم ہیں۔"

- علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پانچ خواہشیں میری ایسی پوری ہوئیں جو دنیا و مافیہا سے بڑھ کر مجھے محبوب ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ قیامت میں خداوند عالم کے حضور علی رضی اللہ عنہ میرا سہارا ہوں گے۔ میں ان پر فراغت حساب تک تکیہ کئے رہوں گا۔ دوسری بات یہ کہ علم ان کے ہاتھوں میں ہوگا۔ آدم علیہ السلام اور اولادِ آدم سب کے سب اس کے سایہ تلے ہوں گے۔ تیسری بات یہ کہ علی رضی اللہ عنہ حوضِ کوثر کے بیچوں بیچ ہوں گے اور میری اُمت میں سے جسے پہچانتے ہوں گے اسے سیراب کریں گے۔ چوتھی بات یہ کہ کفن و دفن میرا علی رضی اللہ عنہ ہی کریں گے اور حضوریٔ پروردگار کی پہلی منزل تک پہنچائیں گے۔ پانچویں بات یہ کہ علی رضی اللہ عنہ کے متعلق مجھے یہ قطعی خوف نہیں کہ وہ عفت کے بعد بدکاری اور ایمان کے بعد کفر کو اختیار کریں گے۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو کلیجہ سے لگایا، ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رخساروں تک بہہ رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بلند آواز سے فرمایا: اے مسلمانو! یہ مہاجرین وانصار کا رئیس ہے۔ یہ میرا بھائی ہے، میرے چچا کا بیٹا، میرا داماد ہے۔ یہ میرا گوشت ہے، میرا خون ہے، میرا پوست ہے، یہ میرے جگر گوشوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا باپ ہے۔ یہ مصیبتوں کا مجھ سے دور کرنے والا ہے۔ یہ خدا کا شیر ہے اور [illegible] پر اس کی تلوار ہے دشمنوں کے لئے۔ جو لوگ اسے دشمن رکھیں ان پر خدا کی لعنت [illegible] کرنے والوں کی لعنت۔ خداوند عالم اس کے دشمن سے بیزار اور میں بھی [illegible] اب جو شخص خدا سے اور مجھ سے بری رہنا چاہتا ہو وہ علی رضی اللہ عنہ سے [illegible] پیغام موجود و غیر موجود لوگوں کو پہنچا دیں۔
- عامر بن سعد کہتے ہیں کہ میرے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی [illegible] دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہیں۔ جب انہوں نے انکار کیا تو حضرت امیر معاویہ رضی [illegible]

Marfat.com

نے کہا: "کیا چیز تمہیں روک رہی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہنے سے؟" سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جب تک تین باتیں جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمائی ہیں مجھے یاد رہیں گی میں ہرگز انہیں برا نہیں کہہ سکتا۔ اگر ان تین باتوں سے ایک بات بھی مجھے حاصل ہوتی تو میرے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی (میں نے خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرماتے سنا جب آپ کسی جنگ (تبوک) میں تشریف لے جا رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام چھوڑے جا رہے تھے) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ تو پیغمبر خدا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی سوائے اس کے کہ نبوت کا سلسلہ میرے بعد ختم ہے۔

۲- خیبر کے دن سرورِ کائنات، فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں ایسے مرد کو علم دوں گا جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہے۔ اور جسے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوست رکھتے ہیں۔" اس پر ہم لوگوں نے دراز ہو کر اپنے کو دکھانا شروع کیا مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ علی رضی اللہ عنہ آئے حالانکہ انہیں آشوبِ چشم کی تکلیف تھی۔ آپ نے اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھوں میں لگایا اور انہیں علم لشکر مرحمت فرمایا اور خداوند عالم نے ان کے ہاتھوں پر فتح عنایت کی۔

علی رضی اللہ عنہ! تم کو تین باتیں ایسی ملیں کہ کسی کو بھی نہیں ملیں۔ یہاں تک کہ خود مجھے بھی نہیں ملیں: تمہیں میرے جیسا خسر دیا گیا اور یہ بات مجھے نصیب نہیں ہوئی، مجھے تمہارے ایسا خسر نہیں ملا۔ تمہیں میری بیٹی ایسی صدیقہ بیوی ملی اور مجھے نہ ملی۔ حسن وحسین رضی اللہ عنہما تمہارے صلب سے پیدا ہوئے، مجھے ایسے فرزند نصیب نہیں ہوئے لیکن تم سب مجھ سے ہو اور میں تم لوگوں سے۔

(نقوش رسول نمبر جلد نمبر 9۔ لاہور صفحات ۱۳ے تا ۲۲ے من وعن)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

ان کان رفضاً حب آلِ محمدٍ فلیشهد

الثلقلان انی رافضی

(حضرت امام شافعی قدس سرہ العزیز

دیوان امام شافعی، قافیہ ض، ص ۹۳)

''اگر اہل بیت کرام کی محبت رفض ہے تو جن وانس گواہ رہیں بے شک میں رافضی ہوں۔''

Marfat.com

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینے میں

۱- ایک انصاری شخص ابوحمزہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیر کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی اور منگل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔(ترمذی)

۳- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ اُمت میں سب سے پہلے حوضِ کوثر پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والے اسلام لانے میں سب سے اوّل علی بن ابی طالب ہیں۔(طبرانی، ہیثمی، امام ابن ابی شیبہ)

۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کردوں۔

(امام طبرانی۔المعجم الکبیر)

۵- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ جبرئیل امین ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تمہاری شادی کردی ہے اور تمہارے نکاح پر (ملاء اعلیٰ میں) چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس نکاح میں شریک کیا اور شجر ہائے طوبیٰ سے فرمایا ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو، پھر دلکش آنکھوں والی حوریں ان موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں۔جنہیں (تقریب نکاح میں شرکت

Marfat.com

کرنے والے) فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو بطورِ تحائف دیتے رہیں گے۔'' (طبری)

۶- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیت مباہلہ ''آپ فرما دیں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔'' نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم السلام کو بلایا اور پھر فرمایا: یا اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔'' (مسلم، ترمذی)

۷- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چھ ماہ تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول رہا کہ جب نماز فجر کے لئے نکلتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس سے گزرتے ہوئے فرماتے: اے اہل بیت! نماز قائم کرو (اور پھر یہ آیت مبارکہ پڑھتے)......اے اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر طرح کی آلودگی دور کر دے اور تم کو خوب پاک وصاف کر دے۔'' (ترمذی)

۸- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔''اے محبوب! فرما دیجئے کہ میں تم سے صرف اپنی قرابت کے ساتھ محبت کا سوال کرتا ہوں۔'' تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت والے کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹوں (حسن اور حسین) (طبرانی، معجم الکبیر)

۹- حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے دونوں قدم اس وقت تک اگلے جہان میں نہیں پڑتے جب تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے، اس کے جسم کے بارے میں کہ اس نے اسے کس طرح کے اعمال میں بوسیدہ کیا؟ اور اس کی عمر کے بارے میں کہ کس حال میں اسے ختم کیا؟ اور اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے یہ کہاں سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا؟ اور اہل بیت کی محبت کے بارے میں؟ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (یعنی اہل بیت کی) محبت کی کیا علامت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

نے اپنا دست اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شانے پر مارا (کہ یہ محبت کی علامت ہے)

(طبرانی۔ المعجم الاوسط)

۱۰۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس کا میں ولی ہوں اس کا علی ولی ہے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (حضرت علی رضی اللہ عنہ سے) یہ فرماتے ہوئے سنا: تم میرے لئے اسی طرح ہو جیسے ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (غزوہ خیبر کے موقع پر) یہ بھی فرماتے ہوئے سنا: میں آج اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔'' (ابن ماجہ)

۱۱۔ (خود) حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے دن فرمایا: ''جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔''

(احمد۔ طبرانی فی المعجم الاوسط)

۱۲۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز میں حالت رکوع میں تھے۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کھینچی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی سائل کو عطا فرما دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر دی۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ''بے شک تمہارا (مددگار) دوست اللہ اور اس کا رسول ہی ہے اور (ساتھ) وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ (اللہ کے حضور عاجزی سے) جھکنے والے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا: ''جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے، اے اللہ! جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔'' (امام احمد۔ امام حاکم۔ امام طبرانی)

۱۳۔ (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) آگاہ رہو! بے شک اللہ میرا ولی ہے اور میں ہر مومن کا ولی ہوں، پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ (حسام الدین ہندی)

Marfat.com

۱۴- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ایک طویل روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی ہے۔ (ترندی)

۱۵- حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا ہوگا جو علی کی شان میں گستاخی کرتے ہیں! (جان لو) جو علی کی گستاخی کرتا ہے وہ میری گستاخی کرتا ہے اور جو علی سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ بے شک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اس کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی ہے اور میری تخلیق ابراہیم کی مٹی سے، اور میں ابراہیم سے افضل ہوں۔ ہم میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں اللہ تعالیٰ یہ ساری باتیں سننے اور جاننے والا ہے...... وہ میرے بعد تم سب کا ولی ہے۔ (بریدہ بیان کرتے ہیں کہ) میں نے کہا: یارسول اللہ! کچھ وقت عنایت فرمائیے اور اپنا ہاتھ بڑھائیں، میں تجدید اسلام کی بیعت کرنا چاہتا ہوں (اور) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہ ہوا یہاں تک کہ میں نے اسلام پر (دوبارہ) بیعت کر لی۔ (طبرانی)

۱۶- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی معاملہ میں جھگڑا کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے اور تیرے درمیان یہ بیٹھا ہوا آدمی فیصلہ کرے گا......اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا..... تو اس آدمی نے کہا یہ بڑے پیٹ والا (ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اٹھے، اسے گریبان سے پکڑا یہاں تک کہ اسے زمین سے اوپر اٹھالیا، پھر فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ تو جسے حقیر گردانتا ہے وہ میرے اور ہر مسلمان کے مولیٰ ہیں۔ (محب الدین طبری)

۱۷- حضرت سالم سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا: (کیا وجہ ہے کہ) آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا (امتیازی) برتاؤ کرتے ہیں جو آپ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عموماً نہیں کرتے؟ (اس پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جواباً) فرمایا: وہ (علی) تو میرے مولا (آقا) ہیں۔ (محب الدین طبری)

Marfat.com

۱۸- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار ومہاجرین کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھائی چارہ قائم فرمایا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہو۔'' (ترمذی)

۱۹- حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور میرا قرض میری طرف سے سوائے علی کے کوئی نہیں ادا کرسکتا۔ (ابن ماجہ)

۲۰- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں چھوڑ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (متفق علیہ)

۲۱- حضرت عبداللہ بن عمرو بن ہند جملی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز مانگتا تو آپ مجھے عطا فرماتے اور اگر خاموش رہتا تو بھی پہلے مجھے ہی دیتے۔ (ترمذی)

۲۲- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ طائف کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے سرگوشی کی۔ لوگ کہنے لگے آج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ کافی دیر تک سرگوشی کی ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہیں کی بلکہ اللہ نے خود ان سے سرگوشی کی ہے۔
(اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا)

''اس قول کا معنی کہ ''بلکہ اللہ نے ان سے سرگوشی کی'' یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا

Marfat.com

کہ ان کے کان میں کچھ کہوں۔"

۲۳- حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہے تھے کہ یا اللہ مجھے اس وقت موت نہ دینا جب تک میں علی کو (واپس بخیر وعافیت) نہ دیکھ لوں۔ (ترمذی)

۲۴- حضرت حنش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مینڈھوں کی قربانی کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ میں ان کی طرف سے بھی قربانی کروں لہٰذا میں ان کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ (ابوداؤد)

۲۵- حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ناراضگی کے عالم میں ہوتے تو ہم میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی کو کلام کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ (طبرانی۔ حاکم)

۲۶- حضرت عبداللہ بن نجی الحضرمی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے ایک طویل روایت بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں میرا ایک خاص مقام ومرتبہ تھا جو مخلوقات میں سے کسی اور کا نہیں تھا۔ (احمد)

۲۷- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پرندے کا گوشت تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی یا اللہ! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص میرے پاس بھیج تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وہ گوشت تناول کیا۔ (ترمذی)

۲۸- حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (ترمذی)

Marfat.com

۲۹- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی شکایت کی۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! علی کی شکایت نہ کرو، اللہ کی قسم وہ اللہ کی ذات میں یا اللہ کے راستہ میں بہت سخت ہے۔

(احمد۔ حاکم)

۳۰- حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ بھیجا، جب وہ واپس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبرئیل آپ رضی اللہ عنہ سے راضی ہیں۔ (طبرانی۔ المعجم الکبیر)

۳۱- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پکڑے اور فرمایا: جو مجھ سے محبت کرے گا اور ان دونوں سے اور ان دونوں کے والد (یعنی علی رضی اللہ عنہ) اور دونوں کی والدہ (یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے محبت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (ترمذی)

۳۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری (یعنی علی کی) طرف دیکھ کر فرمایا اے علی! تو دنیا و آخرت میں سردار ہے۔ تیرا محبوب میرا محبوب ہے اور میرا محبوب اللہ کا محبوب ہے اور تیرا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور اس کے لئے بربادی ہے جو میرے بعد تمہارے ساتھ بغض رکھے گا۔ (امام حاکم)

۳۳- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تجھ سے محبت کرنے والا مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور تجھ سے بغض رکھنے والا مجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔ (طبرانی۔ المعجم الکبیر)

۳۴- حضرت زر بن جیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا (اور اس سے اناج اور نباتات اُگائے) اور جس

Marfat.com

نے جانداروں کو پیدا کیا، حضور نبی اُمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجھ سے عہد ہے کہ مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور صرف منافق ہی مجھ سے بغض رکھے گا۔ (مسلم شریف)

۳۵- امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے اپنے نانا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابوبکر اور عمر کو گالی نہ دو پس بے شک وہ دونوں اوّلین و آخرین میں سے ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں سوائے نبیوں اور مرسلین کے اور حسن اور حسین کو بھی گالی نہ دو بے شک وہ نوجوان جنتیوں کے سردار ہیں اور علی کو گالی نہ دو پس بے شک جو علی کو گالی دیتا ہے وہ مجھے گالی دیتا ہے اور جو مجھے گالی دیتا ہے وہ اللہ کو گالی دیتا ہے۔ (ابن عساکر)

۳۶- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم انصار لوگ، منافقین کو ان کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض کی وجہ سے پہچانتے تھے۔ (ترمذی)

۳۷- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے ان کی بادشاہت انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ان کے برے سلوک کی وجہ سے چھین لی اور بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ اس اُمت سے اس کی بادشاہت کو علی کے ساتھ بغض کی وجہ سے چھین لے گا۔ (دیلمی)

۳۸- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور علی عرب کے سردار ہیں۔ (امام حاکم)

۳۹- حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مٹی پر سو رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو سب ناموں میں سے ابوتراب کا زیادہ حق دار ہے تو ابوتراب ہے۔ (طبرانی۔ المعجم الاوسط)

۴۰- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کی کنیت سے نوازا۔ پس یہ کنیت انہیں سب کنیتوں سے زیادہ محبوب تھی۔ (بزار)

۴۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ خیبر کے دوران مجھے بلا

Marfat.com

بھیجا اور مجھے آشوب چشم تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے آشوب چشم ہے۔ پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: اے اللہ! اس سے گرمی و سردی کو دور کر دے۔ پس اس دن کے بعد میں نے نہ تو گرمی اور نہ ہی سردی محسوس کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: میں ضرور بالضرور یہ جھنڈا اس آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ (امام احمد)

۴۲- حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر کے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعہ خیبر کا دروازہ اٹھا لیا یہاں تک کہ مسلمان قلعہ پر چڑھ گئے اور اسے فتح کر لیا اور یہ آزمودہ بات ہے کہ اس دروازے کو چالیس آدمی مل کر اٹھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ)

۴۳- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سمیت ہر معرکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمبردار تھے۔ (طبقات ابن سعد)

۴۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔ (ترمذی)

۴۵- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ (ترمذی)

۴۶- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ لہٰذا جو اس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس دروازے سے آئے۔ (امام حاکم)

۴۷- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں قرآن کی ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے، کس جگہ اور کس پر نازل ہوئی۔ بے شک میرے رب نے مجھے بہت زیادہ سمجھ والا دل اور فصیح زبان عطا فرمائی ہے۔ (طبقات ابن سعد، حلیۃ الاولیاء ابونعیم)

۴۸- حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ سے کتاب

Marfat.com

اللہ کے بارے میں سوال کرو پس بے شک کوئی بھی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ دن کو نازل ہوئی یا رات کو، پہاڑ پر نازل ہوئی یا میدان میں۔ (طبقات ابن سعد)

۴۹- حضرت ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اہل مدینہ میں سے سب سے اچھا فیصلہ فرمانے والا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔ (حاکم)

۵۰- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علی ہم سب سے بہتر اور صائب فیصلہ فرمانے والے ہیں اور ابی بن کعب ہم سے بڑھ کر قاری ہیں۔ (حاکم)

۵۱- حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس ناقابل حل اور مشکل مسئلہ سے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں ہوتے تھے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

۵۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کے چہرے کو تکنا عبادت ہے۔ (حاکم۔طبرانی)

۵۳- حضرت عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (حاکم)

۵۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کا ذکر بھی عبادت ہے۔ (دیلمی)

۵۵- حضرت عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دے رہے تھے تو کہتے تھے یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما کر اور زندہ رہ کر دونوں حالتوں میں پاکیزہ تھے۔ (طبقات ابن سعد)

۵۶- حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے

Marfat.com

حراء (پہاڑ) پرسکون رہو۔ پس بے شک تجھ پر نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے (اور کوئی نہیں) راوی بیان کرتے ہیں کہ اس پہاڑ پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ (مسلم شریف)

۵۷- حضرت ابوطفیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی تو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی بھی آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دفعہ اس کو واپس بھیج دیا، جب وہ تیسری مرتبہ آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بدبخت کو کون روکے گا؟ پھر فرمایا: ضرور بالضرور اس (داڑھی کو) خضاب کیا جائے گا یا خون سے رنگا جائے گا یعنی سر کے خون سے میری داڑھی سرخ ہوگی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ دو شعر پڑھے۔

تو موت کے لئے کمر بستہ ہو
بے شک موت تجھے آنے والی ہے
اور قتل سے خوفزدہ نہ ہو
جب وہ تیری وادی میں اتر آئے

''خدا کی قسم یہ حضور نبی اُمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میرے ساتھ عہد ہے۔ (طبقات ابن سعد)

۵۸- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا تو راضی نہیں کہ میں نے تیرا نکاح اُمت میں سب سے پہلے اسلام لانے والے، سب سے زیادہ علم والے اور سب سے زیادہ بردبار شخص سے کیا ہے۔

(امام احمد)

۵۹- حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ علی اور قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ دونوں کبھی بھی جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر (اکٹھے) آئیں گے۔ (طبرانی)

۶۰- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا لوگ جدا جدا نسب سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ میں اور

Marfat.com

علی ایک ہی نسب سے ہیں۔ (طبرانی)

۶۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سبقت لے جانے والے تین ہیں۔ حضرت موسیٰ کی طرف (ان پر ایمان لاکر) سبقت لے جانے والے حضرت یوشع بن نون ہیں، حضرت عیسیٰ کی طرف سبقت لے جانے والے صاحب یاسین ہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سبقت لے جانے والے علی ابن ابی طالب ہیں۔ (طبرانی)

۶۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا یہ علی بن ابی طالب ہے اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے۔ اور یہ میرے لئے ایسے ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (طبرانی۔ المعجم الکبیر)

۶۳- حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج وحی کے ذریعے مجھے علی کی تین صفات کی خبر دی یہ کہ وہ تمام مومنین کے سردار ہیں، متقین کے امام ہیں اور (قیامت کے روز) نورانی چہرے والوں کے قائد ہوں گے۔ (طبرانی)

۶۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قرآن پاک کی جتنی آیات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں کسی اور کے حق میں نازل نہیں ہوئیں۔

(ابن عساکر)

۶۵- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کے حق میں قرآن کریم کی تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔ (امام ابن عساکر)

(ماخوذ: ترجمہ احادیث' کنز المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ از شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

سیرۃ المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ایک جامع تبصرہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے استفسار پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک حاشیہ نشین ضرار صدائی نے آپ رضی اللہ عنہ کے حسب ذیل اوصاف بیان کئے تھے جو آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت پر ایک جامع تبصرہ ہے:۔

''وہ بلند حوصلہ اور نہایت قوی تھے، فیصلہ کن بات کہتے تھے، عادلانہ فیصلہ کرتے تھے، ان کے ہر سمت سے علم پھوٹتا تھا اور حکمت ٹپکتی تھی، دنیا اور اس کی دلفریبیوں سے وحشت کرتے تھے، رات کی تاریکی اور اس کی وحشت سے انس رکھتے تھے، عبرت پذیر اور بہت غور وفکر کرنے والے تھے، چھوٹا لباس اور موٹا جھوٹا کھانا پسند کرتے تھے، ہم میں ہم ہی لوگوں کی طرح رہتے تھے، جب ہم کچھ پوچھتے تھے تو اس کا جواب دیتے تھے، باوجودیکہ وہ ہم کو اپنے قریب رکھتے تھے اور خود ہمارے قریب رہتے تھے، لیکن ہم ہیبت سے ان سے گفتگو نہ کر سکتے تھے، وہ دین داروں کی تعظیم کرتے تھے، غریبوں کو مقرب بناتے تھے، ان کے سامنے طاقتور باطل میں طمع نہیں کر سکتا تھا اور کمزور انصاف سے مایوس نہیں ہوتا تھا، بعض مواقع پر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رات گزر رہی ہے ستارے جھلملا رہے ہیں اور وہ اپنی داڑھی مٹھی میں دبائے مار گزیدہ کی طرح بے قرار اور غم رسیدہ کی طرح اشکبار کہہ رہے ہیں:

> ''اے دنیا! کسی اور کو فریب دے، تو مجھ سے لگاوٹ کر رہی ہے، میری مشتاق ہے، افسوس افسوس میں نے تجھے تین طلاقیں دیں، تیری عمر تھوڑی اور تیرا مقصد حقیر ہے، ہائے ہائے سفر طویل، راستہ وحشت ناک اور زادِ سفر تھوڑا ہے۔''

(روضۃ النظرۃ۔ ج ۲۔ ص ۲۱۲۔ بحوالہ تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

اہل ایمان کی شان...... رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صف شکن مجاہد بھی تھے اور شب زندہ دار عابد بھی، وہ کفار کے لئے ننگی تلوار تھے اور اپنوں کے لئے سراپا محبت اور مجسمہ مہر و مودت۔

ربّ کائنات نے اپنے سرمدی کلام میں بھی اپنے ان بندوں کے اوصافِ حمیدہ کو عالم آشکار کیا اور فرمایا:

(ترجمہ) ''اور وہ (سعادت مند جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی ہیں، کفار کے مقابلہ میں بہادر اور طاقت ور ہیں اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔''

(الفتح: 29)

راز دان حقیقت حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے اس آیت مبارکہ کے مفہوم کو قالب شعر میں یوں ڈھالا ہے

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی باہمی عقیدت و محبت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کاشانۂ نبوی میں حاضری کے لئے آئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا، دروازے پر آپ دستک دیجئے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا آپ آگے بڑھیے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے سنا۔

(ترجمہ) ''کسی شخص پر سورج طلوع و غروب نہ ہوگا، جو میرے بعد ابو بکر

Marfat.com

صدیق سے افضل ہو (یعنی میرے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں)۔"

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسے شخص سے آگے بڑھنے کی جرأت کیسے کرسکتا ہوں جس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(ترجمہ) "میں نے سب سے بہتر عورت کو سب سے بہتر شخص کے نکاح میں دیا۔"

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے کہا میں ایسے شخص سے کیسے آگے بڑھوں، جس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو:

(ترجمہ) "جو شخص ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے سینہ مبارک کی زیارت کرنا چاہے، وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینہ کو دیکھ لے۔"

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا، بھلا میں آپ سے کیسے تقدم کروں، جن کے حق میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان گرامی سنا ہو۔

(ترجمہ) "جو شخص حضرت آدم علیہ السلام کا سینہ مبارک، حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کا حسن و جمال، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی نماز، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے زہد و تقویٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کو دیکھنا چاہے وہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیر خدا نے کہا، میں ایسی شخصیت سے پیش قدمی کی جرأت کیسے کروں، جس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرمائیں۔

(ترجمہ) "جب میدان محشر میں حسرت و ندامت (یعنی قیامت) کے روز تمام لوگ جمع ہوں گے، ایک منادی حق تعالیٰ عزوجل کی جانب سے ندا کرے گا، اے ابوبکر! تم اپنے محبوب کی معیت میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔"

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے ایسے شخص سے تقدم کی ہمت کیسے ہو سکتی ہے، جس کے حق میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر اور حنین کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

Marfat.com

خدمت میں دودھ اور کھجور کا ہدیہ پیش کیا گیا، تو فرمایا:

(ترجمہ) ”یہ ہدیہ طالب و غالب کی طرف سے علی بن ابی طالب کے لئے ہے۔“

جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں آپ سے کیونکر آگے بڑھوں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے لئے یہ فرمایا ہو:

(ترجمہ) ”ابوبکر! تم میری آنکھ ہو۔“

حضرت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں ایسی شخصیت سے کیونکر آگے بڑھوں جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”روز قیامت علی رضی اللہ عنہ جنتی سواری پر آئیں گے تو کوئی ندا کرنے والا ندا کرے گا:

(ترجمہ) ”اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دنیا میں آپ کے ایک بہت اچھے والد، ایک بہت اچھے بھائی تھے، والد ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور بھائی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسی شخصیت پر کیسے فوقیت حاصل کر سکتا ہوں جس کی بابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

(ترجمہ) ”روز محشر جنت کا خازن رضوان، جنت اور دوزخ کی چابیاں لے کر ابوبکر صدیق کی خدمت میں پیش کرے گا اور کہے گا:

اے ابوبکر! ربّ کریم جل جلالہ آپ کو سلام فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ یہ جنت اور دوزخ کی چابیاں اپنے پاس رکھ لیں، جسے چاہو جنت میں بھیج دو اور جسے چاہو دوزخ میں بھیج دو۔“

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں ایسے شخص سے آگے بڑھنے کا یارا نہیں رکھتا، جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(ترجمہ) ”جبریل امین علیہ السلام نے مجھے آکر بتایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کے بعد فرماتا ہے کہ میں تم سے اور علی سے محبت کرتا ہوں۔“

Marfat.com

اس پر میں نے سجدہ شکر ادا کیا...... پھر کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''میں فاطمہ سے بھی محبت کرتا ہوں۔'' میں پھر سجدہ شکر بجا لایا۔ پھر کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میں حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے بھی محبت کرتا ہوں۔''

اس پر آپ نے سجدہ شکر ادا کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ نے کہا، میں ایسے بزرگ سے کیسے آگے بڑھوں، جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(ترجمہ) ''اگر روئے زمین کے تمام لوگوں کے ایمان کا ابوبکر کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے، تو ابوبکر کا ایمان سب سے وزنی ہوگا۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا، ایسی محبوب شخصیت سے کیسے آگے بڑھوں، جس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہو:

''قیامت کے دن علی المرتضیٰ، ان کی اہلیہ اور اولاد اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں گے تو لوگ کہیں گے یہ کون ہیں؟

منادی کہے گا: (ترجمہ) ''یہ اللہ کا دوست علی ابن ابی طالب ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، بھلا میں ایسی محترم شخصیت سے کیونکر آگے بڑھوں، جن کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''اہل محشر جنت کے آٹھوں دروازوں سے یہ آوازیں سنیں گے۔''

(ترجمہ) ''صدیق اکبر رضی اللہ عنہ! جنت کے جس دروازے سے جی چاہے، تشریف لائیں۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں اس شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کے حق میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان عالی شان ہو:

(ترجمہ) ''علی کا محل میرے اور ابراہیم علیہ السلام کے محلوں کے درمیان ہوگا۔''

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا، اس وجیہ مرد سے آگے کیسے بڑھوں جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

Marfat.com

(ترجمہ) ''آسمانوں کے فرشتے، کروبیین، روحانیین اور ملاء اعلیٰ روزانہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے طرف تکتے رہتے ہیں۔''

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں ایسی شخصیت جو پیکر ایثار ہو، سے کیسے تقدم کروں، جس کی اولاد اور خود اس کے اپنے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہو:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ○ (الدھر۔۸)

(ترجمہ) ''اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، میں ایسے متقی شخص سے کیونکر فائق ہوسکتا ہوں، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان والا شان ہو:

''وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○''

(الزمر۔۳۳)

(ترجمہ) ''وہ ہستی جو سچ لے کر آئی اور جنہوں نے اس سچائی کی تصدیق کی، یہی وہ لوگ ہیں جو پرہیزگار ہیں۔''

جبریل امین کی آمد اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیصلہ

دونوں جلیل القدر شخصیات کا باہمی اکرام و اعزاز دیدنی تھا، ان کا محبت بھرا مکالمہ جاری تھا کہ جبریل امین علیہ السلام، رب العالمین کی طرف سے رسول صادق و امین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس وقت ابوبکر صدیق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زیارت کر رہے ہیں اور ان کی ادب و احترام پر مبنی گفتگو سن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حضرات کو ان کے حسن ادب، حسن سلام اور حسن ایمان کے باعث اپنی رحمت و رضوان سے ڈھانپ لیا ہے۔ آپ ان کے پاس ثالث کی حیثیت سے تشریف لے جائیں، چنانچہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے، دونوں کی باہمی محبت کو دیکھ کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا: (ترجمہ) ''قسم ہے اس (رب) کے حق کی، جس کے قبضہ قدرت میں

Marfat.com

میری جان ہے، اگر سارے سمندر سیاہی ہو جائیں، درخت قلمیں بن جائیں اور زمین و آسمان والے لکھنے بیٹھ جائیں، پھر بھی تمہاری فضیلت اور اجر بیان کرنے سے قاصر رہ جائیں گے۔"

(نور الابصار، ص ۶-۷، بحوالہ ماہنامہ ضیائے حرم جون 2002ء مضمون "رحماء بینہم" صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری)

☆ محبت کا ایک اور انداز:

رئیس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے چھ روز بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر حاضری کا ارادہ کیا تو حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کہا: "اے خلیفہ رسول! پہلے آپ آگے بڑھیے" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں ایسے شخص سے آگے کیسے بڑھوں جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میرے نزدیک علی کا وہی مقام ہے، جیسا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرا مقام و مرتبہ ہے۔"

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں بھی ایسے شخص سے آگے قدم نہیں بڑھا سکتا، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے میں نے یہ فرمان سُنا: ابوبکر کے سوا ہر شخص نے میری تکذیب کی، تم میں سے ہر شخص جب صبح کو اٹھتا ہے تو اس کے (دل کے) دروازے پر ظلمت و تاریکی ہوتی ہے، مگر ابوبکر کے دروازے پر تاریکی نہیں ہوتی۔

اس پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا، کیا واقعی آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے؟ حضرت علی نے کہا، ہاں ...... چنانچہ حضرت ابوبکر نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور دونوں اکٹھے قبر انور پر حاضر ہوئے۔

(الریاض النضرۃ جلد اول ص ۱۲۴، بحوالہ ایضاً)

☆ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عقیدت

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مال تقسیم کرنے لگے اور آغاز سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا، تو آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا،

Marfat.com

ابا جان پہلے مجھے دیں، میں زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ میں خلیفہ کا بیٹا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بیٹے! یہ تو نے کیا کہہ دیا؟ پہلے ان کے باپ جیسا باپ اور ان کے جد امجد جیسا جد کریم تو لا۔ شہزادگان مال لے کر گھر پہنچے تو انہوں نے تمام واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ، اور امیر المومنین کو یہ خوشخبری سنادو جسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا اور آپ کے پاس جبریل امین، اللہ رب العالمین کی طرف سے لے کر حاضر ہوئے تھے کہ: ''عمر جنتیوں کے سورج ہیں۔'' شہزادگان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خوش خبری سنائی تو آپ نے حد درجہ خوشی اور مسرت وانبساط کا اظہار کیا اور فرمایا، شہزادو! جو بات آپ نے کہی ہے، ذرا اپنے والد گرامی سے لکھوالاؤ۔ (نور الابصار۔ص 65)

امام محب طبری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ''جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث سنی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر حضرت علی کے ہاں پہنچے اور کہا، کیا آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔ ''عمر سراج اہل جنت ہے۔''

آپ نے کہا ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تو پھر مجھے یہ لکھ کر دیں، چنانچہ حضرت علی نے یہ تحریر لکھی: (ترجمہ) ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ ضمانت نامہ ہے، علی ابن ابی طالب کی طرف سے، عمر بن الخطاب کے لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل سے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سنا کہ عمر جنتیوں کے سراج ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے محفوظ کر لیا اور اپنی اولاد کو وصیت فرمائی: ''میری وفات کے بعد تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر حضرت علی کی اس تحریر کو میرے کفن میں رکھ دینا تا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو یہ تحریر (ضمانت نامہ) میرے ساتھ ہو۔'' چنانچہ آپ کے وصال کے بعد اس وصیت پر عمل کیا گیا۔ (الریاض النضرۃ جلد۲۔ص ۱۲-۳۱۱ بحوالہ ایضاً)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تمنا

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین ہو چکی تو آپ کی چارپائی کے پاس کھڑے ہو کر حضرت مولا علی شیر

Marfat.com

خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم، میرے نزدیک روئے زمین پر اس کفن پوش (عمر فاروق) سے زیادہ محبوب اور کوئی شخص نہیں ہے کہ میں اس جیسا اعمال نامہ لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں۔'' (یعنی میری تمنا ہے کہ میرا اعمال نامہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعمال نامہ کے مشابہ ہو) (طبقات ابن سعد۔ جلد ۳ ص ۳۷۰ بحوالہ ایضاً)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ
اور
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

باہمی محبت، احترام اور اعتماد کا جو رشتہ حضرت سیّدنا مولا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا بھی آپس میں اسی طرح کا تعلق تھا......

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بہترین مشیر تھے...... جب بھی کوئی مشکل مرحلہ آتا، آپ کو بلواتے اور آپ اپنی خداداد ذہانت ولیاقت سے مسئلہ کا حل فرما دیتے......

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے مشکل اور الجھے ہوئے مسائل کے بارے میں اللہ سے پناہ مانگتے، جن کے حل کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوں ...... حضرت عمر آپ کی صلاحیتوں کے کھلے دل ودماغ سے معترف تھے اور برملا اس کا اظہار بھی فرماتے ...... اس سلسلے میں آپ کا یہ قول لو لا علی لھلك عمر (''اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا'') زبان زد خاص وعام ہے...... کتنے ہی ایسے مقدمات آتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کا فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما دیتے۔

فتح بیت المقدس

حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات پر مکمل اعتماد تھا...... چناں چہ جب مسلمانوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور نصاریٰ نے یہ شرط عائد کی کہ ہم

Marfat.com

آپ کے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور سے معاہدہ نہیں کریں گے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تمام صورت حال لکھ بھیجی ...... آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت کی ...... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مشورہ یہ تھا کہ آپ کا بذات خود تشریف لے جانا مناسب نہیں، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ آپ کا جانا ہر لحاظ سے مفید ہے ...... حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ رائے پسند آئی، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام خلیفہ مقرر کر کے شام کا سفر اختیار فرمایا ...... (البدایة والنہایة)

اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی فتح کا تاریخی اعزاز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صائب رائے پر عمل کا نتیجہ تھا ......

جو علی کو مولیٰ نہ مانے وہ مومن نہیں

محدث ابن حجر ہیتمی، دار قطنی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ دو اعرابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا معاملہ لے کر آئے، آپؓ نے ان کا فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا، انہوں نے فیصلہ کر دیا تو ان میں سے ایکؓ نے کہا:

هذا یقضی بیننا ......

''یہ ہمارا فیصلہ کرے گا؟'' ......

یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً اٹھے اور اس شخص کو گدی سے پکڑ کر فرمایا:

بدبخت! تو ان کی عظمت کو کیا جانے؟

هذا مولاك ومولیٰ كل مومن ومن لم یكن مولاه فلیس بمومن

...... (الصواعق المحرقہ)

''یہ تیرے مولیٰ ہیں اور ہر ایمان دار کے مولیٰ ہیں، جو انہیں مولیٰ نہ مانے وہ مومن ہی نہیں'' ......

اہل بیت کرام سے تعلق

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، نبوی نسبت اور قرابت کا بے حد لحاظ فرماتے، اسی لئے

Marfat.com

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کی اولاد کا انتہائی احترام کرتے...... مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر اسی نسبت نبوی کے پیش نظر الاقرب فالاقرب کی ترتیب کا لحاظ فرماتے......

جب کثرت فتوحات کے باعث مالی وسعت ہوئی تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی درجہ بندی فرما کر ان کے وظائف مقرر کرنے کے لئے باقاعدہ ایک محکمہ (دیوان) قائم فرمانے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت مولا علی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما نے مشورہ دیا کہ اس میں سرفہرست آپ اپنا نام رکھیں، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو تسلیم نہ کیا اور فرمایا:

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قربت کے اعتبار سے ترتیب رکھوں گا"......

چناں چہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا نام رکھا، پھر اہل بدر اور ان کے بعد دیگر غزوات کے شرکاء......قرابت نبوی ہی کا اعتبار کرتے ہوئے، آپ نے امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہ کے وظائف اہل بدر کے برابر متعین فرمائے، حالاں کہ دونوں شہزادے جنگ بدر میں شریک نہ تھے (کیوں کہ ابھی یہ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے)......(الکامل فی التاریخ)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وقد ثبت ان عمر بن الخطاب کان یکرمھما ویحملھما ویعطیھما کما یعطی اباھما ......

"یہ بات تحقیقی طور پر ثابت شدہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی بہت تکریم فرماتے، انہیں اٹھاتے اور ان کی خدمت میں عطیات پیش کرتے، جیسا کہ ان کے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحائف سے نوازتے"......

ایک بار آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صاحب زادوں میں یمنی پوشاکیں تقسیم کیں اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو نہ دیں اور فرمایا کہ یہ حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے لئے موزوں

Marfat.com

نہیں...... آپ نے یمن میں اپنے نائب کو خط لکھا کہ فوری طور پر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے شایان شان دو پوشاکیں بھجوائی جائیں۔ (البدایہ والنہایہ) جب یمن سے پوشاکیں تیار ہو کر آئیں اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے زیب تن کیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لقد کنت اراھا علیھم فما یھنینی حتی رایت علیھما مثلھا ......

(الریاض النضرۃ)

''سب نے پوشاکیں پہنیں مگر مجھے خوشی نہ ہوئی، اب جب کہ ان شہزادوں نے زیب تن کی ہیں تو مجھے حقیقی مسرت ہوئی ہے''......

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی سے نکاح

حضرت سیّدنا مولا علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا...... آپ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس نکاح کی درخواست پیش کرنے کا مقصد اہل بیت کرام سے نسبت وقرابت کا حصول تھا......

(الکامل فی التاریخ)

یہ سب تمہارا کرم ہے

بعض لوگ افسانہ طرازی کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کرام سے عداوت تھی...... مگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو ہر عقل سلیم رکھنے والا شخص یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ ان کی آپس میں کس درجہ محبت تھی......

ایک مرتبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی ملاقات کے لئے آئے...... آپ تخلیہ میں گفتگو کر رہے تھے، آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی باہر کھڑے تھے...... وہ واپس ہوئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی واپس تشریف لے آئے...... کچھ دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آپ سے ملاقات ہوئی، تو پوچھا، کیا بات ہے آپ ملتے نہیں؟......

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا:

ملنے آیا تھا، مگر جب دیکھا کہ آپ کے صاحبزادے بھی باہر کھڑے منتظر ہیں تو ان

Marfat.com

کے ساتھ میں بھی لوٹ آیا......فرمایا:

''شہزادے! آپ کا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ حق ہے (کہ آپ سے ملاقات کی جائے) ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کا اور پھر آپ ہی کے گھرانے کا فیض وکرم ہے''......(ابن حجر عسقلانی)

مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھنے والا مفتری ہے

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے ہمیشہ رطب اللسان رہے اور آپ کے فضائل پر مشتمل بہت سی احادیث روایت کیں ...... آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا ہمیشہ اعلان واقرار فرمایا......محبؒ طبری نے حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

لا یبلغنی ان احدا فضلنی علی عمر الاضربته حد المفتری ......

(الریاض النضرۃ)

''مجھے اگر کسی کے بارے میں یہ پتا چلے کہ وہ مجھے عمر سے افضل کہتا ہے، تو میں اسے اس بہتان پر مفتری کی حد لگاؤں گا''......

یہ میرے دوست کی نشانی ہے

ابوالسفر سے مروی ہے:

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ ایک چادر اکثر پہنا کرتے......آپ کو عرض کیا گیا کہ آپ ہمیشہ یہی چادر اوڑھتے ہیں، کوئی خاص وجہ ہے؟......فرمایا:

کسانیه خلیلی وصفیی عمر بن الخطاب ...... (الریاض النضرۃ)

''یہ میرے خلیل اور مخلص دوست عمر بن خطاب کی نشانی ہے، انہوں نے یہ چادر مجھے پہنائی تھی''......

ابواسحاق اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ بہت زیادہ رو رہے تھے، رونے کا سبب پوچھا گیا، تو فرمایا:

Marfat.com

یہ چادر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عطیہ ہے، اسے دیکھ کر ان کی یاد میں آنسو بہا رہا ہوں......

(الریاض النضرۃ)

اتباعِ عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قلبی لگاؤ کا اندازہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ بقول حضرت زید رضی اللہ عنہ

کان یشبه بعمر فی السیرة ...... (الریاض النضرة)

''آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت جیسی سیرت اختیار فرمائی''......

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لا اعلم علیا خالف عمر ولا غیر شیئا مما صنع حین قدم کوفة ...... (الریاض النضرة)

''میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں آکر امور خلافت سنبھالنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کبھی مخالفت کی ہو، یا آپ کے کسی طریقے میں تبدیلی کی ہو''......

عدالت فاروقی کی شہادت

ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی ایک گلی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی، حضرت مولا علی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر رونے لگے...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رونے کا سبب دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا:

علی! مجھ سے بڑھ کر رونے کے قابل بھلا اور کون ہو سکتا ہے، مجھ پر خلافت کا گراں ہے، پتا نہیں اللہ کے ہاں میں اچھا ہوں یا برا؟......

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا:

واللہ! آپ تو عدل فرمانے والے ہیں......

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس بات کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے رہے...... پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کی عدالت اور حکمرانی کی تعریف و توصیف کی مگر آپ برابر روتے

Marfat.com

رہے...... یہاں تک کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے بھائی جان کی طرح آپ کے عدل وانصاف کی تعریف کی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

بھتیجو! تم اس بات کی شہادت دیتے ہو؟ ...... دونوں حضرات اپنے والد گرامی کی طرف دیکھنے لگے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اشهدا وانا معكما شهيد ...... (الریاض النضرۃ)

''بیٹو! گواہی دو، میں بھی تمہارے ساتھ (عمر کی عدالت پر) گواہ ہوں''......

تعزیتی کلمات

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نہ صرف یہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت کے معترف تھے بلکہ آپ کے اعمال حسنہ پر بے حد رشک کرتے...... ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا، آپ کی چارپائی کے گرداگرد مشتاقان دید اور دعائے خیر کرنے والوں کا ہجوم تھا، اسی اثنا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے، انہوں نے کہا:

اے عمر! اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں فرمائے:

ما خلفت احدا احب الى ان القى الله بمثل عمله منك ......

(مسند امام احمد)

''آپ کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں ہے، جس کے نامہ اعمال کے ساتھ میں اللہ کے حضور حاضر ہونا پسند کروں''......

قسم بخدا! اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو اپنے دو ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے ملائے گا، کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اکثر سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے:

ذهبت انا وابوبكر وعمر ...... دخلت انا وابوبكر وعمر ......

خرجت انا وابوبكر وعمر ......

''میں، ابوبکر اور عمر گئے...... میں، ابوبکر اور عمر داخل ہوئے...... میں، ابوبکر اور عمر نکلے''......

Marfat.com

یعنی ہر کام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر و عمر کو ساتھ رکھتے، اب بھی مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ ہی رکھے گا...... (صحیح بخاری)

اہل بیت کرام کے ممتاز فرد، امام محمد باقر بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہما سے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے یہ تعزیتی کلمات مروی ہیں:

ما احد احب الی ان القی اللہ بمثل صحیفتہ من ھذا المسجی ...... (طبقات ابن سعد)

''میرے نزدیک اس کفن پوش (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) سے زیادہ محبوب اور کوئی شخص نہیں ہے کہ میں اس جیسا اعمال نامہ لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں (یعنی میری خواہش ہے کہ میرا اعمال نامہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعمال نامہ کے مشابہ ہو)''......

(باب مدینۃ العلم۔ از صاحبزادہ محمد محب اللہ
(نوری۔ ص۔ 259 تا 262، 265 تا 270 من وعن)

Marfat.com

مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین
ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
اصل نسل صفا وجہ وصل خدا
باب فصل ولایت پہ لاکھوں سلام
اولین دافع اہل رفض و خروج
چارمی رکن ملت پہ لاکھوں سلام
شیرِ شمشیر زن شاہ خیبر شکن
پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ

اور

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

شیخین کریمین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بھی آپ کے بہت دوستانہ مراسم تھے...... جب آپ کی شادی کا مرحلہ آیا، مہر اور دیگر اخراجات کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ فروخت کرنا چاہی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زرہ چار سو اسی (۴۸۰) درہم مین خریدی اور پھر رقم ادا کرنے کے بعد زرہ بھی واپس کردی...... (زرقانی)

آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کی بھی بہت عزت کرتے، حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

کان عثمان یکرم الحسن والحسین ویحبھما ......

(البدایہ والنہایہ)

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی عزت وتکریم کرتے اور ان سے محبت رکھتے'' ......

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہایت مخلص اور آپ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان تھے......

محمد بن حاطب کہتے ہیں، میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا، کہ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی لا اُولٰٓئِکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ ○

(الانبیاء۔ 101)

''بے شک جن کے لئے ہماری طرف سے نیکی کا وعدہ پہلے ہو چکا ہے، وہ اس

Marfat.com

(جہنم) سے دور رکھے جائیں گے“......

سے مراد عثمان غنی ہیں......(الریاض النضرۃ)

روزِ محشر عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حساب نہیں لیا جائے گا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے کس کا حساب لیا جائے گا؟......آپ نے فرمایا:

ابوبکر کا......عرض کی، پھر کس کا حساب ہوگا؟......فرمایا:

عمر کا......پوچھا، پھر کس کا؟......

فرمایا، تمہارا، میں نے عرض کیا، عثمان کہاں گئے؟......فرمایا:

عثمان کے لئے میں نے ایک مرتبہ اللہ سے دعا کی تھی، کہ ان کا حساب نہ لیا جائے......

دوسری روایت میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عثمان رجل ذوحیاء سالت ربی ان لایقف للحساب فشفعنی فیه ...... (الریاض النضرۃ)

”عثمان صاحبِ حیا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اسے حساب کے لیے کھڑا نہ ہونا پڑے تو اللہ تعالیٰ نے میری سفارش قبول فرمالی ہے“۔

باغیوں کا محاصرہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مخلصانہ کردار

حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخری ایام میں جب باغیوں نے آپ کے خلاف یورش برپا کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھانے اور فتنہ کو فرو کرنے کے لئے بھرپور کوشش کی، مگر وہ باز نہ آئے اور انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کرلیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد نبوی میں آنا ممکن نہ رہا......اس اثناء میں باغیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کے لئے مجبور کیا، مگر آپ نے فرمایا:

لا اصلی بکم والامام محصور ولکن اصلی وحدی ......

(الریاض النضرۃ)

Marfat.com

''امیرالمومنین محصور ہیں اور میں نماز پڑھاؤں؟...... ناممکن، میں تو تنہا نماز ادا کروں گا''......

جب باغیوں کی سرگرمیاں بڑھیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے صاحب زادوں سیّدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر محافظ بنا کر بھیجا اور انہیں حکم دیا:

اذهبا بسيفيكما حتى تقوما على باب عثمان فلا تدعا احدا يصل اليه ...... (تاریخ الخلفاء)

''اپنی تلواریں لے کر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر کھڑے ہو جاؤ اور کسی حملہ آور کو آپ تک نہ پہنچنے دینا''......

باغیوں پر جب کسی نصیحت نے اثر نہ کیا تو ان کے خطرناک عزائم کے پیش نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے باغیوں کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت طلب کی، مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس شخص پر میرا کوئی حق ہے اور وہ اللہ پر یقین رکھتا ہے، اسے اللہ کی قسم وہ میری وجہ سے خوں ریزی نہ کرے...... (الریاض النضرۃ)

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے گھر کے اندر موجود تمام لوگوں کو قسم دے کر کہا کہ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ...... سب چلے گئے، مگر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ وہیں موجود رہے...... حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے صاحب زادوں کو حفاظت کے لئے بھیجا...... (الکامل فی التاریخ)

باغی دور سے کھڑے ہو کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر تیر اندازی کرتے رہے، ان تیروں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر زخمی ہو گئے ...... ان کا بہتا ہوا خون دیکھ کر باغیوں نے محسوس کیا کہ اگر بنو ہاشم ان کی حمایت میں نکل کھڑے ہوئے تو قتل عثمان کا منصوبہ ناکام ہو جائے گا...... فوری طور پر مکان کی پچھلی جانب سے دیواریں پھلانگ کر اندر داخل ہو گئے اور حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا......

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس المناک سانحہ سے آپ پریشان ہو گئے اور شدید غم وغصہ کے عالم میں اپنے صاحب زادگان کو فرمایا:

کیف قتل امیر المومنین وانتما علی الباب؟ ورفع یده فلطم الحسن وضرب صدر الحسین ...... (تاریخ الخلفاء)

''تمہارے پہرے کے باوجود امیر المومنین کو شہید کر دیا گیا؟......

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کو ایک تھپڑ رسید کیا اور سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ضرب لگائی''......

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلفائے ثلاثہ سے محبت

اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے اپنے پیش روتینوں خلفاء سے نہایت مخلصانہ مراسم تھے اور وہ آپس میں شیر وشکر تھے ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان حضرات سے محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے اپنے پیاروں اور یاروں کے نام پر اپنے صاحب زادوں کے نام محمد، ابوبکر، عمر اور عثمان رکھے۔ (رضی اللہ عنہم)......

(الکامل فی التاریخ)

(باب مدینۃ العلم۔ از صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی) (صفحات 271 تا 275 من وعن)

Marfat.com

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوانِ اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہل بیت
کس زباں سے ہو بیانِ عز و شانِ اہل بیت
مدح گوئے مصطفیٰ ہے مدح خوانِ اہل بیتؑ
ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہل بیت
ان کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر وشان اہل بیت
اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنۃ اللہ علیکم دشمنانِ اہل بیت

(مولانا حسن رضا خاں)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور تصوف وطریقت

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علم شریعت ہی کے نہیں، علم تصوف وطریقت کے بھی تاج دار ہیں۔ جس طرح آپ رضی اللہ عنہ کو علومِ شریعت میں کمال حاصل تھا، اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ باطنی علوم اور طریقت وتصوف کے اسرار ورموز سے بھی کما حقہ آگاہ تھے۔ اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ تصوف کے جملہ سلاسل طریقت کے راہبر وراہنما ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چار خلفاء تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اور حضرت امام کمیل رضی اللہ عنہ۔ ان چار اکابرین سے چودہ بڑے سلسلے جاری ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی نعمت سینہ بہ سینہ تمام مشائخ سلسلہ کے ذریعے آج تک اُمت میں چلی آرہی ہے۔ اگرچہ تمام اکابرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روحانی فیوض وبرکات اور رُشد وہدایت سینہ بہ سینہ ایک عرصہ تک جاری رہا لیکن جن سلاسل طریقت کو حق تعالیٰ نے بقائے دوام کا درجہ عطا فرمایا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سلاسل طریقت ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روحانی سلاسل جاری ہوئے وہ جمع ہو کر آج سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی شکل میں ظاہر ہیں اور باقی تین بڑے سلسلے یعنی سلسلہ عالیہ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ وغیرہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جاری ہوئے ہیں۔

☆ خلافت سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کو تصوف میں بہت انہماک تھا۔ پھر خلافت کے بعد اس کی مصروفیتوں کی وجہ سے اس فن کی تفصیل بیان کرنے کا موقع نہ ملا۔ (ازالۃ الخفاء ص ۲۷۴)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو حضرت خواجہ حسن بصری کے واسطے سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی فیض حاصل ہے۔ اس لئے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ صوفیہ کے تمام بڑے بڑے سلاسل حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے آپ رضی اللہ عنہ پر ہی منتہی ہوتے ہیں اور تصوف کا

Marfat.com

سرچشمہ آپ رضی اللہ عنہ ہی کی ذات گرامی ہے۔ شیخ احمد قشاشی نے اپنی کتاب ''عقد الفرید فی سلاسل اہل توحید'' میں اس بات کی تائید کی ہے کہ اہل تصوف کی بات صحیح ہے کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فیض پایا تھا۔

☆ جرمنی کی مشہور سکالر اور مستشرق (Annemarie Schimmel) اینمیری شمیل نے تصوف کا سب سے زیادہ گہرا مطالعہ کیا ہے۔ انہوں نے سیکنڈ ہینڈ مستعار اطلاعات پر انحصار نہ کرتے ہوئے خود اسلامی ممالک میں ریسرچ کا فریضہ ادا کیا ہے۔ علماء مشائخ سے تبادلہ خیال کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:۔

☆ ''تصوف کا منبع پیغمبر اسلام ہیں اور تصوف کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے جو پیغمبر اسلام کے ذریعے قرآن کی صورت میں نازل ہوئی۔ قرآن مسلمانوں کے نزدیک غیر مخلوق ہے اور سب کے لئے خاص کر صوفیاء کے لئے رُشد و ہدایت کا مینار نور رہا ہے۔ قرآنی علوم اور حقائق کے بیان کرنے میں صوفیاء اسلام نے سب سے زیادہ حصہ لیا ہے اور قرآن کے الفاظ نے ان کے لئے مشعل ہدایت کا کام دیا ہے۔ مزید برآں یہ قرآن ہی ہے جس سے صوفیاء کو روحانی احوال و مقامات حاصل ہوئے اور کشف و کرامات اور استغراقی کیفیات نمودار ہوئیں''۔

☆ ''صوفی ازم'' کی اصل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سلسلہ روحانیت کی پہلی کڑی ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علوم ولایت ان کے چچازاد بھائی علی ابن ابی طالب کو حاصل ہوئے۔'' (رُوحانیت اسلام۔ص 156)

☆ تصوف و سلوک میں کلمہ توحید کے ورد کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اربابِ طریقت داخل سلسلہ کرتے ہوئے مریدین کو کلمہ طیبہ کی خصوصی تلقین فرماتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے براہِ راست حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کلمہ شریف کے ذکر کا طریقہ بتایا۔ چنانچہ علامہ محمد بن یحییٰ تادفی ایک روایت نقل کرتے ہیں:

''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا اقرب ترین، سب سے آسان اور سب سے افضل راستہ دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے علی! اپنی خلوتوں میں ذکر الٰہی کی مداومت کرو۔'' انہوں نے عرض کی: یا

Marfat.com

رسول اللہ! ذکر کی اتنی فضیلت ہے؟ فرمایا: ''علی! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک روئے زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا موجود ہوگا۔''

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

حضور! ذکر الٰہی کس طرح کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''پہلے تین بار مجھ سے سن لو، پھر تم پڑھنا اور میں سنوں گا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھیں بند کر کے باآواز بلند تین مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کا ورد کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سنتے رہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنکھیں بند کر کے بلند آواز سے تین مرتبہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ دہرایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سماعت فرماتے رہے۔

(قلائد الجواہر۔ ص ۱۴، بحوالہ مرتضیٰ مشکل کشا مولیٰ علی ص ۱۷۸ صاحبزادہ علامہ محمد محب اللہ نوری)

مشائخ کرام کے ہاں آج تک کلمہ طیبہ اور دیگر اذکار کی تلقین کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

جانثاران محمد کے کئی القاب ہیں
علم کا دروازہ مگر کہلائے تنہا علی

پیر محمد سعید احمد مجددی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

☆ فقر کا علم......علی کے پاس ہے

☆ ولایت کا علم......علی کے پاس ہے

☆ زمینوں کا علم......علی کے پاس ہے

☆ آسمانوں کا علم......علی کے پاس ہے

☆ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ النورانی ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے آسمانوں کے سارے علوم مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سیکھے ہیں۔

☆ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے دو چشمے پھوٹے ہیں جن کا فیضان قیامت تک جاری رہے گا۔

۱- فیضان نبوت ۲- فیضانِ ولایت

فیضان نبوت کا وارث......ابوبکر (صدیق) کو بنا دیا

Marfat.com

اور

فیضانِ ولایت کا وارث......مولا علی کو بنا دیا

☆ مولا علی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے دنیا میں ولایت یوں تقسیم فرمائی:

آپ کی نظر ولایت جس جس پر پڑی

ولی بنتے گئے......غوث بنتے گئے

قطب بنتے گئے......ابدال بنتے گئے

اوتاد بنتے گئے......افراد بنتے گئے

☆ مولا علی کی نگاہِ ولایت:

حسین پر پڑی تو اسے......شہید اعظم بنا دیا

ابوحنیفہ پر پڑی تو اسے......امامِ اعظم بنا دیا

عبدالقادر جیلانی پر پڑی تو اسے......غوث اعظم بنا دیا

احمد سرہندی پر پڑی تو اسے......مجدد اعظم بنا دیا

کسی کو......داتا ہجویری بنا دیا

کسی کو......خواجہ اجمیری بنا دیا

کسی کو......قطب الدین بنا دیا

کسی کو......معین الدین بنا دیا

کسی کو......نقشبند بہاء الدین بنا دیا

کسی کو......فرید الدین بنا دیا

کسی کو......نظام الدین بنا دیا

کسی کو......شمس الدین بنا دیا

کسی کو......بہاء الحق زکریا ملتانی بنا دیا

کسی کو......سیّد چنن شاہ نورانی بنا دیا

(البیان جلد ۴ ص ۲۲۸)

Marfat.com

امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی آراء اور مزاح

ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ کیا ہمارا شام چلنا قضائے الٰہی کے تحت ہے؟

جواب میں آپ نے فرمایا:

''شاید تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہر چیز قضا و قدر سے وابستہ ہے اور خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو وہ ٹل نہیں سکتی۔ اگر ایسا ہوتا تو ثواب و عذاب کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ نیک عمل کرنے والوں کو جنت کے وعدے اور بدی پر کمر بستہ رہنے والوں کو جہنم کے ڈراوے نہ دیئے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اچھے برے کام کرنے کا اختیار دیا ہے اور ان کے کاموں پر ہی جزا و سزا کا دارومدار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دین میں بہت آسانی رکھی ہے اور اپنے بندوں کو صرف انہی باتوں کا مکلّف کیا ہے جو وہ آسانی سے کر سکتے ہیں۔ اس نے تھوڑے عمل کے بدلے بہت بڑے انعام کا وعدہ کیا ہے۔ اس نے انبیاء کو تفریحاً نہیں بھیجا۔ قرآنِ کریم کو بندوں کے لئے بے کار نازل نہیں کیا۔ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اسے یوں ہی پیدا نہیں کیا۔ یہ خیال صرف کافروں کا ہے اور کافروں کے لئے آگ ہی ٹھکانہ ہے۔'' ایک شخص نے آپ سے ایمان کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا:

''ایمان چار ستونوں پر قائم ہے، صبر، یقین، عدل اور جہاد۔ صبر کی بنیاد بھی چار چیزوں ...... شوق، خوف، زہد اور انتظار ...... پر ہے۔ جو کوئی جنت کا خواہش مند ہے وہ شہوات سے کنارہ کشی اختیار کرلے گا۔ جس کو دوزخ کا خوف ہے وہ محرمات سے بچے گا۔ جو دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے گا اسے مصائب کی کوئی پروا نہ ہو گی اور جو شخص موت کا انتظار کرتا رہے گا وہ نیک کاموں میں عجلت سے کام لے گا۔

یقین کی بنیاد بھی چار باتوں ...... زیرکی، دقت رسی، عبرت اندوزی اور سنت الاوّلین ...... پر ہے۔ جو شخص زیرکی اختیار کرے گا اسے حکمت کی دقیق ترین باتوں کا علم ہو جائے گا اور جسے حکمت کی دقیق ترین باتوں کا علم ہو جائے گا وہ دوسرے لوگوں سے ضرور عبرت حاصل کرے گا اور اس طرح وہ گویا پہلے لوگوں ہی کے زمرہ میں شامل ہو جائے گا۔

Marfat.com

عدل کی بنیاد بھی چار باتوں پر ہے۔ اچھی طرح سمجھنے پر، کسی چیز کے ظاہر و باطن کو باریک نظر سے دیکھنے پر، حکمت اور حلم پر۔ جو شخص علم کو اچھی طرح سمجھ لے گا وہ اس کے ظاہر و باطن کو لازماً باریک نظر ہی سے دیکھے گا، اور جو شخص علوم ظاہری و باطنی کو باریک نظر سے دیکھے گا وہ حکیمانہ باتیں ہی کرے گا۔ جو شخص حلم اور بردباری اختیار کرے گا وہ کبھی زیادتی سے کام نہ لے گا اور لوگوں کے درمیان نہایت اچھے طریقہ سے زندگی بسر کرے گا۔

☆ جہاد کی بنیاد بھی چار باتوں پر ہے۔ امر بالمعروف پر، نہی عن المنکر پر، لڑائی کے موقع پر ثابت قدم رہنے پر اور فاسقوں سے دشمنی رکھنے پر۔ جو شخص لوگوں کو نیک کاموں کی تلقین کرے گا۔ وہ مومنوں کی قوت کو مضبوط کرے گا۔ جو شخص لوگوں کو بدی کے کاموں سے روکے گا وہ کافروں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دے گا۔ جو شخص لڑائی کے موقع پر ثابت قدم رہے گا وہ فتح یاب ہوگا۔ جو شخص فاسقوں سے دشمنی رکھے گا اور اللہ تعالیٰ کی خاطر ہی ان سے ناراض ہوگا اللہ تعالیٰ اس کی خاطر اس کے دشمنوں سے ناراض ہوگا اور قیامت کے دن اسے اپنی رضا کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور کرے گا۔"

"ایمان دل کے یقین، زبان کے اقرار اور ارکانِ اسلام پر عمل کرنے کا نام ہے۔"

"کفر بھی چار ستونوں پر قائم ہے:

۱- اوہام کے اتباع پر ۲- لڑنے جھگڑنے پر

۳- کجی پر ۴- مخالفت اور دشمنی پر

جو شخص اوہام کی پیروی اختیار کرلے گا اسے حق کی جانب رجوع کرنے کی توفیق نہ ہو گی۔ جو شخص اکثر ازراہِ جہالت لڑتا جھگڑتا رہے گا حق و صداقت کی جانب سے ہمیشہ اس کی نظریں ہٹی رہیں گی۔ جو شخص کجی اختیار کرے گا وہ نیکی کو برائی سمجھے گا اور برائی کو نیکی، وہ ضلالت اور گمراہی کے نشہ میں مدہوش ہو جائے گا۔ جو شخص ہمیشہ دوسروں کی مخالفت اور دشمنی پر کمر بستہ رہے گا وہ دائماً اپنے مخالف کے راستہ کے اُلٹ راستہ اختیار کرے گا۔ اس لئے ہمیشہ گمراہی میں پھنسا رہے گا اور اس سے نکلنا اس کے لئے انتہائی دشوار ہوگا۔"

"شک کی بنیاد چار باتوں پر ہے:

Marfat.com

۱- ناحق جھگڑنے پر ۲- دہشت پر

۳- تردد پر ۴- تابعداری پر

جس نے ناحق جھگڑنے کی عادت کو اپنالیا وہ شک کے اندھیرے سے کبھی یقین کی روشنی تک راہ نہ پا سکے گا۔ جو شخص اپنے سامنے کی چیزوں کو دیکھ کر دہشت زدہ رہے گا وہ بالآخر اُلٹے پاؤں واپس ہو جائے گا۔ جو شخص متردد رہے گا، شیطان اس پر قابو پالیں گے۔ جو شخص اپنی دنیا اور آخرت کی تباہی پر راضی ہو جائے گا وہ دنیا میں بھی ہلاک ہوگا اور آخرت میں بھی۔

ایک شخص نے آپ کے سامنے کہا: ''استغفر اللہ'' (میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں) آپ نے اس سے فرمایا:

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ استغفار کیا ہوتا ہے؟ استغفار کا حق علیین کو ہے۔ چھ باتیں کرنے کے بعد پھر استغفار کرنے کا درجہ آتا ہے:

اول: جو گناہ تم سے سرزد ہوا اس پر ندامت کا اظہار کرو۔

دوم: برائی کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینے کا عزم کرو۔

سوم: مخلوق کو ان کے حقوق آخر وقت تک ادا کرو اور خدا تعالیٰ کے حضور بالکل پاک صاف ہو کر حاضر ہو۔

چہارم: یہ کہ ہر اس فریضہ کی طرف متوجہ ہو جو تم سے چھوٹ گیا تھا اور اسے ادا کرو۔

پنجم: یہ کہ اس گوشت کی طرف توجہ کرو جو حرام کی کمائی کی وجہ سے تم پر چڑھ گیا ہو اور رنج و غم کی گرمی سے اس کو یہاں تک پگھلاؤ کہ گوشت کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ کھال ہڈیوں سے چمٹ جائے اور ہڈیوں اور کھال کے درمیان نیا گوشت پیدا ہو جائے۔

ششم: یہ کہ تم اپنے جسم کو اطاعت کا اتنا مزا چکھاؤ جتنا تم نے اسے معصیت کا مزا چکھایا تھا۔ اس وقت تم کہہ سکتے ہو ''استغفر اللہ''

Marfat.com

مزاح

عورت ساری کی ساری بری ہے اور جو کچھ اس کے دل میں ہوتا ہے وہ بھی برا ہوتا ہے۔

''عورت بچھو ہے جس نے شیرینی کا لباس پہن رکھا ہے۔''

''عورتوں کی تین اچھی خصلتیں مردوں کی بری خصلتیں ہوتی ہیں یعنی تکبر، بزدلی اور بخل۔ اگر عورت مغرور ہوتی ہے تو طبعی طور پر ہوتی ہے جان بوجھ کر نہیں ہوتی۔ اگر وہ بخیل ہوتی ہے تو اپنے مال کی حفاظت بھی کرتی ہے اور اپنے شوہر کے مال کی حفاظت بھی، اور اگر بزدل ہوتی ہے تو ہر اس چیز سے کنارہ کشی اختیار کرتی ہے جو اس کے سامنے آتی ہے۔''

جنگ جمل کے بعد آپ نے ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا:

''اے لوگو! عورتیں ناقص الایمان اور ناقص العقل ہوتی ہیں۔ بری عورتوں سے تو لازماً بچو ہی۔ نیک عورتوں سے بھی پرے پرے ہی رہو۔ اچھی بات میں بھی ان کی اطاعت نہ کرو تاکہ وہ برائی کے کاموں کی طرف تمہیں متوجہ کرنے کے متعلق سوچ بھی نہ سکیں۔''

ایک مرتبہ آپ نے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

''اے جابر! دنیا چار قسم کے لوگوں کے سہارے قائم ہے:

۱- عالم، جو اپنے علم کو برابر استعمال میں لاتا رہتا ہے۔

۲- جاہل، جو علم سیکھنے کو برا نہیں سمجھتا۔

۳- امیر، جو کبھی بخل نہیں کرتا۔

۴- فقیر، جو اپنی آخرت کو اپنی دنیا کے بدلے نہیں بیچ ڈالتا۔

Marfat.com

اگر عالم اپنے علم کو ضائع کر دے گا تو جاہل علم سیکھنے کو برا سمجھنے لگے گا اور اگر امیر بخل کرے گا تو فقیر اپنی آخرت کو اپنی دنیا کے بدلے بیچ دے گا۔

اے جابر! جس شخص کے پاس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بہتات ہو جاتی ہے حاجت مند لوگ بھی اس کے پاس کثرت سے جانے لگتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان نعمتوں کا استعمال اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو دوام اور بقا عطا کر دیتا ہے لیکن جو شخص انہیں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق استعمال نہیں کرتا اور اپنے واجبات کو فراموش کر دیتا ہے تو وہ نعمتیں کم ہوتے ہوتے آخر بالکل ختم ہو جاتی ہیں۔''

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ سے کوئی مشکل مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

''جو کچھ پوچھنا ہے وہ تفقہ اور مزید علم حاصل کرنے کے لئے پوچھو، محض تنگ کرنے اور اعتراض کے لئے نہ پوچھو۔'' آپ سے دریافت کیا گیا کہ عاقل کی صفت بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا:

''عاقل وہ ہے جو چیز کو اس کے موقع اور محل پر رکھتا ہے۔''

پھر کہا گیا کہ جاہل کی صفت بھی بیان فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا:

''اس کی صفت میں نے بیان کر دی ہے۔''

اوباش لوگوں کی تعریف آپ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی:

''اوباش وہ لوگ ہیں کہ جمع ہوں تو نقصان پہنچائیں اور منتشر ہو جائیں تو فائدہ۔''

لوگوں نے کہا کہ ہمیں ان کے اجتماع کی مضرت کا تو پتا چل گیا لیکن ان کے منتشر ہونے کی وجہ سے فائدہ حاصل ہونے کی بات سمجھ میں نہیں آئی۔

آپ نے فرمایا:

''جب وہ لوگ منتشر ہو جائیں گے تو مزدور اپنے اپنے کاموں میں لگ جائیں گے۔ معمار عمارتیں بنانے میں، جولاہے کپڑا بننے میں اور نانبائی روٹیاں پکانے میں مشغول ہو جائیں گے۔ اس طرح لوگوں کو اوباشوں کے منتشر

Marfat.com

ہونے سے فائدہ حاصل ہو جائے گا۔''

آپ نے ایک دفعہ پرانی اور پھٹی ہوئی قمیص پہن رکھی تھی۔ جب لوگوں نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

''اس طرح دل خشوع و خضوع کی طرف مائل ہوتا ہے۔ نفس تذلل اختیار کرتا ہے اور مومن اس کی پیروی کرتے ہیں۔''

آپ نے ایک خارجی کو تہجد کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

''یقین کی نیند شک کی نماز سے بہتر ہے۔''

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا تو آپ نے فرمایا:

''جو کچھ تم میرے متعلق کہتے ہو میں اس سے کم تر ہوں لیکن جو کچھ تمہارے دل میں میرے متعلق ہے اس سے برتر ہوں۔''

(نقوش رسول نمبر جلد نمبر ۱۳- لاہور۔ صفحات ۵۰۸ تا ۵۱۲ من وعن)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

خرقۂ خلافت حضرت سیّدنا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت سیّدنا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خرقہ خلافت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پرست سے حاصل کیا اور ایک جہان کو مطلوب حقیقی تک پہنچایا۔ جب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا، ہمیشہ گریہ وزاری میں مشغول رہتے۔ فرمایا کرتے، میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خرقہ پہنا ہے، مبادا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور سنت کے منافی کوئی کام سرزد ہو جائے اور روزِ محشر شرمساری کا بارِگراں اٹھانا پڑے۔

(سیر الاقطاب ص۔۵)

☆ شبِ معراج...... خصوصی عطیہ خداوندی:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کو جو خرقہ پہنایا، یہ دراصل شبِ معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوا تھا۔ مصنف صحیح بہاری ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری رضوی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) بیان کرتے ہیں:

جو ہرِ غیبی کنز چہارم میں ''شرح رسالہ مکیہ'' سے روایت ہے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب شبِ معراج بہشت میں پہنچے تو ایک حجرہ دیکھا، جہاں ایک صندوق رکھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کھولا تو ایک خرقہ دیکھا عرض کیا، خداوند! میرا جی چاہتا ہے کہ اس خرقہ کو پہنوں۔ ارشاد ہوا، شوق سے پہنئے۔

پہننے کے ساتھ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور کہا:

خداوندا! یہ خرقہ مجھی تک محدود رہے گا یا میرے خاص امتیوں کو بھی پہنچے گا۔ ارشاد ہوا پہنچے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے راز کی ایک بات بتائی اور فرمایا:

Marfat.com

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس جائیں تو اپنے چار یاروں کو بلا کر الگ الگ ان سے پوچھیں کہ اگر میں تم کو یہ خرقہ دوں تو کیا کرو گے، اس سے کیا فائدہ اٹھاؤ گے؟

جس کا جواب میرے بتائے ہوئے جواب اور اس راز کے مطابق ہو، ان کو خرقہ دے دیجئے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے، پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: اگر میں تم کو یہ خرقہ دوں تو کیا کرو گے، اس سے کیا فائدہ اٹھاؤ گے؟ عرض کیا، میں صدق پھیلاؤں گا۔ فرمایا:

اجلس مکانک ''اپنی جگہ جا کر بیٹھئے''

پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: اگر میں تم کو یہ خرقہ دوں تو کیا کرو گے؟ عرض کیا، عدل پھیلاؤں گا۔

ارشاد ہوا: اجلس مکانک ''اپنی جگہ جا کر بیٹھئے''

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے بھی پوچھا کہ اگر میں تم کو یہ خرقہ دوں تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے جواب میں کہا، میں حیا کو ترویج دوں گا...... فرمایا: اجلس مکانک ''اپنی جگہ جا کر بیٹھو۔'' اس کے بعد حضرت مولائے کائنات اسد اللہ الغالب امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا کہ اگر میں تم کو یہ خرقہ دوں تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا، میں لوگوں کے عیب چھپاؤں گا اور بندگانِ خدا کی عیب پوشی کروں گا۔

ارشاد ہوا: انت لہ وھو لک ''تم اس کے لائق ہو اور یہ شے تمہارے لئے سزاوار ہے۔ یہ خرقہ تمہارے لئے زیبا ہے۔'' مشائخ کرام اپنے خلفاء کو جو خرقہ پہناتے ہیں، اس کی اصل بھی یہی ہے۔

(تنویر السراج فی بیان المعراج ص۔۶ بحوالہ مرتضی مشکل کشا مولی علی ص 179)

Marfat.com

تمام سلاسل طریقت میں مرتضوی رضی اللہ عنہ فیض

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ اس خصوصی خرقہ مبارکہ کی تاثیر ہے کہ تمام سلاسل طریقت آپ رضی اللہ عنہ سے مستفیض ہیں:

ہو چشتی، قادری یا نقشبندی، سہروردی ہو
ملا سب کو ولایت کا انہی کے ہاتھ سے ٹکڑا
(دیوان سالک ص ۳۷)

اہل تصوف کے سردار سیّدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (ترجمہ) ''اصول طریقت اور بلا (معاملات طریقت) میں ہمارے شیخ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔'' (کشف المحجوب)

حضرت سیّدنا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بلاشبہ منبع کمالات ولایت ہیں۔ فقہی مذاہب کی طرح سلاسل طریقت میں بھی مرتضوی فیض جاری وساری ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ، سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ آپ تک پہنچتے ہیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں سیّدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی آتا ہے۔ آپ کو اپنے آباؤ اجداد کی وساطت سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے روحانی فیوضات سے حصہ ملا۔ علاوہ ازیں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ جنیدیہ براہِ راست آپ رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے روحانی فیض اور خرقہ خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔ جس کی کچھ تفصیل ''خرقۂ خلافت'' کے عنوان سے پہلے بیان ہو چکی ہے۔ تصوف وطریقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان کے امین اور اقطاب ارشاد اہل بیت اطہار ہیں۔ بیہقی وقت حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ العزیز حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

(ترجمہ) ''سب سے پہلے قطب ارشاد حضرت سیّدنا مولا علی اور آخری حضرت غوث الثقلین محی الدین شیخ عبالقادر جیلانی ہیں۔ حضرت علی کے بعد (امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے لے کر) امام حسن عسکری تک آپ کی اولاد اس

Marfat.com

منصب پر فائز رہی ہے۔اولین و آخرین میں جس کسی کو بھی ولایت ملی، ان ہی کے توسط سے ملی ہے۔" (تفسیر مظہری۔ج ۲-ص ۱۰۳)

قاضی صاحب دوسری جگہ مزید صراحت کے ساتھ تحریر کرتے ہیں کہ اُمت محمدیہ کے علاوہ امم سابقہ کے اولیاء کرام کو بھی سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذریعے ہی ولایت ملی۔

(ترجمہ) "کمالات ولایت کے قطب ارشاد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ پہلی اُمتوں میں جسے بھی ولایت ملی، حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی روح کے توسط سے نصیب ہوئی۔ پھر یہ منصب آپ کے صاحبزادگان سے امام حسن عسکری تک ائمہ اہل بیت اطہار کو ملا اور پھر (امام حسن عسکری کے بعد) یہ منصب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو تفویض ہوا۔ اس لئے آپ فرماتے ہیں: "میری روحانی حالت میرے قلب وقالب (جسم) کے پیدا ہونے سے پہلے ہی برگزیدہ و مصفیٰ تھی۔

اب قیامت تک یہ منصب شیخ عبدالقادر جیلانی کے پاس ہی رہے گا۔اس کا اظہار آپ نے اپنے شعر میں فرمایا:

افلت شموس الاولین وشمسنا
ابداً علی اُفق العلیٰ لا تغرب (ایضاً ص ۱۲۰)

جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔

ہوئے غروب آفتاب اقطاب اوّلین کے، مگر ہمیشہ
بلندیوں کے اُفق پہ چمکے گا نیر ضوفشاں ہمارا

(سید نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

(مرتضیٰ مشکل کشا مولیٰ علی ص ۱۸۲ تا ۱۸۵)

Marfat.com

خطوط اور وصایا

واقعہ جمل کے بعد آپ کا خط حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام

''سلام علیک۔ واضح ہو کہ مدینہ میں میری بیعت ہو جانے سے تمہارے لئے شام میں میری بیعت کرنی ضروری ہوگئی ہے کیونکہ میری بیعت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اور اسی بات پر کی ہے جس بات پر میرے سے پہلے خلفاء کی کی تھی۔ بیعت کے بعد کسی ایسے شخص کے لئے، جو اس موقع پر حاضر تھا، یہ جائز نہیں ہے کہ وہ میری بجائے کسی اور کا نام خلافت کے لئے تجویز کرے اور نہ کسی ایسے شخص کے لئے، جو اس موقع پر حاضر نہیں تھا۔ یہ جائز ہے کہ وہ اس بیعت کو رد کر دے۔ شوریٰ کا حق صرف مہاجرین رضی اللہ عنہ اور انصار رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جب وہ کسی شخص پر متفق ہو کر اس کا نام امامت کے لئے تجویز کر دیں تو اس مشورہ کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر اس فیصلہ سے کوئی شخص انحراف کرتا ہے تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ بزور اسے خلیفہ کے حلقۂ اطاعت میں داخل کریں۔ اگر وہ برابر انکار ہی کرتا چلا جائے تو اس سے لڑیں۔ طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے پہلے میری بیعت کی اور بعد کو پھر گئے۔ ان کا بیعت توڑ دینا بیعت سے انکار کرنے کے مترادف تھا۔ میں نے ان پر حجت تمام کر کے ان سے جہاد کیا۔ یہاں تک کہ حق ظاہر ہو گیا اور خدا تعالیٰ کی مشیت ان کی ناراضگی کے باوجود پوری ہوئی۔ میں تمہیں بھی اسی بات کی طرف بلاتا ہوں جسے دوسرے مسلمانوں نے قبول کر لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ تم میری بیعت میں داخل ہو جاؤ۔ تم قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے انتقام لینے کے متعلق بہت شور مچا رہے ہو۔ اگر تم میری بیعت میں داخل ہو جاؤ اور پوری طرح میری اطاعت کرو تو میں تم سے بھی اور ان لوگوں سے بھی کتاب کے مطابق سلوک کروں گا۔ تم اپنے لئے ولایت چاہتے ہو لیکن یہ محض دھوکا ہے۔ تم اگر اپنی خواہشات کو ایک

Marfat.com

طرف رکھ کر اپنی عقل کو کام میں لاؤ تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں تمام قریش میں سب سے زیادہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے بری الذمہ ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم آزاد کردہ قیدیوں میں سے ہو۔[1] جن کے لئے نہ خلافت جائز ہوتی ہے اور نہ انہیں شوریٰ میں شریک کیا جا سکتا ہے۔ میں جریر بن عبداللہ کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں جو اہل ایمان اور مہاجرین میں سے ہیں۔ تمہیں چاہئے کہ تم ان کی بیعت کر لو۔ ولا قوۃ الا باللہ''[2]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک اور خط:

''تمہارا خط پہنچا۔ اس کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط کسی ایسے شخص کا ہے جس کی نظر نے کام کرنا بالکل چھوڑ دیا ہے اور اب وہ سیدھے راستے پر چل ہی نہیں سکتا۔ نہ اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہے جو اسے سیدھے راستے پر چلائے۔ نفسانی خواہشات کے زیر اثر ہی اس نے یہ جواب دیا ہے اور نفسانی خواہشات ہی اس کی راہبر ہیں اور وہ بلا سوچے انہی کے پیچھے چلا جا رہا ہے۔ تمہارا خیال ہے کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ عہد شکنی کی

[1] یہ کہنے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد ابوسفیان فتح مکہ کے دن دراصل قیدی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر احسان کر کے انہیں آزاد کر دیا۔

[2] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس خط کا یہ جواب دیا:

''سلام علیک۔ اگر آپ کی بیعت ان لوگوں نے کر لی ہے جن کا آپ نے ذکر کیا ہے اور آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے بھی بری ہیں تو آپ کا مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر ہے۔ لیکن واقعہ یہی ہے کہ آپ نے لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر اکسایا اور انصار کو چھوڑ دیا۔ آپ کی اطاعت جاہلوں نے کی ہے اور جو لوگ کمزور تھے وہ آپ کی بدولت قوی بن گئے ہیں۔ اہل شام اس وقت تک آپ سے جنگ کرتے رہنے کا ارادہ کر چکے ہیں، جب تک آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ان کے حوالے نہیں کر دیتے۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو پھر خلافت کا معاملہ مسلمانوں کے باہم مشورے سے طے کیا جائے گا۔ اہل حجاز ہی لوگوں کے حاکم ہیں۔ حق بھی انہی میں ہے۔ اگر وہ شوریٰ سے علیحدہ ہو جائیں تب اہل شام لوگوں کے حاکم ہیں۔ اہل بصرہ کی طرح اہل شام آپ کے مطیع نہیں ہیں اور آپ ان پر کسی قسم کی حجت قائم نہیں کر سکتے۔ اسی طرح طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کی طرح میں آپ کا تابع نہیں ہوں۔ ان دونوں نے آپ کی بیعت کی تھی۔ اس لئے ان پر تو آپ حجت قائم کر سکتے ہیں لیکن مجھ پر آپ حجت قائم نہیں کر سکتے۔ رہی اسلام میں آپ کی فضیلت اور آپ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت تو اس سے میں انکار نہیں کرتا۔''

Marfat.com

اور انہیں شہید کروا دیا۔ خدا کی قسم میں تو عام مہاجرین میں سے ایک فرد ہوں جس طرح دوسرے مہاجرین نے کیا میں نے بھی کیا۔ خدا تعالیٰ انہیں ضلالت اور گمراہی پر اکٹھا نہیں کر سکتا اور نہ ان کی آنکھوں ہی کو اندھا کر سکتا ہے۔ میرے سپرد کوئی عہدہ نہیں تھا جس کی وجہ سے مجھ پر کسی قسم کی کوئی ذمہ داری عائد ہو سکتی۔ نہ میں نے ان کو شہید ہی کیا تھا جس کی بناء پر مجھے قصاص کا خطرہ ہو۔ تمہارا یہ قول کہ اہل شام اہل حجاز کے حاکم ہیں تو شامی قریشیوں میں سے کوئی ایک شخص ایسا پیش کرو جسے مجلس شوریٰ میں قبول کر لیا جائے یا اس کے لئے خلافت جائز ہو۔ اگر تم کسی ایسے شخص کا نام پیش کر بھی دو گے تو مہاجرین رضی اللہ عنہ اور انصار رضی اللہ عنہ بالاتفاق تمہیں جھٹلا دیں گے۔ ہاں ہم حجازی قریشیوں میں سے ایسے نام پیش کر سکتے ہیں جو مندرجہ بالا معیار پر پورے اتریں۔ تم نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو میرے حوالے کر دو تو تم اس معاملہ میں بولنے والے کون ہوتے ہو! یہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے موجود ہیں وہ اس بات کے حقدار ہیں کہ یہ مطالبہ کریں۔ تم نے اہل شام اور اہل بصرہ اور اپنے اور طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے درمیان تمیز کی ہے لیکن اس کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اگر کسی شخص یا فریق نے میری بیعت نہیں کی تو اس وجہ سے وہ بری الذمہ نہیں ہو جاتا۔ جب عام بیعت ہو گئی تو پھر کسی اور شخص کو بولنے کا اختیار نہیں رہتا۔ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت اور اسلام میں سبقت کے فخر کو اگر تم مٹا سکتے ہو تو مٹا دو۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک اور خط

''تم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فضیلت میں تیسرا درجہ ہے (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد) اگر وہ محسن ہوں گے تو قیامت کے دن رب شکور کے حضور حاضر ہوں گے جو نیکیوں کا بدلہ بہت بڑھا چڑھا کے دینے والا ہے۔ وہ انہیں بیش قرار انعامات سے نوازے گا۔ اگر ان میں کچھ برائیاں ہوں گی تو قیامت کے دن وہ رب غفور کے سامنے حاضر ہوں گے جو اپنی رحمت سے ان کے گناہوں کو بخش دے گا۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام میں سب سے بڑا حصہ ہمارا یعنی اہل بیت کا ہے۔ تم نے مجھ پر الزام لگایا ہے کہ میں نے خلفاء کی بیعت کرنے میں دیر کی۔ میں نے ان سے حسد کیا اور ان کے خلاف

Marfat.com

بغاوت کی۔ حالانکہ بغاوت سے میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ تم نے میرے متعلق یہ بھی کہا ہے کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سرکشی اختیار کی اور ان سے قطع رحم کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ بھی تمہیں معلوم ہے اور لوگوں نے ان سے جو سلوک کیا اس کا بھی تمہیں پتہ ہے۔ تمہیں یہ بھی علم ہے کہ میں اس سارے قضیہ سے بالکل الگ تھلگ رہا۔ اگر اس پر بھی تم مجھ پر اتہام لگاتے ہو تو تمہیں اختیار ہے، جو چاہو کہو اور جو چاہو کرو۔ تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا ذکر کیا ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ انہیں تمہارے حوالے کر دیا جائے۔ میں نے اس معاملہ میں بہت غور کیا اور آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ میں انہیں نہ تمہارے حوالے کر سکتا ہوں اور نہ کسی اور کے۔

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو تمہارے والد ابوسفیان میرے پاس آئے اور کہا: ''اپنا ہاتھ بڑھایئے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ ہی خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔'' لیکن میں نے مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جانے کے اندیشہ کی بناء پر ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ تمہارے والد تم سے زیادہ میرے مرتبہ اور میرے حق سے واقف تھے۔ اگر تم بھی اپنے والد کی طرح میرے مرتبہ اور میرے حق کو پہچان لو تو یقیناً راہِ راست پر آ جاؤ لیکن اگر ایسا نہ ہو سکے تو ہم تمہارے بارہ میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ آپ کو لکھا کہ آپ شام کی حکومت ان کے قبضہ ہی میں رہنے دیں اور عرب کو جنگ کی تباہ کاریوں سے بچائیں۔ اس خط میں انہوں نے لکھا کہ فریقین کی قوت برابر کی ہے اور کسی ایک فریق کے حق میں فیصلہ ہونا بہت مشکل ہے۔ انہوں نے اس بات پر بھی فخر کا اظہار کیا کہ وہ بنی اُمیہ میں سے ہیں اور بنو امیہ اور بنو ہاشم کا سلسلہ نسب ایک ہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خط کا جواب ان الفاظ میں دیا:

''تم نے اپنے لئے شام کا مطالبہ کیا ہے لیکن جس چیز کو میں نے کل دینے سے انکار کر دیا، آج اسے کس طرح دے سکتا ہوں۔ تم نے لکھا ہے کہ جنگ نے عرب کو کھا لیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص کو حق نے کھا لیا ہے وہ جنت میں جائے گا۔ تم نے جنگ میں

Marfat.com

فریقین کی برابری کا ذکر کیا ہے۔ تم اپنے متعلق شک میں ہو اس لئے ضرور ہارو گے۔ چونکہ میں اپنے متعلق یقین پر ہوں اس لئے میں ضرور جیتوں گا۔ اہل شام دنیا کے اتنے حریص نہیں ہیں جتنے اہل عراق آخرت کے حریص ہیں۔ رہا تمہارا یہ قول کہ "ہم بنوعبد مناف ہیں" تو تمہاری طرح ہم بھی بنوعبد مناف ہیں لیکن امیہ کا مقابلہ ہاشم سے، حرب کا مقابلہ عبدالمطلب سے، ابوسفیان کا مقابلہ ابوطالب سے، مہاجر کا مقابلہ آزاد کردہ قیدی سے، صحیح النسب کا مقابلہ اس شخص سے جو اپنے نسب کو کسی دوسری قوم کے نسب سے ملاتا ہو، حق پر قائم رہنے والے کا مقابلہ باطل پر ہونے والے شخص سے اور مومن کا مقابلہ مفسد سے نہیں کیا جا سکتا۔"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک اور خط

"سبحان اللہ! تم اپنی باطل خواہشات پر کس مضبوطی سے قائم ہو۔ حالانکہ واقعات وحقائق سراسر تمہارے برخلاف ہیں۔ تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقام کے متعلق بڑا واویلا کر رہے ہو۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد اس وقت کی جب ان کی مدد تمہارے لئے فائدہ مند تھی لیکن جس وقت انہیں تمہاری مدد کی ضرورت تھی۔ اس وقت تم نے ان کی مدد سے کنارہ کشی اختیار کی۔" [1]

منذر بن جارود عبدی کو آپ نے ایک علاقہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اس نے بیت المال کے اموال میں کچھ خیانت کی۔ جب آپ کو اس کا پتا چلا تو آپ نے اسے مندرجہ ذیل خط لکھا:

"تمہارے باپ کی نیکی نے مجھے تمہارے متعلق دھوکے میں رکھا۔ میرا خیال تھا کہ تم اپنے باپ کی تقلید کرو گے"۔

اور اسی کے راستہ پر چلو گے۔ لیکن مجھے تمہارے متعلق جو خبریں ملی ہیں ان سے پتا چلتا

---

[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ لکھنے سے مطلب یہ ہے کہ اب جبکہ تم ان کے انتقام کا نعرہ لگا کر سیاسی فائدہ حاصل کر سکتے ہو تمہیں ان کا انتقام لینے کا بہت جوش ہے لیکن ان کی زندگی میں جب انہیں تمہاری حقیقی مدد کی ضرورت تھی تم نے ان کی کسی قسم کی مدد نہ کی۔

Marfat.com

ہے کہ تم نے اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل اور دنیا میں عیش و آرام حاصل کرنے کے لئے اپنی آخرت کو تباہ کر لیا اور اس کے لئے کسی قسم کا زادِ راہ تیار نہ کیا۔ مجھے تمہارے متعلق جو خبریں ملی ہیں اگر وہ سچ ہیں تو تمہارے گھر کے اونٹ اور تمہاری جوتی کے تسمے تم سے بہتر ہیں۔ تم جیسا کوئی شخص ہرگز اس بات کا اہل نہیں ہے کہ اسے سرحدوں کی حفاظت کے لئے چھوڑا جائے، اسے کوئی مرتبہ دیا جائے، اس کی عزت اور قدر و منزلت کی جائے، اسے امانت میں شریک کیا جائے یا اسے قابل اعتماد سمجھا جائے۔ جونہی میرا یہ خط تمہیں پہنچے اسی وقت مجھ سے ملنے کے لئے روانہ ہو جاؤ۔"

عثمان بن حنیف انصاری عامل بصرہ کے متعلق آپ کو یہ خبر ملی کہ انہیں ولیمہ کی ایک دعوت میں بلایا گیا اور وہ چلے گئے۔ اس پر آپ نے انہیں مندرجہ ذیل خط لکھا:

"اے ابن حنیف! مجھے پتا چلا ہے کہ اہل بصرہ میں سے ایک شخص نے تمہیں دعوت میں بلایا اور تم وہاں چلے گئے۔ اس وقت تمہیں یہ خیال کیوں نہ آیا کہ جس دعوت میں تمہیں مدعو کیا گیا ہے۔ اس میں امیروں کو تو بلایا گیا ہے لیکن غریبوں کو نہیں بلایا گیا۔ آئندہ اس بات کا سختی سے خیال رکھو کہ جو دعوت تمہارے نزدیک مشکوک ہو اس میں مت جاؤ۔ البتہ جس دعوت کے متعلق تمہیں یہ یقین ہو جائے کہ وہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی مخالفت کر کے منعقد نہیں کی گئی، اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔"

زیاد بن ابیہ کے نام ایک خط

"اسراف کو چھوڑ کر میانہ روی اختیار کرو۔ کل کا دھیان آج ہی کرو اور بقدرِ ضرورت اپنا مال بچاؤ۔ خرچ کرنے کے بعد جو مال بچ جائے اسے آئندہ کی ضروریات کے لئے رکھ چھوڑو۔

کیا تمہیں یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں منکسر المزاج لوگوں کے زمرہ میں شامل کرے گا۔ اگرچہ اس کے نزدیک تمہارا شمار مغرور لوگوں میں ہو۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں اسی ثواب سے متمتع کیا جائے گا۔ جو صدقات دینے والوں کے لئے مخصوص ہے۔ اگرچہ دولت کی افراط کے باوجود تم اسے کمزوروں اور یتیموں اور بیواؤں پر خرچ نہ کرو۔ یاد رکھو ہر انسان

Marfat.com

کو آخرت میں اسی کام کا اجر دیا جائے گا، جو اس نے اس دنیا میں کیا ہوگا۔ اسے وہاں وہی کچھ ملے گا جو وہ اس دنیا میں چھوڑ گیا ہوگا۔"

ایک عامل کے نام خط

"تمہارے علاقہ کے غیر مسلم زمینداروں نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم ان سے سختی کرتے ہو اور نفرت و حقارت سے پیش آتے ہو۔ ان کے شرک کی وجہ سے میں انہیں اس بات کا اہل تو نہیں سمجھتا کہ تم انہیں مسلمانوں کی طرح اپنے قریب کرلو لیکن چونکہ وہ معاہد ہیں اس لئے ان سے زیادہ دوری بھی اچھی نہیں۔ نہ تم ان سے حد سے زیادہ نرمی سے پیش آؤ اور نہ حد سے زیادہ سختی سے، بلکہ نرمی اور سختی، قرب اور دوری کے مابین ان سے معاملہ کرو۔"

اپنے بڑے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو نصیحتیں فرماتے ہیں

اپنے پیچھے دنیا کی کوئی چیز باقی نہ رہنے دینا، کیونکہ وہ چیز لازماً دو آدمیوں میں سے ایک کے پاس جائے گی، یا تو اس کے پاس، جو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے راستہ میں خرچ کرے گا اور اس طرح اس چیز سے فائدہ حاصل کرے گا جو تمہارے کام نہ آئی۔ یا پھر اس آدمی کے پاس، جو اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کرے گا اور اس طرح تم اس کی نافرمانی میں اس کے مددگار بنو گے۔ یہ دونوں آدمی اس بات کے مستحق نہیں ہیں کہ تم ان کو اپنے آپ پر ترجیح دو۔

بیٹا! چار باتوں کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔

۱- اصل دولت مندی عقل کی دولت مندی ہے۔

۲- سب سے بڑا فقر حماقت ہے

۳- سب سے زیادہ وحشت تکبر اور خود پسندی ہے۔

۴- سب سے معزز حسب نیک خلقی ہے۔

میرے بیٹے! احمق کی دوستی سے بچنا کیونکہ وہ اپنے خیال میں تو تمہیں فائدہ پہنچائے گا لیکن دراصل نقصان پہنچانے کا موجب بنے گا۔ بخیل کی دوستی سے بچنا، کیونکہ جن چیزوں کی تمہیں اشد ضرورت ہوگی وہ ان کو تم سے دور کردے گا۔ فاجر کی دوستی سے بچنا، کیونکہ وہ

Marfat.com

ایک معمولی چیز کے بدلے تمہیں بیچ دے گا۔ جھوٹے کی دوستی سے بچنا، کیونکہ وہ سراب کی طرح ہے۔ دور کو نزدیک دکھائے گا اور نزدیک کو دور۔"

کمیل بن زیاد نخعی کہتے ہیں کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور صحرا میں ایک قبرستان کی طرف تشریف لے گئے بہت دور نکل جانے کے بعد آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور فرمایا:

"اے کمیل! یہ دل دراصل برتن ہیں تم ان میں پاک چیزیں ڈالو اور جو کچھ میں کہتا ہوں غور سے سنو۔ انسان تین قسم کے ہیں:

۱- ربانی عالم

۲- نجات حاصل کرنے کے لئے علم سیکھنے والے۔

۳- احمق، جوان چرواہوں کی طرح ہیں کہ ہر بھیڑ کی آواز پر اس کی طرف بھاگتے ہیں جس طرف کی ہوا ہوتی ہے۔ اسی طرف چلے جاتے ہیں۔ نہ وہ علم کے نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور نہ کسی مضبوط چیز کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔

اے کمیل! علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی حفاظت کرتا ہے مال خرچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے لیکن علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ جو شخص مال کے بل بوتے پر عزت حاصل کرتا ہے اس کی عزت مال کے ختم ہونے تک باقی رہتی ہے جونہی مال ختم ہوا اس کی عزت بھی ختم ہو گئی۔ لیکن جو شخص علم کے بل بوتے پر عزت حاصل کرتا ہے اس کی عزت ہمیشہ رہتی ہے۔

اے کمیل! علم کے ذریعہ انسان زندگی میں بھی ناموری حاصل کر لیتا ہے اور اس کی وفات کے بعد بھی اس کا ذکر باقی رہتا ہے۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم۔

میں تمہیں پانچ نصیحتیں کرتا ہوں۔

۱- سوائے خدا کے اور کسی سے امید نہ رکھو۔

۲- سوائے اپنے گناہ کے اور کسی سے نہ ڈرو۔

۳- اگر تم سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کا تمہیں علم نہ ہو تو یہ کہتے ہوئے نہ

Marfat.com

شرماؤ کہ "میں نہیں جانتا۔"

۴۔اگر تمہیں کسی بات کا علم نہ ہو تو اسے معلوم کرنے میں تکلف نہ کرو۔

۵۔صبر اختیار کرو، کیونکہ صبر کا تعلق ایمان سے ایسا ہی ہے جیسا سر کا تعلق بقیہ جسم سے۔اس جسم کا کوئی فائدہ نہیں جس کا سر نہ ہو۔

اسی طرح اس ایمان سے کوئی فائدہ نہیں جس کے ساتھ صبر نہ ہو۔

(نقوش رسول نمبر جلد نمبر ۱۳-لاہور۔صفحات ۵۱۲ تا ۵۱۸ من وعن)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

”ابوتراب“ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا لقب اور تصرّف کی طاقت

میاں بیوی کے درمیان پیار بھری رنجش ازدواجی زندگی کا ایک دلکش حصہ ہے۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیّدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کچھ ایسی رنجش پیدا ہو گئی۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر مسجد میں چلے گئے اور زمین پر لیٹ گئے۔ جسم اطہر سے عنبر بار پسینہ بہہ کر مٹی میں جذب ہونے لگا۔

سرکار نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے تو انہیں وہاں نہ پا کر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ ناراض ہو کر مسجد میں چلے گئے ہیں۔
حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں گئے تو دیکھا۔ ننگی زمین پر لیٹے ہوئے ہیں اور نازنین بدن پر مٹی لگی ہوئی ہے تو موقع و محل کی مناسبت سے پیار بھرے لہجے میں فرمایا:
قم یا اباتراب! او مٹی کے باپ اٹھ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خوبصورت بدن سے مٹی جھاڑتے اور یہی جملہ دہراتے رہے۔ عجیب نور بار اور فیض رساں سماں تھا۔
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفقتیں اُنڈیل دیں اور چاہتیں نچھاور کر دیں اور باتوں ہی باتوں میں علی کو رُوئے زمین کا مالک بنا دیا۔

قارئین محتشم! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہوتی۔ مولا علی کو جو ابوتراب کا لقب دیا وہ بھی حکمت سے خالی نہیں تھا۔ ”تراب“ مٹی کو کہتے ہیں اور پوری زمین مٹی کی بنی ہوئی ہے۔ ابوتراب کہہ کر اشارہ دے دیا کہ علی، مٹی یعنی رُوئے زمین کا باپ اور مالک ہے اور اللہ تعالیٰ نے رُوحانی طور پر اسے زمین میں تصرف کرنے کی طاقت دی ہوئی ہے جس کا اظہار ایک مرتبہ کوفہ میں ہوا۔

Marfat.com

☆ اہل کوفہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ فریاد لے کر آئے تھے۔ روتے ہوئے بولے۔

دریائے فرات میں طغیانی آ گئی ہے۔ وہ کناروں سے چھلک پڑا ہے، ہمارے کھیت برباد ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ آپ نگاہِ کرم فرمائیں اور اس سلسلے میں ہماری معاونت کریں تا کہ ہم تباہی و بربادی اور مالی نقصان سے بچ جائیں۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے۔ حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ مبارک زیب تن فرمایا، عمامہ شریف سر پر باندھا، عصا مبارک ہاتھ میں لیا باہر تشریف لائے گھوڑے پر سوار ہوئے اور دریائے فرات پر پہنچے۔ وہاں جا کر دو رکعتیں ادا فرمائیں اور عصا مبارک لے کر کھڑے ہو گئے اور پانی کو نیچے ہونے کا اشارہ کیا۔ ایک فٹ کے قریب پانی نیچے ہو گیا۔

☆ لوگوں سے پوچھا اتنا کافی ہے؟ وہ بولے، مزید کم کریں، آپ رضی اللہ عنہ نے پھر اشارہ کیا، پانی مزید کم ہو گیا، لوگوں نے عرض کی۔ ابھی خطرہ باقی ہے پانی اور کم کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تیسری بار اشارہ کیا تو پانی اور اتر گیا، جب وہ خطرے کے نقطے سے نیچے آ گیا تو لوگ بولے: حضور! اب ٹھیک ہے۔ خطرہ ٹل گیا ہے۔

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دونیم، ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حکیمانہ اقوال

۱- جب دنیا کسی پر مہربان ہوتی ہے تو دوسرے شخص کے محاسن بھی اسی کو دے دیتی ہے اور جب اس سے منہ موڑتی ہے تو اس کی اپنی خوبیاں بھی چھین لیتی ہے۔

۲- لوگوں کے ساتھ میل ملاپ رکھو تا کہ جب تم مرجاؤ تو وہ تم پر روئیں اور جب تک تم زندہ رہو وہ تم سے محبت کا برتاؤ کرتے رہیں۔

۳- اگر تم اپنے دشمن پر قابو پالو تو قابو پانے کے شکریہ میں اسے معاف کردو۔

۴- وہ شخص ناکام ہے جو اپنے بھائیوں کی دوستی حاصل نہ کر سکے، لیکن سب سے زیادہ ناکام وہ شخص ہے جو اپنے بھائیوں کی دوستی حاصل کرنے کے بعد پھر اسے کھودے۔

۵- اگر تم منعم کا شروع ہی میں شکریہ ادا نہ کرو گے تو آئندہ حاصل ہونے والی نعمت کو ہاتھ سے کھودو گے۔

۶- تم صاحب مروّت لوگوں کی لغزشوں کو نظر انداز کر دیا کرو کیونکہ ان میں جو شخص لغزش کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنے ہاتھ سے اٹھاتا ہے۔

۷- بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ یہ ہے کہ مظلوموں کی دادرسی کی جائے اور مصیبت زدوں کی تکالیف دُور کی جائیں۔

۸- کوئی شخص کسی بات کو خواہ کتنا ہی کیوں نہ چھپائے لیکن کبھی نہ کبھی وہ بلا ارادہ بلا سوچے سمجھے اس کی زبان یا اس کے چہرے سے ظاہر ہو ہی جائے گا۔

۹- جب تک بیماری کی حالت میں کام ہوسکتا ہے کام کیے جاؤ۔

۱۰- بہترین زہد یہ ہے کہ اپنے زہد کو چھپایا جائے۔

۱۱- سخی بنو لیکن فضول خرچ نہ بنو۔ میانہ روی اختیار کرو لیکن کنجوس نہ بنو۔

Marfat.com

۱۲- عاقل کی زبان اس کے دل کی تابع ہوتی ہے اور احمق کا دل اس کی زبان کے تابع ہوتا ہے۔ [1]

۱۳- اگر کسی غلطی سے تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ غلطی اس نیکی سے اچھی ہے جس سے تم مغرور ہو جاؤ۔

۱۴- نیک دل انسان کے حملہ سے ڈرو جب وہ بھوکا ہو، اور کمینے شخص کے حملہ سے ڈرو جب وہ سیر ہو۔

۱۵- جب تک تیرا بخت یاور ہے تیرا عیب بھی چھپا ہوا ہے۔

۱۶- عفو و درگزر کرنے کے لائق سب سے زیادہ وہ شخص ہے جسے سزا دینے میں کوئی روک نہ ہو۔

۱۷- سخاوت وہ ہے جو بلا مانگے کی جائے۔ مانگنے پر سخاوت، سخاوت نہیں ہوتی بلکہ حیا اور تذمم [2] ہوتی ہے۔

۱۸- عقل سے بڑھ کر اور کوئی دولت نہیں، جہالت سے بڑھ کر اور کوئی فقر نہیں۔ ادب سے بڑھ کر اور کوئی میراث نہیں۔ مشورہ سے بڑھ کر اور کوئی مددگار نہیں۔

۱۹- صبر دو قسم کا ہوتا ہے:

ایک صبر اس چیز پر جسے تو ناپسند کرتا ہے اور ایک صبر اس چیز پر جسے تو پسند کرتا ہے۔

۲۰- قناعت وہ مال ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

۲۱- مال شہوات کا مادہ و مبتدا ہے۔

۲۲- جس شخص نے تجھے ڈرایا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے تجھے خوشخبری دی۔

۲۳- کسی حاجت مند کو تھوڑی چیز دینے سے نہ شرماؤ کیونکہ بالکل ہی نہ دینا اس سے بدتر ہے۔

---

[1] اس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ عاقل جو کچھ کہتا ہے خوب سوچ سمجھ کر کہتا ہے۔ بے احتیاطی سے کوئی لفظ نہیں نکالتا۔ لیکن احمق بے سوچے سمجھے جو چاہتا ہے کہہ دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کا ایک اور فقرہ بھی مروی ہے جو یہ ہے "احمق کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور عاقل کی زبان اس کے دل میں۔"

[2] تذمم کے لغوی معنی مذمت سے بچنے کے ہیں۔

Marfat.com

۲۴- ناشکری فقر کا زینہ ہے اور شکر دولت مندی کا زینہ۔

۲۵- جب عقل کامل ہو جاتی ہے تو کلام گھٹ جاتا ہے (یعنی عاقل لوگ بہت کم کلام کرتے ہیں)

۲۶- جو شخص اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے امام کے طور پیش کرے اسے چاہئے کہ دوسرے لوگوں کو تعلیم دینے سے پہلے اپنے نفس کو تعلیم دے۔ لوگوں کو اپنی زبان کے ذریعہ ادب سکھانے سے پہلے اپنی سیرت اور نمونہ کے ذریعہ ادب سکھائے۔ اپنے نفس کا معلم ہو اور مؤدب لوگوں کے معلم اور مودب سے زیادہ عزت اور تکریم کا مستحق ہے۔

۲۷- حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے، اس لئے اگر حکمت منافقوں کے پاس بھی ملے تو وہاں سے بھی حاصل کرو۔

۲۸- کسی شخص کی قیمت وہی ہوتی ہے جو وہ خود اپنے لئے مقرر کرتا ہے۔

۲۹- جس شخص نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے مابین معاملہ درست رکھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان بھی معاملہ درست ہی رکھے گا۔ جس شخص نے اپنی آخرت سدھار لی اللہ تعالیٰ اس کی دنیا بھی سدھار دے گا۔ جس شخص کا نفس اسے نصیحت کرنے والا ہو اللہ تعالیٰ اس پر اپنا نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔

۳۰- دل اسی طرح اُکتا جاتے ہیں جس طرح جسم تھک جاتے ہیں۔ تم ان کی اکتاہٹ اور تھکاوٹ کو دور کرنے کے لئے حکیمانہ اور پرلطف باتیں بیان کیا کرو۔

۳۱- اپنے جسموں کی آغازِ سرما میں خوب نگہداشت کرو کیونکہ سردی جسموں پر وہی عمل کرتی ہے جو درختوں پر کرتی ہے۔ شروع میں انہیں جلا دیتی ہے اور آخر میں انہیں سرسبز کر دیتی ہے۔

۳۲- کوئی دوست اس وقت تک دوست نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ تین موقعوں پر اپنے بھائی کی برائی کرنے سے باز نہیں رہتا۔ اس کی نکبت اور افلاس کے وقت، اس کی غیر حاضری میں اور اس کے مرنے کے بعد۔

Marfat.com

۳۳- تفکرات آدھا بڑھاپا ہوتے ہیں۔

۳۴- اپنے بھائی پر احسان کر کے اس پر ناراض ہو اور اس پر انعام واکرام کر کے اس کے شر کو لوٹا دو۔

۳۵- انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہوتا ہے۔

۳۶- جہاں خالق کی نافرمانی ہوتی ہے وہاں مخلوق کی اطاعت واجب نہیں۔

۳۷- اکثر اوقات ایک لقمہ کئی لقموں کو روک دیتا ہے۔

۳۸- جب تو اپنے دل سے بدی کو مٹا دے گا تو دوسرے شخص کے دل سے بھی بدی کا قلع قمع کر دے گا۔

۳۹- جس طرح جہالت کی بات کہنے میں کسی قسم کی بھلائی نہیں ہے اسی طرح حکمت کی بات پر خاموش رہنے میں بھی بھلائی نہیں ہے۔

۴۰- اے ابن آدم! تو اپنی مقررہ روزی سے زیادہ جو کچھ کمائے اس میں تیرے بھائی تیرے شریک ہیں اور تو اس مال پر صرف نگہبان کی حیثیت رکھتا ہے۔

۴۱- ہر برتن ان چیزوں سے بالآخر بھر جاتا ہے جو اس میں ڈالی جاتی ہیں۔ لیکن علم کا برتن نہیں بھرتا۔ جتنا جتنا علم اس میں ڈالا جاتا ہے اتنا اتنا وہ بڑھتا جاتا ہے۔

۴۲- تکلیف کو برداشت کر کیونکہ جو شخص تکلیف برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ ساری عمر ملول ہی رہتا ہے۔

۴۳- اکثر انسانوں کی عقلیں سیم و جواہر کی چمک دیکھ کر جاتی رہتی ہیں۔

۴۴- نیک دل انسان کا بہترین کام یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کے ان عیوب سے چشم پوشی کرے جو اس کے علم میں آئیں۔

۴۵- وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اپنی کسی غرض کو مدنظر رکھ کے کرتے ہیں وہ تاجروں کی سی عبادت کرتے ہیں۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی عبادت کرتے ہیں وہ غلاموں کی سی عبادت کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکریہ میں اس کی عبادت کرتے ہیں وہ آزاد بندوں کی سی عبادت کرتے ہیں۔

Marfat.com

۴۶- جو چھوٹے ہاتھ سے سخاوت کرتا ہے اسے لمبے ہاتھ سے دیا جاتا ہے۔ [1]
۴۷- دنیا کی تلخی آخرت کی شیرینی ہوتی ہے اور دنیا کی شیرینی آخرت کی تلخی۔
۴۸- جب تم غریب ہو جاؤ تو صدقہ کے بدلے اللہ تعالیٰ سے تجارت کا سودا کرو۔
۴۹- تھوڑا کام جس پر ہمیشگی اختیار کی جائے اس بڑے کام سے بہتر ہے جو انسان کو تھکا دے اور آخر اسے چھوڑنا پڑے۔
۵۰- احمق کے کبھی ساتھی نہ بنو کیونکہ وہ اپنے کام کو تمہاری نظروں میں اچھا دکھانے کی کوشش کرے گا اور یہ بھی چاہے گا کہ تم بھی اسی جیسے بن جاؤ۔
۵۱- تیرے دوست تین ہیں اور تیرے دشمن بھی تین۔ تیرے دوست یہ لوگ ہیں:

۱- تیرا دوست
۲- تیرے دوست کا دوست
۳- تیرے دشمن کا دشمن

اسی طرح تیرے دشمن یہ لوگ ہیں:

۱- تیرا دشمن
۲- تیرے دوست کا دشمن
۳- تیرے دشمن کا دوست

۵۲- انسان ابناء دنیا ہیں اور وہ اپنی ماں سے محبت کرنے کی بنا پر ملامت کا مستحق نہیں ٹھہرتا۔
۵۳- انسان اپنے بیٹے کے کھوئے جانے پر تو سو سکتا ہے لیکن اپنا مال ضائع ہونے پر نہیں سو سکتا۔ [2]

---

[1] اس فقرہ کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص نیکی کے راستہ میں اپنا مال خواہ وہ کتنا تھوڑا ہی کیوں نہ ہو خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑھ چڑھ کر دیتا ہے۔ اس جگہ ہاتھوں سے مراد نعمتیں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس فقرہ میں بندہ کی نعمت اور خدا تعالیٰ کی نعمت کا مقابلہ کیا ہے اور بندے کی دی ہوئی نعمت کو چھوٹی نعمت اور خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو بڑی نعمت بتایا ہے۔

[2] مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی اولاد کی موت پر تو صبر کر سکتا ہے لیکن مال کے چھن جانے پر صبر نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

۵۴- پتھر کو جہاں سے وہ آیا ہے وہیں لوٹا دو کیونکہ برائی برائی سے ہی دور کی جا سکتی ہے۔

۵۵- تیری آنکھ کا پانی (شرم) اس وقت تک باقی رہ سکتا ہے جب تک تو سوال نہ کرے۔ جونہی تو سوال کرے گا یہ پانی ڈھل جائے گا۔

۵۶- جو شخص بغاوت کی تلوار سونتتا ہے وہ اسی تلوار سے قتل کیا جاتا ہے جو شخص سخت محنت کرتا ہے بالآخر ہلاک ہو جاتا ہے۔ جو شخص گہرے پانی میں گھستا ہے غرق ہو جاتا ہے۔ جو شخص برائیوں کے اڈوں میں جاتا ہے وہ بھی بدی سے متہم ہو جاتا ہے۔

۵۷- جو شخص دوسرے لوگوں کے عیب دیکھ کر انہیں برا جانتا ہے لیکن پھر خود وہی عیب اختیار کر لیتا ہے اس سے بڑھ کر احمق اور کوئی نہیں۔

۵۸- جو شخص باتونی ہو گا زیادہ غلطیاں کرے گا۔ جو زیادہ غلطیاں کرے گا اس کی شرم کم ہو جائے گی جس کی شرم کم ہو جائے گی اس کی پرہیز گاری میں فرق آ جائے گا جس کی پرہیز گاری میں فرق آ جائے گا اس کا دل مر جائے گا اور جس کا دل مر جائے گا وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔

۵۹- جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے متعلق کوئی لفظ زبان سے نہ نکال۔ نہ صرف یہ بلکہ ہر اس چیز کے متعلق بھی جس کا تجھے پتا ہے زبان نہ کھول۔

۶۰- جس نے حق کا مقابلہ کیا وہ شکست کھائے گا۔

۶۱- عہدے اور منصب لوگوں کے مضامیر ہیں۔

۶۲- دو شخص کبھی سیر نہیں ہوتے۔ علم کا طالب اور مال کا طالب۔

۶۳- جو شخص چار باتیں کرے گا چار چیزوں سے کبھی محروم نہیں رہے گا۔ دعا کرنے والا راستی سے، توبہ کرنے والا قبولیت سے، استغفار کرنے والا مغفرت سے اور شکر کرنے والا زیادتی سے۔

۶۴- تین چیزیں جنت کے خزانوں میں سے ہیں:

(۱) بیماری کا چھپانا (۲) صدقہ وخیرات کا چھپانا (۳) مصیبت کا چھپانا

۶۵- اے ابن آدم! جب تو یہ دیکھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تجھے برابر اپنی نعمتوں سے نواز رہا

Marfat.com

ہے اور تو اس کی نافرمانی کر رہا ہے تو خدا تعالیٰ سے ڈر۔

۶۶- امیری میں سفر بھی وطن ہے اور غریبی میں وطن بھی سفر۔

۶۷- کتنی عقلیں ہیں جو حاکموں کی خواہشات کے نیچے دبی ہوتی ہیں۔

(نقوش رسول نمبر جلد نمبر ۱۳- لاہور۔ صفحات ۵۰۴ تا ۵۰۸ من وعن)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ادبی شخصیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر تاریخ نے بڑے دبیز پردے ڈال رکھے ہیں، جس سے آپ کے صحیح خدوخال متعین کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ جہاں دشمنوں نے آپ کی سیرت کو مسخ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی وہاں معتقدین نے بھی آپ کی مبالغہ آمیز مدح وتوصیف میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

البتہ آپ کے اقوال، آپ کے خطبات اور آپ کے احکام پر نظر ڈالنے سے آپ کی حقیقی شخصیت معلوم کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے اور پتا چلتا ہے کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک حیرت انگیز دماغ ودیعت ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہ کر آپ کا پرمعارف کلام سنتے رہنے کی وجہ سے فصاحت وبلاغت آپ کے رگ وریشہ میں سرایت کر گئی تھی۔ اسی کا اثر تھا کہ آپ کی زبانِ مبارک سے ہر وقت فصاحت وبلاغت کے چشمے پھوٹتے رہتے تھے۔ حکمت آپ کے گھر کی لونڈی تھی اور خطابت میں کوئی شخص آپ کا ہم پلہ نہ تھا۔ کوئی بھی موضوع کیوں نہ ہو آپ بے تکان اس پر گھنٹوں لیکچر دے سکتے تھے۔ لوگوں کو جہاد پر ابھارنے کے لئے آپ کے خطبے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام آپ کے خطوط، امراء اور عمال کے متعلق آپ کے احکام عربی ادب کے معجزات کی حیثیت رکھتے ہیں۔

نہج البلاغہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہترین ادبی یادگار ''نہج البلاغہ'' ہے۔ نہج البلاغہ خطبوں، خطوط اور مواعظ کا مجموعہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں وقتاً فوقتاً دیئے۔ ان خطبوں، خطوط اور مواعظ کو شریف رضی نے مرتب کر کے کتابی صورت دی تھی اور اس مجموعہ کا

Marfat.com

نام ''نہج البلاغہ'' رکھا تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کتاب میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ سب کا سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمودہ نہیں ہے۔ ایسے لوگوں میں سب سے پیش پیش ابن خلکان ہے۔ ابن خلکان کی تقلید میں بعض دوسرے لوگوں نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا ہے، لیکن حقیقت یہی ہے کہ نہج البلاغہ کا اکثر حصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے فرمودات اور ارشادات پر مبنی ہے۔ یہ کتاب آپ کی زندگی، آپ کے عہد خلافت، آپ کی جنگوں اور غزوات اور آپ کی دنیا سے بے رغبتی کی صحیح تصویر پیش کرتی ہے۔

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ بعض خطب و رسائل غلط طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہیں تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ''نہج ابلاغہ'' میں آپ کے جو خطبات اور رسائل درج کیے گئے ہیں ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رفیع الشان شخصیت، جو ایمان و یقین سے بھرپور اور حق و صداقت کے سلسلہ میں انتہائی مضبوط تھی۔ ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔

مسعودی ''نہج البلاغہ'' کے تذکرہ میں لکھتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں تقریباً پانچ سو خطبات دیئے تھے۔ لوگ ان خطبات کو زبانی یاد کر لیتے تھے۔ یاد کرنے کا یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل کئی سو سال تک چلتا رہا۔ آخر شریف رضی نے آپ کے تمام خطبوں، مواعظ اور رسائل کو کتابی صورت میں مرتب کیا اور اس کا نام ''نہج البلاغہ'' رکھا۔ شریف رضی اس کتاب کی تالیف سے ۴۰۰ھ میں فارغ ہوا۔ اس نے ہر باب کے آخر میں کچھ خالی صفحات اس غرض سے چھوڑ دیئے تھے کہ اگر بعد میں کچھ معلوم ہو تو اسے اپنے موقع اور محل پر درج کر دیا جائے۔ شریف رضی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسل ہی میں سے تھا وہ ۹۶۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۰۱۵ء میں وفات پائی۔ اسے مرتضیٰ کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ اس کا شمار اس زمانے کے مشہور ادیبوں میں تھا۔ نہج البلاغہ کے علاوہ اس نے اشعار کا ایک دیوان بھی اپنی یادگار چھوڑا ہے۔

نہج البلاغہ کی تالیف کے بعد علماء، فقہاء اور ادباء کی ایک جماعت نے اس کتاب کی شرحیں لکھنے کی طرف اپنی توجہات مبذول کیں۔ اندازہ ہے کہ اب تک اس کی چھبیس شرحیں

Marfat.com

لکھی جا چکی ہیں۔قدیم شارحین میں سے سب سے مشہور شخص عبدالحمید بن ابی الحدید معتزلی ہیں۔وہ ۱۱۹۰ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۲۵۷ء میں وفات پائی۔ان کی شرح بیس جلدوں پر مشتمل ہے۔متاخرین میں سب سے مشہور شارح مصر کے علامہ مفتی محمد عبدہٗ ہیں،آپ نے ۱۹۰۵ء میں وفات پائی۔

شریف رضی کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

''حضرت علی علیہ السلام کا تمام کلام تین اصناف پر مشتمل ہے:

۱-خطبات واوامر

۲-خطوط ورسائل

۳-حکم ومواعظ

میں نے بھی اسی ترتیب سے اپنی کتاب میں سب سے پہلے آپ کے خطبات کو درج کیا ہے۔ان کے بعد آپ کے خطوط کو اور آخر میں آپ کے حکیمانہ اقوال کو۔''

علامہ مفتی محمد عبدہٗ نہج البلاغہ کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک خطیب اور ایک ادیب کے کلام میں جتنی باتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب اس کتاب میں موجود ہیں۔اس میں ادبی پیرایہ میں مدح بھی ہے اور ذم بھی۔نیک باتوں کی ترغیب بھی ہے اور بری باتوں سے نفرت کا اظہار بھی۔سیاسی چپقلش کے نمونے بھی ہیں اور جنگ وجدل کا حال بھی۔رعایا پر حاکم کے حقوق کی تفصیل بھی ہے اور حاکم پر رعایا کے حقوق کا بیان بھی۔شہریت کے اصول بھی درج ہیں اور عدالت کے قواعد بھی۔شخصی نصائح بھی ہیں اور عمومی مواعظ بھی۔مختصر الفاظ میں اس کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے کلام سے کم تر اور بندوں کے کلام سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب ایک دیوان بھی منسوب کیا جاتا ہے جو پندرہ سو اشعار پر مشتمل ہے۔لیکن اکثر مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو اشعار کے سوا اور کوئی شعر نہیں کہا۔

نہج البلاغہ میں درج کیے جانے والے خطوط اور حکیمانہ اقوال کے علاوہ بعض اور خطوط

Marfat.com

اور حکیمانہ اقوال بھی آپ کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں لیکن ان کے بارے میں مؤرخین کو شک ہے کہ آیا وہ واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے ہیں یا دوسروں کے اقوال آپ کی طرف منسوب کر دیئے گئے ہیں۔

ہم نے اس فصل میں جو کچھ بیان کیا ہے اس سے قارئین کو اس وقت تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ادبی شخصیت کا پورا اندازہ نہیں ہوسکتا جب تک آپ کے خطبوں، خطوط و رسائل اور حکیمانہ اقوال کے کچھ نمونے ان کے سامنے پیش نہ کیے جائیں۔ اس غرض سے صفحاتِ آئندہ میں آپ کے کلام کا کچھ نمونہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اسے پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ادبی، مذہبی اور سیاسی شخصیت کا کافی حد تک اندازہ ہو سکے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے سفیان بن عوف الغامدی نے انبار پر چڑھائی کی تھی، اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے سامنے مندرجہ ذیل خطبہ پڑھا تھا اور انہیں دشمن کا مقابلہ کرنے کی غیرت دلائی تھی۔ آپ نے فرمایا:

"یاد رکھو جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ جس شخص نے جان بوجھ کر اس سے روگردانی کی اللہ تعالیٰ اسے ذلت کا لباس پہنائے گا۔ مصائب کا پہاڑ اس کے سر پر ٹوٹ پڑے گا۔ خواری کا طوق اس کے گلے میں ڈالا جائے گا اور اسے اپنے حق سے محروم کر دیا جائے گا۔ میں تمہیں شامیوں سے لڑنے کے لئے شب و روز بلاتا رہا۔ میں تم سے بار بار کہتا رہا کہ قبل اس کے کہ یہ لوگ تم پر حملہ کریں تم ان پر چڑھائی کر دو کیونکہ جس قوم پر حملہ کیا جاتا ہے اور جس کے علاقہ میں اس کے دشمنوں کے پاؤں پہنچ جاتے ہیں وہ ذلیل اور رسوا ہوئے بغیر نہیں رہتی لیکن تم نے میری بات پر مطلق کان نہ دھرا اور ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہے۔ میری نصیحتیں تمہیں گراں گزرتی تھیں اور میری باتوں کو تم ہنسی میں اڑا دیتے تھے۔ اس لاپروائی کا جو کچھ نتیجہ ہوا وہ اب تمہارے سامنے ہے۔ تمہارے علاقہ پر دشمن نے چڑھائی کر دی۔ سفیان بن عوف غامدی کے گھوڑے انبار تک پہنچ گئے اور تمہیں اپنے گھوڑوں

Marfat.com

کو پیچھے ہٹاتے ہی بن پڑی۔ تمہارے کئی بہادر جان سے مارے گئے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ان لوگوں نے مسلمان اور ذمی عورتوں کے کنگن، پازیب اور بالیاں تک اتار لیں۔ انہوں نے قتل وغارت گری کا بازار خوب گرم کیا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر واپس گئے لیکن ان کے کسی آدمی کو خراش تک نہ آئی۔ اس کے بعد اگر کوئی مسلمان افسوس اور رنج کے مارے اپنی جان گنوا دیتا ہے تو میرے نزدیک وہ ملامت کے قابل نہیں ہے بلکہ ایسی موت کا قرار واقعی مستحق ہے۔ کیا ہی تعجب ہے کہ ایک قوم باطل پر ہونے کے باوجود، اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے پوری جدوجہد کرتی ہے اور تم حق پر ہونے کے باوجود بزدلی دکھاتے ہو۔ افسوس تم دشمنوں کا نشانہ بن گئے، جس پر وہ جی بھر کر تیر چلاتا ہے۔ تم مالِ غنیمت بن گئے جس کو وہ جی بھر کر لوٹتا ہے لیکن تمہاری غیرت کی حس بالکل مردہ ہو چکی ہے۔ تمہارے علاقہ میں قتل وغارت کا بازار گرم کیا جاتا ہے لیکن تم خاموش بیٹھے رہتے ہو۔ تم پر چڑھائی کی جاتی ہے لیکن تم میں دشمن کا مقابلہ کرنے کا ولولہ بالکل پیدا نہیں ہوتا۔ علی الاعلان اللہ کی نافرمانی کی جاتی ہے لیکن تمہارے دلوں میں قطعاً درد پیدا نہیں ہوتا۔ جب میں تمہیں گرمی میں شام کی طرف کوچ کرنے کو کہتا ہوں تو تم یہ عذر کر دیتے ہو کہ اب سخت گرمی ہے۔ ہمیں کچھ مہلت دیجئے۔ جب گرمی گزر جائے گی تب ہم چلیں گے۔ لیکن جب سردی آتی ہے تو تم سخت سردی کا عذر کر کے کہہ دیتے ہو کہ ہمیں مہلت دیجئے۔ جب سردی گزر جائے گی تب ہم چلیں گے۔ نہ تم گرمی کی تاب لا سکتے ہو نہ سردی کی۔ جب تمہاری یہ حالت ہے کہ تم گرمی اور سردی تک سے بھاگتے ہو تو خدا کی قسم تلوار سے تو ضرور ہی بھاگو گے۔ اے وہ لوگو! جو مردوں کے مشابہ ہو لیکن مرد نہیں ہو، میری خواہش ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے تمہارے درمیان سے اٹھا لے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری صورتیں بھی مجھے دکھائی نہ دیں اور مجھے تم سے کسی قسم کا تعلق نہ ہو۔ خدا کی قسم میں ندامت سے حیران ہوں۔ تم نے میرے دل کو غیظ وغضب سے بھ[illegible]ے۔ تم نے مجھے موت کے گھونٹ پلانے چاہے ہیں۔ تم نے مجھ سے سرکشی کر کے، میرے [illegible] سرتابی کر کے اور مجھے چھوڑ کر میری تمام تدابیر کو خاک میں ملا دیا ہے۔ اس [illegible] سے قریش یہ کہنے لگے کہ ابن ابی طالب شجاع تو ہے لیکن اسے جنگ کرنے کا طریقہ نہیں آتا۔ خدا ان کا

Marfat.com

بھلا کرے، ان میں سے کوئی شخص بھی مجھ سے زیادہ جنگ کا ماہر اور تجربہ کار نہیں ہے جتنا لمبا تجربہ جنگ کا مجھے حاصل ہے اور کسی شخص کو حاصل نہیں۔ میں ابھی بیس برس کی عمر کو بھی نہیں پہنچا تھا کہ مجھے جنگ کی پوری مہارت حاصل ہو گئی تھی اب میں ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ چکا ہوں، لیکن جب تک کسی رائے اور تجربہ پر عمل نہ کیا جائے محض رائے اور تجربہ کا کوئی فائدہ نہیں۔''

ایک خطبہ میں اپنے دشمنوں کا بایں الفاظ ذکر کرتے ہیں:

''انہوں نے اپنے کاموں میں شیطان کو شریک بنا لیا ہے۔ شیطان نے ان کے سینوں میں انڈے بچے دیئے ہیں اور وہ ان کی عقلوں پر پوری طرح قابض ہو گیا ہے۔ اب ان کی آنکھوں سے شیطان دیکھتا ہے اور ان کی زبانوں سے شیطان بولتا ہے وہی ان سے گناہوں کا ارتکاب کرا رہا ہے اور بری باتوں کو خوبصورت بنا کر ان کے سامنے پیش کر رہا ہے۔''

اہل بصرہ کی مذمت میں خطبہ ارشاد فرماتے ہیں:

''تم ایک خاتون [1] کا لشکر ہو، اور ایک حیوان [2] کی پیروی کرنے والے۔ جب وہ جانور آواز نکالتا ہے تو تم اس کو جواب دیتے ہو لیکن جب اس کی کونچیں کاٹ ڈالی جاتی ہیں تو بھاگ جاتے ہو۔ تمہارے اخلاق نہایت گرے ہوئے ہیں۔ تمہارے وعدے جھوٹے ہیں، تمہارا دین نفاق پر مبنی ہے۔ میں تمہاری مسجد میں اس کشتی کی مانند ہوں جو قیامت خیز طوفان میں بہہ رہی ہو۔ جو شخص اس کشتی میں سوار ہو گیا وہ بچ گیا اور جو شخص سوار نہ ہوا وہ غرق ہو گیا۔''

ایک خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہر قسم کی تعریف ہے اس اللہ کے لئے جو اوّل بھی ہے اور آخر بھی جو ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اس کے علاوہ ہر عزیز ذلیل ہے۔ ہر قوی ضعیف ہے، ہر مالک مملوک ہے، ہر عالم

---

[1] ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

[2] اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خطبہ میں جنگ جمل کا ذکر فرما رہے ہیں۔

Marfat.com

متعلم ہے، ہر قادر عاجز ہے، ہر سمیع بہرہ ہے کیونکہ وہ لطیف آوازوں کو نہیں سن سکتا۔ ہر بصیر اعمیٰ ہے کیونکہ وہ مخفی رنگوں اور لطیف اجسام کو نہیں دیکھ سکتا۔ ہر ظاہر باطن ہے اور ہر باطن ظاہر۔ جو چیز اس نے پیدا کی ہے اسے پیدا کرنے کی اور کسی میں قدرت نہیں۔ اسے زمانہ کے عواقب خوف زدہ نہیں کر سکتے، اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ تمام مخلوق اسی کی پروردہ ہے۔ تمام بندے اسی کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ وہ کسی چیز میں محلول نہیں ہے تا کہ یہ نہ کہا جا سکے کہ وہ فلاں چیز میں پایا جاتا ہے۔ وہ کسی چیز سے منفصل نہیں ہے تا کہ یہ نہ کہا جا سکے کہ وہ فلاں چیز سے علیحدہ ہے۔ اسے کسی چیز کے پیدا کرنے میں مشقت، تکلیف اور عجز کا سامنا کرنا نہیں پڑا۔ جو کچھ گزر گیا اور جو کچھ آئندہ پیش آنے والا ہے اس میں اس کو کسی قسم کا شبہ نہیں ہے۔ اس کی قضا یقینی، اس کا علم محکم اور اس کا حکم مبرم ہے جو کسی صورت میں ٹلنے والا نہیں۔"

استسقاء کی دعا:

"اے اللہ! ہمارے پہاڑ خشک ہو گئے ہیں، ہماری زمین پر خاک اڑنے لگی ہے، ہمارے جانوروں کے حلق پیاس کی وجہ سے خشک ہو چکے ہیں، وہ بڑی بے تابی سے اپنے احاطوں میں کھڑے، نہایت دردناک آوازوں سے چیخ رہے ہیں۔ وہ بار بار چارے اور پانی کی تلاش میں چراگاہوں میں پھرتے ہیں اور گھاٹ پر جاتے ہیں لیکن ناکام واپس آتے ہیں۔

اے اللہ! گڑگڑانے والوں کی گڑگڑاہٹ پر رحم فرما۔ اے اللہ! ان جانوروں پر رحم فرما جو چراگاہوں میں حیران و سرگردان پھر رہے ہیں اور اپنے باڑوں میں دردناک آوازوں سے چیخ رہے ہیں۔

اے اللہ! ہم تیرے حضور اس وقت حاضر ہوئے ہیں جب کہ قحط سالی کی انتہا ہو چکی ہے۔ آسمان پر بارش برسانے والے بادلوں کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے۔ ایسے وقت میں تو ہی مایوس لوگوں کی امید اور عاجزی سے دعا مانگنے والوں کی دعا قبول کرنے والا ہے۔ ہم تجھے اس وقت پکار رہے ہیں جب تیری مخلوق بارش سے ناامید ہو چکی ہے۔ بادلوں کا

Marfat.com

کہیں وجود نہیں ہے۔ مویشی ہلاک ہو رہے ہیں۔

اے اللہ! تو ہمارے اعمال کی پاداش میں ہمیں نہ پکڑ، تو ہمارے گناہوں کے بدلے ہمیں سزا نہ دے، تو ہم پر اپنی رحمت کا سایہ نازل فرما، تو ہمارے لئے پانی سے بھرپور بادل بھیج، جو آ کر کثرت سے بارش برسائیں اور مری ہوئی زمین کو دوبارہ زندہ کر دیں۔

اے اللہ! تو ایسی بارش برسا جو بابرکت ہو۔ روئیدگی اور سبزہ پیدا کرنے والی ہو جس سے تیرے ضعیف اور کمزور بندے فرحت اور توانائی حاصل کریں۔ جس سے مردہ علاقے پھر تر و تازہ اور سرسبز ہو جائیں اور ہمارے مویشی بافراغت چارہ حاصل کر سکیں۔

اے اللہ! اپنی غریب اور کمزور مخلوق اور بے زبان جانوروں کو اپنے کرم سے نواز اور ان پر اپنی بے پایاں برکات نازل فرما تو اپنی رحمت سے ہمارے لئے ایسا بادل بھیج جو پانی سے بھرا ہوا ہو اور جو آ کر موسلا دھار بارش برسائے۔ ایسا بادل نہ بھیج جس کی کڑک، گرج اور چمک ہمیں دھوکا دے اور جو پانی سے بالکل خالی ہو۔

اے اللہ! خشک زمین کو سیراب کر اور قحط زدہ لوگوں کو آرام اور چین مرحمت فرما۔"

(نقوش: رسول نمبر جلد نمبر ۱۳- لاہور صفحات ۴۹۸ تا ۵۰۴ من وعن)

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور مدارِ قوتِ حیدری ابوتراب رضی اللہ عنہ

ہماری ثقافتی اور فکری روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض ہستیاں بعض مخصوص اوصاف کی نمائندہ یا کسی خاص خوبی کی علامت کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔ جونہی اس مخصوص وصف یا خوبی کا ذکر آتا ہے ان کی شخصیت اپنی پوری آب و تاب اور عظمت و شرف کے ساتھ ہماری نظروں کے سامنے جلوہ گر ہو جاتی ہے یا جیسے ہی اس ہستی کا تذکرہ ہوتا ہے تو اس سے وابستہ خوبی یا وصف ہمارے ذہن پر مرتسم ہو جاتا ہے۔ علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے وابستہ اوصاف یا خوبیوں میں سے شجاعت و قوت، عزم و ثبات اور حکمت و بلاغت بہت نمایاں ہیں۔ اس لئے جونہی ہم ان کا ذکر سنتے ہیں، ان اوصاف کے نقوش ہماری لوحِ ذہن پر ابھر آتے ہیں۔ اسی طرح جہاں ان اوصاف کی بات

Marfat.com

ہوتی ہے وہاں شیر خدا، بابِ مدینۃ العلم کی شخصیت کا جلوہ گر ہونا بھی بدیہی بات ہے۔

سرزمین عرب کی اسلامی دنیا میں زیادہ تر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علم و بلاغت کے چرچے ہیں۔ اس لئے اس خطے میں وہ علم وحکمت اور جوہر شعر و بلاغت کی علامت متصور ہوتے ہیں۔ تاہم ان کی شجاعت وقوت بھی مسلم بلکہ ضرب المثل ہے۔ جبکہ غیر عرب علاقوں کی اسلامی دنیا کی فکری وثقافتی روایات میں بالعموم اور جنوبی ایشیاء کے بلادِ اسلامیہ کے سرمایہ فکر اور ثقافت میں بالخصوص حضرت علی کرم اللہ وجہہ شجاعت و بسالت اور قوت وہیبت کی علامت کے طور پر زیادہ متعارف ہیں بلکہ شجاعت وجواں مردی کی دنیا میں قوت وصولت حیدری ایک شعار یا نعرے کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ تاہم علم وحکمت کی دنیا میں بھی باب مدینۃ العلم کے اقوال اور ارشادات معروف ومتداول ہیں۔

اس ضمن میں اقبال کی فکر اور شاعری جنوبی ایشیا کی اسلامی روایت کی امین اور صحیح نمائندہ قرار دی جا سکتی ہے۔ تمام اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اقبال کے فکر وشعر میں سب سے نمایاں مقام حاصل ہے۔ اقبال کے ہاں ''باب مدینۃ العلم'' کی نسبت ''شیر خدا'' کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ علوی بلاغت وحکمت کے مقابلے میں حیدری شجاعت و بسالت کو زیادہ نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ اس سلسلے میں اقبال نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شخصیت وسیرت کے حوالے سے متعدد تراکیب استعمال کی ہیں۔ جو اب القاب کی حیثیت اختیار کر گئی ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ایسی ہیں جن کے آثار پہلے بھی تھے لیکن اقبال نے ان میں جدت کی روح ڈال کر انہیں اپنا لیا ہے مگر ان میں سے بعض اصطلاحات یا القاب ایسے ہیں جن کے سلسلے میں اقبال کو ایجاد اور انفرادیت کا شرف حاصل ہے۔ ان میں سے ''فقر حیدری''، ''قوتِ حیدری''، ''کراری''، ''اسد اللّٰہی''، ''یداللّٰہی''، ''خیبر شکنی''، ''حیدری'' اور ''خیبری'' کا استعمال اقبال کے ہاں عام اور بکثرت نظر آتا ہے۔

ظاہر ہے یہ اوصاف ''علویت'' کے بجائے ''حیدریت'' کو زیادہ نمایاں کرتے ہیں۔ ''علویت'' جامع اصطلاح ہے جو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان تمام اوصاف وکمال پر مشتمل ہے جو قدرت کی طرف سے انہیں عطا ہوئے۔ جن میں علم و دانش اور ادب وحکمت سر فہرست ہیں

Marfat.com

لیکن اقبال کے ہاں ''حیدریت'' کا پہلو غالب اور نمایاں نظر آتا ہے جس میں بے نیازی اور جوانمردی کو اوّلیت حاصل ہے۔ اقبال سیرتِ مرتضوی کے اسی پہلو کو نمایاں کر کے نوجوانِ ملت کے دلوں میں بے نیازی اور جوانمردی کے جوہر کی آبیاری کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن اس سے پہلے کہ ہم یہ دیکھیں کہ شاعر اسلام حکیم الامت علامہ محمد اقبال کی شاعری میں سیّدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی سیرت و شخصیت کے کون کون سے پہلو نمایاں طور پر کشش کا باعث بنے اور اقبالیات کی دنیا میں مدار قوت حیدری کیا ہے اور کیا مقام رکھتی ہے۔ یہ دیکھنا زیادہ موزوں اور مناسب لگتا ہے کہ ہمارے مؤرخ، سیرت نگار اور تذکرہ نویس حضرت علی بن ابی طالب کی شخصیت اور سیرت کی تصویر کن الفاظ میں ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔

حلیۃ الاولیاء کے مصنف حافظ ابونعیم اصفہانی کو یہ شرف حاصل ہے کہ جس طرح انہوں نے دیگر اولیاء اللہ یعنی صحابہ و تابعین کی خوبصورت اور جامع لفظی تصاویر پیش کی ہیں، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت و شخصیت کی بھی اپنے تقریظی اور توصیفی الفاظ میں یہ تصویر پیش کی ہے۔

''وسید القوم، محب المشهود، ومحبوب المعبود، باب مدينة العلم والعلوم وراس المخاطبات، ومستنبط الاشارات، راية المهتدين، ونور المطيعين، وولى المتقين وامام العادلين، أقدمهم اجابة وايمانا، وأقومهم قضية وايقاناوأعظمهم حلما. وأوفرهم علما. على بن ابى طالب كرم الله وجهه قدوة المتقين وزينة العارفين المنبى عن حقائق التوحيد، المشير الى لوامع علم التفريد، صاحب القلب العقول، واللسان السَّؤول، والأذن الواعى والعهد الوافى، فقاء عيون الفتن، ووقى من فنون المحن، فدفع الناكثين، ووضع القاسطين، ودفع المارتين الأخيشن فى دين الله الممسوس فى ذات الله۔''

Marfat.com

ترجمہ: ”سردارِ قوم، اللہ کو چاہنے والا، معبود (اللہ) کے محبوب، شہر علم و معلومات کا دروازہ، امام بلاغت و خطابت، اشارات سے بات پیدا کرنے والے، راہِ ہدایت پر چلنے والوں کا علم، اطاعت کرنے والوں کی روشنی، اہل تقویٰ کے دوست، عدل اور انصاف کرنے والوں کے امام، دعوتِ اسلام قبول کرنے اور ایمان لانے میں سب سے پہلے فیصلے کرنے اور یقینی بات کہنے میں سب سے زیادہ راست گو۔ بردباری میں سب سے بڑے، علم میں سب سے زیادہ، آپ ہیں علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔ آپ اہل تقویٰ کا نمونہ ہیں۔ اہل معرفت کی زینت ہیں۔ حقائق توحید سے آگاہ کرنے والے، انوکھے اور منفرد علم کے شراروں کی طرف اشارہ کرنے والے، عقلمند دل اور سوال کرنے والی زبان کے مالک۔ بات کو غور سے سن کر یاد کرنے والے، عہد و پیمان نبھانے والے، فتنوں کی آنکھ پھوڑ دینے والے۔ قسم قسم کے رنج اور آزمائشوں سے بچانے والے۔ چنانچہ آپ ہی نے عہد توڑنے والوں کو باز رکھا۔ کوتاہی کرنے والوں کو ذلیل کیا اور دین سے نکلنے والوں کو کچل دیا۔ آپ اللہ کے دین کے معاملے میں سخت گیر اور اللہ کی ذات میں گم رہنے والے تھے۔“

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب بن ہاشم کے والد ماجد کا اصل نام عبد مناف تھا مگر مشہور آپ کنیت ہی سے تھے۔ حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ سب سے پہلی ہاشمی خاتون ہیں جو ایک ہاشمی کے عقد میں آئیں۔ (اول ہاشمیۃ ولدت لہاشمی)

حافظ ابن عبد البر نقل کرتے ہیں کہ متعدد جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، ابوذر رضی اللہ عنہ، مقداد رضی اللہ عنہ، خباب رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسلم اول ہونے کی فضیلت حاصل ہے۔ محمد بن کعب القرظی مشہور محدث ہیں۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سے مسلم اول ہونے کا شرف کسے حاصل ہے تو انہوں نے کہا تھا کہ سبحان اللہ!

Marfat.com

یہ بھی کوئی پوچھنے اور سمجھنے کی بات ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد مسلم اول تو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی تھے لیکن اپنے والد بزرگوار کی وجہ سے انہوں نے اپنا اسلام مخفی رکھا مگر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرتے ہی اس کا اعلان کر دیا تھا۔ حافظ ابوعمر بن عبدالبر کے نزدیک صحیح ترین قول یہ ہے کہ شیر خدا رضی اللہ عنہ تیرہ سال کی عمر میں اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔ اسی صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے محدثین اور سیرت نگار روایات کے اس تعارض کو اس طرح دور کرتے ہیں کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد کم سن لوگوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ، بزرگوں میں سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

حافظ ابن عبدالبر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

"اول هذه الامة ورودا على نبينا عليه الصلوة والسلام الحوض اولنا اسلاما: عليّ بن ابي طالب ۔"

"یعنی امت میں سے جو شخص حوضِ کوثر پر سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وارد ہوگا وہ وہی ہوگا جو سب سے پہلے اسلام لایا یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔"

خدمات اسلام کے سلسلے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سب سے پہلے ہجرت نبوی کے موقع پر ہمارے سامنے اس وقت نمودار ہوتے ہیں۔ جب ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنے بستر پر محو استراحت ہونے اور اہل مکہ کی امانتیں لوٹانے کا فریضہ سونپ کر روانہ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد غزوۂ تبوک کے سوا تمام غزوات میں شیر خدا رضی اللہ عنہ کی ذوالفقارِ حیدری اپنے جوہر دکھلاتی نظر آتی ہے اور جنگ بدر میں آپ ان تین اولین سرفروشانِ اسلام میں شامل ہوتے ہیں جو باطل پر حق کی پہلی فتح کے لئے زینہ قرار پاتے ہیں! صرف غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے اور ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں آپ کے جانشین کی حیثیت سے مدینہ میں رہ جاتے ہیں۔

غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ بہادری و جوانمردی کا وہ تاریخی اور عظیم الشان کارنامہ

Marfat.com

انجام دیتے ہیں جو اسلام کی تاریخ میں ایک صحیفہ شجاعت اور سنگ میل کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ یہاں اسد اللہی فاتح خیبر ہونے کا فخر حاصل کرتی ہے اور اقبال کی طرح دیگر اہل نظر کے لئے شیر خدا رضی اللہ عنہ قوت و فتح مندی کی علامت بن جاتے ہیں۔

قلعہ خیبر کی فتح کے لئے متعدد کوششوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل میں علم جہاد اس کے ہاتھ میں دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسے چاہتے ہیں۔ وہ بھاگنے والا نہیں ہوگا۔ اللہ اس کے ہاتھ پر فتح نصیب فرمائے گا۔ پھر صبح ہوئی تو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا۔ ان کی آنکھیں خراب تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن نے شفا کام کیا۔ شیر خدا رضی اللہ عنہ علم جہاد تھام کر نکلے اور دنیا نے دیکھا کہ درہ خیبر حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے قدموں میں تھا۔

ضرار بن حمزہ صدائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص احباب میں سے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شیر خدا کی لفظی تصویر پیش کرنے کو کہا تو ضرار نے معذرت چاہی مگر جب اصرار ہوا تو کہنے لگے: ''اگر آپ مصر ہیں تو پھر سنئے: علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بہت بلند اور زوردار شخصیت کے مالک تھے۔ دوٹوک بات کرتے تھے۔ حکومت و عدالت میں انصاف ان کا مسلک تھا۔ علم کے ان سے سرچشمے پھوٹتے تھے۔ بات کرتے تو حکمت سے لبریز ہوتی۔ دنیا اور اس کی چمک دمک سے وحشت ہوتی تھی۔ رات کی تنہائی میں انس ولذت محسوس کرتے۔ یادِ الٰہی میں روتے روتے دریا بہا دیتے اور سوچتے سوچتے صبح کر دیتے تھے۔ لباس وہ پسند تھا جو مختصر اور تنگ سا ہوتا۔ کھانا وہ اچھا لگتا تھا جو سوکھا اور سخت ہوتا۔ جب کبھی ہمیں ان کی صحبت کا شرف حاصل ہوتا تو وہ بھی ہمیں اپنے میں سے ایک نظر آتے تھے۔ جب ہم سوال کرتے تو جواب دیتے، جب ہم کچھ معلوم کرتے تو ہمیں آگاہ فرماتے۔ اللہ کی قسم وہ اگرچہ ہمیں اپنے قریب رکھتے تھے اور ہم بھی اپنے آپ کو ان کے بہت قریب محسوس کرتے تھے مگر پھر بھی ان سے بات کرتے ہوئے ہیبت طاری رہتی تھی۔ وہ مسکراتے تو جیسے موتیوں کی لڑی سامنے آجاتی تھی! آپ اہل دین کا بہت احترام و تعظیم کرتے تھے، غربا ومساکین کو اپنی قربت نہ بخشتے. طاقت ور کو ان کے سامنے اپنی بات منوانے کی ہمت

Marfat.com

نہ ہوتی اور کوئی کمزور ان کے عدل وانصاف سے کبھی مایوس نہ ہوتا۔ میں اس حقیقت پر گواہ ہوں کہ جب رات چھا جاتی اور دور دور تک ستارے بکھر چکے ہوتے تو اکثر اوقات مجھے اس حال میں نظر آتے کہ ہاتھ ملتے۔ خود سے مخاطب ہوتے اور اپنی داڑھی کو پکڑے ہوئے یوں تڑپتے نظر آتے جیسے کوئی ڈسا ہوا یا زخم خوردہ تڑپتا ہے! بڑے ہی غمگین اور رقت انگیز انداز میں روتے جاتے اور کہتے جاتے: اے دنیا! تو کسی اور ہی کو دھوکا دینا! کیا تو میرے سامنے اس لئے آتی ہے کہ مجھے تیری طلب ہے؟ ہرگز نہیں! میں تجھے تین بائن طلاقیں دیتا ہوں جس کے بعد رجوع نہیں ہوا کرتا! تیری زندگی مختصر اور تیری اہمیت بہت کم ہے! آہ! زادِ راہ۔ کی قلت اور راہِ سفر کی دوری، وحشت وہولناکی! اسی حال میں روتے روتے آپ کی داڑھی بھیگ جایا کرتی تھی۔

یہ سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زار وقطار رونے لگے اور کہا! ''ابوالحسن پر اللہ کی رحمت ہو۔ اللہ وہ یقیناً ایسے ہی تھے! مگر ضرار یہ تو بتاؤ کہ تمہیں ان کی جدائی کا غم کس قدر ہے؟'' ضرار کہنے لگے! ان کی جدائی پر میرا غم اس ماں کا سا ہے جس کا بیٹا اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے۔ اب تو نہ اس کے آنسو تھمتے ہیں نہ غم کا بوجھ کم ہوتا ہے۔''

جن لوگوں نے شیر خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ ان کا حلیہ مبارک اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آپ کا رنگ پکا گندمی تھا۔ قد درمیانہ تھا جو بلندی کے بجائے پستی کی طرف مائل نظر آتا تھا۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھیں تھیں۔ چہرہ اس قدر حسین جیسے چودھویں کا چاند ہو۔ چوڑا چکلا سینہ، پیٹ بڑا طویل باہیں، کندھے کا سرا شیر کی طرح ابھرا ہوا تھا۔ کلائی اور بازو باہم یوں ملے ہوئے تھے کہ الگ الگ دکھائی نہیں دیتے تھے۔ لمبی گردن جیسے چاندی کی صراحی، سر مکمل طور پر گنجا تھا۔ پیچھے کی جانب کچھ بال تھے۔ داڑھی بہت گھنی تھی۔ چلنے میں ایک طرف جھکتے ہوئے نظر آتے تھے۔ کلائی اور ہتھیلی اس قدر بھاری تھی کہ اگر کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے تو اس کی سانس بند ہونے لگتی تھی۔ جسم فربہی کی جانب مائل تھا۔ جب میدانِ جنگ میں ہوتے تو دوڑتے نظر آتے تھے۔ مضبوط دل، قوی اور بہادر شہسوار تھے اور اپنے مدمقابل دشمن پر ہمیشہ غالب آتے تھے۔

Marfat.com

۴۰ھ میں رمضان المبارک کی انیسویں شب تھی۔ جمعے کی صبح کو لوگوں کو نماز کے لئے بلاتے ہوئے مسجد کوفہ میں داخل ہوئے تو بدبخت ترین مخلوق ابن ملجم نے سر پر زہر آلود تلوار کا وار کیا۔ زبانِ حیدری پکار اٹھی۔ ربّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ (فزت ورب الکعبۃ) اس کے بعد آپ جمعہ اور ہفتہ دو دن بقید حیات رہے اور اتوار کی شب کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی مدد سے غسل دیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور کوفہ میں کسی نامعلوم جگہ پر دفن ہوئے۔ بعض روایات میں کوفہ کا قصر امارت، میدانِ کوفہ اور نجف میں مدفن مذکور ہوئے ہیں۔ وفات کے وقت عمر کے بارے میں چار اقوال ہیں۔ ۵۷-۵۸-۶۳ اور ۶۵ سال۔

آپ کی ازواجِ محترمات میں سیّدہ فاطمہ زہراء بتول رضی اللہ عنہا کے علاوہ خولہ بنت جعفر، ام النبیین بنت حزام، اسماء بنت عمیس، صہباء امامہ بنت ابی العاص اور ام سعید بنت عروہ بھی تھیں۔ ایک ام ولد کا بھی ذکر ملتا ہے۔ جن سے محمد الاصغر پیدا ہوئے اور کربلا میں اپنے بھائی کے ساتھ شہادت پائی۔ کتب تذکرہ وسیرت میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی انیس بیٹیوں اور چودہ بیٹوں کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کا باب بھی بہت طویل ہے لیکن چند ایک کا ذکر شاید کفایت کا کام دے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاں نثاروں میں دو مرتبہ مواخات یا بھائی چارہ کروایا۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں اوّلین سابقین کے درمیان اور دوسری مرتبہ مدینہ منوّرہ میں مہاجرین اور انصار کے درمیان۔ ہر دو مرتبہ علی رضی اللہ عنہ کی مواخات اپنے ساتھ فرمائی اور ہر مرتبہ فرمایا: انت اخی فی الدنیا والاخرۃ۔ آپ دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔

جب سیّدہ زہرا رضی اللہ عنہا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے عقد نکاح میں آئیں تو انہیں مخاطب کرتے ہوئے رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

"زوجك سیّد فی الدنیا والاخرۃ وانه اول اصحابی اسلاما واکثرھم علما واعظمھم حلما"

Marfat.com

''تمہارے شوہر دنیا و آخرت میں سردار ہیں۔ میرے صحابہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والے وہی ہیں۔ سب سے زیادہ عالم اور سب سے بڑے بردبار ہیں۔''

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شیر خدا رضی اللہ عنہ کا بے حد احترام کرتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

''علی اقضانا و اُبی اقرؤنا : علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہم سب میں بہترین فیصلہ کرنے والے اور ابی بن کعب ہم سب میں بہترین قاری ہیں۔''

ایک دیوانی حاملہ عورت کے سلسلے میں باب مدینۃ العلم رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیتے ہوئے اسے سنگسار کرنے سے منع فرمایا تھا اور امیر المومنین ؓ نے اس صائب مشورے پر از راہِ تشکر و امتنان فرمایا تھا۔

''لولا علی لھلک عمر : اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتے۔''

حافظ ابن عبد البرؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ:

''انت ولی کل مومن بعدی : میرے بعد ہر مومن کے سرپرست ہیں۔''

قرآن فہمی کے میدان میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بڑے راسخ القدم تھے۔ ابو طفیل سے مروی ہے کہ میں نے ان کو بارہا اپنے خطبات میں یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ کتاب اللہ کے بارے میں جو دریافت کرنا ہو کرو واللہ! تم مجھ سے جو کچھ دریافت کرو گے اس کا جواب پاؤ گے کیونکہ قرآنِ کریم کی ہر آیت کے متعلق مجھے علم ہے کہ وہ کہاں نازل ہوئی کیسے نازل ہوئی، رات کو یا دن کو؟

امام شعبی سے منقول ہے کہ علقمہ ایک مرتبہ مجھ سے کہنے لگے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا مقام ہے؟ میں نے کہا: تو آپ ہی بتا دیجئے، کہنے لگے ان کی مثال عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی سی ہے کہ ایک گروہ نے ان سے اس قدر محبت کی کہ اسی محبت میں ہلاکت سے دوچار ہوئے اور ایک گروہ نے ان سے نفرت کی یہاں تک کہ

Marfat.com

اسی نفرت میں ہلاک ہو گئے۔ یہی بات ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضیٰ سے بھی فرمائی تھی کہ میری امت میں تمہاری وجہ سے اس طرح تفرقہ پڑے گا جس طرح بنی اسرائیل میں عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی وجہ سے تفرقہ پڑا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ:

"يهلك فيك رجلان: محب مفرط و كذاب مفتر"

تمہاری وجہ سے دو آدمی ہلاک ہوں گے۔ ایک محبت میں حد سے بڑھنے والا اور دوسرا جھوٹا افترا پرداز! (یعنی دونوں انتہا پسند اور قابل مذمت ہیں!)

فصاحت و بلاغت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مقام ہے۔ بات کہنے اور سامع کے دل میں اترنے کا جو سلیقہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا تھا۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو یمن میں دعوتِ اسلام کے لئے روانہ فرمایا تھا مگر چھ ماہ گزر گئے اور کسی نے ان کی دعوت پر لبیک نہ کہا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر بھیجا۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خطیب عرب کے ایک ہی وعظ دل پذیر سے پورے کا پورا قبیلہ ہمدان حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے تمام قبائل یمن اللہ کے دین میں داخل ہو گئے۔ حضور سن کر بے حد خوش ہوئے اور اللہ کے حضور میں سجدۂ شکر بجا لائے۔

فضائل علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ضمن میں فقر حیدری کی بات بھی ہو جائے۔ دنیا کی ظاہری آب و تاب اور چمک دمک نے انہیں کبھی متاثر نہ کیا۔ خودداری اور بے نیازی کی ایک شاندار زندگی تھی جس پر اہل فضل کو رشک آتا تھا اور اہل دین فخر کرتے ہیں۔ مجاہد کا بیان ہے کہ شیر خدا رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں بھوک اور تنگ دستی نے ستایا تو میں مدینہ کے آس پاس نکل گیا۔ ایک عورت نظر آئی جس نے کچھ مٹی جمع کر رکھی تھی۔ مجھے اندازہ ہوا کہ یہ ضرور اس کا گارا بنوانا چاہتی ہے۔ اس سے مزدوری طے کرنے کے بعد میں نے پانی کی بالٹیاں لانا شروع کر دیں۔ ہر ڈول کے بدلے میں ایک کھجور مزدوری طے پائی تھی۔ جب سولہ ڈول لا چکا تو میرے ہاتھوں کی جلد سکڑ گئی۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ کھول دیئے اور عورت نے سولہ کھجوریں میرے ہاتھوں پر ڈال دیں۔ میں یہ کھجوریں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

Marfat.com

خدمت میں لے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی میرے ساتھ مل کر تناول فرمائیں۔

ابو ہذیل کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے باہر آئے تو آپ نے ایک کھردری سی بوسیدہ قمیص پہن رکھی تھی۔ جس کی آستینیں بھی بہت چھوٹی تھیں۔ آپ امیر المومنین تھے مگر کوفہ کی ایک بستی میں سردی سے کانپ رہے تھے۔ ایک بوسیدہ سا کمبل اوڑھ رکھا تھا۔ لوگوں نے کہا: بیت المال پر آپ کا اور آپ کے اہل وعیال کا بھی پورا پورا حق ہے پھر آپ کی یہ حالت کیوں؟ فرمانے لگے۔ گھر سے نکلتے وقت یہی کمبل ہی ہاتھ لگا لیکن اب میں تمہارے بیت المال کو نقصان پہنچانے سے تو رہا۔

ابجر بن جرموز کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے شیر خدا رضی اللہ عنہ کو دو چادریں اوڑھے دیکھا۔ ایک کا تہہ بند بنا رکھا تھا جس سے نصف پنڈلی ننگی نظر آتی تھی۔ ایک چادر آپ نے اوڑھ رکھی تھی۔ آپ کوفہ کے بازار میں یوں گھومتے پھرتے تھے جیسے کوئی بدو پھر رہا ہو۔ آپ کے ہاتھ میں درہ تھا۔ لوگوں کو تقویٰ وصداقت، حسن تجارت اور ناپ تول میں انصاف کرنے کی تلقین کرتے جاتے تھے۔

جب آپ نے اس دنیا سے کوچ فرمایا تو صرف آٹھ سو درہم کی رقم تھی جو تنخواہ میں سے تھوڑی تھوڑی بچائی گئی تھی تاکہ کام کاج کے لئے ایک غلام خریدا جا سکے۔

یہ تو تھی وہ تصویر مرتضوی جو ہمارے سیرت نگار ہمیں دے گئے ہیں۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ شاعر اسلام کی نظر میں "مدارِ قوتِ حیدری" کا رنگ کیا ہے۔ سیرت نگاروں کی مہیا کردہ تصویر مرتضوی میں اقبال "قوتِ حیدری" کا رنگ کس طرح بھرتے اور کیسے پرکشش اور پراثر بنائے ہیں۔

اقبال کا مسلک تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گہری عقیدت اور بے حد احترام سے عبارت ہے۔ اسی طرح اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت وعقیدت ان کے لئے حرزِ جان کی حیثیت رکھتی ہے لیکن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کے قلبی لگاؤ کی حدود بہت وسیع اور پہلو بے شمار ہیں۔ متعدد شعری مجموعوں میں ذاتِ حیدری سے اقبال کے گل ہائے عقیدت جگہ جگہ بکھرے اور مہکتے نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

شاعر اسلام نے ایک مستقل نظم شیر خدا کے لئے مختص کی ہے۔ اسی طرح انہوں نے بعض دیگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی بعض مستقل نظمیں مختص کی ہیں جن کا ذکر اس کتاب میں اپنی اپنی جگہ موجود ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے مختص نظم کا عنوان ہے۔ ''در شرح اسرار اسماء علی مرتضیٰ'' یعنی علی مرتضیٰ کے ناموں کے اسرار و رموز کی تشریح کے ضمن میں۔ نظم کے عنوان میں لفظ اسماء بصورت جمع وارد ہوا ہے جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید شاعر نے شیر خدا کے نام نامی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر اسماء والقاب کی مفصل تشریح کی ہوگی اور ہر ایک کی حکمت اور توجیہہ بیان کی ہوگی مگر صورتِ حال یوں نہیں ہے بلکہ موضوعِ سخن حیدر کرار کی کنیت ''ابوتراب'' ہے جو شیر خدا کے لقب کی حیثیت رکھتی ہے جو انہیں دربارِ رسالت سے عطا ہوا تھا اور آپ کو سب سے زیادہ عزیز بھی تھا۔ تمام نظموں کا مضمون بلکہ مرکزی اور بنیادی خیال علی مرتضیٰ کی ''بوترابیت'' ہے جو اقبال کے نقطۂ نظر سے متعدد فکر انگیز حکمتوں پر مشتمل ہے۔

نظم کے پہلے شعر میں اقبال حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے تین اوصاف کو عیاں کر دیتے ہیں:۔ ایک یہ کہ انہیں مسلم اوّل ہونے کا فخر حاصل ہے۔ شجاعت و بہادری میں وہ تمام دنیائے انسانیت پر فوقیت رکھتے ہیں اور حب الٰہی کے لئے انہیں سرمایہ ایماں کی حیثیت حاصل ہے۔

مسلم اوّل شہ مرداں علی رضی اللہ عنہ
عشق را سرمایہ ایمان علی رضی اللہ عنہ

اقبال کو اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ ملت کی بقا اور روئے زمین پر اس کی عزت اور اقبال مندی بھی خانوادۂ علی رضی اللہ عنہ کی محبت و مودّت کی مرہونِ منت ہے۔ شاعر کا اپنا ذوقِ نظر اور عظمت و شہرت بھی خیابانِ علوی کا صدقہ ہے۔ آبِ زمزم کی طرح شیریں دتو! نا، روح پرور، بار آور فکر و شعر اور جذب و شوق کی دولت بھی اقبال کو اسی گھرانے کے طفیل میسر آئی ہے۔ یہی وہ خاندان ہے جس سے وابستگی کے نتیجے میں یک ذرّہ خاک کو آئینے کی طرح شفافیت اور سوز دروں کی دولت نصیب ہوئی۔

Marfat.com

ازولائے دو دمانش زندہ ام در جہاں مثل گوہر تابندہ ام
نرگسم وارفتۂ نظارہ ام در خیا بانش چو بو آوارہ ام
زمزم ار جوشد ز خاکِ من ازدست می اگر ریزد ز تاک من ازدست
خاکم و از مہر او آئینہ ام می تواں دیدن نوا در سینہ ام

اقبال کے نزدیک عظمتِ حیدری کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ شیر خدا کا چہرہ مبارک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعث نیک فال قرار پایا۔ بدر وخیبر اور دیگر غزوات میں قوت وجلال حیدری ملت اسلامیہ کے لئے سطوت وہیبت کا سرچشمہ ثابت ہوتا رہا۔ بابِ مدینۃ العلم کی زبان سے حکمت ودانش کے جو کلمات ادا ہوئے وہ اسلامی فکروادب اور معارف دین مبیں کے لئے منبع قوت وشوکت کی حیثیت رکھتے ہیں بعد یہ کہ ان کے خاندان کا حسن کردار انسانیت کے لئے ایک سرچشمہ آئین اور حق گوئی وبے باکی کے میدان میں قابل تقلید نمونہ ہے۔ اقبال کے نزدیک یہی وہ اوصاف ہیں جن کی بدولت ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ابوتراب کا حکمت آمیز اور سبق آموز لقب عطا فرمایا اور ام الکتاب میں ذاتِ حق نے یداللہ بھی آپ ہی کی شان میں فرمایا ہے:

از رخ او فال پیغمبر گرفت ملت حق از شکوہش فر گرفت
قوتِ دین مبین فرمودہ اش کائنات آئین پذیر از دودہ اش
مرسل حق کرد نامش بوتراب حق یداللہ خواند درام الکتاب

دربارِ مصطفوی سے ذاتِ مرتضوی کو ابوتراب کا کنیت نما لقب عطا ہوا۔ آپ کی کنیت اگرچہ ابوالحسن تھی لیکن ابوتراب آپ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کنیت تھی۔ اقبال نے اس کنیت یا لقب مرتضوی کو بھی خصوصی اہمیت کے ساتھ موضوع سخن بنایا ہے۔ اس کی تشریح وتوجیہ کے ضمن میں انہوں نے بے حد دلچسپ مگر حکیمانہ مفہوم نکالا ہے جسے ہم اقبال کے نزدیک فلسفہ بوترابیت قرار دے سکتے ہیں۔ یہ فلسفہ صرف اسی پر عیاں ہوسکتا ہے جو زندگی کے حقیقی اسرار ورموز سے آشنا ہو۔

شاعر اسلام کا موقف یہ ہے کہ ہادیٔ برحق نے شیر یزداں کو ابوتراب کہا، جبکہ اللہ رب

Marfat.com

العزت نے اپنی کتاب مجید میں قوتِ حیدری کو ''ید اللہ'' سے تعبیر کیا ہے۔ اقبال کی رائے میں یہ دو القاب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اسماء والقاب میں نمایاں ہیں اور اپنے اندر بہت سے اسرار ورموز اور حکمت ومعانی لئے ہوئے ہیں لیکن یہ اسرار ورموز اور حکمت ومعانی صرف اسی شخص پر عیاں ہو سکتے ہیں جو دانا وبینا ہو اور زندگی کے حقیقی اسرار ورموز سے بھی کما حقہ آگاہ ہو۔ بھلا اقبال سے بڑھ کر دانا وبینا اور زندگی کے حقیقی اسرار ورموز سے پوری طرح آگاہ کون ہوگا؟ ''فلسفہ بوترابیت'' اور ''حکمت یداللہی'' کے اسرار ورموز اقبال کے سوا اور کس پر واضح طور پر منکشف ہو سکتے ہیں؟

ہر کہ دانائے رموز زندگی است
سر اسماء علی داند کہ کیست

اقبال کہتے ہیں کہ تراب خاک تاریک کو کہتے ہیں۔ اسی خاک تاریک سے انسان کا جسد خاکی تیار ہوا ہے جو اس کی روحانی قوتوں کے لئے ایک قید خانہ بھی ہے اور اس کی عقل وفکر کے لئے ایک زنجیر پا بھی۔ یہ خاک تاریک انسان کی فکری وروحانی قوتوں کے محو پرواز ہونے کی راہ میں حجاب اور رکاوٹ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اقبال کے نزدیک اس تراب یا خاکِ تاریک کے قید خانۂ ظلمت سے رہائی ''بوترابیت'' میں مضمر ہے۔ جو فلسفہ بوترابیت سے آگاہ ہو گیا وہ رازِ زندگی پا گیا۔ یہ قید خانۂ ظلمت جسے انسان کا جسد خاکی کہتے ہیں، دون ہمتی وبے بصری اور بے بسی ونارسائی کا کوہِ گراں بھی ہے۔ یہ ظلم وہوس کی ایک دو دھاری تلوار بھی ہے جو رہروان عزم کے راستے میں رہزن بن کر شکستگی اور واماندگی کا سامان کرتی رہتی ہے۔ اس تراب کا مداوا ''بوترابیت'' ہے۔ بوترابیت اس قید خانۂ ظلمت کو پارہ پارہ کر دینے کے علاوہ، ارادوں کو شکست دینے والی شمشیر ظلم وہوس کو بھی کند کر کے رکھ دیتی ہے۔

سیّدنا ابوتراب رضی اللہ عنہ نے اس قید خانۂ ظلمت کو توڑ کر تیغ ظلم وہوس کو بھی ناکارہ بنا دیا تھا۔ انہوں نے مادی آلائشوں کی جانب میلان رکھنے والے جسد خاکی کو مسخر کر لیا تھا۔ ذوالفقار حیدری، فاتح خیبر بھی تھی اور فاتح ''اقلیم تن'' بھی، یہ بوترابیت یداللہی کے لئے تمہید بنی جس کے نتیجے میں ذوالفقار حیدری صاعقہ قضا وقدر بن کر دشمنانِ حق پر کوندتی اور

Marfat.com

انہیں روندتی رہی۔ یہاں اقبال ملت کے نوجوان کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ وہ آج بھی بدر وحنین کے واقعات کو دہرا سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اسے ''بوترابیت'' اختیار کر کے یداللہی تک پہنچنا ہوگا۔ یہاں سے اسے وہ ذوالفقارِ حیدری میسر آئے گی جس کا کام دشمنانِ حق پر بجلی بن کر کوندنا اور انہیں روندنا ہے:

خاک تاریکے کہ نام او تن است ‏ ‏ عقل از بیداد او درشیون است
فکر گردوں رس زمین پیما ازو ‏ ‏ چشم کورو گوش ناشنوا ازو
از ہوس تیغ دو رو دارد بدست ‏ ‏ رہرواں را دل بری رہزن شکست
شیر حق ایں خاک را تسخیر کرد ‏ ‏ این گل تاریک را اکسیر کرد
مرتضیٰ کز تیغ او حق روشن است ‏ ‏ بوتراب از فتح اقلیم تن است

اس خاک تاریک کی تسخیر ایک مشکل اور صبر آزما کام ہے لیکن اس کی تسخیر فلسفہ بوترابیت کے ذریعے ممکن ہے۔ جس نے یہ حقیقت پالی تمام کائنات اس کے تابع فرمان ہو گئی۔ حتیٰ کہ وہ سورج کو مغرب سے واپس لاکر ناممکن کو بھی ممکن بنا سکتا ہے۔ جسد خاکی کو مسخر کر کے جو بوتراب بن گیا، غلبہ واقتدار اسی کے لئے سزاوار ہے۔ ایسے شخص کو دولت اور بادشاہی یوں جچے گی اور سجے گی جس طرح ایک مناسب اور خوبصورت نگینہ انگشتری میں جڑ کر جچتا اور سجتا ہے۔ یہ شخص دنیا میں درِ خیبر کو اپنے قدموں میں سرنگوں پائے گا اور آخرت میں ساقی کوثر کے منصب پر فائز ہوگا۔ گویا یہ مقام ذاتِ مرتضوی اور ہستی مصطفوی دونوں کو میسر ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہ بوترابیت تو اسے خودشناسی اور خود آگاہی کی منزل پر پہنچا کر یداللہی سے بھی سرفراز کرے گی۔ پھر دولت وشہنشاہی اسی کا مقدر ٹھہرے گی۔

ہر کہ در آفاق گرد وبو تراب ‏ ‏ باز گرداندز مغرب آفتاب
ہر کہ زیں برمرکب تن تنگ بست ‏ ‏ چوں نگیں برخاتم دولت نشست
زیر پاش اینجا شکوہِ خیبر است ‏ ‏ دست او آنجا قسیم کوثر است
از خود آگاہی یداللہی کند ‏ ‏ از ید اللہی شہنشاہی کند

شعروشاعری سے اقبال کا اصل مقصد چونکہ نوجوانان ملت کی تربیت اور تعمیر سیرت

Marfat.com

ہے۔اس لئے اس مقصد کے حصول کے لئے انہیں ایسے قابل عمل اور قابل تقلید نمونے تلاش کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی رہی جو تربیت اور تعمیر کردار میں قیادت و رہنمائی کا وسیلہ بن سکتے ہوں۔ بوترابیت کی ایک اسی قسم کا بلند اور قابل تقلید نمونہ ہے جس کی اقبال کو تلاش تھی اور جسے وہ نوجوانِ ملت کے سامنے پیش کرنے کے آرزومند تھے۔اس لئے فلسفہ بوترابیت کی تشریح کے بعد وہ انہیں اوصافِ حیدری سے متصف ہونے کی تلقین کرتے ہیں تاکہ وہ بوترابیت کے ذریعے یداللہی تک پہنچیں اور دولت شہنشاہی کے منصب پر فائز ہونے کے مستحق قرار پائیں۔

اقبال کی آرزو یہ ہے کہ نوجوانِ ملت تن خاکی کو مسخر کر کے اس قید خانہ ظلمت سے آزاد ہوں اور تیغ ہوس کا نخچیر بننے کے بجائے اس خاک تاریک کو اپنا تابع فرمان بنا کر بلند مقاصد کے لئے کام میں لائیں۔جسمانی لذتوں اور آسائشوں کو ٹھکرا کر اس خاک تاریک پر غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔اور اس غلبے کے طفیل ایک ایسی انسانی شخصیت کی تعمیر ہو سکتی ہے جو آگے چل کر اک جہانِ تازہ کی تخلیق و تعمیر کا فریضہ انجام دینے کے قابل ہوگی۔

حکمران باید شدن برخاک خویش — تامئ روشن خوری از تاک خویش
خاک گشتن مذہب پروانگی است — خاک رارب شو کہ ایں مردانگی است
سنگ شوائے ہمچو گل نازک بدن — تاشوی بنیادِ دیوارِ چمن
از گلِ خود آدمے تعمیر کن — آدمے را عالمے تعمیر کن

رموزِ بےخودی کی مستقل نظم کے علاوہ اپنے دیگر شعری مجموعوں میں اقبال نے علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی سیرت اور شخصیت کے جو مختلف پہلو موضوع سخن کے طور پر منتخب کئے ہیں ان میں سے "ذاتِ حیدری" ایک مستقل مطالعہ اور الگ باب کی حیثیت سے توجہ کے قابل ہے۔اس باب میں ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اقبال کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی اور شخصیت کیا مقام رکھتی ہے؟ انہوں نے امیر المومنین کو کس نگاہ سے دیکھا؟ ان کی ذات میں شاعر کو کیا کیا اوصاف نظر آئے؟

اقبال علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات کو کمالِ عشق و مستی کی امین تصور کرتے ہیں۔اقبال کے

Marfat.com

نزدیک عشق و مستی دراصل جذب وشوق کی ایک کیفیت کا نام ہے جو مختلف پہلوؤں سے عبارت ہے۔ کبھی یہ کیفیت جمالی رنگ میں سامنے آتی ہے تو اس وقت کیف وسرور کا سماں بن جاتا ہے لیکن جذب وشوق کی یہی کیفیت جب کبھی جلالی رنگ میں ظاہر ہوتی ہے تو بے نیازی کا پہلو نمایاں ہو جاتا ہے۔ عشق و مستی کی اس کیفیت کا جلال و جمال پوری آب وتاب کے ساتھ اگر یکجا جلوہ گر دیکھنا ہو تو وہ ذاتِ حیدری میں دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن جذب وشوق کے جلال و جمال کی یہ کیفیت اگر چون وچرا کی عقلی دنیا میں قدم رکھے تو اس کی زوال پذیری کی ابتداء بھی یہیں سے ہو جایا کرتی ہے۔

جمالِ عشق و مستی نے نوازی　　　جمال عشق و مستی بے نیازی
کمالِ عشق و مستی ظرفِ حیدر　　　زوالِ عشق و مستی حرفِ رازی

ذاتِ حیدری جس طرح کمال عشق و مستی کی امین ہے، اسی طرح فلسفہ عشق کی عملی تفسیر بھی ہے۔ کمالِ جذب وشوق اور انتہائی توجہ وانہماک کے ساتھ خون جگر صرف کرتے ہوئے زندگی میں ہر قدم پر اپنے نقوش ثبت کرنے کی مجاہدانہ کوشش کا نام عشق ہے۔ اس عشق کی ایک عملی تصویر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات ہے۔ عشق سے جس طرح مشکل راہوں پر تنہا چلنے، محفلوں میں سوز وسرور کی کیفیت پیدا کرنے اور برسرِ منبر خطیبانہ جوش سے دلوں کو گرمانے کا کام انجام پاتا ہے۔ اسی طرح مجاہدانہ ضربت کاری بھی عشق سے میسر آتی ہے اور عشق کی ان تمام کیفیات کی عملی تصویر ذاتِ حیدری میں جلوہ گر ہے:

کبھی تنہائی کوہ ودمن عشق　　　کبھی سوز وسرور انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب ومنبر　　　کبھی مولا علی رضی اللہ عنہ خیبر شکن عشق

جذب وشوق کا ایک مقام عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے کیونکہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو پھر میری پیروی کرو۔ اللہ کی محبت تمہیں خود بخود میسر آ جائے گی) کا یہی تقاضا ہے جسے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب ہو گیا اس نے اپنا گوہر مقصود پا لیا۔ جسے حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میسر آ گئی، اسے کائنات کی تمام دولت میسر آ گئی۔ اہل ایمان میں سے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل نمونے اقبال نے دو منتخب کئے

Marfat.com

ہیں۔

عشق مصطفیٰ ﷺ کے باب میں اگر تقلید اور رہنمائی مقصود ہو تو یہی دو نمونے کافی ہوں گے اور یہ عشق مصطفیٰ ﷺ کے دو کامل نمونے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ہر کہ عشق مصطفیٰ ﷺ سامان اوست　　بحر و بردر گوشہ دامان اوست
سوزِ صدیق رضی اللہ عنہ، و علی رضی اللہ عنہ از حق طلب　　ذرۂ عشق نبی ﷺ از حق طلب

اسی نقطہ نظر کو اقبال نے ایک اور جگہ دوہرایا ہے بلکہ یہاں تکرار کی نسبت شاعر کے اسلوبِ بیان میں زیادہ قوت نظر آئے گی۔ جذب و شوق اور سوزِ عشق کی کیفیت کے لئے اللہ سے دست بہ دعا نظر آتے ہیں۔ یہاں بھی عشق مصطفیٰ ﷺ کا کمال ان دو ہستیوں میں ہی نظر آتا ہے۔

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دلِ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سوزِ صدیق رضی اللہ عنہ دے

تلواروں میں ذوالفقار حیدری ایک خاص مقام و مفہوم رکھتی ہے۔ محاورہ تیر و شمشیر کے ضمن میں ذوالفقار حیدری کو تلوار کے اسلاف میں شمار کیا گیا ہے جو تلوار کی (ہتھیاروں کے میدان میں) فضیلت و برتری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اگر ذوالفقارِ حیدری نہ ہوتی تو تلوار کو شاید یہ مرتبہ اور مقام نصیب نہ ہو سکتا۔

اے پری ہا جوہر اندر قاف تو
ذوالفقار حیدر از اسلاف تو

نعرۂ حیدری بھی ایک خاص کیفیت کا حامل ہے۔ اقبال کے ہاں ذات حیدری کے حوالے سے نعرۂ حیدری کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

نعرہ حیدر نوائے بو ذراست
گرچہ از حلق بلال وقنبر است

ذوالفقار حیدری یا نعرۂ حیدری سے ملتی جلتی اصطلاحات دراصل وہ لوازمات ہیں جو

Marfat.com

ہماری تاریخ میں شخصیت مرتضوی رضی اللہ عنہ اور ذاتِ حیدری رضی اللہ عنہ کا لازمہ بن چکی ہیں۔ ان الفاظ کا شاعر کے کلام میں جگہ پانا جہاں علی مرتضیٰ سے ان کی عقیدت کا عکس پیش کرتا ہے۔ وہاں ان کی شخصیت کے تمام پہلوؤں پر شاعر کی وسیع اور گہری نظر کا بھی غماز ہے۔ اس قسم کی ایک مثال وہ تلمیحات اور اشارات ہیں جو اقبال کی شاعری میں کئی جگہ نظر آتے ہیں مثلاً دل کو اقبال کی شاعری میں جو مقام اور اہمیت حاصل ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ جذبات دل کی تصویر و ترجمانی کے سلسلے میں ان کے ہاں تنوع کا ایک جہاں نظر آتا ہے۔ دل کے مختلف جذبات اور جولانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے دل کے مقامات میں سے حیدری و خیبری کا بھی تذکرہ اقبال کے ہاں ملتا ہے۔

گہے با حق در آمیزد، گہے باحق در آویزد
زمانے حیدری کردے، زمانے خیبری کردے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شخصیت کے حوالے سے اقبال کی شاعری میں بکثرت استعمال ہونے والی اصطلاحات میں سے ایک ''قوتِ حیدری'' بھی ہے۔ یہ قوتِ حیدری ایسا وصف ہے جسے اقبال ملت اسلامیہ کے ہر فرد میں جلوہ گر دیکھنے کے آرزومند تھے۔ یہ ایک ایسی قوت ہے جو توحید حق پر غیر متزلزل ایمان اور دنیاوی آلائشوں کو مسترد کر کے بے نیازی کی شان سے پیدا ہوتی ہے۔ قوتِ حیدری کسی دولت یا وسیلے کی محتاج نہیں لیکن انسانی شخصیت میں اس چنگاری کا وجود لازم ہے۔ قوتِ حیدری کی اصل رُوح یہ ہے۔

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

اقبال کے نزدیک یہ قوتِ حیدری اتنی قیمتی متاع ہے جس کے مقابلے میں دنیا کی تمام دولت بلکہ تمام حکمت و دانش کی بھی کوئی وقعت نہیں ہے۔

میرے لئے ہے فقط زورِ حیدری کافی
تیرے نصیب فلاطون کی تیزی ادراک

ظلم واستبداد کی قوتوں کو شکست دینے کے لئے بندۂ مومن کو جس قوت کی ضرورت

Marfat.com

ہے اس میں قوتِ حیدری، صدق واستغنائے سلمانی اور فقر بوذری کو بنیادی اوصاف کی حیثیت حاصل ہے۔

مٹایا قیصر وکسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدر فقر بوذر صدقِ سلمانی

اقبال کے نزدیک قوتِ حیدری اور استغنائے سلمانی میسر نہ ہو تو سلطنت وحکومت بھی بیکار وبے معنی ہے۔

امارت کیا شکوہِ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل؟
نہ زورِ حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی

عصر حاضر کی ملت اسلامیہ کا نوجوان جہاں پاک بازی وبے نیازی، طہارت نفس اور صاف دلی کا محتاج ہے۔ وہاں اسے بازوئے حیدر کی بھی بہت سخت ضرورت ہے۔ چنانچہ اقبال نوجوانانِ ملت اسلامیہ کے لئے مہر ووفا اور خداشناسی کی دعا کے ساتھ ساتھ بازوئے حیدر عطا ہونے کی بھی دعا کرتے ہیں۔

دلوں کو مرکز مہر ووفا کر حریم کبریا سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے اسے بازوئے حیدر رضی اللہ عنہ بھی عطا کر

ملت اسلامیہ کو ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جو پاکیزہ کردار اور گھریلو اسلامی تربیت کی بدولت پیدا ہونے والے جذبۂ دروں سے سرشار دنیاوی آسائشوں سے بے نیاز اور قوتِ حیدری سے پوری طرح متصف ہوں:

بدہ او راجوانے پاک بازے سرورش از شرابے خانہ سازے
قوی بازوئے او مانند حیدر رضی اللہ عنہ دل اواز دوگیتی بے نیازے

فکر اقبال میں سر بسر رواں دواں نظر آنے والی قوتِ حیدری صرف نانِ جویں پر گزر اوقات تو کر سکتی ہے لیکن اس کی محتاج پھر بھی نہیں۔ دوسرے لفظوں میں اقبال کے نزدیک قوتِ حیدری کا مدار نانِ جویں پر صرف اسی حد تک ہے کہ یہ نان جویں قوتِ حیدری کو کفایت کرتا ہے۔ ورنہ قوتِ حیدری صرف روحِ حق کی محتاج ہے۔ جس کے بل بوتے پر

Marfat.com

اس قوت نے باطل قوتوں کو پچھاڑا اور نیچا دکھایا۔ یہ روحِ حق توحید ربانی پر غیر متزلزل ایمان اور غیر اللہ سے کامل بے نیازی سے عبارت ہے۔ اسی کی تعلیم کتاب حق نے دی ہے۔ روحِ حق وہ عقیدہ ہے جس نے کمزور وناتواں انسانوں کو فولادی قوت میں بدل دیا۔ مغلوب ومقہور، غالب وقاہر بن گئے۔ بے نوا باطل کے سامنے شعلہ جوالہ بن گئے۔ یہ کام اس عقیدۂ روحِ حق نے انجام دیا جو کتابِ حق کا جوہر ہے۔ شاہِ افغانستان کو کتاب اللہ کا نسخہ پیش کرتے ہوئے اقبال کے تاثرات یہ تھے۔

در حضور آں مسلمانِ کریم ہدیہ آوردم زقرآنِ عظیم
گفتم ایں سرمایہ اہل حق است در ضمیر او حیات مطلق است
اندر وہر ابتدارا انتہا است حیدر رضی اللہ عنہ از نیروے او خیبر کشا است

ذاتِ مرتضوی کے حوالے سے شعر اقبال میں جو تراکیب کثرت سے استعمال ہوئی ہیں اور ایک خاص فکر ونظریۂ عمل کے پس منظر کی حیثیت سے اقبالیات کی دنیا میں اصطلاحات بن گئی ہیں۔ ان میں ''فقر حیدری'' بہت نمایاں بھی ہے اور اہم بھی۔ فقر حیدری ایک اندازِ فکر بھی ہے اور طرزِ زندگی بھی۔ فقر حیدری کچھ بھی نہ رکھتے ہوئے سب کچھ رکھنے کا نام ہے۔ یہ ایک ایسی بے نیازی، خودداری اور پرعزم زندگی کی علامت ہے جس میں بندۂ مومن سراپا عقیدۂ توحید اور سرگرمی عمل بن جاتا ہے۔ جو باطل کی کسی قوت کو خاطر میں نہیں لاتا لیکن حق کی ہر قوت اس کے دل میں ہوتی ہے۔

اقبال کے ہاں فقر حیدری توحید سے گہرا ربط رکھتا ہے۔ توحید اصل ایمان بلکہ ایمان کا حرفِ اوّل ہے لیکن فقر اس ایمان کا حرفِ ثانی ہے۔ جہاں توحید بندۂ مومن کو تمام معبودانِ باطل کے خوف سے بے نیاز کرتی ہے وہاں فقر بندۂ مومن کو دنیا کی تمام آلائشوں سے بے نیاز کر کے گروہ آزاداں کی دنیا میں لے آتا ہے۔ جہاں غیر اللہ کا خوف اور دنیا و مافیہا کے لالچ نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اقبال توحید کو اسلام کی خشت اوّل اور فقر کو خشت ثانی قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں فولادی شمشیر جگردار بیت کے مصرع اوّل کی حیثیت رکھتی ہے جو توحید کے اسرار کا امین ہے یعنی شمشیر فقر اسی بیت کا مصرع ثانی ہے گویا شریعت ایک بیت

Marfat.com

اور توحید وفقر اس کے دو مصرعے ہیں۔ توحید ایک پُراثر قوت ہے جبکہ فقر اس قوت کا منطقی نتیجہ ہے۔ فقر و توحید کے امتزاج سے ہی بندۂ مومن کبھی خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اور کبھی حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ بنتا ہے۔

سوچا بھی ہے اے مردِ مسلمان کبھی تو نے — کیا چیز ہے فولاد کی شمشیر جگردار؟
اس بیت کا یہ مصرعِ اول ہے کہ جس میں — پوشیدہ چلے آتے ہیں توحید کے اسرار
ہے فکر مجھے مصرعِ ثانی کی زیادہ — اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار
قبضے میں یہ تلوار بھی آ جائے تو مومن — یا خالد رضی اللہ عنہ جانباز ہے یا حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ

اقبال اس نوجوان کو اپنی ملت کی آنکھ کا تارا تصور کرتے ہیں جو فقرِ حیدری کی صفت سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ شبابِ بے داغ کا مالک بھی ہو۔ ضرب کاری ایسے ہی نوجوانوں کے ہاتھ کا کرشمہ ہوتا ہے جو بزم میں ریشم اور رزم میں شیر بیشہ بن جاتا ہے۔ یہی جوان ملت کے تن مردہ میں نئی روح پھونک سکتا ہے۔ اس کا سوزِ دروں راکھ کے ڈھیر کو بھی شعلہ صفت بنا سکتا ہے۔ سرمایۂ فقر سے شکوہِ سلطانی ایسے ہی نوجوان کا مقدر بنتا ہے۔

خدا نے اس کو دیا ہے شکوہِ سلطانی
کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کراری

مومن کے لئے غیر اللہ سے بے نیازی لازم ہے تاکہ وہ خلوص دل کے ساتھ دنیا اور اہل دنیا کے لئے بھلائی کے کام کر سکے۔ کسی سے شکوہ دوراں نہ کرے اور کسی کے سامنے دست نیاز نہ پھیلائے مگر یہ کسی صورت میں ممکن ہے جب بندۂ مومن قناعت کا وہ راستہ اختیار کرے جو فقرِ حیدری تک لے جاتا ہے۔ فقرِ حیدری کی بے نیازی نانِ جویں پر گزر کرتے ہوئے وقت کے مرحبوں کی گردنیں توڑنے اور اپنے عہد کے خیبر صفت مسائل ومشکلات کو حل کرنے کی صلاحیت عطا کرتی ہے۔

چوں علی رضی اللہ عنہ در ساز بانانِ شعیر
گردنِ مرحب شکن خیبر بگیر

اقبال "جوابِ شکوہ" میں اپنے عہد کے مسلمانوں میں اسلاف کی روحانیت مفقود پا

Marfat.com

کرانہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسے سخی دل اور فیاض طبیعت دولت مند بننے اور فقر حیدری کی بے نیازی اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اسی دولت عثمانی اور فقر حیدری سے محرومی کے باعث ذلت کی سیاہ رات مسلمانوں کا مقدر بن گئی ہے۔ حالانکہ قرآنِ کریم دولت عثمانی اور فقر حیدری کی تعلیم دیتا ہے اور بندۂ مومن کو نیابت الٰہی کا مستحق بناتا ہے۔

حیدری فقر ہے نہ دولت عثمانی ہے تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اقبال نے اپنے عہد کے فاقہ مست اور مفلس مسلمان کو نانِ جویں کھاتے تو دیکھا لیکن اسے فقر حیدری سے محروم پایا کیونکہ فقر حیدری مفلسی کا نام نہیں۔ اکتساب رزق سے عاجزی، محنت اور جفاکشی سے دولت کما کر فی سبیل اللہ صرف کرنے میں ناکامی اور خود کو قوتِ لایموت تک محدود رکھنے کے جذبے سے محرومی فقر حیدری کے ضمن میں نہیں آتی۔ اقبال کے نزدیک فقر حیدری تو سب کچھ موجود ہوتے ہوئے بھی اسے پائے حقارت سے ٹھکرا کر صرف نان جویں پر اکتفا کرنے کا نام ہے۔ یہی فقر حیدری ہے جو خیبر شکنی کا اہل ہے۔ فقر و فاقہ کشی کا شکار، نانِ جویں پر گزر کرنے پر مجبور مسلمان تو لکیر کا فقیر اور عاجز و ناکارہ انسان ہے۔ اسے فقر حیدری سے کیا نسبت؟

هزار خیبر وصد گنا اژدر است این جا
نه هر که نانِ جوین خورد حیدری داند!

اس ضمن میں ''کراریت'' بھی اقبالیات کی اہم اصطلاح ہے اقبال کے نزدیک کراری، حیدری کی شرطِ اول ہے۔ حیدر بن ہی وہ سکتا ہے جسے قدرت نے کرار بنایا ہو۔ کراری کے بغیر حیدری محض نام کی چیز ہے۔ اقبال کے نزدیک کراریت دراصل جہادِ مسلسل، دائمی جفاکشی اور سخت کوشی سے عبارت ہے۔ کراریت کو اوصافِ قیادت میں نہایت اہم اور نمایاں مقام حاصل ہے۔ قوموں کی قیادت اور قافلہ سالاری کراریت کے بغیر ناممکن ہے۔

امیر قافله سخت کوش وپیهم کوش
که در قبیله ما حیدری زکراری است

Marfat.com

قافلہ سالاری اور قومی قیادت کے لئے کراری ایک بنیادی شرط ہے۔اس لئے اقبال جب افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ کو اپنے اسلاف کی روش اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں تو انہیں کرار بن کر زندہ رہنے کی نصیحت بھی کرتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک کراریت ذاتِ مرتضوی کے مقامات میں سے ایک مقام ہے۔ یہی مقام اور یہی وصف ہے جو عزت اور اقبال کی زندگی کی ضمانت ہے۔ جب تک عثمانی ترک کراری کے قائدانہ اوصاف سے متصف رہے، اس وقت تک یورپ کے میدانوں میں فتح ونصرت اور غلبہ وتسلط کے جھنڈے گاڑتے رہے۔ انہوں نے اہل مغرب کی دسیسہ کاریوں اور چیرہ دستیوں کے باوجود اسلام کا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے دیا۔ مگر ہند کے مسلمان چونکہ کراریت کے قائدانہ اوصاف سے محروم تھے، اس لئے اقبال کی گرم گفتاری بھی راکھ کے اس ٹھنڈے ڈھیر پر اثر انداز نہ ہوسکی۔

ہمچو آں خلد آشیاں بیدار زی — سخت کوش و پردم و کرار زی
می شناہی معنی کرار چیست — ایں مقام از مقاماتِ علی رضی اللہ عنہ است
امتاں را درجہانِ بے ثبات — نیست ممکن جز بہ کراری حیات
سرگزشت آلِ عثمان رانگر — از فریب غربیاں خونی جگر
تاز کراری نصیبی داشتند — درجہانِ دیگر علم افراشتند
مسلم ہندی چرا میدان گزاشت — ہمت او بوئے کراری نداشت؟
مشت خاکش آں چناں گردیدہ سرد — گرمئی آواز من کارے نہ کرد

کراریت نہ صرف قائدانہ اوصاف میں سے ایک وصف ہے بلکہ فاتحانہ اوصاف میں بھی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ کراریت کے بغیر کشور کشائی اور فتح وظفر ممکن نہیں۔ کراریت ان قائدانہ اور فاتحانہ اوصاف میں سے ایک وصف ہے جس کے جوہر کی آبرو خودداری سے عبارت ہے۔

مردِ کشور گیر از کراری است
گوہرش را آبرو خودداری است

فقر وقوتِ حیدری کے یک جا ہونے سے ''اسد اللّٰہی'' وجود میں آتی ہے۔ قوتِ

Marfat.com

حیدری بھی میسر ہو اور فقر حیدری کی دولت بھی ہاتھ آ جائے تو پھر بندۂ مومن ''اسد اللہ'' ہے۔ اقبال کے نزدیک شیر خدا وہ ہے جو بے نیازی کے کمال اور قوت کی انتہا پر ہوتے ہوئے بھی صرف حق اور اہل حق کی خاطر باطل قوتوں سے پنجہ آزمائی کرتا ہے۔ حق پرستی و حق شناسی اور حق کی خاطر زور آزمائی اسد اللّٰہی کہلاتی ہے۔

بولہبی، مرجبی اور عنتری اقبال کے ہاں باطل کی نمائندہ اصطلاحات کی حیثیت رکھتی ہیں جبکہ حق کی فطرت میں اسد اللّٰہی کا جوہر ہے۔ اس لئے اسد اللّٰہی سے متصف انسان دارا اور سکندر جیسے مغرور بادشاہوں سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

روزِ ازل سے آج تک حق و باطل کی معرکہ آرائی جاری ہے، حق کی نمائندگی اسد اللّٰہی جبکہ مرجبی و عنتری باطل کا رنگ ہے۔ ان دونوں قوتوں کا تصادم کوئی نئی بات نہیں، بلکہ یہ قدیم اور دائمی مسئلہ ہے۔

نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی نہ حریف پنجہ فگن نئے
وہی فطرت اسد اللّٰہی وہی مرجبی وہی عنتری

ارمغانِ حجاز میں اقبال کی جو رباعیات ان کے آخری ایام کی یادگار ہیں۔ ان میں اقبال نے اپنے فکر و آرزو کا جوہر اور نچوڑ امت کے سپرد کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سے بیشتر رباعیات دعائیہ انداز لئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک رباعی میں اقبال یہ آرزو کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان کی خاک سے ایک گلستان وجود میں آئے اور ان کے آنسو خونِ لالہ کی آمیزش سے اُمت اسلامیہ کے لئے کشش و اہتمام کا باعث بن جائیں۔ اگر ذوالفقارِ حیدری، میسر نہیں تو کم سے کم وہ نظر ہی عطا ہو جائے جو اس شمشیر خارا شگاف کی سی تیزی سے بہرہ ور ہو۔

گلستانے زخاک من برانگیز نم چشمم بہ خونِ لالہ آمیز
اگر شایاں نیم تیغ علی رضی اللہ عنہ را نگاہے دہ چوں شمشیر علی رضی اللہ عنہ تیز!

Marfat.com

یورپ کی لولی لنگڑی خدا فراموش مادی تہذیب نے انسانیت کو جس تنگ نظر و سنگدل وطن پرستی اور قومیت کے جنون میں مبتلا کر دیا تھا، اسے اقبال عالم انسانیت کے لئے معرکہ خیبر کی طرح نازک و خطرناک معرکہ تصور کرتے تھے۔ دین و وطن کے درمیان اس معرکہ آرائی سے انسانیت کا مستقبل خطرے میں ہے اور اس خطرے کا سامنا صرف وہی بہادر کر سکتا ہے جو حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کی طرح صف شکن اور فتح خیبر کی قوت اور صلاحیت رکھتا ہو۔

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکۂ دین و وطن
اس زمانے میں کوئی حیدرِ کرار بھی ہے؟

اس تنگ نظر و سنگدل مادہ پرستی کا دورِ استبداد قیصر و کسریٰ کے ظلم و استبداد سے کسی طرح کم نہیں اور اس پنجہ استبداد سے انسانیت کی نجات کے لئے فقر بوذری و صدقِ سلمانی کی طرح قوتِ حیدری بھی درکار ہوگی۔

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدر رضی اللہ عنہ، فقر بوذر رضی اللہ عنہ صدقِ سلمانی رضی اللہ عنہ

ہمیشہ کی طرح دورِ حاضر میں بھی وہی جوش و جذبہ اور قوتِ ایمانی درکار ہے جو قرن اوّل میں بدر و حنین کی معرکہ آرائیوں میں کام آئی۔ آج بھی یہ معرکہ آرائی صرف اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سے جوشِ ایمان سے ممکن ہے۔

گرمیِ ہنگامۂ بدر و حنین
حیدر رضی اللہ عنہ و صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ

اس معرکہ آرائی میں ملت کے بے سر و سامانی کا علاج قوتِ حیدری ہے جو فقط نانِ شعیر کی محتاج ہے۔ اصل چیز وہ جذبۂ حق اور شرارۂ ایمانی ہے جو قوتِ حیدری کا حقیقی پس منظر اور روح رواں ہے۔

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے نجومِ ہدایت از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، فیروز سنز۔ صفحات 103 تا 128 من وعن)

Marfat.com

اقتباسات نہج البلاغہ

تعارفِ کتاب

حاجی سیّد علی نقی ایرانی اپنی شرح نہج البلاغہ (مطبوعہ تہران ۱۳۶۹ھ) کے جز پنجم کے دیباچے میں کتاب کی مدح میں لکھتے ہیں:

عصارہ گفتار پیغمبران و بیان کنندہ اسرار حقائق قرآن کریم. ونجات دہندہ گمراہان وگرفتاران است، خونریزی وتبہ کاری ستم گری ودوروئی خودخواہی بدبختی از جہانیاں دور نمی شود۔ آشتی، آسائش، دادا گری، یگانگی، نیک بختی درجہاں پائیدار نمی گردد مگر بہ پیروی گفتار وکردار امیر المومنین (علیہ السلام) کہ نمونہ از آنرا سیّد شریف (علیہ الرحمتہ) درکتاب مقدس نہج البلاغہ گرد آوردہ وچوں درآں از آنچہ مربوط بزندگی وآسائش بشر است چیزے فروگزار نشدہ۔ بزرگواری ونیک بختی عمل کنندہ را ضامن است۔ ایں گفتار استوار روی پایہ ہائے علم وعقل بودہ لاف وگزاف نیست ...... ہرکہ طالب خیر ونیکوئی وآسائش وخوشی است بایستی نہج البلاغہ راسر مشتق قرار دہد۔

مفہوم:

کلام انبیاء، کانچوڑ، قرآن کریم کے حقائق واسرار کو بیان کرنے والی، گم راہوں اور گرفتاروں کو نجات، دینے والی کتاب ہے۔ خوں ریزی، تباہی، ظلم، منافقت، خودغرضی اور بدبختی دنیاوالوں سے دور نہیں ہوسکتی۔ دوستی، آسائش، انصاف، اتفاق اور نیک بختی دنیا میں پائیدار نہیں ہوسکتی۔ مگر امیر المومنین (علیہ السلام) کی گفتار وکردار کی پیروی سے۔ جس کا نمونہ سیّد شریف رضی (علیہ الرحمتہ) نے مقدس کتاب نہج البلاغہ میں فراہم کیا ہے اور چونکہ اس میں انسانی زندگی اور آسائش بشر کے متعلق کوئی بات چھوڑی نہیں گئی۔ اس لئے وہ اپنے عامل کی بزرگی اور نیک بختی کی ضامن ہے ...... یہ پختہ کلام علم وعقل کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہے۔ لغو وبیہودہ نہیں ہے ...... جو شخص خیر ونیکی اور آسائش وخوشی کا طالب ہے اسے چاہئے

Marfat.com

کہ نہج البلاغہ کو اپنا دستور العمل بنائے۔

حمد و نعت

میں شہادت دیتا ہوں کہ اس کی ذاتِ برتر و اعلیٰ کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے۔ ہم جب تک زندہ ہیں اسی کی ذات سے متمسک ہیں۔ ایمان کی تکمیل اس کے بغیر ہو نہیں سکتی۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے بندے۔

اس کے رسول ہیں اور پروردگارِ عالم نے انہیں ایسے دین کے ساتھ بھیجا ہے جو مشہور و معروف ہے انہیں معجزات اور شریعت عطا ہوئے۔ وہ کتابِ مسطور لے کر آئے اور نور بلند اور ضیاء درخشندہ۔ وہ اس امر کے ساتھ تشریف لائے جو حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔

ان کی تشریف آوری کی علت غائی کیا تھی؟ شبہاتِ باطلہ کا ازالہ کرنا: منکرین کے سامنے بیّن اور واضح دلیلیں پیش کرنا، خداوند عالم کی نشانیوں سے ڈرانا اور آنے والے نتائج و عواقب سے خبردار کرنا۔

زمانۂ بعثت

جس وقت آپ مبعوث ہوئے اس وقت یہ کیفیت تھی کہ انسانی گروہ فتنہ و فساد میں مشغول تھا اور دین و شریعت کی رسی قطع ہو گئی تھی۔ اصل (دین) میں ہزاروں اختلافات تھے اور احکامِ دین بالکل پراگندہ ہو رہے تھے۔ کفر سے نکلنے کی راہیں سخت و تنگ و سکڑی ہوئی تھیں۔ رہائی کا چشمہ نگاہوں سے غائب تھا اور روشن ضمیر بالکل گمنام (مفقود) تھے۔ اندھا پن اور جہالت اطرافِ عالم میں شائع تھیں۔ خدا کی نافرمانیوں پر عملدرآمد تھا۔ شیطان کی نصرتیں دل و جان سے کھیل رہی تھیں اور ایمان بالکل مخذول تھا چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس کے ستون گر چکے تھے، اس کی روشن اور چمکدار راہیں ہٹ چکی تھیں، شیطان کی اطاعت کا دم بھرا

اقتباس عربی	نہج البلاغہ عربی مصری مطبعۃ الرحمانیہ
اقتباس اردو	نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ اردو
مترجم	سید ذاکر حسین صاحب اثنا عشری مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی

Marfat.com

جا رہا تھا۔ شیطانی راستے اختیار کر لئے گئے تھے اور سب کے سب اسی کی آماجگاہوں میں چلے آ رہے تھے۔ اس شیطانی لشکر کے سبب سے ابلیسی جھنڈے گڑے ہوئے تھے اور اسی خبیث کے پھریرے ہوا میں اڑ رہے تھے۔ (اردو صفحہ ۱۰۱-عربی صفحہ ۳۲)

خدا رسیدہ ہونے کے کام

پروردگار حق سبحانہ، کا تقرب ڈھونڈنے والے جس چیز کو اپنے تقرب کا وسیلہ بناتے ہیں۔ ان وسائل میں سے سب سے افضل امور یہ ہیں: خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا، جہاد فی سبیل اللہ، کیونکہ جہاد رکن اعلاء اسلام اور کلمۂ خلاصی ہے۔ اور ایمان انسان کی فطرت میں داخل کیا گیا ہے۔ نماز کا قائم کرنا، یہ رکن اعظم ملت و دین ہے۔ زکوٰۃ کا ادا کرنا، یہ فریضہ واجبہ ہے۔ ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔ یہ عذابِ خداوندی کے لئے سپر ہے۔ خانہ کعبہ کا حج وعمرہ بجالانا کیونکہ یہ فقر وفاقہ کو دور کرتے ہیں۔ گناہوں کو محو کر دیتے ہیں۔ صلہ رحم بجالانا؛ کیونکہ اس سے مال زیادہ ہوتا ہے۔ مرگ میں تاخیر ہوتی ہے۔ پوشیدہ صدقہ دینا، یہ گناہوں کو ڈھانک لیتا ہے۔ علانیہ صدقہ دینا، بری حالت کی موت کو دور کرتا ہے۔ خلقت کے ساتھ احسان ونیکی کرنا۔ یہ ذلت وخواری میں مبتلا ہونے سے بچاتا ہے۔

(اردو صفحہ ۱۲۳-عربی صفحہ ۲۴۳)

ایمان

ایمان اصلی وعارضی

ایمان کی دو قسمیں ہیں:

ایک تو وہ جو قلب میں راسخ اور ثابت ہو۔

دوسرا ایمان وہ ہے جسے ایک وقت معلوم تک عاریتاً قلب وسینہ کے درمیان رکھ لیا جائے۔ (اردو صفحہ ۲۷۴-عربی صفحہ ۱۷۰)

ایمان کے تین رکن

آپ (علی رضی اللہ عنہ) سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ معرفت

Marfat.com

قلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان کا نام ہے۔(اردو صفحہ ۲۰۴-عربی صفحہ ۱۹۴/۲)

اوصافِ ایمان

حضرت سے دریافت کیا گیا کہ ایمان کے اوصاف بیان کیجئے۔فرمایا کہ ایمان چار ستونوں پر قائم ہے۔اور چار ستون یہ ہیں:

(۱) صبر (۲) یقین (۳) عدل (۴) جہاد

اب صبر کی چار شاخیں ہیں:

(۱) شوق (۲) خوف (۳) زُہد و تقویٰ (۴) انتظار

جو شخص جنت کا مشتاق ہو اس نے لذاتِ دنیا کو فراموش کر دیا۔جو آتش دوزخ سے ڈرا اس نے محرمات سے دوری کی۔جس نے مالِ دنیا سے پرہیز کیا مصیبتیں اس پر آسان ہو گئیں اور جس شخص نے موت کا انتظار کیا اس نے کارِ خیر کی بجا آوری میں عجلت کی۔

یقین کی بھی چار شاخیں ہیں:

۱- عقل کی بینائی ۲-حکمت کی تاویل و تفسیر

۳-آزمائش سے نصیحت حاصل کرنا اور ۴-طریقہ اوّلین پر چلنا۔

جس شخص نے اپنی عقل کو روشن کیا حکمت اس کے واسطے ظاہر ہو گئی۔اس کا علم و عمل مکمل ہو گیا۔

جس شخص کے واسطے حکمت ظاہر ہوئی اس نے اپنی آزمائش کو پہچان لیا (سمجھ لیا کہ دارالامتحان میں ہو) اور اس سبب سے گویا وہ انبیاء اوّلین کے زمرہ میں شامل ہو گیا۔

عدل کے بھی چار شعبے ہیں:

۱- عقل میں پیر جانا

۲- علم یک تہہ کو پہنچ جانا

۳- حکم کو روشن کرنا

۴- حلم اور بردباری کو قائم رکھنا

پس جس شخص نے عقل و فہم سے کام لیا اس نے علم کی تہہ کو پالیا۔جس نے علم کی تہہ کو پا

Marfat.com

لیا اس نے شریعت کے موافق حکم صادر کر دیا۔ اور جس نے حلم اختیار کیا وہ اپنے کام میں کوئی تقصیر نہیں کرے گا اور لوگوں میں رہ کر اس طرح زندگی بسر کرے گا کہ سبھی اس کے مداح ہوں گے۔

جہاد کی بھی چار قسمیں ہیں:

۱- امر بالمعروف
۲- نہی عن المنکر
۳- مقام راستی میں راست گوئی سے کام لینا
۴- فاسقوں کو دشمن سمجھنا۔

جو شخص امر بالمعروف کا حامل ہو، اچھی باتوں کا حکم دیا اس نے مسلمانوں کی کمر مضبوط کر دی۔ جس نے منہیات سے منع کیا اس نے فاسقین کی ناک زمین پر گھس دی اور جس شخص نے صداقت میں استقامت دکھائی اس نے حکم کو ادا کر دیا جس کا ادا کرنا اس پر واجب تھا۔ جس شخص نے فاسق و فاجر کو دشمن سمجھا اور محض خوشنودی خدا کے لئے ان پر غضب ناک ہوا تو قیامت کے دن خداوند عالم فاسق پر غضب ناک ہوتا ہوا اس شخص پر خوشنودی کی نظر ڈالے گا۔ (اردو صفحہ ۳۸ - عربی صفحہ ۱۴۸)

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پروردگارِ عالم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک روشن نور، ایک ظاہر برہان، ایک واضح دین اور ایک ہدایت کرنے والی کتاب کے ساتھ ظاہر فرمایا۔ خداوند عالم نے آپ کو حجت کافی، موعظت شافی اور تلافیِ مافات کرنے والی دعوت کے ساتھ بھیجا۔ آپ کے سبب سے ان راستوں کو ظاہر کر دیا جو ناواقفیت کی حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ کے واسطے ان بدعتوں کا قلع قمع کر دیا، جو دین الٰہی میں داخل ہو گئی تھیں۔ حق و باطل میں فیصلہ کرنے والے احکامات کو آپ کے سبب آشکارا کر دیا۔ اب جس کسی نے اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین طلب کیا اس کی شقاوت ثابت ہو گئی۔ اس کی نجات کے حلقے توڑ دیئے گئے۔ اس کی ذلتیں اور خواریاں نہایت عظیم ہو گئیں۔ ایک طویل و دراز ہلاک کرنے والا عذاب اس کا مرجع بن

Marfat.com

گیا۔(اردو صفحہ ۱۸۳۔عربی صفحہ ۳۱۵)

دنیا میں ہر طرف فساد برپا تھا

اب سنو! خداوند عالم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ اس وقت مبعوث فرمایا جب کہ انقطاع (وقت موت) دنیا سے قریب ہو گیا تھا اور وہ آخرت (انجام) کی طرف مشرف ہونے کے لئے رُخ کر رہی تھی۔اس کی زیبائش درخشندگیوں کے بعد تاریک ہو چکی تھیں اور اہل دنیا درد وشدت کے پنڈلیوں پر قائم تھے اس کے نرم ونازک فرش درشت اور کھردرے ہو گئے تھے۔اس کی مدتوں میں بربادی،اس کی نیستی کی علامتوں کے نزدیک ہونے،اس کی نشانیوں کے مٹ جانے،اس کی بوسیدگی کے اظہار،اس کی درازی کے کوتاہ ہونے کے وقت میں اس کی بندشیں کھلنے ہی کے قریب تھیں۔ پروردگارِ عالم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی رسالت پہنچانے والا،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے لئے کرامت ورحمت وبہار اور مددگاروں کے لئے باعث رفعت وبلندی،آپ کے انصار کے لئے باعث شرف قرار دیا۔(اردو صفحہ ۲۲۷۔عربی صفحہ ۴۳۶)

قرآن

میں پروردگارِ عالم سے ان جماعتوں کی شکایت کرتا ہوں جو جہالت ونادانی کی زندگی بسر کر کے گمراہی اور ضلالت کی حالت میں مرجاتے ہیں۔ان لوگوں میں اس سے زیادہ تر کوئی امر ناروا تر نہیں ہے کہ کلام اللہ کی کما حقہ،تلاوت اور تفسیر کی جائے۔کسی جنس کی خریداری اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ کلامِ خدا کی تعریف کی جائے۔کوئی شے اس سے بیش بہا نہیں ہے کہ کلامِ خدا کے مقامات کو تبدیل کر دیا جائے اور کوئی رسم اس سے زیادہ بیش بہا نہیں ہے کہ کلامِ خدا کی اپنی ہوا وہوس کے مطابق تفسیر کی جائے۔ان لوگوں کے نزدیک نیکی اور احسان سے زیادہ کوئی امر ناشائستہ نہیں ہے اور نہ قبح وبرائی سے زیادہ کوئی امر مستحسن سمجھا جاتا ہے۔(اردو صفحہ ۲۵۔عربی صفحہ ۶۱)

مجموعہ عجائب وغرائب

کیا ایسا تو نہیں کہ پروردگارِ عالم نے اسلام کو تمام وکمال طریقہ سے نازل کیا۔مگر

Marfat.com

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا اس کی تبلیغ باحسن وجوہ کرنے سے قاصر رہے؟ قسم خدا کی پروردگارِ عالم فرماتا ہے بے شک یہ کتاب، کتاب خدا ہے۔ ظاہر میں نہایت خوب ہے، خوش آئند ہے اور اس کا باطن نہایت عمیق اور گہرا ہے۔ اس کے عجائب وغرائب نہ فنا ہونے والے ہیں نہ ناقص ہیں۔ تاریکیوں کے پردے اسی کتاب کی مدد سے اٹھ سکتے ہیں۔ (اردو صفحہ ۴۶-عربی صفحہ ۶۲)

افضل ترین حدیث

تم قرآن کا علم حاصل کرو کیونکہ افضل ترین حدیث یہی ہے۔ اس میں غور وفکر کرو کیونکہ یہ قرآن پژمردہ قلوب کے لئے بادِ بہاری کا کام دیتا ہے۔ اپنے مرض ظلم وجہل کے لئے اسی قرآن کے نور سے شفا طلب کرو کیونکہ یہ سینوں کو شفا دینے والا ہے۔ اس کی عمدہ طریقوں سے تلاوت کرو۔ اسے سمجھو اور اس سے نصیحتیں سیکھو۔ قرآن سب قصوں سے زیادہ نفع دینے والا ہے۔ (اردو صفحہ ۱۲۳-عربی صفحہ ۲۳۳)

بولنے والی کتاب

خدا کی کتاب تمہارے درمیان ہے۔ وہ ایسی بولنے والی ہے کہ کبھی اس کی زبان نہیں تھکتی۔ وہ ایسا مکان ہے کہ اس کے ارکان منہدم نہیں ہوتے۔ وہ ایسی غالب ہے کہ اس کے دوست اور مددگار کبھی مغلوب نہیں ہوتے۔ (اردو صفحہ ۱۴۸-عربی صفحہ ۲۷۰)

قرآن سراپا حکمت ہے اور اس کی آیتیں ایک دوسرے کی تفسیر وتصدیق ہیں

یہ جو کچھ بیان کیا بمنزلہ حکمت ہے اور ایسی حکمت ہے کہ مردہ قلوب کو جلا دے اور کور آنکھوں کو روشن کر دے۔ یہ حکمت بہرے کانوں کو شنوا کر دیتی ہے اور یہ تشنگانِ علم کو سیراب کرنے والی ہے۔ اس حکمت میں دنیا سے بے نیاز ہو جانے کے جوہر ہیں اور یہی عذابِ آخرت سے سلامتی بخشنے والی ہے۔ وہ حکمت کیا ہے؟ وہ کتاب اللہ ہے جس کے سبب سے امرِ حق پر تمہاری قوتِ ناطقہ رواں ہوتی ہے۔ تم اس کی وجہ سے امرِ حق کو سنتے ہو اور اس کتاب کے بعض مقام بعض کے مفسر ہیں۔ ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ وہ احکام ومعارفِ الٰہی میں مختلف نہیں اور وہ اپنے پیرو کو خداوند عالم سے جدا نہیں کرتے۔

(اردو صفحہ ۱۴۹-عربی صفحہ ۲۷۱)

Marfat.com

خدا کی تجلی قرآن میں دیکھو

اس مرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق کو قرآن عطا کیا جس نے اس کے اعجاز ظاہر کئے۔ اس کی حقیقت کو محکم اور استوار کر دیا تا کہ جاہل بندے اپنے پروردگار کو پہچانیں۔ منکرین وجود باری اور دہریہ اس کے وجود کا اقرار کریں اور اعتقاد رکھنے والوں کے دلوں میں اس کی ہستی کا نقشہ قائم ہو جائے۔ وہ خدا جو ہر ایک نقص وعیب سے مبرا ومنزہ ہے۔ اپنی کتاب کے ذریعے اپنے بندوں پر ظاہر اور آشکارا ہوا بغیر اس بات کے کہ اس کو ظاہری آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ ہاں! اس نے قرآن کے ذریعے سے بھی تجلی دکھا کر اپنی قدرتیں دکھا دیں۔

(اردو صفحہ ۱۵۹-عربی صفحہ ۲۴۸)

راہِ نجات، جنت کی کنجی

تمہیں لازم ہے کہ کتاب اللہ کو اپنا شعار بناؤ کیونکہ یہ حبل المتین ہے۔ ایک روشن اور ظاہر نمود ہے۔ نفع پہنچانے والی شفا ہے، پیاس کو بجھانے والی اور سیراب کرنے والی ہے۔ اس سے تمسک کرنے والا لغزشوں اور خطاؤں سے دور ہے۔ جو اس سے ربط پیدا کرے اس کے لئے نجات ہے۔ اس میں کوئی کجی نہیں جس کو سیدھا کیا جائے۔ اس میں کوئی انحراف نہیں جس سے منہ پھیرا جائے۔ اس کا کثرت سے زبانوں پر جاری اور کانوں میں داخل ہونا (تلاوت وسماعت) اسے کہنہ نہیں کرتا۔ جو اس کا معتقد ہوا۔ وہ صادق ہے۔ جس نے اس پر عمل کیا اس نے جنت کی طرف سبقت کی۔ (اردو صفحہ ۱۷۴-عربی صفحہ ۳۰۳)

قرآن میں سب ہے

وہ ایسا نور اپنے ہمراہ لایا جس کے ساتھ اقتدا کی جاتی ہے اور جسے قرآن کہتے ہیں۔ اب تم اس قرآن سے گویائی طلب کرتے ہو۔ وہ (ہماری طرح) بولنے والا نہیں لیکن میں تمہیں اس کے احکام سے خبردار کرتا ہوں۔ آگاہ رہو، اس میں آئندہ واقعات کا علم ہے۔ گزرے ہوئے لوگوں کے حالات ہیں۔ اس میں تمہارے درد کی دوا۔ تمہارے امور کا انتظام۔ یہ سب باتیں ہیں۔ (اردو صفحہ ۱۷۷-عربی صفحہ ۳۰۸)

Marfat.com

کتاب ناطق اور شقی ازلی

پروردگارِ عالم نے ہدایت کرنے والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتابِ ناطق (قرآن) اور امر قایم (دین) کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اس سے تجاوز کرنے سے کوئی شخص ہلاک نہیں ہوتا مگر وہ شخص جس کی استعدادِ ہلاکت انتہا درجہ کو پہنچ گئی ہو۔ (اردو ص ۱۹۴۔ عربی صفحہ ۳۳۶)

ناصح صادق، ہادیِ کامل

تم سمجھ لو کہ یہ قرآن ایسا ناصح ہے کہ جس میں ذرا بھی خیانت کی بو نہیں ہے۔ یہ ایسا ہادی ہے کہ ہرگز گمراہ نہیں کرتا۔ یہ ایسا خبر دینے والا ہے کہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ کوئی شخص قرآن کا جلیس نہیں مگر یہ کہ وہ ایسی حالت میں اٹھے کہ یا تو اس کے کمال میں زیادتی ہو گئی ہو یا نقص آ گیا ہو۔ زیادتی تو ہدایت کی وجہ سے ہوتی ہے اور نقص اندھے پن سے۔

ہر درد کی دوا، ہر مرض کی شفا

جان لو کہ علم قرآن حاصل کرنے کے بعد پھر انسان کو کسی علم کی احتیاج نہیں اور نہ کوئی شخص علم قرآن حاصل کرنے سے قبل تحصیل علوم سے مستغنی ہو سکتا ہے۔ تم اپنے دردوں کے لئے اسی سے شفا طلب کرو اور اپنے نادانی آمیز اقوال سے بچنے کے لئے اسی قرآن سے مدد مانگو۔ اس میں بڑے بڑے امراض کی دوا ہے۔ وہ درد کیا ہے؟ وہ ہے کفر، نفاق، ضلالت اور گمراہی۔ تم اسی قرآن کے خدا سے سوال کرو اور نہایت محبت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ مگر تم اس کے وسیلے سے خلق خدا سے سوال نہ کرو۔ کیونکہ یہ قرآن ایسی چیز ہے جس کے علم کے وسیلے سے بندے اپنے خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

شافع برحق

خوب جان لو کہ قرآن ایسا شفاعت کرنے والا ہے جو شفاعت کردہ شدہ ہے وہ کہنے والا ہے کہ اس کے قول کی تصدیق کی جا چکی ہے اور بروزِ قیامت جس شخص کی اس قرآن نے شفاعت کی تو اس کی شفاعت اس کے بارے میں قبول کی جائے گی۔ جس شخص کی نادانیوں اور جہالتوں کو بروزِ قیامت اس نے ظاہر کیا۔ تو بیشک اس شخص کے ضرر پہنچانے پر

Marfat.com

اس کی تصدیق کی جائے گی۔سن لو! قیامت کے دن ایک منادی یہ ندا کرے گا: آگاہ وخبردار ہو جاؤ کہ ہر ایک زراعت کرنے والا اپنی زراعت کے حساب اور اعمال کے انجام میں گرفتار ہے۔مگر زراعت قرآن اس سے مستثنیٰ ہے۔اب تم اس قرآن کے کاشت کار اور اسی کے متابعت کرنے والے بن جاؤ۔اس سے اپنے پروردگار کے وجود پر دلیلیں قائم کرو۔ اپنے نفسوں کے لئے اس سے نصیحت حاصل کرو۔اپنی رائے اور اپنے اجتہادات کو اس کے ساتھ قائم کرو۔اس کے بارے میں اپنی ہوا و ہوس کو بالکل جنس ناقص خیال کرو۔

ایمان، عمل، صبر، زہد

بندگانِ خدا! عمل کرو، عمل کرو۔پھر اپنے انجام کو سوچو، اپنی عاقبت کا خیال کرو۔راستی طلب کرو۔ایہا الناس! صبر، صبر، زہد، زہد۔خوب جان لو تمہارا ایک منتہی تم اس کی طرف منتہی ہو جاؤ۔ بالتحقیق پروردگارِ عالم نے کسی شخص کو اس قرآن کی مانند نصیحت نہیں کی۔ یہ خدا کی حبل المتین ہے۔ یہ نہایت با امن راستہ ہے۔ پژمردہ دلوں کی بہاریں اسی میں ہیں۔ یہ علم ومعرفت کا سرچشمہ ہے۔آئینہ دل کی جلا اس کے کسی دوسری چیز سے ہو ہی نہیں سکتی ہے۔

(اردو صفحہ ۲۰۱۔عربی صفحہ ۳۴۷)

کتاب ناطق کی تشریح

قرآن (معروف کا) حکم کرنے والا ہے، منکرات سے منع کرنے والا ہے (بلحاظ زبان) خاموش ہے (برائے بیان حجت الٰہی) ناطق ہے۔خلق اللہ کے لئے حجت ہے۔ان سے اس کا اقرار وعہد لیا گیا ہے۔لوگوں کے نفوس اس کے بدلے گروی رکھے ہوئے ہیں۔ اگر وہ اس عہد پر قائم نہ رہیں گے تو انہیں عذاب نصیب ہوگا۔اس نے معارفِ قرآنی کو تمام کر دیا۔اس دین کو جو اس (قرآن) سے منسوب ہے۔گرامی قدر سمجھا اور ایسی حالت میں پیغمبر کی روح قبض فرمائی جب کہ ہدایت قرآنی کے احکام کو خلق اللہ تک پہنچانے سے فارغ ہو چکے تھے۔اب تم انہیں اوصاف بزرگی کے ساتھ خدا کو جن کے ساتھ خود اس نے اپنے نفس کو یاد کیا ہے۔خدا کو مانو۔

Marfat.com

دین میں راز نہیں اسلام ظاہر ہے

اس نے اپنے دین میں سے کوئی شے پوشیدہ نہیں رکھی۔ نہ کوئی شے ایسی چھوڑی ہے جس سے وہ راضی ہو یا اسے مکروہ سمجھے۔ مگر یہ کہ اس کے واسطے ایک ظاہر نشان مقرر کر دیا ہے اور ایک محکم نشانی مقرر فرما دی ہے جو یا تو مکروہات سے باز رکھتی ہے یا اس کی مرضی کی طرف بندوں کو بلاتی ہے۔ پس اس کی رضا، اس کا غضب ہر زمانہ میں ایک ہی اصول پر رہے گا۔ (اردو صفحہ ۲۱۴-عربی صفحہ ۳۶۸)

فضائل واوصاف بے شمار

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک کتاب نازل کی جو ایک نور ہے۔ جس کے چراغ گل نہیں ہو سکتے۔ وہ ایک چراغ ہے جس کا بھڑکنا موقوف نہیں ہوتا۔ ایک سمندر ہے جس کی تہہ نہیں ملتی۔ ایک رستہ ہے جس پر چلنے والا گمراہ نہیں ہوتا۔ ایک شعاع ہے جس کی روشنی تاریک نہیں ہوتی۔ ایک فرقان ہے جس کی دلیلوں کی چنگاریاں کجلا نہیں سکتیں۔ وہ ایک ایسی بنیاد ہے جس کے ارکان منہدم نہیں ہو سکتے۔ ایک شفا ہے جس کو امراض کا خوف نہیں ہوتا۔ وہ ایک ایسا غلبہ ہے جس کے انصار مغلوب نہیں ہوتے۔ وہ ایک ایسا حق ہے جس کے مددگار کبھی معزول نہیں ہو سکتے۔ وہ معدن ایمان اور وسط ایمان ہے۔ اس میں علم کے چشمے ہیں، علم کے دریا ہیں۔ عدل وانصاف کے باغ ہیں۔ حوض ہیں۔ وہ اسلام کی بنیاد ہے۔ اس میں حق کی سیرگاہیں ہیں اور سبزہ زار ہیں۔ ایک ایسا بحر ہے کہ پانی نکالنے والے خالی نہیں کر سکتے۔ ایسے چشمے ہیں کہ کھینچنے والے اس میں سے ایک قطرہ کم نہیں کر سکتے۔ پنگھٹ ہیں کہ وارد ہونے والے جنہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ منزلیں ہیں جن کے رستے مسافروں کو گمراہ نہیں کرتے۔ خداوند عالم نے اسے علماء کے لئے تسلی قلب۔ فقہاء کے واسطے بہار، صلحاء کی خاطر نہایت عمدہ مقصد بنا دیا۔ وہ ایک ایسی دوا ہے جس کے بعد کوئی درد باقی نہیں رہتا۔ ایک ایسا نور ہے جس کے ساتھ ظلمت کا ذرّہ بھر ملاپ نہیں ہے۔ پروردگار عالم نے اسے ایک ایسی زنجیر قرار دیا ہے جس کے حلقے نہایت مضبوط ہیں۔ ایک ایسی پناہ گاہ بنایا جس کی چوٹی بلند ہے۔ جو شخص اس کی طرف متوجہ ہو یا جو شخص اس میں داخل ہو، جو اس کی پیروی

Marfat.com

کرے۔ جو شخص اسے اپنے اوپر لازم کرے۔ جو شخص اس کے ساتھ کلام کرے۔ جو شخص اس کے ساتھ دعویٰ کرے۔ ان سب شخصوں کے لئے عزت ہے۔ سلامتی دینے والا ہے۔ راہ نما ہے…… برہان ہے۔ زبردست شاہد ہے۔ جو شخص اسے اٹھائے، اس کا اٹھانے والا ہے۔ جو شخص اس کی مدد سے مجادلہ جنگ کرے اس کے لئے فتح وفیروزی ہے۔ جو اس پر عمل کرے اس کے واسطے سہارا ہے۔ جو شخص فہم وفراست کے ساتھ نظر رکھے اس کی خاطر ایک نشانی ہے۔ جو پہن لے اس کے لئے ڈھال ہے جو شخص اس کی بات کان میں رکھے اس کے واسطے علم ہے۔ روایت کرنے والے کے لئے حدیث ہے اور حاکم کے لئے زبردست حکم ہے۔ (اردو صفحہ ۲۲۸-عربی صفحہ ۴۳۸)

جماعت کی تعریف، تفرقہ کی مذمت

اے ایمان والو! تم خدا، رسول اور اولی الامر کی اطاعت کرو، جو تم میں سے ہو۔ اگر کسی حکم میں تم تنازعہ کرو تو خدا اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ اب یہ بھی سمجھ لو کہ رسول کی طرف رجوع کرنا یہی ہے کہ اس کی جمع کرنے والی، نہ کہ تفرقہ پیدا کرنے والی سنت کو اختیار کیا جائے۔ (اردو صفحہ ۳۵۱-عربی صفحہ ۹۶)

قرآن بس ہے

پیغمبر برحق نے تمہارے درمیان اس چیز کو چھوڑا ہے جسے انبیاء سلف اپنی اُمتوں میں چھوڑتے چلے آئے ہیں۔ کیونکہ کسی نبی نے اپنی اُمت کو حیران اور واضح وصاف راستہ بتانے والی نشانی کے بغیر نہیں چھوڑا۔ اب تمہارے درمیان جو چیز چھوڑی گئی ہے وہ خدا کی کتاب (قرآن) ہے جو حلال وحرام اور فرائض وفضائل کو بیان کرنے والی ہے اور ناسخ ومنسوخ اور وہ احکام جن میں رخصت ہے اور جن میں پابندی ہے اور احکام خاص وعام ماضی کے عبرت انگیز واقعات وہر قسم کی مثالیں اور وہ کلمات جو مقید ہیں اور جو مقید نہیں ہیں۔ وہ آیات محکمات جن کے معنی میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں اور وہ متشابہات جن کے معنی میں شبہ دامن گیر ہوتا ہے۔ ان تمام باتوں کو خدا نے کتاب میں ظاہر کر دیا ہے۔ یہ کتاب اپنے مجمل کی تفسیر کرنے والی ہے۔ عوارض ومشکلات کی مظہر ہے۔ یہ کتاب ان آیات کو لئے

Marfat.com

ہوئے ہے جن کا جاننا خدا نے بندوں پر واجب کر دیا ہے۔ جن کے بارے میں وہ لاعلمی کا عذر نہیں کر سکتے۔ اس کتاب میں محض ایسی آیات و حروفِ مقطعات بھی ہیں جن کے نہ جاننے میں خدا نے بندوں کو وسعت دی ہے۔ (اردو صفحہ ۷۔ عربی صفحہ ۲۹)

یہ بھی عہد ہے کہ اس شخص کو دور کرنے کے لئے جو کتاب اللہ کی مخالفت کرے گا یا اسے ترک کرے گا آپس کی متفقہ قوت سے کام لیں گے۔ وقت پر ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ ان کی دعوت متحد ہے۔ کسی عتاب کرنے والے کے عتاب اور غضب کرنے والے کے غضب، کسی جماعت کے دوسری جماعت کے ذلیل کرنے، کسی گروہ کے دوسرے گروہ کو گالی دینے کے سبب اپنے اس عہد کو نہ توڑیں گے۔ ان دونوں گروہوں کے حاضر و غائب، عالم و جاہل اس عہد پر متفق ہو گئے ہیں اور اس عہد کے سبب خدا کا عہد و میثاق بھی ان پر واجب ہو گیا ہے۔ بیشک عہد خداوندی کے بارے میں ضرور باز پرس ہو گی۔ اس عہد نامہ کو علی ابن ابی طالب نے تحریر کیا۔ (اردو صفحہ ۳۰۶، عربی ۲ صفحہ ۱۴۰)

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے مردوں کو حاکم نہیں کیا بلکہ ہم نے قرآن کو حاکم مقرر کیا۔ اور یہ قرآن میان دفتین ایک خط نشتہ شدہ ہے۔ یہ اپنی زبان (گوشت کی زبان) سے گویا نہیں ہوتا، اس لئے ترجمان اور مترجم کا ہونا ضروری ہے۔ اس کی طرف سے مرد ہی بولتے ہیں اور جب قوم نے ہم کو اس کی طرف بلایا کہ قرآن کو ہمارے درمیان قائم کر دے تو ہم وہ گروہ نہیں بنیں گے؟ جو قرآن سے روگردانی کرتا ہو۔ خدا نے فرمایا ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۔

اگر تم کسی شے میں تنازعہ کرو تو اللہ و رسول کی طرف رجوع کرو۔

(اردو صفحہ ۱۴۰۔ عربی صفحہ ۲۵۸)

اسلام

بے شک پروردگارِ عالم نے تمہیں اسلام کے لئے مخصوص کیا ہے اور اسی کے لئے تم خلوص کا طالب ہے۔ اسلام سلامتی اور نجات کا نام ہے۔ کرامتوں کا جمع کرنے والا، پروردگار نے اس کے طریقہ کو برگزیدہ کیا۔ علم ظاہری و احکام باطنی کے سبب اس کی دلیلوں

Marfat.com

اور براہانوں کو ظاہر کر دیا۔ اس کے آثار نہایت عمدہ ہیں جو فانی نہ ہوں گے۔ اس کے عجائبات کبھی منقضی نہ ہوں گے۔ اس اسلام پر نعمتوں کی بارش برستی رہی ہے۔ اس میں تاریکیوں کو دور کرنے والے روشن چراغ ہیں۔ اسلام کی کنجیوں کے بغیر سعادت کا دروازہ وخزانہ کھل نہیں سکتا اور نہ اس کے چراغوں کے بغیر جہالت کی تاریکیوں کے پردے اٹھ سکتے ہیں۔ پروردگارِ عالم اسے اس لئے عرصہ شہود میں لایا ہے کہ منہیات ومحارم سے پرہیز کیا جائے اور اس لئے مہیا کیا ہے کہ اس کے محل رعایت کی رعایت مدنظر رکھی جائے۔ اس میں طالبانِ شفا کے لئے شفا ہے اور خواستگارانِ کفایت کے لئے کفایت ہے۔ (اردو صفحہ ۱۶۷- عربی صفحہ ۲۹۵)

اسلام ظاہر ہے

اس نے اپنے دین سے کوئی شے تم پر پوشیدہ نہیں رکھی نہ کوئی شے ایسی چھوڑی ہے جس سے وہ راضی ہو یا اسے مکروہ سمجھے۔ مگر یہ کہ اس کے واسطے ایک ظاہر نشان مقرر کر دیا ہے اور ایک محکم نشانی مقرر کر دی ہے یا تو مکروہات سے باز رکھتی ہے یا اس کی مرضی کی طرف بندوں کو بلاتی ہے۔ پس اس کی رضا اس کی مرضی۔

ایک اصول

اسلام ہر زمانہ میں ایک ہی اصول پر رہے گا۔ یاد رکھو! وہ چیزیں جو تم سے پہلے تھیں اور جنہیں خداوند عالم دشمن سمجھتا ہے۔ اگر تم کرو گے تو وہ تم سے کبھی راضی نہ ہوگا اور وہ امور جو تم سے پہلے جنہیں وہ درست رکھتا ہے اگر تم ان پر عمل کرو گے تو پھر کبھی غضب ناک نہ ہوگا۔

(اردو صفحہ ۲۱۴- عربی صفحہ ۳۶۸)

خدا کا دین

یہ دین اسلام خدا کا دین ہے۔ اور ایسا دین ہے جسے خدا نے اپنے نفس کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ پھر اسلام کو ایسا بنایا کہ جس شخص نے اس سے تمسک کیا اس کے لئے ذلت وخواری نہیں۔ اسلام کیا ہے؟ ایسے ستون ہیں جن کی جڑوں کو اس خالق اکبر نے طریقہ حق پر پیوست کر دیا ہے۔ ان کی بنیادیں ان کے واسطے قائم اور ثابت کر دی ہیں۔ ایسا چشمہ ہے

Marfat.com

جس سے ہزاروں چشمے نکل رہے ہیں۔ ایسا چراغ ہے جس کی لو برافروختہ ہے۔ ایسا منارہ ہے کہ جو اپنے مسافروں کے لئے مقتدا بنا ہوا ہے۔ ایسی نشانیاں ہیں کہ ان کے سبب ان کے وسعتوں کا قصد کیا جاتا ہے۔

ہمہ صفت دین

ایسی سیراب گاہ ہے جو تشنہ کاموں کو سیراب کر دیتی ہے۔ پروردگار نے اسلام کو اپنی خوشنودی کا منتہا اپنے ستون کی بلندی اور اپنی اطاعت کا رکن قرار دیا ہے۔ یہ دین اسلام خداوند کے نزدیک مضبوط ارکان والا، بلند بنیاد والا، روشن دلیل، آتش شعلہ آور، صاحب قہر وغلبہ بادشاہ، بلند نشانی اور گرد وغبار سے پاک ہے۔ تم اس سے مشرف ہو جاؤ، سعادت حاصل کرو، اس کا اتباع کرو، اس کے حقوق بجالاؤ اور اسے اس کے مقام ہی میں رکھو۔

(اردو صفحہ ۲۲۷-عربی صفحہ ۴۳۶)

اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں نے اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے۔ تم میں کوئی بھی تو ان کا نظیر نہیں۔ وہ اس حالت میں صبح کرتے تھے اُلجھے ہوئے بال، غبار آلود چہرے۔ ان کی راتیں قیام وسجود میں گزرتی تھیں۔ کبھی ان کی پیشانیاں صرف سجود ہوتی تھیں کبھی رخسارے۔ وہ اپنی معاد (آخرت) کے ذکر سے ایسے ہو جاتے تھے جیسے بقیہ تنہ خرما۔ سجدوں کے طول سے ان کی آنکھوں کے درمیان (پیشانیوں پر) گھٹے پڑ پڑ کے ایسے ہو گئے تھے جیسے بکریوں کے زانو۔ جب خدا کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں اشکبار ہوتی ہوئی جیب ودامن تر بتر کر دیتی تھیں۔ وہ خوفِ عقوبت اور اجر وثواب سے ایسے لرزتے تھے جیسے سخت آندھی سے درخت جنبش کیا کرتے ہیں۔ (اردو صفحہ ۱۰۵-عربی صفحہ ۲۰۶)

یادِ رفتگاں

اب تو میری دعا یہ ہے اور میں یہی چاہتا ہوں کہ پروردگارِ عالم میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے۔ مجھے ان لوگوں سے ملا دے (یعنی دوسرے عالم میں) جو تم سے زیادہ میرے لئے موافق ومناسب ہیں اور وہ ایسے لوگ تھے قسم خدا کی ان کی راہیں اور

Marfat.com

تدبیریں عمدہ ومبارک تھیں۔ وہ دانشمندانہ اور حکیمانہ بردباری کے مالک تھے۔ وہ راست گفتار تھے۔ وہ بغاوت وجوروستم کے ترک کرنے والے تھے گزر گئے حالانکہ ان کے پاؤں طریقہ اسلام پر مستقیم تھے۔ وہ واضح راہ پر چلے اور ہمیشہ رہنے والی سرائے عقبیٰ میں فتح وفیروزی حاصل کی۔ نیک اور لائق کرامتوں سے فیض یاب ہو گئے۔

(اردو ص ۱۳۳-عربی ص ۳۴۸)

اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہاں ہیں وہ گروہ جنہیں اسلام کی طرف بلایا جاتا تھا اور وہ اسے قبول کر لیتے تھے۔ وہ قرآن کو پڑھتے تھے اور اپنے اعتقادات کو اس کے ساتھ مضبوط کرتے تھے۔ جہاد کے لئے برانگیختہ ہوتے تھے۔ ان کی آنکھیں روتے روتے تباہ ہو گئی تھیں۔ ان کے شکم روزہ رکھتے رکھتے لاغر ہو گئے تھے۔ دعائیں کرتے کرتے ان کے ہونٹ سوکھ گئے تھے۔ شب بیداریوں سے ان پر زردیاں چھا گئی تھیں۔ سجدوں کا غبار ان کے چہروں پر موجود رہتا تھا۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے جو چلے گئے۔ (اردو صف ۱۳۵-عربی ص ۲۵۲)

علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ

آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) خلیفہ ثالث (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے پاس گئے اور فرمایا کہ لوگ میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں اور مجھے اپنے اور آپ کے درمیان سفیر بنا کر بھیجا ہے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ آپ سے کیا کہوں۔ میں اس چیز کو نہیں جانتا جسے آپ نہ جانتے ہوں اور نہ کسی ایسی چیز میں راہنمائی کر سکتا ہوں جسے آپ نہ پہچانتے ہوں۔ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ آپ بھی جانتے ہیں۔ ہم نے آپ سے کسی چیز پر سبقت نہیں کی جس سے آپ کو مطلع کریں۔ ہم آپ سے کسی امر میں جدا نہیں جسے آپ تک پہنچائیں۔ بے شک جو ہم نے دیکھا یا سنا ہے وہ آپ نے بھی دیکھا اور سنا ہے۔ جیسا میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی ہے ویسی ہی آپ نے بھی کی ہے۔ ابن خطاب (عمر رضی اللہ عنہ) ابن ابی قحافہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) عمل حق میں آپ سے اولیٰ اور افضل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ازروئے وصلت وخویشی بہ نسبت ان دونوں کے آپ قریب تر ہیں۔ آپ دامادئ پیغمبر کے اس مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہیں

Marfat.com

جس تک یہ دونوں نہیں پہنچے۔اب آپ اپنے نفس کے بارے میں ڈریئے اور خوفِ خدا سے کام لیجئے۔قسم خدا کی آپ ایسے نہیں ہیں کہ اندھے پن سے آپ کو بینا کیا جائے اور جہالت سے آپ کو دانا بنایا جائے۔آپ امامِ مقتول نہ بنئے۔(اردو ص ۱۸۷-عربی ص ۳۲۲)

اگلی امتوں سے عبرت ونصیحت: رازِ عمل

وہ عقوبتیں جو بدکرداری اور زشتی اعمال کے باعث تم سے پہلی امتوں پر نازل ہوئی ہیں۔ان سے ڈرو۔یاد کرو! خیر وشر میں ان کی کیا حالتیں تھیں؟ تم حذر کرو اس بات سے کہ ان جیسے ہو جاؤ۔تم اس امر کو اپنی ذات سے لازم کر لو جس کے سبب سے دشمن ان سے دُور ہو گئے۔عافیت ان کی طرف جاری ہوئی۔نعمتیں ان کی مطیع ومنقاد ہوئیں۔تفرقہ سے بچنے، باہم الفت ومحبت کو لازم کر لینے، اسی الفت کی ترغیب دینے اور اسی کی وصیت کرنے کے سبب سے کرامت اور بزرگی ان کی جماعت کی رسیوں سے پیوست ہوگئی۔

اس کام سے پرہیز کرو جس نے اُن کی پشت کے مہروں کو توڑ ڈالا۔دلوں میں کینہ رکھنے، سینوں میں دشمنی اٹھائے رہنے، ایک دوسرے سے (پیٹھ) منہ پھرا لینے اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرنے کے سبب سے ان کی قوت ضعیف اور سست ہوگئی۔

(اردو صفحہ ۲۷۸-عربی صفحہ ۴۱۰)

خوبیاں

اب تم دیکھو کہ اشراف وبزرگانِ قوم کیوں کر آپس میں جمع تھے۔خواہشیں متفق، دل راستی کی طرف مائل ہاتھ ایک دوسرے کے معاون اور تلواریں ایک دوسرے کی مددگار تھیں۔نگاہیں انجام کو دیکھ لیتی تھیں۔نیتیں واحد تھیں۔کیا وہ اطرافِ زمین میں پرورش کنندہ نہ تھے؟ اور کیا وہ اہل دنیا کی گردنوں پر حاکم وبادشاہ نہ تھے؟

خرابیاں

تم ان امور کو دیکھو جو نتیجتاً واقع ہوئے ہیں جب کہ ان میں فرقہ پرستی ہوگئی۔الفتیں پراگندہ ہوگئیں۔دل اور زبانیں مختلف ہوگئیں۔ایک دوسرے کے مخالف ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔جنگ کر کے منتشر ہوگئے۔پروردگارِ عالم نے اپنی کرامت کا لباس ان پر سے اتار

Marfat.com

لیا۔ اپنی نعمت کی خوشنودی کو ان سے سلب کر لیا اور ان کی خبروں کے قصے تم لوگوں میں عبرت کے لئے باقی چھوڑ دیئے تا کہ تم میں عبرت حاصل کرنے والے لوگ عبرت حاصل کریں۔

(اردو ص ۲۸۸ - عربی ص ۴۱۲)

اس نیک طریقہ کو نہ توڑ جس پر اس امت کے اگلے لوگوں نے عمل کیا ہے جس کے سبب سے الفت اور محبت جمع ہوئی اور جس کے سبب رعیت کی اصلاح ہوئی۔

(اردو ص ۴۹ - عربی ۲ ص ۹۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام

بے شک مجھ سے اس قوم نے بیعت کی ہے جس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تھی اور اسی امر پر بیعت کی جس پر ان سے بیعت کی تھی۔ اب کسی شخص حاضر کو حق نہیں ہے کہ وہ رد کر دے اور نہ شخص غائب کو۔ فی الحقیقت شوریٰ مہاجرین اور انصار کا حق ہے۔ پس جس شخص کے حق میں انہوں نے اجتماع کیا اور اس کو نامزد کر دیا تو ان کا یہ اجتماع خوشنودیِ خدا ہے۔ (اردو ص ۲۹۹ عربی ۲ ص ۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر

فلاں شخص کے شہروں کی آبادی خدا کے لئے ہو کہ جس نے ٹیڑھے کو سیدھا کیا اور علت کا علاج کیا، فتنے کو پیچھے کیا اور سنت کو قائم کیا، پاک دامن کیا۔ کم عیب، نہایت عمدہ دین میں پہنچا۔ شر سے بالا رہا۔ خدا کے احکام کی پیروی کی کما حقہ تقویٰ کیا۔ رحلت کی تو آپ کے بعد لوگ شاخوں میں بٹ گئے۔ نہ بے خبر کو راستہ سوجھتا تھا، نہ باخبر ہی مطمئن تھے۔

(اردو ص ۲۵۶ - عربی ص ۴۸۵)

مشورہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بوقت جنگ فارس

دین اسلام کا غالب آنا یا مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت وقلت پر منحصر نہیں ہے۔ یہ اسلام اسی خدا کا دین ہے۔ جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے اور سپاہ اسلام اس خدا کی فوج ہے جس کی اس نے ہر جگہ مدد و اعانت کی ہے اسے ایک بلند مرتبہ پر پہنچا دیا۔ ان کا آفتاب وہاں طالع ہو گیا جہاں اس کا ہونا لازم تھا۔ ہم اس وعدہ خداوندی پر

Marfat.com

کامل یقین رکھتے ہیں۔ بے شک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے اور وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔

مدارِ قوم

دین اسلام کے امیر کی حیثیت رشتہ مروارید کی سی ہے جو موتیوں کے دانوں کو ایک سلسلہ میں پرو کر باہم پیوست کر دیتا ہے۔ اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے تو تمام دانے بکھر جائیں گے۔ پھر کبھی اجتماع کامل نصیب نہ ہوگا۔ آج کے دن عرب قلیل ہیں لیکن اسلام کی شوکت انہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہ اپنے اجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہوں گے۔ آج آپ عمر رضی اللہ عنہ ان کے قطب لے آسیا (مدار) بن جائیے اور آسیائے جنگ کو گروہِ عرب کے ساتھ گردش دیجئے اور اپنے سوا کسی اور کے ماتحت بنا کر لڑائی کی آنچ سے انہیں گرم کیجئے کیونکہ اگر آپ مدینے سے باہر چلے گئے تو عرب کے قبیلے اطراف واکناف سے ٹوٹ پڑیں گے۔ (اردو ص ۱۵۸۔ عربی ص ۲۸۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ خیر خواہی اور مشورہ بوقت جنگ روم:

اگر آپ خود دشمن کی طرف کوچ کریں، اور خدانخواستہ مغلوب ومخذول (شکست خوردہ) ہو جائیں تو یہ سمجھ لیجئے کہ پھر مسلمان کو ان کے اقصائے بلاد تک پناہ نہ ملے گی اور آپ کے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہوگا جس کی طرف وہ رجوع کریں۔ لہٰذا دشمنوں کی طرف اس شخص کو بھیجئے جو آزمودہ کار ہو اور اس کے ماتحت ایسے لوگوں کو روانہ کریں جو جنگ میں سختی کے متحمل ہوں۔ اپنے سردار کی نصیحت قبول کریں۔ اگر خدا نے غلبہ نصیب کیا تب تو وہی چیز ہے جسے آپ پسند فرماتے ہیں اور اس کے خلاف ظہور میں آیا تو اس حالت میں بھی آپ لوگوں کے ملجا اور مسلمانوں کے مرجع ہوں گے۔ (اردو ص ۱۵۰۔ عربی ص ۲۷۲)

امام کی نیت

ہر ایک ذلیل میرے نزدیک عزیز ہے یہاں تک کہ میں اس کے غیر سے اس کا حق لے لوں اور ہر ایک قوی میرے نزدیک ضعیف ہے۔ حتیٰ کہ مستحق کا حق اسے دلایا جائے۔ ہم رضائے الٰہی کے پابند ہو کر اس کی قضا پر راضی ہیں اور ہم نے اس کے حکم کو تسلیم کیا ہے۔

Marfat.com

اس حکم کو اسی سے مختص سمجھتے ہیں۔ قسم خدا کی میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہے اور اب میں کیوں کر اس کا اوّل تکذیب کرنے والا ہو سکتا ہوں۔ جب میں نے اپنے امور پر نظر کی تو ناگاہ میں نے دیکھا کہ میرا خدا کے لئے اطاعت کرنا اپنے لئے بیعت لینے سے مقدم ہے۔ (اردو ص ۴۵-عربی ص ۹۸)

تسلیم خلافت عثمان رضی اللہ عنہ

جب لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت اس وقت حضرت نے فرمایا تم خوب جانتے ہو کہ میں اپنے غیر سے زیادہ حکومت و بیعت کے لئے قابل اور مستحق ہوں اور خدا کی قسم میں تسلیم کرتا ہوں جب تک امور مسلمین سلامت رہیں اور اس کے امامِ خلافت میں کھلم کھلا ظلم و جور نہ ہو۔ گو خاص مجھ پر ظلم و ستم ہوتے رہیں۔[۱] (اردو ص ۲۲ عربی ص ۱۳۵)

امام کے دل میں اجماع کا احترام

قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد لوگوں نے حضرت سے بیعت کا ارادہ کیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو اور میرے غیر سے التماس کرو۔ ہم ایک ایسے امر کی طرف رُخ کر رہے ہیں جس کی مختلف صورتیں ہیں جن کے مختلف رنگ ہیں دل اس کے لئے ابھی قائم نہیں ہوئے اور عقلیں اور راہیں اس پر ثابت و قائم نہیں ہوئیں۔ ابر جہالت آفاق پر چھایا ہوا ہے۔ شاہراہیں متروک اور ناپید ہوگئی ہیں اور خوب جان لو کہ اگر میں تمہاری التماس کو قبول کروں اور تم سے بیعت لے لوں تو تمہیں احکامِ خداوندی کا متحمل بناؤں گا نہ لومہ لائم اور نہ کسی اطاعت کرنے والے کی اطاعت کا مجھے خوف ہوگا اور تم مجھے ترک کر دو گے تو اس وقت میں تمہیں میں سے ایک فرد ہوں۔

اور اُمید ہے کہ تم سے زیادہ سننے والا اور مطیع بن جاؤں۔ اس شخص کے لئے جسے تم اپنے امر کا والی قرار دو۔ اور میں تمہارے لئے بحیثیت ایک وزیر کے اس سے بہتر ہوں کہ

---

۱ اس فقرے سے ظلم و ستم کا وقوع ثابت نہیں بلکہ یہ وثوق و تائید ظاہر ہے کہ اگر بالفرض میری ذات کی حق تلفی بھی ہو تو میں خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے تسلیم کرتا ہوں کہ اس میں عامتہ المسلمین کی سلامتی اور بھلائی کی توقع ہے۔ چنانچہ اگلی سطور میں ہماری اس تعبیر کی تائید پائی جاتی ہے۔

Marfat.com

تمہارا امیر بنوں۔ (اردو ص ۹۸ - عربی ص ۱۹۸)

احترام کثرتِ رائے

مجھے اپنی جان کی قسم اگر اس وقت امامت و خلافت منعقد نہ ہو جب تک عامتہ الناس (تمام لوگ) اس پر حاضر و متفق نہ ہو جائیں تو پھر تحقق امامت (انتخاب خلیفہ) کی کوئی سبیل ہی نہیں ہو سکتی۔ کسی طرح امامت (خلاف) متحقق (طے) ہو ہی نہیں سکتی۔

لیکن انعقاد و امامت (انتخاب خلیفہ و امیر و امام) کرنے والے اس پر بھی حکم لگا دیتے (فیصلہ کر دیتے) ہیں۔ جو (وقت پر) حاضر نہ ہو۔ اب نہ تو اس شخص کے لئے اپنے قول سے پلٹنے کے لئے موقع ہے جو حاضر تھا اور نہ شخص غائب اپنا مختار ہے جو اپنے لئے دوسرا راستہ اختیار کرے۔ (اردو ص ۱۹۷ - عربی ص ۳۴۲)

اختلاف کی جڑ

ہماری اس ملاقات کی ابتدا جو اہل شام کے ساتھ واقع ہوئی۔ کیا تھی؟ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک، دعوتِ اسلام ایک۔ ہم خدا پر ایمان لانے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنے میں کسی فضیلت کے خواہاں نہیں ہیں۔ نہ وہ ہم پر فضل و زیادتی کے طلب گار ہیں۔ ہماری حالتیں بالکل یکساں ہیں مگر وہ ابتدا اس طرح ہوئی کہ خونِ عثمان رضی اللہ عنہ میں اختلاف ہو گیا۔ (اردو ص ۳۶۳ - عربی ۲ ص ۱۱۹)

قسم خدا کی نہ مجھے خلافت کی رغبت تھی نہ اس ولایت کی۔ لیکن تم لوگوں نے مجھے اس کی طرف دعوت دی اور مجھے اس پر سوار کر دیا۔ (اردو ص ۳۳ - عربی ص ۴۴۵)

شیرِ خدا کی شان

قسم خدا کی اگر تمام عرب بھی مجھ سے لڑنے پر آمادہ ہو جائے تو میں کبھی پشت نہ دکھاؤں گا۔ (اردو ص ۳۳۹ - عربی ص ۷۵)

آپ کے ساتھی

اب میں نے دیکھا اور چاروں طرف نظر کی تو سوائے اہل بیت کے کسی کو اپنا معین

Marfat.com

ومددگار نہ پایا۔ پس میں نے ان کی موت سے بخل کیا اور ان کے قتل ہو جانے پر راضی نہ ہوا۔
(اردو ص ۳۲-عربی ص ۲۷)

نامراد و خود غرض ساتھی

اے مرد صورتو! حالاں کہ تم میں مرد کوئی نہیں ہے۔ اے خوابہائے اطفال! اے عقولِ زنانِ حجرہ نشیں! تم نے بے سمجھے میری بیعت نہیں کی۔ میرا تمہارا معاملہ واحد نہیں ہے کیونکہ میں تو محض خدا کے لئے تمہاری اعانت کا ارادہ کرتا ہوں اور تم اپنے نفسوں کے منافع کے واسطے میری مدد کا ارادہ کرتے ہو۔ (اردو ص ۱۵۰-عربی ص ۲۷۳)

متفرق ساتھی

خوب جان لو کہ تم ہجرت کے بعد بیابانِ جہالت کے ساکن ہو گئے اور دوست ہونے کے بعد گروہ گروہ اور فرقہ فرقہ ہو گئے۔ تم فقط اسلام کے نام سے تعلق رکھتے ہو، ایمان سے تمہیں کوئی واسطہ نہیں۔ تم کہتے ہو کہ عار کے مقابلہ میں نار قبول ہے اور بے شک اگر تم غیر اسلام کی طرف پناہ لے جاؤ اور کفار تم سے جنگ کریں، تو پھر نہ جبرائیل و میکائیل تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ مہاجرین وانصار، سوائے اس کے کہ تم اپنی شمشیروں کو کوفتہ کر لو، حتیٰ کہ پروردگارِ عالم تمہارے درمیان حکم صادر کرے۔ (اردو ص ۸۹-عربی ۴۱۴)

نافرمان ساتھی

اے حاضرین! جن کے بدن ان سے غائب ہیں، جن کی عقلیں مختلف ہیں، جن کی خواہشوں نے ان کے بزرگوں کو فتنہ وفساد میں مبتلا کر دیا ہے۔ تمہارا صاحب، تمہارا امیر اطاعت خداوندی کی طرف بلاتا ہے اور تم نافرمانی اور عصیان سے کام لیتے ہو۔
(اردو صفحہ ۱۰۴-عربی صفحہ ۲۰۵)

ایک اور دس

قسم خدا کی میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ معاویہ مجھ سے اس طریقے سے تمہارا معاوضہ کرے کہ دینار کے عوض درہم مجھے میسر ہو اور دس مرد تم سے لے لے اور ایک شامی مرد میرے حوالے کر دے۔ (اردو ص ۱۰۴-عربی ص ۲۰۵)

Marfat.com

صم بکم عمی ساتھی

اے اہل کوفہ! میں تو تمہاری تین خصلتوں کے سبب سے مصیبت میں مبتلا ہوں۔ تم صاحب گوش ہو۔ مگر امر حق کے سننے سے تمہارے کان بہرے ہیں۔ سچی بات میں تمہاری زبان گنگ ہے حالانکہ تم زبان رکھتے ہو۔ تم آنکھوں والے ہو مگر اندھے بنے ہو۔ نہ تم دوستوں کی ملاقات کے وقت مردانِ راست گو اور آزاد ہو اور نہ بلاؤں کے وقت موثق اور معتمد بھائی۔ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں (تم ہمیشہ فقیر رہو) تمہاری مثال ان اونٹوں کی سی ہے جن کے ساربان ان سے غائب اور دور ہوں۔ ایک طرف سے جمع ہوتے ہیں تو دوسری طرف سے متفرق ہو جاتے ہیں۔ خدا کی قسم تمہیں عالم خیال میں دیکھ رہا ہوں۔ اگر حرب وضرب کی سختی ہو اور تلوار کی لڑائی گرم ہو جائے تو مقابلہ سے ہٹ جانے والی عورت کی طرح ابن ابی طالب سے علیحدہ ہو کر پیٹھ دکھا کر بھاگنے والے ہو جاؤ گے۔

(اردو ص ۱۰۴-عربی ص ۲۰۵)

مایوسی امام

افسوس جو کچھ تم نے یاد کیا تھا بالکل بھلا دیا۔ جس سے تم کو ڈرایا گیا تھا تم اسی سے اپنے آپ کو امن میں سمجھنے لگے۔ اب تمہاری تدبیر تم سے سرگرداں ہو گئی اور تمہارے امور منتشر اور پراگندہ ہو گئے۔ اب تو میری دعا ہے اور میں اسی بات کو پسند کرتا ہوں کہ پروردگارِ عالم میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے۔ (اردو ص ۱۳۳-عربی ص ۲۴۸)

جہاد سے جان چرانے والے

جب حضرت نے لوگوں کو بلا کر جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دلائی۔ تو لوگ یہ سن کر تھوڑی دیر کے لئے بالکل خاموش ہو گئے۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ "کیا چیز ہے جس نے تمہیں گونگا بنا دیا؟ تمہاری زبانیں لال ہو گئیں۔" یہ سن کر ایک جماعت نے کہا: "یا امیر المومنین! اگر آپ جہاد کے لئے روانہ ہوں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہوں گے۔" حضرت نے فرمایا کہ "کیا ہو گیا تم تو سعادت ورشادت کے لئے بالکل سچائی کی حد سے گزر گئے۔ تم تو کسی مقصد میں بھی راہ یافتہ نہیں ہو۔ کیا یہ بات مناسب حال ہے کہ اس سفر میں میں

Marfat.com

باہر نکلوں؟ نہیں نہیں اس سفر میں وہ جائے گا جسے میں پسند کروں۔ خدا کی قسم میرے سفر کرنے کی رائے نہایت بری ہے۔ میں تم میں سے کسی کو مصاحبت کے لئے طلب نہ کرتا جب تک بھی بادشمال وجنوب کا اختلاف باقی ہے کیونکہ تم لوگ ناحق کرنے والے ہو۔ عیب لگانے والے ہو۔ حق سے منہ پھیرنے والے ہو۔ نہایت ہی ڈرپوک اور بزدل ہو۔

(اردو ص ۱۳۴-عربی ص ۲۵۱)

لفظ ائمہ ضلالت

مجلس شوریٰ میں آپ نے فرمایا: ''کہیں ایسا نہ ہو کہ آج کے دن تم اس امر خلافت کو ایسی حالت میں دیکھو کہ اس میں تلواریں کھنچ جائیں۔ عہد شکنی ظہور میں آئے۔ حتیٰ کہ تم میں سے بعض لوگ اہل ضلالت وگمراہی کے امام کہلائیں۔ اہل جہالت ونادانی کے پیرو ہو جائیں۔ (اردو ص ۱۵۳-عربی ص ۲۷۶)

امام کے ساتھیوں کی تصویر

اے میرے حکم کی اطاعت نہ کرنے والو! اور میری دعوت کو قبول نہ کرنے والے گروہ! اگر تمہیں محاربۂ دشمن سے مہلت دی جاتی ہے تو تم لہو ولعب، ہوا وہوس میں مشغول ہو جاتے ہو اور تمہیں ساتھ لے کر دشمن سے جنگ کی جاتی ہے تو مقابلے میں ضعیف اور سست ہو جاتے ہو۔ اگر لوگ اپنے امام کے پاس جمع ہوں تو تم میں تفرقہ پڑ جاتا ہے اگر مشقت ومحنت کی طرف بلانے والی آواز کو قبول کرتے ہو تو پھر بہت ہی جلد رجعت قہقری (پھر جانا) کر جاتے ہو (بددعا) تمہارے دشمن کے لئے کوئی تمہارا مربی باقی نہ رہے۔ وہ جہاد جو تمہارے ذمہ واجب ہے اس میں نصرت حاصل کرنے کے لئے جس چیز کا تم انتظار کر رہے ہو وہ تمہاری موت وذلت ہو (یعنی تمہاری ان حرکتوں کا انجام موت اور خواری ہے)

فریقین میں تفاوت

قسم خدا کی اگر میرا روز موعود (موت) آجائے اور وہ بے شک ضرور آجائے گا۔ تو وہ ایسی حالت میں میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کرے گا کہ میں تمہاری مصاحبت کے لئے دشمن ہوں گا اور تمہارے سبب سے کسی قسم کی قوت وشوکت مجھے حاصل نہ ہوگی۔

Marfat.com

خدا کے بندو! کیا (تمہارے) دین میں اتنی بندش کی قوت نہیں ہے جو تمہیں ایک جگہ جمع کر دے۔ کیا تمہیں اپنے امثال واقران کو دیکھ کر بھی حمیت وغیرت نہیں آتی جو تمہیں تیز وطرار کر سکے۔ کیا یہ مقامِ تعجب نہیں کہ معاویہ نہایت سفید ستم گاروں کو بلاتا ہے اور وہ بغیر کسی قسم کے احسان وانعام و بخشش۔ کے اس کی متابعت کرتے ہیں اور تمہیں احسان وانعام کے ٹکڑوں کی طرف بلا رہا ہوں حالانکہ تم اہل اسلام کے خلف ہو۔ معقول انسانوں کی اولاد ہو۔ مگر پھر بھی مجھ سے متفرق ہوتے ہو اور برابر مجھ سے اختلاف کئے جاتے ہو۔ میرا کوئی حکم تمہارے لئے ایسا صادر نہیں ہوتا جو موجب خوشنودی ہو اور تم اس پر رضا مند ہو جاؤ۔

(اردو وصف ۲۰۵-۲۰۶ عربی ص ۳۵۷)

امام کے ساتھیوں کا نقشہ

قسم اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ قوم تم پر غلبہ حاصل کرے گی۔ اس لحاظ سے نہیں کہ وہ اولیٰ بالحق اور حق دار ہے بلکہ اس سبب سے کہ وہ قوم اپنے امیر کی نہایت سرعت کے ساتھ اطاعت کرتی ہے اور تم میری دعوتِ حق کو بھی آہستگی کے ساتھ قبول کرتے ہو۔

میں نے تم کو جہاد کے لئے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ تم نے کوچ نہ کیا۔ میں نے امر حق کو تمہارے کانوں تک پہنچایا تم نے سنی ان سنی کر دی۔ میں نے تمہیں آشکارا اور پنہاں طریقوں سے بلایا تم نے جواب بھی نہ دیا۔ میں نے تمہیں نصیحتیں کیں، مگر تم نے قبول ہی نہ کیں۔ تم میرے پاس مثل غائب کے حاضر ہو (تمہاری حاضری وغیر حاضری دونوں برابر ہیں)۔ تم مثل آقا کے بندے ہو (ہو تو بندے مگر مزاج آقا جیسے رکھتے ہو۔ مجھ سے بیعت کر رکھی ہے پھر بھی مجھ ہی پر حکومت کرنا چاہتے ہو) میں کلمات اور نصائح کو تم پر تلاوت کرتا ہوں تم اس سے بھاگتے ہو۔ میں تمہیں اہل بغاوت وضلال کے ساتھ جہاد کی ترغیب وتحریص دیتا ہوں۔ مگر ابھی میرا قول تمام نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ میں تمہیں اولادِ سبا (اس کی اولاد دس فرقوں میں متفرق ہو گئی تھی) کی مانند متفرق و پراگندہ دیکھتا ہوں۔ تم اپنی مجلسوں کی طرف رجوع کرتے اور ایک دوسرے کو اپنی نصیحت سے فریب دیتے ہو۔ میں تمہیں صبح کے

Marfat.com

وقت سیدھا کرتا ہوں اور شام کے وقت پھر ٹیڑھی کمان کی پشت کی مانند ہو کر میرے پاس آتے ہو۔ (اردو ص ۱۰۴-عربی ص ۲۰۵)

حسب ونسب پر فخر بے جا ہے

آگاہ ہو جاؤ! ڈرو! اور اپنے بزرگوں اور بڑوں کی اطاعت و حکم برداری سے ڈرو! جو اپنے حسب پر تکبر کرتے ہیں اور اپنی نسبی فوقیت پر برتری کے خواہاں ہیں، جو اپنے پروردگار کے کام پر قباحت اور زشتی کو ڈال رہے ہیں، اس کے احکام کو رد کرتے ہیں۔ اس کے احسانات کی ناشکری کرتے ہیں۔ اس شے کا انکار کر رہے ہیں جو پروردگارِ عالم نے انہیں عطا کی ہے۔ بے شک یہ لوگ تعصب کی بنیادوں کے قاعدے ہیں۔ ارکانِ فتنہ و فساد کے ستون ہیں اور زمانۂ جاہلیت کی طرح باپ اور دادا پر فخر کرنے والی تلواریں ہیں۔

(اردو ص ۲۸۲-عربی ص ۴۰۱)

حسب ونسب کام نہ آئے گا، عمل کام آئیں گے

اپنے حسبی و نسبی فخر و مباحات کو چھوڑ! اپنے کبر و بزرگی کو الگ الگ ڈال! اپنی قبر کو یاد کر! یہی تیری گزرگاہ ہے۔ اور یاد رکھ جو کچھ بوئے گا وہی کاٹے گا۔ اور آج کے روز جو کچھ تو نے ذخیرہ آگے روانہ کر دیا۔ بروزِ قیامت اسی پر وارد ہوگا۔ (اردو ص ۱۶۸-عربی ص ۲۹۲)

فرقہ بندی کی مذمت

مسلمانوں کا خدا ایک، نبی ایک، کتاب ایک، کیا خداوند عالم نے انہیں اختلاف کا حکم دیا ہے۔ (اردو ص ۲۵-عربی ص ۶۲)

محبّ مفرط، مبغض مفرط

تحقیق میری شان پر نظر کر کے دو گروہ ہلاک ہوں گے:

ایک تو محبّ مفرط جس کو بے اندازہ اور بے جا محبت اسے غیر حق کی طرف لے جاتی ہے۔ دوم مبغض مفرط، جس کا میرے ساتھ بڑھا ہوا بغض اسے حق پر قائم نہیں رہنے دیتا۔ میرے بارے میں بہترین لوگ وہ ہیں جو درمیانی راستہ اختیار کر رہے ہیں اور تم بھی اپنے

Marfat.com

لئے اسی طریقہ کو لازم کرلو اور اس جماعت سوادِ اعظم کے ساتھ ہو جاؤ کیونکہ اس گروہ پر خدا کا ہاتھ ہے لہٰذا اس جماعت کی مفارقت سے حذر کرو۔ اس گروہ سے الگ ہو جانا شیطان کا غلام بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ بھیڑ بکری گلہ سے جدا ہو کر بھیڑیے کا شکار ہو جاتی ہے۔

فرقہ پرستی گردن زدنی ہے

آگاہ رہو جو شخص لوگوں کو اس (تفریق کی) خصلت کی طرف بلائے اس کو قتل کر ڈالو۔ اگرچہ میرے اس عمامہ کے نیچے ہی کیوں نہ چھپا ہو اور حکم تو اسی لئے مقرر کئے گئے تھے کہ اس شے کو زندہ کریں جسے قرآن نے زندہ کیا ہے اور اسے مار ڈالیں جس کی موت کا حکم قرآن نے دیا ہے۔ زندہ کرنا یہی تھا کہ قرآن پر متفق ہو جاتے اس سے علیحدہ ہو جانا اور افتراق کر لینا ہی موت ہے۔ (اردو ص ۱۴۲ - عربی ص ۲۶۱)

اسلام میں فرقہ بندی نہیں

خبردار! تم خود کو دین میں فرقہ بندی سے دور رکھو برسر حق جماعت جسے تم مکروہ سمجھ رہے ہو بہتر ہے باطل فرقہ بندی سے، جسے تم پسند کرتے ہو۔ بے شک پروردگارِ عالم نے اگلوں اور پچھلوں میں سے کسی (فرقہ پرست) کو بہتری نہیں بخشی۔

(اردو ص ۲۰۳ - عربی ص ۳۵۱)

ارشادات

وصیت کرتا ہوں کہ کسی شے کو اس پروردگارِ یکتا کا شریک نہ بنانا، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ضائع نہ کرنا۔ ان دونوں عمودوں کو قائم رکھنا، ان دونوں چراغوں کو روشن کئے رہنا۔ مذمت اور عیب سے تم دور رہو گے جب تک ان دونوں چراغوں سے دور نہ بھاگو۔

(اردو ص ۱۶۱ - عربی ص ۲۸۷)

اگلوں کو گالیاں دینے والے اپنا عیب تو دیکھ

اے بندۂ خدا! کسی گناہ کے سبب کسی کی عیب جوئی نہ کر شاید وہ بخش دیا گیا ہو۔ تو اپنے نفس سے صغیرہ (گناہ) پر بھی بے خوف نہ رہ۔ کیا عجب اسی سبب سے عذاب دیا جاوے۔

Marfat.com

بہتر یہی ہے کہ تم میں سے جو شخص کسی کے عیب پر مطلع ہو تو اپنے عیبوں پر نظر کر کے اس کی عیب جوئی سے باز رہے۔

لاکھ کی ایک بات

خبردار ہو جا کہ حق و باطل کے درمیان چار انگل کا فرق ہے۔ حضرت سے اس کلام کے معنی پوچھے گئے تو آپ نے اپنی چار انگلیوں کو آنکھوں اور کانوں کے درمیان رکھا اور فرمایا: باطل تو یہ ہے کہ تو کہے کہ میں نے ایسا سنا، اور حق یہ ہے کہ تیرا قول ہو کہ میں نے یہ امر بچشم خود دیکھا ہے۔ (اردو ص ۱۵۴- عربی ص ۲۷۸) ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ''

توحید و اخلاص اور احترام مسلمان

ہر مسلمان کی عزت و حرمت کو تمام احترامات پر فضیلت دی ہے۔ توحید و اخلاص کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق کو وابستہ کر دیا ہے۔ اب مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان کو اذیت پہنچانے کو جائز نہیں کیا، مگر جسے خدا نے واجب کیا۔

(اردو ص ۱۹۳- عربی ص ۳۳۴)

دوسروں کو چھوڑ، پہلے اپنا عیب دیکھ

خوشا حال اس شخص کا جسے اپنے عیب دوسرے لوگوں کے عیب کی طرف نظر کرنے سے منع کر دے اور خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جو اپنی خطاؤں پر گریاں ہو اور لوگ اس کی ذات سے راحت و آرام میں رہیں۔ (اردو ص ۲۰۲- عربی ص ۳۵۲)

اسلامی شرافت اور گالیاں؟

ایک گروہ اہل شام کو سب و شتم (گالی گلوچ) کرتا تھا۔ آپ نے یہ خبر سنی تو فرمایا میں تمہارے لئے اس امر کو برا سمجھتا ہوں کہ تم دشنام دینے والے بن جاؤ۔

(اردو ص ۲۲۳- عربی ص ۳۴۶)

Marfat.com

ترکِ دنیا کی مذمت

آپ سے حضرت ...... نے اپنے بھائی عاصم کی شکایت کی کہ اس نے دنیا ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ہمارے پاس لاؤ۔ جس وقت عاصم حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا:

اے اپنی جان کے دشمن! تجھے خبیث شیطان نے حیران کر رکھا ہے، تو اپنے اہل وعیال واولاد پر رحم نہیں کرتا۔ کیا تو دیکھتا ہے کہ خدا نے طیبات دنیا کو حلال کیا ہے؟ اور اس بات کو بھی سمجھتا ہے کہ تو ان سے کچھ نہ حاصل کرے۔ تو اس ترکِ دنیا کے باعث پروردگار کے پاس نہایت ذلیل ہے۔ (اردو ص ۲۳۵-عربی ص ۴۴۸)

نماز کی کسوٹی اعمال ہیں

وقت معین پر نماز پڑھ اور جلدی سے فارغ ہونے کے لئے وقت سے پہلے نماز نہ پڑھ۔ نہ کسی امر غیر میں مشغول ہونے کے سبب سے نماز میں تاخیر کر اور خوب جان لے کہ تیرے اعمال تیری نماز کے تابع ہیں۔ (اردو ص ۳۱۳-عربی ۲ ص ۳۰)

زندگی برائے بندگی

اب تم سمجھ لو کہ ہم اور تم دونوں بندے ہیں۔ دونوں اس پروردگار کے غلام ہیں جس کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے۔ (اردو ص ۲۴۳-عربی ص ۴۶۳)

احادیث کی نسبت رائے

ایک سائل نے سوال کیا کہ یا حضرت! یہ جھوٹی اور مختلف حدیثیں جو لوگوں میں مشہور ہیں ان کی نسبت کچھ ارشاد فرمائیے۔ فرمایا کہ لوگوں کے ہاتھوں میں حق ہے، باطل ہے، صدق ہے، کذب ہے اور موہوم ہے۔

Marfat.com

جھوٹی حدیثیں

بالتحقیق جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت خطبہ دیا کہ جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے گا تو لازماً اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے گا۔

اقسام محدثین

اب یہ جان لے کہ حدیث کو تجھ تک پہنچانے والے چار قسم کے لوگ ہیں:

اوّل منافق جو ظاہراً ایمان کو ظاہر کرتا ہے بطور نمائش اسلام کے ساتھ آراستہ ہے۔ گناہ سے پرہیز نہیں کرتا نہ گناہ میں کسی قسم کا برج دیکھتا ہے۔ دانستہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا پر جھوٹ بولتا ہے۔ اب اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ منافق ہے کاذب ہے تو اس کی بات کو قبول نہ کریں۔

دوم وہ ہے جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی بات کو سنا مگر اسے اسی طرح یاد نہ رکھا جیسا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا نے فرمایا تھا۔ اب اس نے اس حدیث کے بیان کرنے میں غلطی کی، مگر دانستہ جھوٹ بولا۔ سنانے اور سننے والوں کو غلطی کا علم ہو جائے تو اس حدیث کو ترک کر دیں۔

سوم وہ شخص ہے کہ جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا سے کسی حکم کو سنا مگر پھر اس نے ممانعتی حکم نہیں سنایا، ممانعت سنی مگر اس کا حکم نہ سن سکا۔ جب اس ناسخ و منسوخ کا علم ہو جائے تو ویسا عمل کریں۔

چہارم وہ شخص ہے جس نے کبھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا پر جھوٹ نہیں بولا۔ جیسا سنا تھا ویسا ہی یاد رکھا۔ ہر بات کو اس کے مقام میں رکھا۔ اس کی روایت مانی جائے۔

یہ ہیں وہ وجوہات جن کے سبب لوگ اختلاف میں بڑے ہوئے ہیں اور یہ ہیں ان کی روایتوں کے مختلف ہو جانے کے اسباب۔ (اردو ص ۲۳۶۔ عربی ص ۴۴۹)

وقتی احکام

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ:

''بڑھاپے کی علامت (ریش سفید) کو متغیر کر دو۔ (یعنی خضاب لگاؤ) اور

Marfat.com

یہود کے مشابہ نہ ہو جاؤ۔"

اس حدیث کے معنی جناب امیر علیہ السلام سے دریافت کیے گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمان اس وقت نافذ فرمایا تھا: جب کہ اہل اسلام نہایت قلیل تھے اور اب تو اسلام کا کمر بند (پٹکا) وسیع ہے۔ اس نے اپنے سینے کو زمین پر ٹیک دیا ہے۔ بالکل ثابت اور قائم ہے۔ اب ہر شخص کو اختیار ہے اور ہر ایک اپنے ارادے کا مالک ہے۔ (اردو ص ۴۷۹۔ عربی ص ۱۴۶)

صبر کی تلقین، ماتم کی ممانعت

جب آپ (علی رضی اللہ عنہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دے کر کفن پہنانے لگے تو فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں۔ بے شک آپ کی وفات سے نبوت، وحی، آسمان کی خبریں منقطع ہو گئیں جو آپ کے غیر کے مرنے سے نہ ہوئی تھیں۔ آپ (اپنی رحلت سے) مصیبت پہنچانے کے لئے مخصوص ہوئے حتیٰ کہ اپنے غیر کی مصیبت سے ہمیں مطمئن کر دیا (یعنی آپ کی وفات کی مصیبت کے مقابلہ میں ساری مصیبتیں بالکل ہیچ ہیں) آپ کی مصیبت ایک عام (ہمہ گیر) مصیبت ہے۔ حتیٰ کہ لوگ آپ کی مصیبت سے یکساں دلگیر ہو رہے ہیں۔

اگر آپ صبر کا حکم نہ دیتے۔ جزع فزع (آہ و بکا، ماتم اور بین) سے منع نہ فرماتے تو ہم اس مصیبت پر آنسوؤں کا دریا بہا دیتے۔ اس مصیبت کا رنج دائمی ہے۔

(اردو ص ۲۶۰۔ عربی ص ۲۹۱)

امام کی آخری وصیت

جب ابن ملجم نے سر مبارک پر ضرب لگائی تو حضرت (علی رضی اللہ عنہ) نے دونوں صاحبزادوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) کو طلب فرما کر یہ وصیت فرمائی: میں تم دونوں کو (خصوصاً) اور تمام بیٹوں اور اہل وعیال اور جس شخص کو بھی یہ نوشتہ ملے اس کو (عموماً) وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ الٰہی اختیار کرو۔ اپنے دین کے کام کا انتظام کرو۔ آپس میں (تمام مسلمین) صلح و آشتی رکھیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ باہمی صلح و صفائی، نماز و روزے سے بھی

Marfat.com

افضل ہے۔ (اردو ص ۳۴۱-عربی ۲ ص ۷۹)

اس امت کے اگلے لوگ

اس نیک طریقہ کو نہ توڑ جس پر اس اُمت کے اگلے لوگوں نے عمل کیا ہے۔ جس کے سبب سے الفت اور محبت جمع ہوئی اور جس کے سبب رعیت کی اصلاح ہوئی ہے۔

(اردو ص ۴۹-عربی ۲ ص ۹۲)

کرّار بن

آگاہ رہو کہ درخت صحرائی (جسے پانی کم نصیب ہوتا ہے) کی شاخیں سخت ہوتی ہیں اور باغ کے درختوں (جنہیں ہر وقت پانی سے سینچا جاتا ہے) کی جلد نہایت نازک ہوتی ہے۔ بارانی زمین کی نباتات لہکتے لہکتے نہایت قوی ہوتی ہیں اور بہت دیر میں مرجھاتی ہیں (ایسا ہی انسان کا حال ہے جس کی غذا سادہ ہوگی کم ہوگی وہ جہاد میں نہایت سخت ہوگا اور ناز و نعم کے پلے ہوئے یوں ہی ڈہل کر رہ جائیں گے۔ (اردو ص ۳۴۹-عربی ۲ ص ۷۵)

شیعہ سنی ملاپ

اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا مختصر حال لکھ دینا مناسب وضروری معلوم ہوتا ہے۔ جب حجۃ الوداع (آخری حج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد آپ نے مکہ سے مہاجرین وانصار کے ساتھ مدینے کی طرف مراجعت فرمائی۔ راہ میں ایک مقام ''خم'' پڑا جو جحفہ سے تین میل پر ہے۔ یہاں ایک تالاب ہے، عربی میں تالاب کو ''غدیر'' کہتے ہیں۔ اس لئے اس مقام کا نام عام روایتوں میں ''غدیر خم'' آتا ہے۔ آپ نے یہاں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ایک مختصر سا خطبہ دیا:

اما بعد الا ایها الناس فانما انا بشر ۔ یوشك ان یاتی رسول ربی فاجیب وانا تارك فیكم الثقلین ۔ اولهما كتاب الله ۔ فیه الهدیٰ والنور ۔ فخذو اكتاب الله واستمسكوا به واهل بیتی اذكركم الله فی اهل بیتی (ثلاثه مرتیه عادها)

یعنی حمد و ثنا کے بعد، اے لوگو! میں بھی بشر ہوں۔ ممکن ہے خدا کا فرشتہ جلد آجائے اور

Marfat.com

مجھے قبول کرنا پڑے (یعنی موت) میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں:

ایک خدا کی کتاب، جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے۔ خدا کی کتاب کو مضبوط پکڑو۔

اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔ (آخری جملے کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار مکرر فرمایا)

یہ ایک حدیث کی کتاب میں (مناقب علی رضی اللہ عنہ کی) روایت ہے۔ دوسری حدیثوں کی کتابوں میں کچھ اور فقرے بھی ہیں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی منقبت ظاہر کی گئی ہے۔ ان روایتوں میں ایک فقرہ اکثر مشترک ہے:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اللھم وال من والاہ دعا دمن عاداہ۔ (جس کو میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبوب ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کو محبوب ہونا چاہئے۔ الٰہی! جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ)

آخری حج سے واپسی پر کوئی دو ڈھائی مہینے کے بعد ایک دن ماہِ صفر ۱۱ھ میں آدھی رات کو جنت البقیع (عام مسلمانوں کا قبرستان) میں تشریف لے گئے وہاں سے جب واپس تشریف لائے تو مزاج ناساز ہوا۔ یہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا اور روز چہارشنبہ تھا۔ پانچ دن تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حالت میں بھی از راہِ عدل وانصاف وکرم باری باری ایک ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لے جاتے رہے۔ دوشنبہ کے دن مرض میں شدت ہوئی تو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے اجازت لی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر قیام فرمائیں۔ سب سے آخری نماز جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی وہ مغرب کی نماز تھی۔ عشاء کی نماز کا وقت آیا تو دریافت فرمایا کہ نماز ہو چکی؟ لوگوں نے عرض کی کہ سب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار ہے۔ لگن میں پانی بھرا کر غسل فرمایا۔ پھر اٹھنا چاہا کہ غش آ گیا۔ اس طرح تین دفعہ پوچھا، تین دفعہ غسل کیا، تین دفعہ غش آیا۔ آخر میں جب افاقہ ہوا تو ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں۔ کوئی کہتا ہے سترہ نمازیں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائیں۔ کوئی کہتا ہے جمعہ، سنیچر، اتوار تین دن نمازیں پڑھائیں تا وفات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وفات سے چار دن پہلے (جمعرات کو) آپ نے فرمایا کہ دوات کاغذ لاؤ۔ میں

Marfat.com

تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرض کی شدت ہے۔ (غلبہ الوجہ) اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے جو ہمارے لئے کافی ہے۔ اس پر حاضرین میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض نے کہا: اھجر استفھموا ہ (خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کر لو) لوگ جب پوچھنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو، میں جس مقام میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔ اس کے بعد تین وصیتیں فرمائیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ "کوئی مشرک عرب میں رہنے نہ پائے۔"

یہ روایت (حدیث قرطاس) شیعہ سنی کا بڑا معرکہ آراء میدان بن گئی ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے۔ سنی کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعی تکلیف شدید تھی اور یہ معلوم تھا کہ شریعت کے مطابق کوئی نکتہ باقی نہیں رہا۔ خود قرآن مجید میں یہ آخری آیت نازل ہو چکی تھی: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ۔ اگر کوئی ضروری حکم ہوتا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے روکنے سے کیونکر رک سکتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد چار دن تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ رہے اس وقت نہ سہی بعد کو لکھوا دیا ہوتا، اور یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ اس اختلاف کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو زبانی تین وصیتیں فرمائیں۔ جو ضروری بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاغذ پر لکھوانا چاہتے تھے ممکن ہے کہ وہ یہی وصیتیں ہوں۔ یا اگر وہ ان کے علاوہ تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ان عام وصیتوں کے ساتھ زبانی بھی فرما سکتے تھے۔ اس کے بعد مجمع عام میں جو خطبہ دیا اس کا اظہار فرما سکتے تھے۔ سنی یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے۔

دونوں فریق (شیعہ سنی) کی باتوں کا دار و مدار قیاس و گمان، اٹکل اور اندازہ پر ہے۔ ان میں کسی کو علم غیب تو تھا نہیں۔ پھر محض قیاس و خیال کو یقین کا درجہ دینا گویا ہوا پر قلعہ بنانا اور ریت پر مکان تعمیر کرنا ہے۔ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ۔ سیدھی اور صاف بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد چار دن تک زندہ رہے مگر آخری دم تک نہ شیعوں کی

Marfat.com

بات کہی نہ سینوں کی بات کہی۔ کئی وصیتیں کیں، خطبہ دیا۔ خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ حلال وحرام کی نسبت میری نسبت نہ کی جائے۔ میں نے وہی چیز حلال کی ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کی ہے اور وہی چیز حرام کی ہے جو خدا نے حرام کی ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ:

"اے پیغمبر کی بیٹی فاطمہ! اور اپنے پیغمبر کی پھوپھی صفیہ! خدا کے ہاں کے لئے کچھ کرلو، میں تمہیں خدا سے نہیں بچا سکتا۔"

عین کرب کی شدت میں جبکہ چادر کبھی منہ پر ڈال لیتے تھے اور کبھی گرمی سے گھبرا کر اُلٹ دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے گئے:

لعنة اللّٰه على اليهود والنصارىٰ اتخذوا قبور انبيائهم مساجدًا

(یہود ونصاریٰ پر خدا کی لعنت، انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا) اور ایسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ بھی ادا ہوتے رہے:

مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ

(ان لوگوں کے ساتھ جن پر خدا نے انعام کیا)

اور کبھی یہ فرماتے:

اللهم الرفيق الاعلىٰ (اللہ تعالیٰ بڑے رفیق ہیں)

اب وفات کا وقت قریب آ رہا تھا۔ سہ پہر تھی۔ سینہ میں سانس کی گھر گھراہٹ محسوس ہوتی تھی۔ اتنے میں لب مبارک ہلے تو لوگوں نے یہ الفاظ سنے:

الصلوة وما ملكت ايمانكم ۔ (نماز اور غلام)

پاس پانی کی لگن تھی اس میں بار بار ہاتھ ڈالتے اور چہرے پر ملتے۔ اتنے میں ہاتھ اٹھا کر انگلی سے اشارہ کیا اور تین دفعہ فرمایا:

بل الرفيق الاعلى

(اب اور کوئی نہیں بلکہ وہ بڑا رفیق کار ہے)

یہی کہتے کہتے ہاتھ لٹک آئے اور روح پاک عالم قدس میں پہنچ گئی۔

اللهم صل عليه وعلىٰ آلهٖ واصحابهٖ صلوٰة كثيرًا كثيرًا

Marfat.com

اب کسی کا یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہنا چاہتے تھے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصلحتاً نہ کہا، یا وہ کہنا چاہتے تھے اور کسی کے دباؤ کے سبب کہنے سے رُک گئے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ والا صفات پر کس قدر سنگین الزام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ اللہ فرض رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کی۔ اور ایسی ضروری بات بھی کسی وجہ سے نہ بتائی جس کے بغیر اُمت کے گمراہ ہو جانے کا قوی اندیشہ تھا۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے لوگ اتنا سمجھتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تن تنہا تھے اور سارا زمانہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف تھا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلاء کلمۃ الحق میں پس و پیش نہیں کیا۔ تو اس وقت جب کہ پورا عرب آپ کے صرف اشارے پر جان دینے کے لئے تیار تھا۔ کس کی مجال تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اظہارِ حق سے روک سکتا۔ اس ذاتِ اقدس کے متعلق ایسی باتوں کو اس آیت کی روشنی میں خالی الذہن ہو کر غور فرمایئے۔

يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ط وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط

(اے پیغمبر! تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر جو کچھ نازل ہوا ہے اسے (خدا کے بندوں تک پہنچا دو۔ اور دشمنوں کی مخالفت کی کچھ پروا مت کرو) اگر تم نے ایسا نہ کیا تو (پھر) خدا کا پیغام نہیں پہنچایا (یعنی فرض میں کوتاہی کی اور اللہ تمہیں انسانوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ (۵/۶۷ قرآن)

یہ امر سب کو تسلیم ہے کہ جو بات قرآن کے خلاف ہو وہ ناقابل قبول ہے اور جس حدیث سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن عصمت پر حرف آتا ہے وہ بھی ناقابل قبول ہے خواہ وہ کسی کتاب کی ہو اور اس کا راوی کوئی بھی ہو۔ حدیثوں کے نام سے دشمنانِ اسلام اور منافقوں نے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بدنام کرنے والی باتیں اور افواہیں پھیلایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کیا کچھ سازشیں نہ کی ہوں گی۔

(سید عبداللہ یٰسین حسنی)

(نقوش رسول نمبر جلد نمبر ۹ - لاہور صفحات ۲۹ تا ۵۲ ۷ من وعن)

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کرامات

(۱) قبر والوں سے سوال و جواب

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان جنۃ البقیع میں گئے تو آپ نے قبروں کے سامنے کھڑے ہو کر باوازِ بلند فرمایا کہ اے قبر والو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ ! کیا تم لوگ اپنی خبریں ہمیں سناؤ گے یا ہم تم لوگوں کو تمہاری خبریں سنائیں؟ اس کے جواب میں قبروں کے اندر سے آواز آئی: "وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اے امیر المومنین! آپ ہی ہمیں یہ سنائیے کہ ہماری موت کے بعد ہمارے گھروں میں کیا کیا معاملات ہوئے؟ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ اے قبر والو! تمہارے بعد تمہارے گھروں کی خبر یہ ہے کہ تمہاری بیویوں نے دوسرے لوگوں سے نکاح کر لیا اور تمہارے مال و دولت کو تمہارے وارثوں نے آپس میں تقسیم کر لیا اور تمہارے چھوٹے چھوٹے بچے یتیم ہو کر دربدر پھر رہے ہیں اور تمہارے مضبوط اور اونچے اونچے محلوں میں تمہارے دشمن آرام اور چین کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے جواب میں قبروں میں سے ایک مردہ کی یہ دردناک آواز آئی کہ اے امیر المومنین! ہماری خبر یہ ہے کہ ہمارے کفن پرانے ہو کر پھٹ چکے ہیں اور جو کچھ ہم نے دنیا میں خرچ کیا تھا، اس کو ہم نے یہاں پالیا ہے اور جو کچھ ہم دنیا میں چھوڑ آئے تھے اس میں ہمیں گھاٹا ہی گھاٹا اٹھانا پڑا ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۳)

تبصرہ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو یہ طاقت وقدرت عطا فرماتا ہے کہ قبر والے ان کے سوالوں کا باوازِ بلند اس طرح جواب دیتے ہیں کہ

Marfat.com

دوسرے حاضرین بھی سن لیتے ہیں۔ یہ قدرت و طاقت عام انسانوں کو حاصل نہیں ہے۔ لوگ اپنی آوازیں تو مردوں کو سنا سکتے ہیں اور مردے ان کی آوازوں کو سن بھی لیتے ہیں، مگر قبر کے اندر سے مردوں کی آوازوں کو سن لینا یہ عام انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے، بلکہ یہ خاصانِ خدا کا خاص حصہ اور "خاصہ" ہے۔ جس کو ان کی کرامت کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا اور اس روایت سے یہ بھی پتہ چلا کہ قبر والوں کا یہ اقبالی بیان ہے کہ مرنے والے دنیا میں جو مال و دولت چھوڑ کر مر جاتے ہیں، اس میں مرنے والوں کے لئے سراسر گھاٹا ہی گھاٹا ہے اور جس مال و دولت کو وہ مرنے سے پہلے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، وہی ان کے کام آنے والا ہے۔

(۲) فالج زدہ اچھا ہو گیا

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''طبقات'' میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دونوں شہزادگانِ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ حرم کعبہ میں حاضر تھے کہ درمیانی رات میں ناگہاں یہ سنا کہ ایک شخص بہت ہی گڑگڑا کر اپنی حاجت کے لئے دعا مانگ رہا ہے اور زار زار رو رہا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔ وہ شخص اس حال میں حاضر خدمت ہوا کہ اس کے بدن کی ایک کروٹ فالج زدہ تھی اور وہ زمین پر گھسٹتا ہوا آپ کے سامنے آیا۔ آپ نے اس کا قصہ دریافت فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! میں بہت ہی بیباکی کے ساتھ قسم قسم کے گناہوں میں دن رات منہمک رہتا تھا اور میرا باپ جو بہت ہی صالح اور پابند شریعت مسلمان تھا، بار بار مجھ کو ٹوکتا اور گناہوں سے منع کرتا رہتا تھا۔ میں نے ایک دن اپنے باپ کی نصیحت سے ناراض ہو کر اس کو مار دیا اور میری مار کھا کر میرا باپ رنج و غم میں ڈوبا ہوا حرمِ کعبہ آیا اور میرے لئے بددعا کرنے لگا۔ ابھی اس کی دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ بالکل ہی اچانک میری ایک کروٹ پر فالج کا اثر ہو گیا اور میں زمین پر گھسٹ کر چلنے لگا۔ اس غیبی سزا سے مجھے بڑی عبرت حاصل ہوئی اور میں نے رو رو کر اپنے باپ سے اپنے جرم کی معافی طلب کی اور میرے باپ نے اپنی شفقت پدری سے مجبور ہو کر مجھ پر رحم کھایا اور مجھے معاف

Marfat.com

کر دیا اور کہا کہ بیٹا چل! جہاں میں نے تیرے لئے بددعا کی تھی، اسی جگہ اب میں تیرے لئے صحت وسلامتی کی دعا مانگوں گا۔ چنانچہ میں اپنے باپ کو اونٹنی پر سوار کر کے مکہ معظمہ لا رہا تھا کہ راستے میں بالکل ناگہاں اونٹنی ایک مقام پر بدک کر بھاگنے لگی اور میرا باپ اس کی پیٹھ پر سے گر کر دو چٹانوں کے درمیان ہلاک ہو گیا اور اب میں اکیلا ہی حرم کعبہ میں آ کر دن رات رو رو کر خدا تعالیٰ سے اپنی تندرستی کے لئے دعائیں مانگتا رہتا ہوں۔ امیر المومنین نے ساری سرگزشت سن کر فرمایا کہ اے شخص! اگر واقعی تیرا باپ تجھ سے خوش ہو گیا تھا، تو اطمینان رکھ کہ خدا کریم بھی تجھ سے خوش ہو گیا ہے۔ اس نے کہا کہ اے امیر المومنین! میں بحلف شرعی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا باپ مجھ سے خوش ہو گیا تھا۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی حالت زار پر رحم کھا کر اس کو تسلی دی اور چند رکعت نماز پڑھ کر اس کی تندرستی کے لئے دعا مانگی۔ پھر فرمایا: اے شخص! اٹھ کھڑا ہو جا: یہ سنتے ہی وہ بلا تکلف اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص! اگر تو نے قسم کھا کر یہ نہ کہا ہوتا کہ تیرا باپ تجھ سے خوش ہو گیا تھا، تو میں ہرگز تیرے لئے دعا نہ کرتا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین۔ ج ۲ ص ۸۶۳)

(۳) گرتی ہوئی دیوار تھم گئی

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دیوار کے سایے میں ایک مقدمہ کا فیصلہ فرمانے کے لئے بیٹھ گئے درمیانِ مقدمہ میں لوگوں نے شور مچایا کہ اے امیر المومنین! یہاں سے اٹھ جائیے، یہ دیوار گر رہی ہے۔ آپ نے نہایت ہی سکون واطمینان کے ساتھ فرمایا کہ مقدمہ کی کارروائی جاری رکھو۔ اللہ تعالیٰ بہترین حافظ وناصر ونگہبان ہے۔ چنانچہ اطمینان کے ساتھ آپ اس مقدمہ کا فیصلہ فرما کر جب وہاں سے چل دیئے، تو فوراً ہی وہ دیوار گر گئی۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۲۷۳)

تبصرہ

یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ خداوند قدوس اپنے اولیاء کرام کو ایسی ایسی رُوحانی طاقتیں عطا فرماتا ہے کہ ان کے اشاروں سے گرتی ہوئی دیواریں تو کیا چیز ہیں؟ بہتے ہوئے دریاؤں کی روانی بھی ٹھہر جاتی ہے۔ سچ ہے۔

Marfat.com

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

(۴) آپ کو جھوٹا کہنے والا اندھا ہو گیا

علی بن زازان کا بیان ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کوئی بات ارشاد فرمائی، تو ایک بدنصیب نے نہایت ہی بے باکی کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ اے امیر المومنین! آپ جھوٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص! اگر میں سچا ہوں تو ضرور تو قہر الٰہی میں گرفتار ہو جائے گا۔ اس گستاخ نے کہہ دیا کہ آپ میرے لئے بددعا کر دیجئے، مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ اس کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ بالکل ہی اچانک وہ شخص دونوں آنکھوں سے اندھا ہو گیا اور اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔

(ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۲۷۳)

(۵) کون کہاں مرے گا؟ کہاں دفن ہو گا؟

حضرت اصبغ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں میدانِ کربلا کے اندر ٹھیک اس جگہ پہنچے جہاں آج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر انور بنی ہوئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس جگہ آئندہ زمانے میں ایک آلِ رسول (رضی اللہ عنہم) کا قافلہ ٹھہرے گا اور اس جگہ ان کے اونٹ بندھے ہوئے ہوں گے اور اسی میدان میں جو انانِ اہل بیت کی شہادت ہوگی اور اسی جگہ ان شہیدوں کا مدفن بنے گا اور ان لوگوں پر آسمان وزمین روئیں گے۔ (ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص ۲۷۳ بحوالہ الریاض النفرۃ)

تبصرہ

روایت بالا سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء اللہ کو بذریعہ کشف برسوں بعد ہونے والے واقعات، اور لوگوں کے حالات یہاں تک کہ لوگوں کی موت اور مدفن کی کیفیات کا علم حاصل ہو جاتا ہے اور یہ درحقیقت علم غیب ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے اولیاء کرام کو حاصل ہوا کرتا ہے اور یہ اولیاء کرام کی کرامت ہوا کرتی ہے۔

Marfat.com

(۶) فرشتوں نے چکی چلائی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے ان کے مکان پر بھیجا، تو میں نے وہاں یہ دیکھا کہ ان کے گھر میں چکی بغیر کسی چلانے والے کے خود بخود چل رہی ہے۔

جب میں نے بارگاہِ رسالت میں اس عجیب کرامت کا تذکرہ کیا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر! اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جو زمین میں سیر کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی یہ بھی ڈیوٹی فرمادی ہے کہ وہ میری آل کی امداد و اعانت کرتے رہیں۔ (ازالۃ الخفاء مقصد۲ ص ۲۷۳)

تبصرہ

اس روایت سے یہ سبق ملتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک کو بارگاہِ خداوندی میں اس قدر قرب اور مقبولیت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتوں کو ان کی امداد و نصرت اور حاجت برآری کے لئے خاص طور پر مقرر فرمادیا ہے۔ یہ شرف حضرات اہل بیت کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت خاصہ کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ سبحان اللہ! سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و عظمت اور ان کے وقار و اقتدار کا کیا کہنا؟ کہ آپ کے گھر والوں کی چکی فرشتے چلایا کرتے تھے!

(۷) میں کب وفات پاؤں گا؟

حضرت فضالہ بن فضالہ رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ مقام ''ینبع'' میں بہت سخت بیمار ہو گئے تو میں اپنے والد کے ہمراہ ان کی عیادت کے لئے گیا۔ دورانِ گفتگو، میرے والد نے عرض کیا: اے امیر المومنین! آپ اس وقت ایسی جگہ علالت کی حالت میں مقیم ہیں۔ اگر اس جگہ آپ کی وفات ہو گئی تو قبیلہ ''جہینہ'' کے گنواروں کے سوا اور کون آپ کی تجہیز و تکفین کرے گا؟ اس لئے میری گزارش ہے کہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے چلیں، کیونکہ وہاں اگر یہ حادثہ رونما ہوا، تو وہاں آپ کے جاں نثار مہاجرین و انصار اور ۔۔۔ مقدس صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور یہ مقدس

Marfat.com

ہستیاں آپ کے کفن و دفن کا انتظام کریں گی۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اے فضالہ! تم اطمینان رکھو کہ میں اپنی بیماری میں ہرگز ہرگز وفات نہیں پاؤں گا۔ سن لو اس وقت تک ہرگز ہرگز میری موت نہیں آسکتی، جب تک کہ مجھے تلوار مار کر میری اس پیشانی اور داڑھی کو خون سے رنگین نہ کر دیا جائے۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۲۷۳)

تبصرہ

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بدبخت عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی خارجی نے آپ کی مقدس پیشانی پر تلوار چلا دی، جو آپ کی پیشانی کو کاٹتی ہوئی جبڑے تک پیوست ہو گئی۔ اس وقت آپ کی زبانِ مبارک سے یہ جملہ ادا ہوا۔ فزت برب الكعبة (یعنی کعبہ کے رب کی قسم کہ میں کامیاب ہو گیا) اس زخم میں آپ شہادت کے شرف سے سرفراز ہو گئے اور آپ نے حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ سے مقامِ ینبع میں جو فرمایا تھا، وہ حرف بحرف صحیح ہو کر رہا۔

(۸) درِ خیبر کا وزن

جنگ خیبر میں جب گھمسان کی جنگ ہونے لگی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ڈھال کٹ کر گر پڑی تو آپ نے جوشِ جہاد میں آگے بڑھ کر قلعہ خیبر کا پھاٹک اکھاڑ ڈالا اور اس کے ایک کواڑ کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلواروں کو روکتے تھے۔ یہ کواڑ اتنا بھاری اور وزنی تھا کہ جنگ کے خاتمہ کے بعد چالیس آدمی مل کر بھی اس کو نہ اٹھا سکے۔ (زرقانی ج ۲- ص ۲۳۰)

تبصرہ

کیا فاتح خیبر کے اس کارنامہ کو انسانی طاقت کی کارگزاری کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ یہ انسانی طاقت کا کارنامہ نہیں ہے، بلکہ یہ روحانی طاقت کا ایک شاہکار ہے جو فقط اللہ والوں ہی کا حصہ ہے جس کو عرفِ عام میں کرامت کہا جاتا ہے۔

(۹) کٹا ہوا ہاتھ جوڑ دیا

روایت ہے کہ ایک حبشی غلام جو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتہائی مخلص محب تھا۔ شامت اعمال سے اس نے ایک مرتبہ چوری کر لی۔ لوگوں نے اس کو پکڑ کر دربارِ خلافت

Marfat.com

میں پیش کر دیا اور غلام نے اپنے جرم کا اقرار بھی کر لیا۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ لیا۔ جب وہ اپنے گھر کو روانہ ہوا تو راستہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ابن الکراء سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ ابن الکراء نے پوچھا کہ تمہارا ہاتھ کس نے کاٹا؟ تو نے غلام کہا: امیر المومنین ویعسوب المسلمین، دامادِ رسول وزوج بتول نے۔ ابن الکراء نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمہارا کاٹ ڈالا، پھر بھی تم اس قدر اعزاز واکرام اور مدح وثناء کے ساتھ ان کا نام لیتے ہو؟ غلام نے کہا کیا ہوا؟ انہوں نے حق پر میرا ہاتھ کاٹا اور مجھے عذابِ جہنم سے بچالیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دونوں کی گفتگو سنی اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا تو امیر المومنین نے اس غلام کو بلوا کر اس کا کٹا ہوا ہاتھ اس کی کلائی پر رکھ کر رومال سے چھپا دیا۔ پھر کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ اتنے میں ایک غیبی آواز آئی کہ رومال ہٹاؤ۔ جب لوگوں نے رومال ہٹایا، تو غلام کا کٹا ہوا ہاتھ اس طرح کلائی سے جڑ گیا تھا کہ کہیں کٹنے کا نشان بھی نہیں تھا۔ (تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۷۹)

(۱۰) شوہر، عورت کا بیٹا نکلا

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کاشانۂ خلافت سے کچھ دور ایک مسجد کے پہلو میں دو میاں بیوی رات بھر جھگڑا کرتے رہے۔ صبح کو امیر المومنین نے دونوں کو بلا کر جھگڑے کا سبب دریافت فرمایا۔ شوہر نے عرض کیا: اے امیر المومنین! میں کیا کروں؟ نکاح کے بعد مجھے اس عورت سے بے انتہا نفرت ہوگئی۔ یہ دیکھ کر بیوی مجھ سے جھگڑا کرنے لگی۔ پھر بات بڑھ گئی اور رات بھر لڑائی ہوتی رہی۔ آپ نے تمام حاضرین دربار کو باہر نکال دیا اور عورت سے فرمایا کہ دیکھ میں تجھ سے جو سوال کروں، اس کا سچ سچ جواب دینا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے عورت! تیرا نام یہ ہے، تیرے باپ کا نام یہ ہے۔ عورت نے کہا کہ بالکل ٹھیک آپ نے بتایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے عورت! تو یاد کر کہ تو زنا کاری سے حاملہ ہوگئی تھی اور ایک مدت تک تو اور تیری ماں اس حمل کو چھپاتی رہی۔ جب دردزہ شروع ہوا تو تیری ماں تجھے اس گھر سے باہر لے گئی اور جب بچہ پیدا ہوا تو اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر تو نے میدان میں ڈال دیا۔ اتفاق سے ایک کتا اس بچے کے پاس آیا۔ تیری ماں نے اس کتے کو

Marfat.com

پتھر مارا، لیکن وہ پتھر بچے کو لگا اور اس کا سر پھٹ گیا۔ تیری ماں کو بچے پر رحم آ گیا اور اس نے بچے کے زخم پر پٹی باندھ دی۔ پھر تم دونوں وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ اس کے بعد اس بچے کی تم دونوں کو کچھ بھی خبر نہیں ملی۔ کیا یہ واقعہ سچ ہے؟ عورت نے کہا کہ ہاں، اے امیر المومنین! یہ پورا واقعہ حرف بحرف صحیح ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے مرد! تو اپنا سر کھول کر اس کو دکھا دے۔ مرد نے سر کھولا تو اس زخم کا نشان موجود تھا۔ اس کے بعد امیر المومنین نے فرمایا کہ اے عورت! یہ مرد تیرا شوہر نہیں ہے، بلکہ تیرا بیٹا ہے۔ تم دونوں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم دونوں کو حرام کاری سے بچالیا۔ اب تو اپنے اس بیٹے کو لے کر اپنے گھر چلی جا۔

(شواہد النبوۃ ص ۱۶۱)

تبصرہ

مذکورہ بالا دونوں مستند کرامتوں کو بغور پڑھیے اور ایمان رکھیے کہ خداوند قدوس کے اولیاء کرام عام انسانوں کی طرح نہیں ہوا کرتے، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوب بندوں کو ایسی ایسی روحانی طاقتوں کا بادشاہ بلکہ شہنشاہ بنا دیتا ہے کہ ان بزرگوں کے تصرفات اور ان کی روحانی طاقتوں اور قدرتوں کی منزل بلند تک کسی بڑے سے بڑے فلسفی کی عقل وفہم کی بھی رسائی نہیں ہوسکتی!

خدا کی قسم! میں حیران ہوں کہ کتنے بڑے جاہل یا متجاہل ہیں وہ لوگ جو اولیاء کرام کو بالکل اپنے ہی جیسا ملا سمجھ کر ان کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتے ہیں اور اولیاء کرام کے تصرفات کا چلا چلا کر انکار کرتے پھرتے ہیں۔ تعجب ہے کہ ایسے ایسے واقعات جو نورِ ہدایت کے چاند تارے ہیں، ان منکروں کی نگاہ سے آج تک اوجھل ہی ہیں، مگر اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جو دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کو بند کر لے، اس کو چاند ستارے تو کیا سورج کی روشنی بھی نظر نہیں آ سکتی۔ درحقیقت اولیاء کرام کے منکرین کا یہی حال ہے۔

(۱۱) ذرا دیر میں قرآن کریم ختم کر لیتے

یہ کرامت روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت ایک پاؤں

Marfat.com

رکاب میں رکھتے اور قرآن مجید شروع کرتے اور دوسرا پاؤں رکاب میں رکھ کر گھوڑے کی زین پر بیٹھنے تک اتنی دیر میں ایک قرآن مجید ختم کرلیا کرتے تھے۔ (شواہد النبوۃ ص ۱۶۰)

(۱۲) اشارہ سے دریا کی طغیانی ختم

ایک مرتبہ نہر فرات میں ایسی خوفناک طغیانی آ گئی کہ سیلاب میں تمام کھیتیاں غرقاب ہوگئیں۔ لوگوں نے آپ کے دربار گوہر بار میں فریاد کی۔ آپ فوراً ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ مبارکہ و عمامہ مقدسہ و چادر مبارکہ زیب تن فرما کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور آدمیوں کی ایک جماعت جس میں حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ کے ساتھ چل پڑے۔ آپ نے پل پر پہنچ کر اپنے عصاء سے نہر فرات کی طرف اشارہ کیا تو نہر کا پانی ایک گز کم ہوگیا۔ پھر دوسری مرتبہ اشارہ فرمایا، تو مزید ایک گز کم ہوگیا۔ جب تیسری بار اشارہ کیا تو تین گز پانی اتر گیا اور سیلاب ختم ہوگیا۔ لوگوں نے شور مچایا کہ امیر المومنین! بس کیجئے یہی کافی ہے۔ (شواہد النبوۃ ص ۱۶۲)

(۱۳) جاسوس اندھا ہوگیا

ایک شخص آپ کے پاس رہ کر جاسوسی کیا کرتا تھا اور آپ کی خفیہ خبریں آپ کے مخالفین کو پہنچایا کرتا تھا۔ آپ نے جب اس سے دریافت فرمایا تو وہ شخص قسمیں کھانے لگا اور اپنی برأت ظاہر کرنے لگا۔ آپ نے جلال میں آکر فرمایا کہ اگر تو جھوٹا ہے، تو اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کی روشنی چھین لے ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ یہ شخص اندھا ہوگیا اور لوگ اس کو لاٹھی پکڑا کر چلانے لگے۔ (شواہد النبوۃ ص ۱۶۷)

(۱۴) تمہاری موت کس طرح ہوگی؟

ایک شخص آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، تو آپ نے اس کو اس کے حالات بتا کر یہ بتایا کہ تم کو فلاں کھجور کے درخت پر پھانسی دی جائے گی۔ چنانچہ اس شخص کے بارے میں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا، وہ حرف بحرف درست نکلا اور آپ کی پیشین گوئی پوری ہو کر رہی۔ (شواہد النبوۃ (۱۶۲)

Marfat.com

(۱۵) پتھر اٹھایا تو چشمہ اُبل پڑا

مقامِ صفین کو جاتے ہوئے آپ کا لشکر ایک ایسے میدان سے گزرا جہاں پانی نایاب تھا۔ پورا لشکر پیاس کی شدت سے بے تاب ہو گیا۔ وہاں کے گرجا گھر میں ایک راہب رہتا تھا۔ اس نے بتایا کہ یہاں سے دو کوس کے فاصلے پر پانی مل سکے گا۔ کچھ لوگوں نے اجازت طلب کی تاکہ وہاں سے جا کر پانی پئیں۔ یہ سن کر آپ اپنے خچر پر سوار ہو گئے اور ایک جگہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس جگہ تم لوگ زمین کو کھودو، چنانچہ لوگوں نے زمین کی کھدائی شروع کر دی، تو ایک پتھر ظاہر ہوا۔ لوگوں نے اس پتھر کو نکالنے کی انتہائی کوشش کی، لیکن تمام آلات بے کار ہو گئے اور وہ پتھر نہ نکل سکا۔ یہ دیکھ کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے اپنی سواری سے اُتر کر آستین چڑھائی اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو اس پتھر کی دراز میں ڈال کر زور لگایا، تو وہ پتھر نکل پڑا اور اس کے نیچے سے ایک نہایت ہی صاف شفاف اور شیریں پانی کا چشمہ ظاہر ہو گیا اور تمام لشکر اس پانی سے سیراب ہو گیا۔ لوگوں نے اپنے جانوروں کو بھی پلایا اور لشکر کی تمام مشکوں کو بھی بھر لیا۔ پھر آپ نے اس پتھر کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ گرجا گھر کا عیسائی راہب آپ کی یہ کرامت دیکھ کر سامنے آیا اور آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ فرشتہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اس نے پوچھا: کیا آپ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا: پھر آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں پیغمبر مرسل حضرت محمد بن عبداللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہوں اور مجھ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند باتوں کی وصیت بھی فرمائی ہے۔ یہ سن کر وہ عیسائی راہب کلمہ شریف پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

آپ نے فرمایا: تم نے اتنی مدت تک اسلام کیوں قبول نہیں کیا تھا؟ راہب نے کہا کہ ہماری کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اس گرجا گھر کے قریب جو ایک چشمہ پوشیدہ ہے اور اس چشمہ کو وہی شخص ظاہر کرے گا، جو یا تو نبی ہو گا، یا نبی کا صحابی ہو گا۔ چنانچہ میں اور مجھ سے پہلے بہت سے راہب اس گرجا گھر میں اسی انتظار میں مقیم رہے۔ اب آج آپ نے یہ چشمہ ظاہر کر دیا، تو میری مراد بر آئی۔ اس لئے میں نے آپ کے دین کو قبول کر لیا۔ راہب کی تقریر سن کر آپ رو پڑے اور اس قدر روئے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو

Marfat.com

گئی اور پھر آپ نے ارشاد فرمایا: الحمد للہ! کہ ان لوگوں کی کتابوں میں بھی میرا ذکر ہے۔ یہ راہب مسلمان ہو کر آپ کے خادموں میں شامل ہو گیا اور آپ کے لشکر میں داخل ہو کر شامیوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گیا اور آپ نے اس کو اپنے دست مبارک سے دفن کیا اور اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی۔

(شواہد النبوۃ ص ۱۶۴ بحوالہ کرامات صحابہ رضی اللہ عنہم صفحات ۸۰ تا ۹۰ از علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی)

شیر شمشیر زن شاہِ خیبر شکن
پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆☆

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف غیر مسلموں کی نظر میں

عیسائی راہنما آرچ بشپ کی رائے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی نے غیر مسلمانوں کو کس قدر متاثر کیا۔ یہ ایک وسیع موضوع ہے۔ آپ کی انصاف پسند طبیعت نے ہر قوم کے لوگوں کے دل جیت لئے تھے۔ اس سلسلہ میں لبنانی عیسائی جارج جرداق کا ذکر مناسب معلوم دیتا ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری ۵ جلدوں میں لکھی ہے۔ کتاب کا نام ''ندائے عدالت انسانی'' ہے جب جارج جرداق پہلی جلد مکمل کر چکا تو اس نے مسلمان ناشروں کی طرف رجوع کیا مگر کسی نے اس کی کتاب کی طرف توجہ نہ دی۔ ان کا خیال تھا کہ ایک عیسائی کی لکھی ہوئی جناب امیر رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات کون خریدے گا، ہر چند جرداق نے انہیں یقین دلایا کہ اس نے اپنی تمام عمر عزیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت کے مطالعے کے لئے وقف کی ہوئی ہے اور اس کی کتاب بے نظیر ہوگی مگر صدائے برنخاست، ایک دن وہ مایوسی کے عالم میں تنہا گرجا میں بیٹھا تھا کہ بشپ نے اسے دیکھ لیا، اور پاس آکر افسردگی کی وجہ پوچھی اس نے بتایا کہ اس کی کتاب کی پہلی جلد کے لئے کوئی ناشر تیار نہیں ہو رہا ہے اور خود اس کے پاس اتنی رقم نہیں کہ وہ اس کتاب کی طاعت پر صرف کر سکے۔

آرچ بشپ نے پوچھا کتنی رقم درکار ہے۔ جرداق نے تخمینہ عرض کیا ارچ بشپ نے فرمایا، ذرا ٹھہرے رہنا، پھر وہ اپنے کمرہ میں گئے سیف کھولا اور مطلوبہ رقم لا کر جرداق کو دے دی اور کہا یہ رقم لو اور اپنی کتاب کی طباعت کا انتظام کرو جرداق بہت خوش اور حیرت زدہ ہوا قصہ کوتاہ کتاب چھپی اور بہت جلد بک گئی، جرداق تمام وصول شدہ رقم لے کر پادری صاحب

Marfat.com

کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام رقم مع منافع ان کی خدمت میں پیش کر دی۔ بشپ نے اصل رقم تو رکھ لی اور منافع واپس کر کے فرمایا، جرداق رقم واپس لے لو اور دوسری جلد شائع کرنے کا انتظام کرو جرداق نے متحیر ہو کر پوچھا میرے معزز مربی میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ وہ کام جو مسلمانوں کے کرنے کا تھا اس کو ایک مسیحی پادری نے کیوں سرانجام دیا۔

آرچ بشپ نے فرمایا:

''ہم پر علی رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ وہ جب اپنے مسلسل انکار اور عوام کے مسلسل مجبور کرنے پر خلیفہ بنے تو یہودیوں، عیسائیوں اور زرتشتیوں کا وفد ان کی خدمت عالی میں اس لئے حاضر ہوا تا کہ یہ معلوم کرے کہ ایک مثالی اسلامی حکومت میں ان کی کیا حیثیت ہوگی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں یقین دلاتے ہوئے فرمایا:

''میں ضامن ہوں کہ تمہیں اپنی زندگی تورات، انجیل اور اوستا کی شریعتوں کے مطابق بسر کرنے کی اجازت ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا تھا اپنے دور خلافت میں اسے ایفا کیا تب ہی تو جب علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کی شہادت پر مسلمانوں سے زیادہ یہودیوں عیسائیوں اور زرتشتیوں نے گریہ وزاری کی۔

اے جرداق علی رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات کو محفوظ رکھنا، علی رضی اللہ عنہ کے اس احسان کا جو انہوں نے عیسائیوں پر کیا ایک ادنیٰ سا بدلہ ہے۔ ان کے دورِ خلافت میں ہمیں انصاف ہماری کتابوں سے ملا اور ہم کو ہر طرح کی مذہبی آزادی تھی۔

ایک غیر مسلم محقق کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق رائے

ندائے عدالت انسانی۔ از جارج جرداق (بیروت)

''تاریخ اسلاف ہمارے لئے عبرت وتجربہ اور ایمان وآرزو کا سرچشمہ ہے۔ ایسا سرچشمہ جو کبھی خشک نہ ہوگا۔ ہمیں اپنے بزرگوں کی وجہ سے اپنی ذات پر بھروسہ ہوا۔ جینے کی اُمید بندھی اور زندگی کی نیک بختیوں سے بہرہ ور ہوئے اور اغراض وفوائد سمجھ میں آئے ورنہ

Marfat.com

ہم پر آج مایوسیوں کا غلبہ ہوتا جس کا ثبوت یہ ہے کہ ہم سے پہلے بہت سے لوگ فتح یاب وکامیاب ہوئے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی انہی کامیاب ہونے والوں میں سے ایک ہیں اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات، ان کی زندگی کی تحلیل وتجزیہ اور تفحص وتلاش کے نتیجے میں وہ محیر العقول پہلو سامنے آئے کہ میں اس پر قلم اٹھانے پر مجبور ہو گیا۔ یہ انفرادیت صرف میدانِ جنگ تک ہی محدود نہیں بلکہ آپ اپنی روشن ضمیری، پاک دامنی، جادو بیانی، کمال انسانیت، حرارت ایمانی، بلند ہمتی، محروم کی ہمدردی، مظلوم کی نصرت اور حق وصداقت کی پیروی میں بھی یکتا اور عدیم النظیر نظر آتے ہیں۔ یہ زندگی اس کی ہے جو عظیم ترین انسان تھا۔

وہ بزرگ جس کی وجہ سے نیکی اور راستگاری نے عظمت پائی اور حقیقت سر بلند ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ اس قوتِ فکر کے مالک تھے جس نے حکمت میں ایک نیا مسلک اور تازہ روش اپنائی۔ وہ کون سا روشن خیال ہے جو خود رنج وتعصب میں ہے اور دوسرے لوگوں کو نعمت وراحت عطا کرتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو پالیا کہ جس چیز کی بنیاد حق پر قائم ہو وہ متزلزل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ فتح ہو یا شکست، آپ دونوں حالتوں میں اپنے آپ کو غالب اور مطمئن پاتے۔ جنگ کا میدان ہو یا سیاست، ہر مقابلے میں غالب یا مغلوب ہونا آپ کے نزدیک برابر تھا کیونکہ وہ ہر حال میں حقیقت کو اپنے ساتھ پاتے تھے۔ یہی ان کی لگن تھی اور یہی کوشش رہی۔ البتہ اس کام سے نہ کبھی کوئی مفاد مطلوب ہوا اور نہ جاہ ومال۔''

تاریخ عالم میں ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایسا لطف وکرم اور حمیت وشفقت سے سرشار صاحب دل پایا ہے جس کو چاروں طرف سے حریص مطلب پرستوں، سرکش جاہ طلبوں اور کینہ پرور سنگدلوں نے گھیر رکھا ہو اور اپنے مفاد کے لئے ایک دوسرے کو پھاڑ کر کھائے جا رہے ہوں لیکن وہ صلح وسلامتی کی دعوت دے رہا ہو مگر پھر بھی وہ لوگ اس سے لڑنے کے لئے ایک دل اور ایک زبان ہو رہے ہوں۔ وہ محبت اور وفا میں سب سے آگے تھا۔ وفا ان کی شریعت اور عادت میں پیوست تھی۔

Marfat.com

کیا تم کسی ایسے فرمانروا کو جانتے ہو جس نے ہمیشہ پیٹ بھر روٹی کھانے سے اس لئے پرہیز کیا ہو کہ اس کی رعایا میں اکثر لوگوں کو شکم سیری نصیب نہیں ہوئی۔ نفیس کپڑا اس لئے نہیں پہنا کہ بہت سے لوگ اس سے محروم ہیں۔ پیسہ کبھی اس لئے جمع نہیں کیا کہ فقیر اور حاجت مند بہت ہیں۔ مسلمانوں کے بیت المال سے بغیر استحقاق کے مطالبہ کرنے پر اپنے بھائی کو ایک دینار دینے سے انکار کر دیا اور کہا خدا کی قسم اگر تم نے لوگوں کے مال میں سے خیانت کی تو ایسی کارروائی کروں گا کہ مفلوک الحال اور بے آبرو ہو جاؤ گے۔

☆ تم نے کوئی ایسا بادشاہ سنا ہے جو اپنے ہاتھوں سے چکی پیسے اور اس سے اپنی خوراک کے لئے ایسی خشک روٹی تیار کراتا ہو جس کا دانتوں سے توڑنا محال ہوتا۔

☆ کیا کہنا اس بلاغت کا ''آیا میں صرف اس بات پر قناعت کرلوں کہ مجھے امیر المومنین کہتے ہیں اور خدمات لوں سختیوں میں ان کا شریک نہ بنوں۔''

☆ ملک اور بادشاہی اگر حق کو قائم کرنے اور باطل کو زائل کرنے کے لئے نہ ہو تو وہ علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک دنیا کی پست ترچیزوں سے بھی زیادہ پست تھی۔

☆ ان تمام انسانوں کے اندر جو عدالت میں مشہور ہوئے کون بزرگوار ایسا ہے کہ اگر ہفت اقلیم کے سارے باشندے ان کے خلاف اجماع کرلیں تب بھی یہ کہنا لازم ہے کہ وہ حق پر ہے اور سارے مخالفین باطل پر؟ کیونکہ اس کی راستی اور عدالت اکتسابی نہیں بلکہ ذاتی تھی۔ اس نے قصداً کوئی ایسا راستہ انتخاب نہیں کیا تھا جو اسے مسند حکومت تک پہنچا دے بلکہ وہ راہ اختیار کی جس سے پاک اور صاف دلوں میں اپنی جگہ بنا لے۔ عدالت ایک ایسا مادہ اور عنصر تھی جو اس کے جوارح اور عناصر بدن میں شامل اور خون کی مانند رگوں میں دوڑتی تھی۔ اس لئے عدالت سے ہٹنا اور اپنے فطری تقاضے سے اختلاف اس کے لئے ممکن نہ تھا۔

☆ تم نے تاریخ کے صفحات میں کوئی ایسا بہادر پایا ہے جس کے مقابلے میں ہوس پرستوں کا ایسا گروہ آیا ہو جس میں خود اس کے اعزہ بھی شامل ہوں اور آپس میں جنگ ہوئی ہو پھر جو لوگ فتح یاب ہوں وہ مغلوب ہو گئے ہوں اور وہ شکست کھانے کے بعد

Marfat.com

غالب رہا ہو۔اس لئے کہ اس کے دشمن انسانیت سے دور تھے۔

☆ ایسا جنگجو جو اپنے مخالفین سے بھی محبت رکھتا ہو اور اپنے ساتھیوں کو ان کے بارے میں وصیت فرمائے کہ جب تک وہ خود لڑائی شروع نہ کریں تم ان سے جنگ شروع نہ کرنا۔اگر کوئی ہزیمت خوردہ میدان سے پیٹھ دکھائے اسے قتل نہ کرنا، بھاگے ہوئے کا پیچھا نہ کرنا، مجبوروں اور زخمیوں کو قتل نہ کرنا، عورتوں کو تکلیف نہ پہنچانا۔

☆ جب گیارہ ہزار دشمنوں کی فوج جو ناحق اس کے خون کی پیاسی تھی اس پر پانی بند کر دے تاکہ وہ پیاس سے دم توڑ دے، مگر جب وہ خود ان سنگدلوں کو بھگا کر دریا پر قبضہ کر لے تو انہی لوگوں کی طرف دعوت دے اور کہے کہ جس طرح ہم اور ہمارے ساتھی پانی لے رہے ہیں اور پرندے پیاس بجھا رہے ہیں تم بھی پانی لے جاؤ اور سیر و سیراب ہو۔

☆ جس وقت ایک شقی نے اس کے سر پر ضرب شدید لگائی اور وہ دنیا سے رخصت ہو رہا تھا تو قاتل کے متعلق اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اگر اس کو معاف کر دو تو یہ تقویٰ اور پرہیز گاری سے زیادہ قریب ہے۔

☆ کیا شاہانِ دنیا میں سے کوئی ایسا بادشاہ سنا ہے جو فرمانروائی اور ثروت کے سارے اسباب مہیا ہوتے ہوئے بھی اپنے لئے رنج و افسوس کا انتخاب کرے؟

☆ جو گالیاں دینے والوں کو بھی گالی دینا پسند نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ تمہارا دوست وہ ہے جو تمہیں برائی سے باز رکھے اور دشمن وہ ہے جو برائی کی ترغیب دے کیونکہ جس کے دل پر گناہ غالب آ گیا وہ مغلوب و مفتوح ہو گیا فاتح نہیں۔

☆ کیا تم کسی ایسے بادشاہ کو پہچانتے ہو جس نے حق قائم کرنے کے لئے سلطنت سے ہاتھ دھو لیا ہو۔

☆ وہ جو بلاغت میں ساری بلاغتوں سے بلند ہے۔جس کا کلام خدا کے کلام سے پست اور مخلوقات کے کلام سے بالاتر ہے۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ مفکر اور ادیب دانشور، منتظم و حاکم اور سپہ سالار دفعتاً سارے انسانوں، حاکموں اور جنگی سپاہیوں سے کنارہ

Marfat.com

کش ہو کر محبت اور عنایت کا طریقہ اختیار کر کے اس طرح گوشہ نشیں ہو جائے کہ کسی کے ساتھ سروکار ہی نہ رہے۔

☆ ایسا بزرگ انسان جو بلند فکری میں دنیا کے مفکروں سے، خیر خواہی میں زمانے کے نیکو کاروں سے، علم کی زیادتی میں عالم کے دانشمندوں سے، عطوفت و مہربانی میں سارے محبت کرنے والوں سے، ترکِ دنیا میں تمام پرہیز گاروں سے، اصلاحی نظریات میں قوم کے جملہ مصلحین سے آگے نکل گیا ہے۔ دردمندوں کا شریک غم، مصیبت میں مظلوموں کا ساتھی، دنیا کے ادیبوں کو ادب سکھانے والا، دلیروں کے لئے ہنر آموز، ترویجِ حق کے لئے ہر لمحہ جان کو ہتھیلی پر رکھے ہوئے۔ ہر انسانی فضل وکمال کی بلند ترین منزل سے بھی اونچا جا چکا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تاریخ ان کو پہچانے یا نہ پہچانے اور اس وجہ سے ان کی شان میں کمی یا زیادتی معلوم ہو۔ ان خیالات کے باوجود تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فکر بشری کی عمیق ترین منزل تھے۔ حق وحقیقت کی راہ میں جان قربان کرنے والا۔ شہیدوں کے باپ، عدالت کے منادی، ہمیشہ کے لئے زندہ رہنے والا، یکتا انسان......۔

(مصنف حقائق الحق کے قلم سے، حیات علی رضی اللہ عنہ ۴:۲۴)

(حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے صفحات 372 تا 376 من وعن از محمد عبداللہ مدنی)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

حبِ اہل بیت

رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اور آپ کی محبت اساسِ ایمان ہے......اس محبت وتعلق میں جس قدر اضافہ ہوگا، ایمان اسی قدر پختہ اور کامل ہوتا چلا جائے گا......محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت رکھی جائے......اس کے یاروں سے محبت، اس کے پیاروں سے محبت، اس کے وطن سے محبت، اس کی گلیوں کے ذرّوں اور سنگ ریزوں سے محبت کی جائے......محبّ کو تو اپنے محبوب کی نسبت سے غرض ہوتی ہے......جہاں اسے اس کی معمولی سی جھلک دکھائی دے، محبت بے چین ہو جاتی ہے......اسے محبوب کی گلی کا کتا بھی نظر آ جائے تو دیوانہ وار اس کے قدم چومے اور اس کے آگے اپنا دامن بچھائے بغیر اس کی محبت کو تسکین نہیں ملتی......پھر وہ ملامت کرنے والوں کو قیس عامری (مجنوں) کی زبان میں یوں جواب دیتا ہے:

فقال دعوا الملامة اِنّ عینی

رَأته مرة فی حیّ لیلیٰ

(جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب شیخ محقق عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ)

''طعنہ زنی چھوڑ دو، (کتے کی تعظیم اس لئے بجالا رہا ہوں کہ) میری آنکھوں نے ایک مرتبہ اس کتے کو لیلیٰ (محبوبہ) کی گلی سے گزرتے دیکھا ہے''......

محبت کی یہی دیوانگی ووارفتگی کبھی اسے کھنڈرات اور ٹوٹے پھوٹے آثار کو چومنے اور اینٹوں اور پتھروں کو بوسہ دینے پر مجبور کرتی ہے......قیس العامری نے کیا خوب کہا ہے:

امر علی الدیار دیار لیلی

اقبل ذا الجدار وذا الجدارا

Marfat.com

وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیارا

(کتاب اللمع۔ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ)

''لیلیٰ کی بستی کے پاس سے گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو...... مجھے ان گھروں کے درودیوار اور پتھروں سے محبت نہیں، بلکہ اس محبوب کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ و دیوانہ کر دیا ہے، جو کبھی یہاں سکونت پذیر رہ چکا ہے۔'' (دراصل یہی تقاضائے محبت مجھے درودیوار اور کھنڈرات کو چومنے پر مجبور کر رہا ہے)......

جب عام محبت کا یہ دستور ہے تو اس جانِ محبت، جانِ رحمت، جانِ ایقان، جانِ ایمان اور محبوبِ ربِ رحمان، سیّد الانس والجان کی محبت کس درجہ پکی اور سچی ہونی چاہئے......اس حسن مجسم، محسن اعظم اور سراپا رحمت و نعمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تعلق و نسبت کا کیا تقاضا بنتا ہے؟......ہر ذی شعور اس کا اندازہ بخوبی کر سکتا ہے......

ایمان کا تقاضا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ادنیٰ تعلق رکھنے والی چیز سے بھی محبت کی جائے...... چہ جائے کہ وہ ہمہ وقت قرب و معیت کے مزے لوٹنے والے اصحاب ہوں یا دامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تربیت پانے والے گھر کے افراد (اہل بیت)......ان سب سے محبت رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کا بدیہی و لازمی نتیجہ ہے......اس پر مستزاد یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بحکم الٰہی یہ اعلان فرما رہے ہیں:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط (الشوریٰ۔۲۳)

''آپ فرمائیے! میں تم سے (اس دعوت حق) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، بجز قرابت کی محبت کے''......

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''قربیٰ'' سے مراد آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے...... (صحیح بخاری)

مفسر قرآن حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

Marfat.com

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے قرابت دار کون ہیں، جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟...... فرمایا:

علی و فاطمة و ابناهما ...... (المعجم الکبیر۔طبرانی)

"علی، فاطمہ اور ان کے دونوں صاحب زادے حسن اور حسین رضی اللہ عنہم"......

حضرت صدر الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"سورۂ شوریٰ جمہور کے نزدیک مکیہ ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک قول میں اس کی چار آیتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں، جن میں پہلی آیت قل لا **اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا** ...... الخ ہے...... (خزائن العرفان)

آیت کے مدنی ہونے کی صورت میں معنیٰ واضح ہے، جب کہ مکی ہونے کی صورت میں اسے آنے والے واقعات کی (غیبی) خبر پر محمول کیا جائے گا...... (زرقانی)

آیت میں القربیٰ سے مراد اہل بیت اطہار ہوں یا **اَلسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ** (الواقعہ) اور آگے رہنے والے آگے رہنے والے ہیں...... وہی اللہ تعالیٰ کے مقرب بارگاہ ہیں" کے تحت قرب والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں، (آیت نمبر 11-10) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ عنہ کے قرب اور تعلق کی وجہ سے سبھی مستحق تعظیم و توقیر ہیں اور ان سے محبت رکھنا ضروری ہے...... (تفسیر کبیر)

آیت تطہیر

اہل بیت کرام، وہ طیب و طاہر اور برگزیدہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اعتقادی، عملی اور اخلاقی برائیوں سے منزہ و محفوظ رکھا...... قرآن کریم میں ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ ...... (الاحزاب۔۳۳)

"اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے ہر قسم کی [illegible] تمہیں اچھی طرح پاک کر کے خوب پاکیزہ کر دے"......

[illegible] آیت [illegible] میں اہل بیت کرام کی عظیم مدح و ثنا اور ان کی طہارت کا اعلان ہے

Marfat.com

......ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیاہ اونی چادر اوڑھی ہوئی تھی:

فجاء الحسن بن علی فادخله ثم جاء الحسين فدخل معه ثم جاءت فاطمة فادخلها ثم جاء علی فادخله ثم قال اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ......

(صحیح مسلم)

''حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو چادر میں داخل کیا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور چادر میں داخل ہو گئے، پھر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو چادر میں لے لیا ...... پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے، آپ نے ان کو بھی چادر میں داخل کر لیا، پھر یہ آیت (تطہیر) تلاوت فرمائی'' ......

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت

(ذوق نعت)

مفسرین کرام بیان فرماتے ہیں، اس آیت تطہیر میں اہل البیت سے، اہل بیت مسکن (ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن) اور اہل بیت نسب، خصوصاً اہل عبا (جنہیں چادر میں ڈھانپ لیا) سبھی مراد ہیں...... سیدی و مرشدی حضرت صدر الافاضل علامہ سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دولت سرائے اقدس کے سکونت رکھنے والے اس آیت میں داخل ہیں کیوں کہ وہی اس کے مخاطب ہیں۔ چوں کہ اہل بیت نسب کا مراد ہونا مخفی تھا، اس لئے آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فعل مبارک سے بیان فرما دیا کہ مراد اہل بیت سے عام ہے، خواہ بیت مسکن کے اہل ہوں، جیسے کہ ازواج یا بیت نسب کے اہل: بنی ہاشم و مطلب'' ...... (سوانح کربلا)

Marfat.com

آیت مباہلہ

اہل بیت اطہار کی تعظیم اور ان سے محبت ومودت اس لئے بھی ضروری ہے کہ انہیں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قربت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے بڑی عظمت ورفعت سے نوازا ہے، جس کا اظہار اس آیت مبارکہ سے بھی ظاہر ہے، جسے آیت مباہلہ کہا جاتا ہے...... اس کا شان نزول یہ ہے کہ نجران کے نصاریٰ (عیسائیوں) کا ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مناظرہ کرنے مدینہ منورہ آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں درست عقیدہ بیان فرمایا کہ وہ نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے، بلکہ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور حضرت مریم کے بیٹے ہیں...... حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دلائل سے ان کے تمام باطل شبہات کا ازالہ کیا مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے مباہلہ کی طرف رہنمائی فرمائی:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ م بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ o ...... (آل عمران۔ 61)

”پھر اے محبوب! جو لوگ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں آپ سے حجت بازی کریں، اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آ گیا، تو ان سے فرما دو، آؤ! ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی، پھر بڑی عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کریں، پھر بھیجیں اللہ کی لعنت جھوٹوں پر“......

یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت امام حسین کو گود میں لئے، حضرت حسن کی انگلی پکڑے ہوئے تشریف لائے...... حضرت علی اور حضرت فاطمہ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے تھے...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرما رہے تھے، جب میں دعا کروں تم سب آمین کہنا، نصاریٰ کے سردار نے کہا:

انی لاریٰ وجوھًا لوسالوا اللّٰہ ان یزیل جبلًا من مکانہ لا زالہ

Marfat.com

......

''اے نصاریٰ کی جماعت! میں ایسے (نورانی) چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ سے دعا کر دیں کہ وہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے، تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرما کر پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے گا...... لہٰذا تم ان سے ہرگز مباہلہ نہ کرو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ بچے گا''......

چنانچہ انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور مباہلہ کئے بغیر واپس چلے گئے ......

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ کا عذاب اہل نجران کے بالکل قریب آ پہنچا تھا...... اگر یہ مباہلہ کرتے تو انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا جاتا اور عذاب الٰہی کی آگ سے ان کے جنگلوں میں آگ بھڑکتی رہتی اور ایک سال کے اندر اندر تمام عیسائی نیست و نابود ہو جاتے...... (معالم التنزیل)

اہل بیت کے لئے درود

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو درود بھیجنے کا حکم دیا:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ ...... (الاحزاب ۵۶)

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی (مکرم) پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب ومحبت سے) سلام عرض کیا کرو''......

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ تو ہم نے جان لیا کہ (التحیات میں) سلام کیسے عرض کریں؟...... اب یہ وضاحت بھی فرما دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کس طرح پڑھیں؟......

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم کہو:

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ...... (صحیح مسلم)

''اے اللہ! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل پر درود بھیج، جس طرح تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر درود بھیجا...... بے شک تو لائق ستائش اور بزرگ ہے''......

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کی کیفیت پوچھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیت کو بھی درود میں شامل فرمایا...... نیز ایسے درود کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناقص قرار دیا، جس میں اہل بیت شامل نہ ہوں...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تصلوا علی الصلوۃ البتراء فقالوا وما الصلوۃ البتراء؟ قال: تقولون اللھم صل علی محمد وتمسکون، بل قولو اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد ...... (الصواعق المحرقہ)

''میرے اوپر ناقص درود نہ بھیجا کرو...... عرض کیا گیا، ناقص درود کون سا ہے؟...... فرمایا: تم ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ'' کہہ کر رک جاؤ، بلکہ یوں کہا کرو ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ''......

معلوم ہوا کہ آل کا نام لئے بغیر درود ناقص ہے...... اللہ اللہ! کیا مقام ہے، اہل بیت کرام کا، کہ نماز ایسی اہم عبادت میں بھی ان پر درود کو لازم قرار دیا گیا، تو پھر ان نفوس قدسیہ کی محبت کو کیوں کر لابدی قرار نہ دیا جائے...... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

یا آل بیت رسول اللّٰہ حبکم
فرض من اللّٰہ فی القرآن انزلہ
یکفیکم من عظیم القدر انکم
من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ

(دیوان امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت! اللہ تعالیٰ نے اپنے نازل کردہ قرآن کریم میں آپ کی محبت کو فرض قرار دیا ہے...... تمہاری قدر و منزلت کے لئے یہی کافی ہے کہ جو شخص تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی کامل نہیں ہوتی''......

احادیث اور حب اہل بیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیت اطہار کی محبت اور ان کے ادب واحترام کا تاکیدی حکم فرمایا...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

احبوا اللّٰہ لما یغذو کم من نعمہ واحبونی بحب اللّٰہ واحبوا اھل بیتی بحبی ...... (ترمذی)

''اللہ تعالیٰ سے محبت کرو، کہ تمہیں اپنے انعامات سے نوازتا ہے...... اور محبت الٰہیہ کی وجہ سے میرے ساتھ محبت رکھو اور میری محبت کی بنا پر میرے اہل بیت سے محبت کیا کرو''......

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال: حب نبیکم، وحب اھل بیتہ وقراءۃ القرآن ...... (جامع الصغیر۔امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

''اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ...... اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، اہل بیت نبی کی محبت اور قرآن کریم کی قرأت''......

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انا تارك فیکم ثقلین اولھما کتاب اللّٰہ فیہ الھدی والنور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ فحث علی کتاب اللّٰہ ورغب فیہ ثم قال واھل بیتی اذکرکم اللّٰہ فی اھل بیتی اذکرکم اللّٰہ فی اھل بیتی اذکرکم اللّٰہ فی اھل بیتی ...... (صحیح مسلم)

''میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں پہلی کتاب اللہ ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے، اس پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو...... پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

Marfat.com

کتاب اللہ پر عمل کی ترغیب دلانے کے بعد دوسری چیز کے بارے میں فرمایا:

یہ میرے اہل بیت ہیں...... میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں...... میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں...... میں تمہیں اپنے اہل بیت کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں......

حب اہل بیت کے بغیر ایمان نامکمل

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کی محبت کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

لا یومن عبد حتی اکون احب الیه من نفسه وتکون عترتی احب الیه من عترته واهلی احب الیه من اهله وذاتی احب الیه من ذاته ...... (نور الابصار)

''کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میں اسے اس کی جان سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں اور میری اولاد اس کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز نہ ہو جائے، میرے اہل کو اپنے اہل سے زیادہ پیارا نہ جانے اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ سمجھے''......

روز قیامت محبّ اہل بیت کا درجہ

ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

من احبنی واحب هذین واحب اباهما وامهما کان معی فی درجتی یوم القیامة ...... (جامع ترمذی)

''جس شخص نے مجھ سے محبت رکھی اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور ان کے والدین سے محبت رکھی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا''......

انبیاء کرام کا درجہ تو انہیں کے ساتھ مخصوص ہے، تاہم اہل بیت عظام کی محبت کے صدقے جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصی قرب نصیب ہوگا...... ان شاء المولیٰ تعالیٰ

Marfat.com

حب اہل بیت کا مفہوم

حب اہل بیت کا مطلب یہ ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی محبت کے ساتھ ساتھ خصوصاً شیخین کریمین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے بھی محبت کی جائے اوران سے کسی قسم کا بغض نہ رکھا جائے...... جیسا کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

لا یجتمع حبی وبغض ابی بکر وعمر فی قلب مومن ......

(المعجم الاوسط۔طبرانی)

''میری محبت کے ساتھ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق (رضی اللہ عنہما) کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہوسکتا''......

حقیقت یہ ہے کہ ہدایت ونجات کے لئے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دونوں کی رہنمائی اور محبت ومودت ضروری ہے:

اسلام با اطاعت خلفائے راشدین
ایماں بما محبت آل محمد است

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کعبۃ اللہ کا دروازہ تھام کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بیان فرمایا:

الا ان مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا ھلك ...... (مشکوۃ المصابیح)

''آگاہ ہو جاؤ! میرے اہل بیت تمہارے لئے نوح (علیہ السلام) کی کشتی کی مانند ہیں...... جو شخص اس کشتی میں سوار ہوا، نجات پا گیا اور جو شخص اس میں سوار ہونے سے رہ گیا، وہ ہلاک ہوگیا''......

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کو بیان فرماتے ہوئے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم ......

(مشکوۃ المصابیح)

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو

Marfat.com

گے، ہدایت پا جاؤ گے‘‘......

محبّ اہل بیت، اہل سنت ہیں

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ عترت وآل رسول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دونوں سے محبت رکھتے ہیں......ہم اس وقت تکلیف اور مشقت کے سمندر میں ہیں اور شبہات وشہوات کی موجوں کا سامنا ہے، جس سے نجات کے لئے کشتی کی ضرورت ہے......وہی کشتی سلامتی سے ہم کنار ہوتی ہے، جو عیوب سے محفوظ ہو اور رہنمائی کے لئے ستاروں پر نظر رکھی جائے......ہم اہل سنت، سفینۂ اہل بیت میں سوار ہو کر نجوم صحابہ سے رہنمائی حاصل کر رہے ہیں......اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ ہم سلامتی اور سعادت دارین سے نوازے جائیں گے......(تفسیر کبیر)

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

(حدائق بخشش)

محبِّ اہل بیت کے لئے نوید

آخر میں ایک نہایت ایمان افروز حدیث پیش خدمت ہے، جسے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے صاحب کشاف کے حوالے سے نقل کیا ہے......اس میں محبین اہل بیت کے لئے بشارتوں کی نوید، جب کہ بغض وعداوت رکھنے والے بدبختوں کے لئے عذاب کی وعید ہے......نیز اس میں یہ بشارت بھی ہے کہ حقیقی محب اہل بیت کا خاتمہ مسلک اہل سنت وجماعت پر ہوگا......حدیث پاک اس طرح ہے:

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من مات علی حب آل محمد مات شهیدا ......

الا ومن مات علی حب آل محمد مات مغفورا له ......

الاومن مات علی حب آل محمد مات تائبا ......

الاومن مات علی حب آل محمد مات مومنا مستكمل

Marfat.com

الایمان......

الاومن مات علی حب آل محمد بشره ملك الموت بالجنة ثم منكر ونكير ......

الاومن مات علی حب آل محمد یزف الی الجنة کما تزف العروس الی بیت زوجها ......

الاومن مات علی حب آل محمد فتح له فی قبره بابان الی الجنة......

الاومن مات علی حب آل محمد جعل الله قبره مزار ملائكة الرحمة......

الاومن مات علی حب آل محمد مات علی السنة والجماعة......

(تفسیر کبیر جلد ۲۷)

"جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اس نے شہادت کی موت پائی......

خبردار! جس شخص کی وفات اہل بیت کی محبت پر ہوئی وہ اس حال میں فوت ہوا کہ اس کے گناہ بخش دے گئے......

سن لو! جسے اہل بیت کی محبت پر موت آئی، وہ تائب ہو کر مرے گا......

آگاہ ہو جاؤ! جس شخص کا خاتمہ اہل بیت کی محبت پر ہوگا، اس کا وصال مکمل ایمان کے ساتھ ہوگا......

یقین کرلو! جس شخص کا انتقال اہل بیت کی محبت پر ہوا، اسے ملک الموت، اور پھر منکر نکیر جنت کی بشارت دیتے ہیں......

آگاہ ہو جاؤ! جس شخص کی رحلت اہل بیت کی محبت پر ہوئی، اسے ایسے اعزاز کے ساتھ جنت کی طرف روانہ کیا جاتا ہے، جیسے دولہن دولہا کے گھر بھیجی جاتی ہے......

جان لو! جس شخص کی موت اہل بیت کی محبت پر ہوئی، اس کی قبر میں جنت کے دو

Marfat.com

دروازے کھول دیئے جاتے ہیں......

یادرکھو! جس شخص کی مرگ اہل بیت کی محبت پر ہوئی، اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو ملائکہ رحمت کی زیارت گاہ بنادیتا ہے......

خبردار ہو کر سن لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا، وہ مسلک اہل سنت و جماعت پر فوت ہوا''......

دشمنان اہل بیت کے لئے وعید

محبین اہل بیت کے لئے ان ایمان افروز بشارتوں کے بعد دشمنان اہل بیت کو خبردار کرتے ہوئے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الاومن مات علی بغض آل محمد جاء یوم القیامة مکتوبا بین عینیه آیس من رحمة اللّٰه ...... الاومن مات علی بغض آل محمد مات کافرا ...... الاومن مات علی بغض آل محمد لم یشم رائحة الجنة ...... (تفسیر کبیر)

''پوری توجہ سے سن لو! جو شخص اہل بیت کے بغض وعداوت پر مرا، وہ بروز قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا ''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید''......خوب ذہن نشین کرلو! جو شخص اہل بیت کے بغض وعداوت پر مرا، وہ کافر مرا......اور کان کھول کر سن لو! جو شخص اہل بیت کے بغض وعداوت پر فوت ہوا، وہ جنت کی خوش بو سے محروم کردیا جائے گا''......

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا، اے دشمنان اہل بیت

(ذوقِ نعت)

اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کے اہل بیت اطہار اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اور غلامی میں زندہ رکھے، اس پر ہمارا خاتمہ ہو اور روز قیامت ان کی معیت نصیب

Marfat.com

ہو:

خدایا به حق بنی فاطمه
که بر قول ایماں کنی خاتمه
اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست و دامان آل رسول

(بوستان شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ)

(باب مدینۃ العلم، مرتضٰی، مشکل کشا، مولیٰ علی از صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری صفحات 385 تا 400 من وعن)

Marfat.com

السلام اے نوع انساں را نوید فتح باب
السلام اے قبلہ گاہِ عاشقاں اے بوتراب
السلام اے وارثِ علم رسولِ ہاشمی
السلام اے نقطۂ آغاز در اُم الکتاب
السلام اے خسرو اقلیم قرطاس وقلم
السلام اے تاج دار منبر وحسن خطاب
السلام اے فخر ناداری ونازِ مفلسی
السلام اے فقر را سرمایۂ کامل نصاب

(صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

شعر و سخن

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم دیگر علوم کی طرح شعر و سخن میں بھی مہارت نامہ رکھتے تھے...... شعبی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم شعر کہہ لیتے تھے لیکن:

کان علی اشعر من الثلاثة ...... (مختصر تاریخ دمشق)

''حضرت علی تینوں خلفاء سے بڑے شاعر تھے''......

تبرکاً چند اشعار درج کیے جاتے ہیں:

اذا کنت فی نعمة فارعها
فان المعاصی تزیل النعم
و داوم علیها بشکر الاله
فان الاله سریع النقم

(نورالابصار)

''اگر تم ناز و نعمت کی زندگی بسر کر رہے ہو تو اس کی قدر کرو (اور گناہوں سے احتراز کرو) کیوں کہ گناہ نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں...... اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے نعمتوں کو دائمی بنا لو ورنہ اللہ تعالیٰ بہت جلد انتقام لینے والا ہے''......

ففز بعلم ولا تطلب به بدلا
فالناس موتی واهل العلم احیاء

(دیوان امام علی رضی اللہ عنہ)

''لوگوں کو تعلیم دو اور اس کا بدلہ مت چاہو...... سب لوگ مردہ ہیں مگر علماء زندہ

Marfat.com

ہیں"......

الایا ساکن القصر المعلی

ستدفن عن قریب فی التراب

لہ ملك ینادی کل یوم

لدوا للموت وابنوا للخراب

(تذکرہ مشائخ قادریہ)(دیوان علی رضی اللہ عنہ)

"اے اونچے محلوں میں آرام کرنے والے! عنقریب تمہیں مٹی میں دفن کر دیا جائے گا......روزانہ فرشتہ ندا کرتا ہے کہ موت کے لئے جنم دو (جیو) اور ویرانی کے لئے عمارات بناؤ"......

وکن معدنا للحلم واصفح عن الاذی

فانك لاق ما عملت وسامع

واحبب اذا احببت حبا مقاربا

فانك لا تدری متی الحب راجع

وابغض اذا ابغضت بغضا مقاربا

فانك لا تدری متی البغض رافع

(نورالابصار)

"تحمل اور بردباری کی کان ہو جاؤ اور ایذاء رسانی سے درگزر کرو، اس لئے کہ تمہیں ایسے معاملات سے واسطہ پڑ سکتا ہے......کسی سے محبت کرو تو مناسب حد تک، کیوں کہ کیا پتا کب سلسلۂ محبت ختم ہو جائے......اسی طرح کسی سے بغض وعداوت ہو تو اس میں بھی حد اعتدال کو قائم رکھو، ممکن ہے کسی بھی وقت عداوت محبت میں بدل جائے (تو کسی قسم کی ندامت کا احساس نہ ہو)"......

احمد ربی علی خصال

خص بها سادة الرجال

Marfat.com

لـــزوم صبـــر وخـــلـــع كـبـــر
وصـــون عـــرض وبـــذل مـــال

(نور الابصار)

"اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سراپا سپاس گزار ہوں کہ اس نے مجھے ان خصائل سے نوازا ہے، جو بزرگوں کے لئے مخصوص ہیں ...... یعنی صبر کا دامن تھامے رکھنا، تکبر سے براءت، عزت کی حفاظت اور (راہ حق میں) مال خرچ کرنا" ......

اذا اشـتـمـلـت عـلـى اليـاس القلوب
وضـاق لـمـا بـه الـصـدر الرحيب
واوطـنـت الـمـكـاره واطـمـانـت
وارسـت فـى امـا كـنـهـا الخطوب
ولـم تـر لانـكـشـاف الـضـر وجهًا
ولا اغـنـى بـحـيـلـتـه الاريـب
اتـاك عـلـى قـنـوط منك غـوث
يـمـن بـه الـقـريـب الـمـسـتـجـيـب
وكـل الـحـادثـات اذا تـنـاهـت
فـمـوصـول بهـا الـفـرج الـقـريـب

(دیوان علی رضی اللہ عنہ)

"جب دلوں پر ناامیدی کے بادل چھا جائیں، سینے باوجود وسعت کے تنگ ہو جائیں اور مصائب و آلام متمکن ہو کر قرار پکڑ لیں اور پریشانیاں ڈیرے ڈال لیں، سختیاں گھر کر جائیں، خلاصی کی صورت دکھائی نہ دے اور دانا شخص کے لئے کوئی حیلہ کارگر نہ رہے، تو اس ناامیدی میں دعاؤں کو قبول کرنے والا (رگ جاں سے بھی) قریب، رب کریم اپنی کرم نوازی فرمائے گا اور تیرے

Marfat.com

پاس مددگار پہنچ جائے گا...... جب حوادث زمانہ اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو جلد ہی مصائب سے رہائی اور کشاکش کی صورت پیدا ہو جاتی ہے"......

علم نحو کی تدوین

عربی عبارت کی صحت و درستی کے لئے علم نحو پر دسترس ضروری ہے۔اس عظیم الشان فن کی تدوین کا سہرا بھی باب مدینۃ العلم کے فرق ناز پر سجتا ہے...... ابوالاسود دؤلی کہتے ہیں، ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سر جھکائے متفکر بیٹھے تھے، میں نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

میں نے لوگوں کو اعراب میں غلطی کرتے سنا ہے اس لئے سوچ رہا ہوں کہ عربی گرامر کی کتاب مرتب کر دوں......

میں نے عرض کی، اگر ایسا ہو جائے تو عربی کو حیات مل جائے گی...... تین روز کے بعد میں دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا...... آپ نے مجھے ایک کاغذ عنایت فرمایا، جس میں تسمیہ کے بعد کلمہ کے اقسام، اسم، فعل اور حرف وغیرہ، نحو کے ابتدائی مسائل درج تھے...... آپ نے فرمایا:

مزید غور وخوض کر کے اس میں مسائل کا اضافہ کرو، اس سلسلے میں آپ نے چند ہدایات دیں......

چناں چہ کچھ دنوں بعد حسب ہدایت چند قواعد لکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کئے، جن میں حروف ناصبہ کا بیان بھی تھا، میں نے ان، ان، لیت، لعل اور کان کا ذکر کیا تھا، آپ نے تصحیح فرما کر لکن کا اضافہ کر دیا...... (تاریخ الخلفاء)

اسلامی تقویم

باب مدینۃ العلم کے علمی کارناموں میں ایک کام ہجری تقویم کی بنیاد مقرر کرنا ہے...... لوگ واقعات کی تاریخ مختلف طریقوں سے محفوظ کرتے تھے، جن سے سنہ کے تعین میں غلطی

Marfat.com

واقع ہو جاتی ...... سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے سولہویں سال ایک تحریر ملاحظہ فرمائی، جس پر شعبان کی تاریخ درج تھی، آپ نے پوچھا کون سا شعبان؟...... اس سال کا یا گزشتہ کسی سال کا ...... آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس سلسلے میں مشاورت کی ...... سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہجرت نبوی کو بنیاد بنانے کا مشورہ دیا، کیوں کہ ہجرت کا واقعہ اشاعت اسلام اور ایک عظیم انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوا تھا ...... چناں چہ سب نے آپ کے اس صائب مشورے کو بے حد پسند کیا ...... آج تک آپ کا تجویز کردہ سنہ ہجری رائج چلا آ رہا ہے ......(البدایہ والنہایہ)

(باب مدینۃ العلم ۔ از صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی صفحات 167 تا 173 من وعن)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

انجیل میں حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

ایک شخص حبہ عرنی جو حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کے قریبیوں میں تھا کا بیان ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے دوران جنگ حضرت حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ نے دریا کے کنارے پر پڑاؤ ڈالا۔ اچانک وہاں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا:

''السلام علیک یا امیر المومنین!''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''وعلیکم السلام''

پھر اس شخص نے کہا: ''اے امیر المومنین! میں سمعون بن یوحنا ہوں اور اس کلیسا میں سکونت پذیر ہوں۔''

اس نے کلیسا کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''اے امیر المومنین! ہمارے پاس ایک کتاب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے میراث در میراث چلی آ رہی ہے اگر آپ رضی اللہ عنہ پسند کریں تو پڑھ کر سناؤں اور اگر آپ رضی اللہ عنہ پسند کریں تو خدمت میں حاضر کروں۔''

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''پڑھ کر سناؤ''

اس نے پڑھنا شروع کیا، اس کتاب میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کا بیان تھا اور آخری مضمون یہ تھا کہ:

''ایک روز ایسا آنے والا ہے کہ اس دریا کے کنارے وہ شخص اُترے گا جو اس زمانہ میں دین اور عزیز داری کے لحاظ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ترین ہوگا۔ وہ اہل مشرق کے ساتھ اہل مغرب سے مقابلہ کرے گا۔ اس کے سامنے دنیا کی حیثیت ریت سے بھی کمتر ہوگی۔ وہ جنگ کی سختی میں طوفانوں سے بھی قوت میں بڑھ کر ہوگا اور اس کی نگاہوں میں موت اتنی عزیز ہوگی جتنا کہ شربت عزیز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا حامی و ناصر ہوگا اور اس

Marfat.com

کے ساتھ قتل ہونا درجۂ شہادت ہوگا۔''

پھر اس راہب نے کہا:

''جب اس نبی کی بعثت ہوئی تو میں نے ایمان قبول کر لیا اور اب جبکہ آپ نے یہاں ڈیرہ ڈالا ہے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں تاکہ زندگی اور موت آپ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دوں۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خوب آنسو بھر کر روئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے دیگر ساتھی بھی رونے لگے پھر فرمایا:

''تمام تعریفوں کے لائق وہ ذات الہ العالمین ہے جس نے میرا ذکر صالحین کے صحیفہ میں کیا ہے۔''

پھر حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ نے حبہ عرنی سے کہا:

''اے حبہ! اس کی دن رات نگرانی کرتے رہو۔''

ازاں بعد جب بھی آپ کھانا تناول فرماتے تو اسے بلا لیتے۔ وہ راہب اس وقت مقام لیلتہ الہریرہ میں شہید ہوا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے سخت جنگ میں مشغول تھے۔ حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور پھر اسے قبر میں اُتار کر فرمایا:

''یہ شخص اہل بیت میں سے ہے۔''

(بارہ امام۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیلئے سورج کا واپس آنا

اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیر خدا کے لئے دوبار سورج کو مغرب سے لوٹایا۔ پہلی مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اور دوسری مرتبہ وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد۔ حضرت اُمِ سلمہ، حضرت اسماء بنت عمیس، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

ایک روز حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کے ہاں مقیم تھے اور آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گرانی وحی کے سبب سے بھی اپنا سر مبارک حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کی ران سے نہ اُٹھایا۔ حضرت حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ نے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے نماز ادا کر لی۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثقل و گرانی وحی ختم ہوئی تو پوچھا: اے علی! تمہاری نمازِ عصر فوت ہو چکی ہے۔ حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور میں نے بیٹھے بیٹھے اشارات سے ادا کر لی تھی۔ یہ سن کر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دُعا کروں کہ اللہ تعالیٰ سورج کو لوٹا دے تاکہ تم نمازِ عصر وقت پر ادا کر لو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی تو سورج واپس پلٹ آیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ نمازِ عصر کا وقت تھا۔ پھر حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ نے نمازِ عصر بروقت ادا فرمالی۔

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر کیا خوب فرمایا۔

تیری مرضی پا گیا سورج پھر اُلٹے قدم
تیری اُنگلی اُٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

(بحوالہ ایضاً)

خواب میں سرکارِ مدینہ کی زیارت

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کل خواب میں سید کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ میں نے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا:

”یارسول اللہ! آپ کی اُمت کی تمام مشکلات مجھ پر آپڑی ہیں۔“

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”دعا کیجئے۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی:

”اے الہ العالمین! مجھے ان سے بہتر افراد عطا فرما اور ان پر مجھ سے بدتر حاکم مسلط کر۔“ آپ رضی اللہ عنہ نے اُسی روز جامِ شہادت نوش فرمایا۔ (بحوالہ ایضاً)

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دنیا سے بے رغبتی اور خشیت الٰہی

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دنیا سے بے رغبتی اور خشیت الٰہی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت، اور وہ بات جو ان کی علامت اور پہچان بن گئی تھی، وہ ان کی دنیا سے ایسی حالت میں بے رغبتی و بے نیازی تھی، جب کہ عیش و آرام کے تمام اسباب ان کے قدموں پر تھے، اور حکومت کے پورے اختیارات اور فراغت و دولت کے سارے وسائل و اسباب آپ کو حاصل تھے، لوگوں کی طرف سے تعظیم و تکریم میں کمی نہ تھی، کوئی ان پر نقد نہیں کرسکتا تھا اور نہ محاسبہ کرسکتا تھا۔

یحیٰ بن معین علی بن جعد سے روایت کرتے ہیں، اور وہ حسن بن صالح سے نقل کرتے ہیں کہ "حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی مجلس[1] میں ایک بار زُہاد (دنیا سے بے رغبتی میں ممتاز افراد) کا ذکر چھڑا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "ازهد الناس في الدنيا علي بن أبي طالب" دنیا میں سب سے زیادہ زاہد علی بن ابی طالب تھے۔[2]

ابوعبیدہ عنترہ کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا: "میں خورنق[3] میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، وہ ایک چادر اوڑھے ہوئے سردی سے کانپ رہے تھے، میں نے کہا: امیر المومنین! اللہ نے آپ اور آپ کے افرادِ خاندان کے لئے اس مال میں حصہ رکھا ہے، اور آپ سردی سے کانپ رہے ہیں؟ فرمایا: "میں تمہارے مال سے کچھ نہیں لیتا، میری یہی چادر ہے، جس کو میں اپنے گھر سے لے کر نکلا تھا" ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: "یہی چادر ہے جس کو میں مدینہ سے لے کر نکلا تھا۔"[4]

ابونعیم، بنی ثقیف کے ایک ایسے شخص کے حوالہ سے کہتے ہیں جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

---

[1] حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ خود بھی بڑے زاہدوں میں تھے، (ملاحظہ ہو سیرت عمر بن عبدالعزیز لابن الجوزی)

[2] البدایۃ والنہایۃ۔ ج۸، ص۵

[3] خورنق: شاہی محل، امیر کے رہنے کا قلعہ یا وہ جگہ جہاں قدیم ایرانی محل خورنق تھا۔

[4] البدایۃ والنہایۃ ج۸، ص۳ اور اسی طرح کی روایت ابونعیم نے "الحلیۃ" میں کی ہے۔ ج۱، ص۸۲

Marfat.com

عکبرا[1] کا حاکم (گورنر) بنایا تھا، ان کا بیان ہے کہ اس علاقہ[2] میں نمازی نہیں تھے، (حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں آئے) تو مجھ سے کہا کہ جب ظہر کا وقت ہو تو میرے پاس آ جانا، چنانچہ ظہر کے وقت میں وہاں پہنچا تو دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک پیالہ اور پانی کا ایک آبخورہ رکھا ہے، آپ نے مٹی کی ایک ہانڈی طلب کی جو وہاں رکھی تھی، جب ان کے سامنے آئی تو اس پر مہر لگی تھی، میں نے دل میں کہا کہ یہ میری لالچ بڑھا رہے ہیں کہ اس میں سے کوئی ہیرا جواہر نکالیں گے، مگر جب انہوں نے اس کی مہر توڑی تو اس میں صرف ستو تھا، آپ نے اس میں سے تھوڑا نکالا، اس پر پانی ڈالا، خود پیا اور مجھے بھی پلایا، مجھ سے رہا نہ گیا، میں نے کہا: ''امیر المومنین! آپ عراق میں رہ کر یہ کھاتے ہیں، یہاں کے عوام کا کھانا بھی اس سے کہیں بہتر ہوتا ہے'' فرمایا: واللہ میں اس کو مہر بند بخل کی وجہ سے نہیں رکھتا۔ بات یہ ہے کہ میں اسی قدر خریدتا ہوں جتنی ضرورت ہو اور ڈرتا ہوں کہ اگر یہ ختم ہو جائے تو دوسرے مال سے ستو بنا دیا جائے۔ اس لئے اس کی اتنی حفاظت کرتا ہوں، میں پسند نہیں کرتا کہ میرے پیٹ میں سوائے حلال و پاک چیز کے کچھ جائے۔''[3]

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا، آپ نے اس فالودہ کو مخاطب کر کے فرمایا: تیری خوشبو اچھی ہے، رنگ حسین ہے، مزہ لذیذ ہے، مگر میں نہیں چاہتا کہ نفس کو ایسی چیز کا عادی بناؤں جس کا وہ اب تک عادی نہیں ہے۔[4]

زید بن وہب سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے اس حال میں نکلے کہ ایک تہ بند باندھے ہوئے تھے، اور ایک چادر سے جسم ڈھکے ہوئے تھے، تہ بند کو کپڑے کے ایک چیتھڑے سے (کمر بند کی جگہ) باندھ رکھا تھا، ان سے کہا گیا کہ آپ اس

---

[1] موصل کے قریب ایک شہر ہے، یہاں بہت سے مصنفین پیدا ہوئے مثلاً املاء ما من بہ الرحمٰن کے مؤلف حسین بن عبداللہ العکبری۔

[2] اصل لفظ السواد ہے، ''اقرب الموارد'' میں ہے کہ بصرہ اور موصل کے درمیانی مقامات کو السواد کہتے ہیں، لیکن عام طور پر پورے عراق کو السواد کہتے ہیں۔

[3] حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۸۲ (دار الکتاب العربی بیروت، ط ۳، ۱۹۸۰ء)

[4] ایضاً ج ۱ ص ۸۱

Marfat.com

لباس میں کس طرح رہتے ہیں؟ تو فرمایا: میں یہ لباس اس لئے پسند کرتا ہوں کہ یہ نمائش سے بہت دور اور نماز میں عافیت دہ ہے، اور مومن کی سنت ہے۔ [1]

مجمع بن سمعان التیمی سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لئے بازار کی طرف گئے اور وہاں جا کر کہا کون مجھ سے یہ تلوار خریدتا ہے؟ اگر میرے پاس چار درہم ہوتے جن سے میں تہ بند خرید سکتا تو یہ تلوار نہ فروخت کرتا۔ [2]

احمد عبداللہ بن رزین کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے میری طرف خربوزہ بڑھایا، ہم نے کہا: اللہ آپ کا بھلا کرے، آپ نے بط کھلائی ہوتی، اللہ نے بہت فراغت کی ہے، فرمایا: یا ابن رزین! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ خلیفہ کے لئے صرف دو ہی کھانے حلال ہیں، ایک جس کو وہ خود اور اس کے گھر والے کھائیں اور دوسرا وہ جو لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ [3]

ابوعبیدہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے سال میں تین بار مقررہ حصے تقسیم کئے، اس کے بعد اصبہان سے مال آ گیا، آپ نے فرمایا اس کو چوتھی بار دی جانے والی رقم قرار دو، میں تمہارے مال کا خازن نہیں ہوں، کچھ لوگوں نے اس کو لیا اور کچھ لوگوں نے نہیں لیا۔ [4]

ایک بار حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اس میں فرمایا:

"لوگو! اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے تمہارے مال سے نہ تھوڑا لیا ہے، نہ بہت سوائے اس شے کے، اور جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر دکھائی، جس میں عطر یا کوئی خوشبو تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے ایک دہقان نے یہ ہدیہ دیا ہے، پھر وہ بیت المال تشریف لائے اور کہا یہ لو (وہ شیشی بیت المال میں جمع کر دی) اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

---

[1] المنتخب ج ۵ ص ۵۸

[2] حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۸۲ دار الکتاب بیروت ۱۹۸۰ء

[3] ایضاً ج ا ص ۸۱

[4] المنتخب ج ۵ ص ۵۸

Marfat.com

أفلح من كانت له قوصرة[1] يأكل منها كل يوم تمرة

کامیاب ہوا وہ جس کے پاس ایک لکڑی کا چھوٹا سا ڈبہ ہو، اس میں سے روزانہ ایک کھجور نکال کر کھالیتا ہو۔"

ہبیرۃ بن مریم کا بیان ہے: انہوں نے کہا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات پر ایک مرتبہ خطبہ دیا اس میں فرمایا:

"اے لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص جدا ہوا ہے، جس نے سونا چاندی نہیں چھوڑا ہے، صرف سات سو درہم اس کی تحویل میں تھے جو اس کو بیت المال کے مقررہ حصہ میں ملے تھے، اس رقم سے وہ ایک خادم خریدنے کا ارادہ کر رہا تھا۔"[2]

مال اور کھانے پینے کی چیزوں میں احتیاط و تورع سے زیادہ مشکل زُہد وہ ہے جو حکم شرع اور قاضی کے فیصلہ پر سر جھکا دینے اور راضی خوشی اس کو قبول کرنے پر مائل کرے، خاص طور پر جب کہ فریق ثانی غیر مسلم ہو اور ایسے موقع پر اپنی سیادت اور حکمرانی کا اظہار بھی نہ کرے، یہ بات مذکورہ ذیل قصہ میں نظر آتی ہے۔

حاکم، شعبی سے روایت کرتے ہیں:۔

"معرکۂ جمل کے موقع پر علی رضی اللہ عنہ کی زرہ ضائع ہوگئی، ایک شخص کو ملی اس نے بیچ ڈالی، کسی نے ایک یہودی کے پاس وہ زرہ دیکھ کر پہچان لیا، اس کا مقدمہ شریح کے محکمہ قضا میں پہنچا، علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شہادت حسن رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام قنبر نے دی، قاضی شریح نے کہا: حسن رضی اللہ عنہ کے بجائے کوئی اور گواہ لائیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا آپ کو حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت قبول نہیں ہے؟ کہا: نہیں، کیونکہ میں نے آپ کی ہدایت یاد رکھی ہے کہ باپ کے

---

[1] القوصرة: لکڑی کے چھوٹے سے ڈبہ کو کہتے ہیں۔

[2] مصنف ابن ابی شیبۃ۔ کتاب الفضائل ج ۱۲ ص ۷۴ (ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراچی۔ پاکستان ۱۹۸۷ء)

Marfat.com

حق میں بیٹے کی شہادت قبول نہیں کی جاتی، پھر یہودی سے کہا، یہ زرہ تم لے لو، یہودی نے کہا: امیر المومنین خود سے مسلمانوں کے قاضی کے، پاس آئے اور اس نے ان کے خلاف فیصلہ دیا اور اس پر وہ راضی رہے!! واللہ اے امیر المومنین آپ نے سچ کہا تھا، یہ آپ ہی کی زرہ ہے، آپ کے اونٹ سے گر گئی تھی جس کو میں نے اُٹھالیا تھا'' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ اس کو بخش دی اور وہ شخص جو اسلام لایا تھا، ہمیشہ آپ کے ساتھ رہا اور صفین کے موقع پر شہید ہوا۔''[1]

اس زہد، ورع اور صلابت دینی کے باوجود آپ میں کبھی خشکی وترش روئی، چہرے اور پیشانی پر نفرت و بیزاری کے آثار نہیں دیکھے گئے، آپ اُن میں بھی نہیں تھے، جن کی صحبت سے لوگ ان کی خشکی اور خشک مزاجی کی وجہ سے دور رہتے ہیں، اور پاس بیٹھنے سے گھبراتے ہیں، اس کے برخلاف آپ انتہائی خندہ جبیں محبت وشفقت سے پیش آنے والے تھے، چہرہ پر شگفتگی کے آثار نظر آتے تھے، آپ کے اوصافِ ذاتی بیان کرنے والوں نے لکھا ہے:۔

''آپ میں مردانہ حسن اور وجاہت تھی، متبسم رہتے تھے، چال میں میانہ روی تھی، زمین پر ہلکے قدم رکھتے تھے۔''[2]

امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ اور ان کی شہادت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اُن کی حمایت میں اعلیٰ ترین کردار

خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اس کے بعد حملوں اور شورشوں کی بوچھاڑ پڑ گئی، ایسی شورش جو کسی حال میں بھی خلافت اور خلیفہ کے معاملہ میں روا نہیں ہو سکتی،

---

[1] کنز العمال ج ۴ ص ۶، حاکم نے ''الکنٰی'' میں، اور ابو نعیم نے ''الحلیۃ'' (ج ۴ ص ۱۳۹) میں تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

[2] البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۲۲۳

Marfat.com

اور ایسے زمانہ میں جو عہد نبوی اور حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ سے اس قدر قریب ہو، مگر بقول العقاد کے "یہ ناخدا ترس اور ہنگامہ پسند لوگوں کی شورشوں میں سے ایک شورش تھی، جن سے کچھ بھی بعید نہ تھا۔"

باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو گھر کے اندر محصور کر دیا اور ہر طرف سے ناکہ بندی اور گھیراؤ کر لیا، بہت سے صحابہ گھروں سے نکلے نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صاحبزادوں کی ایک جماعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر گئی جس میں حضرات حسن، حسین، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم تھے، وہ سب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے باغیوں سے بحث کرنے سمجھانے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے سینہ سپر تھے کہ کوئی ان کے مکان کے اندر نہ جانے پائے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد میں آنا چھوڑ دیا، یہ محاصرہ آخر ذیقعدہ سے ۱۸ / ذی الحجہ روز جمعہ تک ختم نہیں ہوا، اس سے ایک روز پہلے ان لوگوں سے جو ان کے مکان پر موجود تھے، جن میں مہاجر وانصار دونوں تھے، اوران کی تعداد سات سو کے قریب تھی، اور جن میں حضرات عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم اوران کے غلاموں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جو باغیوں کے روکنے کے لئے (اگر ان کو اجازت ہوتی) کافی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس پر بھی میرا کوئی حق ہے، اس کو قسم دیتا ہوں کہ وہ اپنا ہاتھ روک لے اور اپنے گھر چلا جائے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اعیانِ صحابہ اوران کے صاحبزادوں کی بڑی جماعت تھی، انہوں نے اپنے غلاموں سے بھی کہا، جو تلوار میان میں کر لے وہ آزاد ہے، اور روایت ہے کہ آخری شخص جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلا وہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما تھے۔[1]

البلاذری نے "انساب الاشراف" میں لکھا ہے کہ لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تیر سے وار کیا جس سے حضرت حسن جو اس وقت ان کے دروازہ پر تھے، خون سے رنگین ہو گئے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر زخمی ہو گئے۔

---

[1] ابن کثیر ج ۷ ص ۱۸۱-۱۸۲ (باختصار)

Marfat.com

ابو محمد الانصاری سے روایت ہے کہ میں نے خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گھر کے اندر اس حال میں دیکھا کہ باہر کھڑے ہوئے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اُن کی مدافعت کر رہے تھے، اور اس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے اور میں ان لوگوں میں ہوں جو ان کو زخمی حالت میں اٹھا کر لائے۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدافعت اور باغیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے اجازت طلب کی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں خدا کا واسطہ اس شخص کو دیتا ہوں جو اللہ کو مانتا اور اس کو حق سمجھتا اور اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ میرا اس پر کوئی حق بھی ہے، ایک پچھنے کے لگانے بھر بھی میری خاطر خون نہ بہائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اجازت طلب کی اور انہوں نے دوبارہ یہی جواب دیا، پھر وہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) مسجد میں آئے، اذان ہوئی، لوگوں نے کہا: ''ابا الحسن! آگے بڑھئے اور نماز پڑھایئے!'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''امام جب کہ خانہ قید ہے، میں نماز نہیں پڑھاؤں گا، لیکن میں تنہا اپنی نماز پڑھوں گا۔'' چنانچہ تنہا نماز پڑھ کر اپنے گھر واپس گئے۔ [2]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ناکہ بندی اور بھی سخت ہوگئی اور ان کے لئے باہر سے کسی قسم کا رابطہ رکھنے کا موقع نہیں دیا گیا، ان کے پاس جو پانی تھا، وہ ختم ہو گیا، مسلمانوں سے انہوں نے پانی طلب کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اپنی سواری پر گئے اور پانی کا ایک مشکیزہ لے کر اندر داخل ہوئے، بڑی مشقت سے وہاں پہنچ سکے، باغیوں نے ان کو برا اور سخت وست کہا اور ان کی سواری کے جانور کو بھگا دیا۔ [3]

البلاذری نے ''انساب الاشراف'' میں لکھا ہے:۔

''یہ بات جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو آپ نے تین مشکیزے پانی سے

---

[1] انساب الاشراف، ج ۵ ص ۹۵-۹۶ طبع جدید

[2] ''عثمان بن عفان ذوالنورین'' (مصنفہ استاذ صادق عرجون) ص ۲۱۸-۲۱۹

[3] ابن کثیر ج ۷، ص ۱۸۷

Marfat.com

بھرے ہوئے بھیجے، بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کے متعدد موالی اُس کو پہنچانے میں زخمی ہوئے، ورنہ وہ پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔

شیعی کتابوں سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے مثلاً ''ناسخ التواریخ'' اور ''الفوائد الرضویہ'' مطبوعہ ایران وغیرہ [1]

روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: قبل اس کے کہ کوئی آپ پر حملہ آور ہو، میرے ساتھ شام نکل چلئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار (ہمسائیگی) کو میں کسی قیمت پر نہیں دے سکتا خواہ میری گردن کا تار تار کاٹ دیا جائے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر ایسا ہو سکتا ہے کہ میں شام سے ایک فوج بھیج دوں جو مدینہ میں آپ کی حفاظت کے لئے رہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوسیوں پر رزق تنگ کروں کہ باہر سے آئی ہوئی فوج ان کے ساتھ آ کر رہے (اور اہل مدینہ کی جو خدمت ہوتی ہے اس میں حصہ بٹائے) اور اہل ہجرت ونصرت کے لئے تنگی کا باعث ہو، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا، واللہ اے امیر المومنین آپ میری بات نہیں مانتے تو آپ کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا، اور یہ ظالم آپ کو چھوڑیں گے نہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل'' [2]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں جو لوگ موجود تھے، ان میں سے اور نا خدا ترس حملہ آوروں میں سے ایک جماعت قتل ہوگئی، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو کئی زخم لگے، اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی گھائل ہوئے۔ [3]

حملہ آوروں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ خلافت سے دستبردار ہو جائیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تم لوگوں کا معاملہ ہے جس کو چاہو امیر بنالو، اور فرمایا رہا یہ کہ میں منصب خلافت سے دستبردار ہو جاؤں تو میں وہ خلعت (ازخود) اتارنے کے لئے تیار نہیں، جو اللہ نے مجھے پہنائی ہے۔ [4]

---

[1] انساب الاشراف۔ ج ۵ ص ۶۸-۶۹

[2] تاریخ الامم والملوک للطبری ج ۵، ص ۱۰۱

[3] شرح نہج البلاغہ ۳/۲۸۶

[4] البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۱۸۴

Marfat.com

یہ بات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے مطابق فرمائی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا: ''اے عثمان اللہ شاید تمہیں ایک خلعت پہنائے اگر لوگ تم سے اس کے اتارنے کا مطالبہ کریں تو نہ اتارنا''۔ ؎۱

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نائلہ کہتی ہیں، جس روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اس دن وہ روزہ سے تھے۔ ؎۲

حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صبح ہی لوگوں سے کہا تھا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، اسی روز وہ شہید ہوئے ؎۳ بوقت شہادت ان کے سامنے مصحف تھا، اور وہ قرآن کی تلاوت کررہے تھے۔ ؎۴

ان کی شہادت جمعہ ۱۸/ذی الحجہ ۳۵ھ کو واقع ہوئی۔

الحافظ تقی الدین السبکی م ۷۵۶ھ نے کہا:۔

''ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امام برحق تھے، اور مظلوم شہید تھے، ان کے خون سے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو محفوظ رکھا، ان کے قتل کا ذمہ دار شیطان خبیث ہے، اس کا کوئی ثبوت ہم کو نہیں ملتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی ان کے قتل کئے جانے کو پسند کیا ہو بلکہ جو بات پایۂ ثبوت تک پہنچی ہے، وہ یہی کہ ہر ایک نے اس کو ناپسند کیا۔ ؎۵

؎۱ جامع ترمذی کتاب المناقب ''باب فی مناقب عثمان'' حدیث نمبر ۳۷۰۵

؎۲ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۱۸۳

؎۳ ایضاً ص ۱۸۲

؎۴ ایضاً ص ۱۸۴-۱۸۵

بعض معاصر مصنفوں کو یقین ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف سازش میں یہود و نصاریٰ (اہل کتاب) کا ہاتھ بھی تھا، اور جیسا کہ لکھنے والوں کا خیال ہے...... خود کعب الاحبار اس میں ملوث تھے، ڈاکٹر جمیل عبداللہ مصری اپنی کتاب (اثر اہل الکتاب) میں لکھتے ہیں:۔

''خلیفۂ ثالث حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں اُمت جس ابتلاء کا شکار ہوئی وہ فتنے اور سازشیں تھیں، جن کا پلان بنانے میں یہود و نصاریٰ اور اسلامی سلطنت کے سب ہی دشمن شریک تھے۔''

؎۵ ''التقریر والتحبیر شرح التحریر'' از علامہ ابن امیر الحجاج۔ ج ۲، ص ۲۶۰ طبع بولاق ۱۳۱۶ھ

Marfat.com

مزید لکھتے ہیں:

"جب کعب نے مدینہ اور شام میں فضا تیار کر لی، عبداللہ بن سبا دشمن طاقتوں کے تعاون سے سازش کا جال بننے میں سرگرم ہو گیا، چنانچہ اس نے مسلمانوں کی صفوں میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے پروپیگنڈہ کی ایک منظم مہم چلائی اور چند ناخدا ترس (دل کے بیمار) افراد کو مسلم علاقوں میں بھیجا، جن کی دعوت قبول کرنے والے بصرہ، کوفہ اور مصر میں مل گئے۔" (ص ۲۴۹)

(المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ مجلس نشریات اسلام۔ کراچی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر سخن

حضرت علی بن ابی طالب نے چار سال نو مہینے تک فریضہ خلافت انجام دیا۔ اپنے اس دور خلافت میں انہوں نے اپنے عمال اور سلطنت اسلامی کے متعدد منصب داروں سے متواتر اور مسلسل رابطہ رکھا۔ اس رابطے کے لئے زبانی ہدایات کے ساتھ مکتوبات، خطوط اور پیغامات کے ذریعے سے ان لوگوں کی جابجا رہنمائی کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس حوالے سے جو ارشادات ہیں اصل میں ان کی حیثیت اور اہمیت دستور جہاں بانی کی ہے۔ وہ انسانیت کے لئے ایک دستور حیات کا درجہ رکھتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مالک اشتر گورنر مصر کو جو ایک مبسوط خط لکھا، اس کی امتیازی حیثیت اس اعتبار سے بھی ہے کہ اس خط میں ایک طرح سے انہوں نے پورے دستور حکومت کی نشاندہی کر دی تھی۔

مالک اشتر کے نام ایک مکتوب

مالک اشتر کو حضرت علی نے جب مصر کا گورنر مقرر کیا تو اس وقت انہیں ایک تاریخی اور عہد ساز مکتوب لکھا۔ ذیل میں اس کے چیدہ نکات پیش ہیں۔ اپنے اس مکتوب میں حضرت علی نے مالک بن الحارث اشتر کو جو اس کے منصب فرائض بتائے ان میں ملک کا خراج جمع کرنا۔ اس کے دشمنوں سے لڑنا، اس کے باشندوں کی سود و بہبود کا خیال رکھنا اور اس کی

Marfat.com

زمین کو آباد کرنا اہم نکات تھے۔اس پس منظر میں حضرت علی نے اسے جو ہدایت نامہ جاری کیا۔اس میں کہا گیا:

تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ نیک آدمی اس آواز سے پہچانا جاتا ہے جو خدا اپنے بندوں کی زبان پر اس کے لئے جاری کر دیتا ہے۔

لہٰذا تیرا دل پسند ذخیرہ عمل صالح کا ذخیرہ ہو۔اپنے دل میں رعایا کے لئے رحم، محبت، لطف پیدا کرنا۔خبردار! رعایا کے حق میں پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جانا کہ اسے لقمہ بنا ڈالنے ہی میں تجھے اپنی کامیابی دکھائی دے۔

خدا حاکم ہے

کبھی نہ بھولنا کہ تم رعایا کے افسر ہو۔خلیفہ تمہارا افسر ہے اور خدا خلیفہ کے اوپر حاکم ہے۔خلیفہ نے تمہیں حاکم بنایا ہے اور مصر کی ترقی و اصلاح کی ذمہ داری تمہیں سونپ دی ہے۔خبردار! رعایا سے کبھی نہ کہنا کہ میں تمہارا حاکم بنا دیا گیا ہوں، اور اب میں ہی سب کچھ ہوں۔سب کو میری تابعداری کرنی چاہئے۔اس ذہنیت سے فساد پیدا ہوتا ہے۔

اور اگر حکومت کی وجہ سے غرور پیدا ہونے لگے تو سب سے بڑے بادشاہ! اللہ کی طرف دیکھنا جو تمہارے اوپر ہے اور تم پر قدرت رکھتا ہے۔

خبردار خدا سے لڑائی مول نہ لینا، کیونکہ آدمی کے لئے خدا سے کوئی بچاؤ نہیں۔خدا کے عفو و رحمت سے تم کبھی بھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔خبردار! خدا کے ساتھ اس کی عظمت میں بازی نہ لگانا۔اس کی جبروت میں تشبہ اختیار نہ کرنا، کیونکہ خدا جباروں کو ذلیل کر ڈالتا ہے اور مغروروں کو نیچا دکھا دیتا ہے۔

خدا کے بندوں کی رضا

یہ بھی یاد رکھو کہ جو کوئی خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو خدا اپنے مظلوم بندوں کی طرف سے ظالم کا حریف بن جاتا ہے۔یہ بھی یاد رکھو عوام کی ناراضی، خواص کی رضامندی کو بہا لے جاتی ہے، اور خواص کی ناراضی، عوام کی ناراضی کے ہوتے ہوئے گوارا کر لی جاتی ہے۔کروڑوں (عوام) کے مقابلے میں سب سے کم ثابت قدم رہنے والے خواص ہی ہوتے ہیں۔

Marfat.com

مشاورت کی ضرورت

حتیٰ المقدور لوگوں کے ڈھکے کو ڈھکا ہی رہنے دینا۔ ایسا کرو گے تو خدا بھی تمہارے عیب ڈھکے رہنے دے گا جو تم رعایا سے چھپانا چاہتے ہو۔ وہ سب اسباب دور کر دینا جو لوگوں میں بغض و کینہ پیدا کرتے ہیں۔ عداوت و غیبت کی ہر رسی کاٹ ڈالنا۔ خبردار! چغل خور کی بات ماننے میں جلدی نہ کرنا، کیونکہ چغل خور دغا باز ہوتا ہے، اگرچہ خیر خواہ کا روپ دھار کر سامنے آتا ہے۔

اپنے مشورے میں بخیل کو شریک نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں احسان کرنے سے روکے گا، اور فقر سے ڈرائے گا۔ بزدل کو بھی شریک نہ کرنا، کیونکہ وہ مہمات میں تمہاری ہمت کو کمزور کر دے گا اور حریص کو بھی شریک نہ کرنا کیونکہ ظلم کی راہ سے دولت سمیٹنے کی ترغیب دے گا۔

حق گوئی و بیباکی

بدترین وزیر وہ ہے جو شریروں کی طرف داری کرے اور گناہوں میں ان کا ساجھی ہو۔ ایسے آدمی کو وزیر نہ بنانا۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ خاص الخاص لوگوں میں بھی وہی تمہاری نگاہ میں سب سے زیادہ مقبول ہوں جو زیادہ سے زیادہ کڑوی بات تم سے کہہ سکتے ہوں۔ اہل تقویٰ و صدق کو اپنا مصاحب بنانا۔

اچھے دستور

کسی اچھے دستور کو نہ توڑنا، جو اس امت کے اگلے لوگ جاری کر گئے ہیں۔ اور جس سے لوگوں میں اتحاد پیدا ہوتا ہے، رعایا کی بھلائی ہوتی ہے۔ اس بارے میں اہل علم و عرفان سے مشورہ کرتے رہنا کہ تعمیر و اصلاح کے وسائل کیا ہیں اور انہیں کس طرح استحکام و دوام بخشا جائے۔

افسر کی خوبیاں

دیکھو! اپنی فوج کے معاملے میں ہوشیاری سے کام لینا۔ انہی لوگوں کو افسر بنانا جو

Marfat.com

تمہارے خیال میں اللہ کے رسول اور تمہارے امام کے سب سے زیادہ خیر خواہ ہوں۔ صاف دل ہوں...... ہوش مند ہوں...... جلد غصے میں نہ آجاتے ہوں...... عذر معذرت قبول کر لیتے ہوں...... کمزوروں پر ترس کھاتے ہوں...... زبردستوں پر سخت ہوں...... نہ انہیں سختی جوش میں لے آتی ہو نہ کمزوری انہیں بٹھا دیتی ہو۔

فوج کے لئے انہی لوگوں کو منتخب کرنا جن کا حسب نسب اور خاندان اچھا ہے۔ وہی فوجی سردار تمہارے سب سے مقرب ہوں جو فوجیوں کی سب سے زیادہ مدد کرتے ہوں۔

رعایا کی امیدیں

رعایا کے لئے ان کی امیدوں کے میدان کشادہ رکھنا۔ بہادروں کے کارنامے سراہنا...... ہر آدمی کے کارنامے کا اعتراف کرنا۔ انعام دینے میں کبھی کوتاہی نہ کرنا۔ کسی ادنیٰ کے اعلیٰ کارنامے کو ضائع نہ کرنا۔

پھر ملک میں انصاف قائم کرنے کے لئے ایسے لوگوں کو انتخاب کرنا جو تمہاری نظر میں سب سے افضل ہوں تمہارا فرض ہے کہ اپنے قاضیوں کے فیصلوں کی جانچ کرتے رہو۔ اسی طرح عمال حکومت کے معاملات پر بھی نظر رکھنا ضروری ہے۔ عہدے داروں کو اچھی تنخواہیں دینا۔ نیک لوگوں کو مخبر بنا کر ان پر چھوڑ دینا۔ اس طرح اگر کوئی شخص خیانت کرے تو تم بھی سزا کا ہاتھ بڑھانا۔ جسمانی اذیت کے ساتھ ساتھ خیانت کی رقم بھی اگلوا لینا۔

دیکھو خراج اور محکمہ خراج کی نگرانی میں کوتاہی نہ ہو۔ خراج کے ٹھیک رہنے ہی میں سب کی بھلائی ہے، اور اسی میں سلطنت کی خوشحالی مضمر ہے۔

ملک کی بربادی

یاد رکھنا، ملک کی بربادی تو باشندوں کی غربت ہی سے ہوتی ہے اور باشندوں کی غربت کا یہ سبب ہوتا ہے کہ حاکم دولت سمیٹنے پر کمر باندھ لیتے ہیں کیونکہ انہیں اپنے تبادلوں اور زوال کا دھڑکا لگا رہتا ہے اور وہ عبرتوں سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے۔

دیکھو! اپنی حکومت میں اجارہ داری کی قطعی ممانعت کر دینا۔ ہر محکمے کا ایک صدر مقرر کرنا وہ مشکلات میں بدحواس نہ ہو۔ تمہارے زیر تسلط علاقے میں خرید و فروخت خوش دلی

Marfat.com

سے ہو۔ وزن بٹے ٹھیک رہیں۔ نرخ مقرر ہوں۔ یتیموں اور غریبوں کا خاص خیال رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ بھیک مانگنے پر مجبور ہو جائیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں حاکموں پر بے شک گراں ہوتی ہیں لیکن یہ بھی سوچنا پورے کا پورا حق گراں ہی ہے۔

عوام سے مجلس

اور تم اپنے وقت کا ایک حصہ فریادیوں کے لئے خاص کر دینا۔ سب کام چھوڑ کر ان سے ملا کرنا۔ ایسے موقعے پر تمہاری مجلس عام رہے کہ جس کا جی چاہے بے دھڑک چلا آئے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اس مجلس میں عوام ہی جمع ہوں گے۔ اب اگر یہ بدتمیزی سے بات کریں یا اپنا مطلب صاف بیان نہ کر سکیں تو خفا نہ ہونا۔ برداشت کر لینا۔ خبردار! زجر و توبیخ نہ کرنا۔ تکبر سے پیش نہ آنا۔

روز کا کام روز

اور ہاں ایک معاملہ یہ ہے کہ جس دن روپیہ آئے اسی دن مستحقوں میں بانٹ دینا۔ روز کا کام روز ختم کر دینا، کیونکہ ہر دن کے لئے اسی دن کا کام بہت ہوتا ہے۔

اور دیکھو اپنے وقت کا سب سے افضل حصہ اپنے پروردگار کے لئے خاص کر دینا۔ اگرچہ سب وقت اللہ ہی کے ہیں اور یاد رکھو! جب امامت کرنا تو ایسی امامت نہیں کہ لوگ نماز ہی سے بے زار ہو جائیں اور ایسی امامت بھی نہیں کہ نماز کا کوئی رکن ضائع ہو جائے۔

جب حاکم رعایا سے ملنا جلنا چھوڑ دیتا ہے تو رعایا بھی ان لوگوں سے ناواقف ہو جاتی ہے جو اس سے پردے میں ہو گئے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بڑے لوگ اس کی نگاہ میں چھوٹے ہو جاتے ہیں اور چھوٹے لوگ بڑے بن جاتے ہیں۔ اچھائی برائی بن جاتی ہے اور برائی اچھائی۔ حق اور باطل میں تمیز اٹھ جاتی ہے۔

تمہیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ حاکم کے درباریوں اور مصاحبوں میں خود غرضی، تعلی، زیادتی اور بدمعاملگی ہوا کرتی ہے۔ ان کے شر سے مخلوق کو بچانے کی صورت یہی ہے کہ ان کی برائیوں کے سرچشمے بند کر دیئے جائیں۔

اگر رعایا کو تم پر کبھی ظلم کا شبہ ہو جائے تو بے دھڑک رعایا کے سامنے آ جانا اور ان کا شبہ

Marfat.com

دور کر دینا۔ اس سے تمہارے نفس کی ریاضت ہوگی۔ دل میں رعایا کے لئے نرمی پیدا ہوگی۔

عہد کی پاسداری

خبردار! عہد و پیمان میں کوئی دھوکا، کوئی کھوٹ نہ رکھنا اور معاہدے کی عبارت ایسی نہ ہونے دینا کہ گول مول، مبہم ہو، کئی کئی مطلب اس سے نکلتے ہوں۔ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو عہد دے چکنے کے بعد ایسی عبارت سے فائدہ نہ اٹھانا۔

خبردار! خود پسندی کے شکار نہ ہو جانا، نفس کی جو بات پسند آئے اس پر بھروسہ نہ کرنا...... خوشامد پسندی سے بچنا...... اور ہاں رعایا پر کبھی احسان نہ جتانا...... جلد بازی سے کام نہ لینا...... کسی ایسی بات یا چیز کو اپنے لئے خاص نہ کر لینا جس میں سب کا حق برابر ہے اور نہ ایسی باتوں سے انجان بن جانا جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔

اللہ کی سلطنت

''آخر میں، میں اللہ بزرگ و برتر سے دست بدعا ہوں جس کی رحمت وسیع اور قدرت عظیم ہے کہ مجھے اور تمہیں اس راہ کی توفیق بخشے جس میں ان کی رضامندی اور مخلوق کی بھلائی ہے، ساتھ بندوں میں نیک نامی اور ملک کے لئے ہر طرح کی اچھائی ہے، اور یہ کہ اس کی نعمت ہم پر پوری ہو۔''

مالک اشتر کے نام اس مکتوب کے مندرجہ بالا اقتباسات ہی پر موقوف نہیں حضرت علی کے خطبات، مکتوب اور دیگر فرامین میں بھی زندگی اور جہاں بانی اور ملکی مفادات کے لئے روشن عبارتیں موجود ہیں۔

ملکی اصلاح

ملکی اصلاح اور بنیادی حقوق کے بارے میں اپنے ایک خطاب میں حضرت علی نے فرمایا کہ: خدا کی جانب سے حاکم پر رعایا کے اور رعایا پر حاکم کے فرائض ہوتے ہیں۔ رعایا کی اصلاح اصل میں حاکموں ہی کی اصلاح پر ہے اور اس کی اصلاح رعایا کی استقامت و استقلال پر موقوف ہے۔ جب رعایا اپنے حاکم پر غالب آ جائے یا حاکم رعایا پر ظلم کرنے لگے تو اتحاد کا خاتمہ اور ظلم کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ بلند کردار آدمیوں کے نزدیک حاکم

Marfat.com

کے حالات میں سب سے زیادہ بری بات یہ ہے کہ وہ فخر پسند اور اپنی حکومت کو بڑائی سمجھتا ہو۔

حکومت امانت ہے

حضرت علی نے اشعث بن قیس، آذربائیجان کے نام ایک خط میں لکھا: تمہارا یہ عہدہ کوئی خوان نعمت نہیں ہے، بلکہ تمہارے گلے میں امانت ہے اور تم بالا دست حاکم کے سامنے جواب دہ ہو۔ تمہارے ہاتھ میں جو مال ہے، خدا کا ہے۔ تم اس کے خزانچی ہو۔

ایک اور عامل کے نام اپنے خط میں حضرت علی حکم دیتے ہیں کہ ''تمہارے علاقے کے زمینداروں نے تمہاری سختی، سنگ دلی، تحقیر اور بے پروائی کی شکایت کی ہے۔ اگرچہ یہ لوگ مشرک ہیں لیکن ان سے بے پروائی برتنا ٹھیک نہیں ہے۔ تم ایسا کرو کہ ان کے لئے نرمی کا لباس پہن لو، جس کے کناروں پر سختی کی گوٹ ہو۔ نرمی اور سختی کے بین بین سلوک کرو۔ نہ ایسا ہو کہ بالکل دور ہو جائیں اور نہ ایسا کہ بالکل قریب آ جائیں۔ ایک درمیانی برتاؤ ان سے کرتے رہو۔''

زیاد بن ابیہ کے نام ایک خط میں اسے فضول خرچی سے ہوشیار رہنے کے لئے تنبیہہ کرتے ہوئے حضرت علی لکھتے ہیں کہ: ''اعتدال کی راہ سے اسراف کو چھوڑ دے۔ آج کے دن کل کو یاد کر جتنی ضرورت ہے اتنا ہی مال رکھ۔ اور یاد رکھ، مسلمانوں کے مال میں تیری ذرا سی خیانت بھی سن لوں گا تو ایسی سختی سے پیش آؤں گا کہ تو بے سروسامان ہو کر رہ جائے گا، تیری پیٹھ بوجھل ہو جائے گی، اور تو کہیں کا بھی نہیں رہے گا۔''

محمد بن ابی بکر کو حضرت علی نے مصر کا گورنر بناتے وقت اپنے فرمان میں لکھا ''اور اے محمد! رعایا سے خاکساری برتنا...... نرمی سے پیش آنا...... بشاشت ظاہر کرنا...... اپنے برتاؤ اور نظر میں سب کو مساوی رکھنا تاکہ نہ بڑے لوگ چھوٹوں پر تمہارے ظلم کی امیدیں رکھیں، نہ چھوٹے لوگ بڑوں کے مقابلے میں تمہارے انصاف سے مایوس ہو جائیں۔ دنیا تمہارے پیچھے سے تہہ ہوتی چلی جا رہی ہے، لہٰذا دوڑ اس دوزخ سے جو بہت گہری ہے اور جس کی گرمی بڑی سخت ہے۔''

Marfat.com

دوست اور دوستی

حضرت علی نے اپنے فرزند ارجمند حضرت حسن کے لئے وصیت نامہ لکھا، اس میں زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں دوست اور دوستی کے حوالے سے موجود ہے کہ ''دوست دوستی توڑے تو تم اسے جوڑ دو، وہ دوری اختیار کرے تو تم نزدیک ہو جاؤ، وہ سختی کرے تو تم نرمی کرو، وہ غلطی کرے تو اس کے لئے عذر تلاش کرو، دوست کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو گویا تم غلام ہو اور وہ آقا، لیکن خبردار یہ برتاؤ بے محل نہ ہو۔ نااہل کے ساتھ نہ ہو۔ دوست کے دشمن کو دوست نہ بناؤ، ورنہ دوست بھی دشمن ہو جائے گا۔ دوست کو بے لاگ نصیحت کرو اچھی لگے یا بری۔ غصہ پی جایا کرو۔ جو تم سے سختی کرے، تم اس سے نرمی کرو، خود بخود نرم پڑ جائے گا۔ دوستی کا ٹنا ضروری ہی ہو تو بھی کچھ لگاؤ باقی رکھو، تا کہ جب چاہو دوستی کو جوڑ سکو۔ جو تم سے حسن ظن رکھے اس کے حسن ظن کو جھوٹا نہ ہونے دیں۔ دوست کے حقوق اس گھمنڈ میں تلف نہ کرو کہ دوست ہے، کیونکہ جس کے حقوق تلف کئے جاتے ہیں وہ دوست نہیں رہتا، جو کوئی بے پروائی ظاہر کرے اس کی طرف نہ جھکو۔ دوست دوستی توڑنے میں اور تم دوستی جوڑنے میں برابر نہ ہو۔ تمہارا پلہ ہمیشہ بھاری رہے۔ دوست رشتہ دار کی طرح ہے۔ سچا دوست وہی ہے جو پیٹھ پیچھے حق دوستی ادا کرے۔ احمق سچا دوست وہی ہے جو پیٹھ پیچھے حق دوستی ادا کرے۔ احمق سے دوستی کا کاٹنا عقل مند سے دوستی جوڑنے کے برابر ہے۔''

عورت کے لئے

''لوگو! بدکردار عورتوں سے بچو، اور نیکوں سے محتاط رہو اور نیک کاموں میں بھی ان کے فرمانبردار نہ بنو تا کہ وہ برائی میں تمہاری فرمانبرداری کی امید نہ رکھیں۔''

عورت کو لوگوں کی سفارش کرنے کا عادی نہ بناؤ۔ بے جا رقابت ظاہر نہ کرو کیونکہ اس سے پاک باز اور بے لاگ عورت کی بھی برائی کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

خبردار عورتوں سے مشورہ نہ کرنا، کیونکہ ان کی عقل کمزور ہوتی ہے اور ارادہ ضعیف۔ پردے میں بٹھا کر ان کی نگاہوں کی حفاظت کرو۔ بداطوار لوگوں کی ان میں آمدورفت ان

Marfat.com

کے بے پردہ میں رہنے سے زیادہ خطرناک ہے۔ حتی الوسع اپنے سوا کسی بات میں خودمختار نہ ہونے دو۔ کیونکہ عورت پھول ہے جلاد نہیں ہے۔ عفت، مفلسی اور شکر دولت مندی کی زینت کی۔

خدا کا حساب

حضرت علی نے اپنے ایک عہدہ دار کے نام اس مقصد کے لئے ایک تنبیہی خط لکھا اور اس میں اسے عذابِ الٰہی سے بھی ڈرایا کہ ''مجھے ایک خبر ملی ہے، اگر سچی ہے تو تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کرلیا ہے۔ اپنے امام کی نافرمانی کی ہے۔ اپنی امانت گنوادی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ تم نے ملک کو اجاڑ دیا ہے، جو کچھ تمہارے پاؤں کے نیچے تھا اسے ہتھیا لیا ہے اور جو کچھ تمہارے ہاتھ میں تھا اسے ہڑپ کرلیا۔ لہٰذا حساب میرے پاس بھیجو اور یقین کرو، خدا کا حساب آدمیوں کے حساب سے کہیں زیادہ خوفناک ہے۔''

دو روٹیاں کافی ہیں

عثمان غنی بن حنیف انصاری بصرہ کے گورنر تھے۔ وہ کسی کے یہاں کھانے پینے کی دعوت میں گئے۔ اس امر کی جب حضرت علی خلیفۃ المومنین کو خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے ایک مکتوب میں اسے ہدایت کی کہ ''ابن حنیف! مجھے معلوم ہوا ہے کہ بصرہ کے ایک بےفکرے نے تمہیں دعوت دی اور تم دوڑ پڑے۔ قسم قسم کے کھانے تھے۔ تم مزالے کے کھاتے تھے اور تمہارے آگے قابوں پر قابیں بڑھائی جاتی تھیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم ایسے لوگوں کی دعوت قبول کرو گے جن کے دروازے پر محتاج دھتکارے جاتے ہیں، اور جن کے دسترخوان پر صرف مالدار بلائے جاتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ ایک امام ہوتا ہے، لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں اور اس کے نور علم سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ تمہارے امام کے لئے اس دنیا کے ساز و سامان میں سے پہننے کو دو گدڑیاں اور کھانے میں دو روٹیاں بہت ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ تم سب ایسا نہیں کر سکتے، البتہ اپنی پرہیزگاری، ریاضت عفت اور نیکی سے میری مدد کرسکتے ہو۔

یہ بیماری کیا کم ہے کہ تمہارا پیٹ کھانوں سے بوجھل ہو لوگ چھچھڑوں تک کو ترس رہے

Marfat.com

ہوں۔ جبکہ حجاز یا یمامہ میں شاید کوئی ایسا ہو جسے ایک ایک روٹی کی بھی امید نہیں۔ دور ہو جا اے دنیا مجھ سے۔ میری آنکھوں میں آنسو بھی نہ ہوں گے۔ اونٹ اور مویشی اپنے چارے دانے کھا کر اطمینان سے بیٹھ جاتے ہیں۔ کیا علی بھی اتنا کھا لیا کرے کہ آسودہ ہو جائے۔

تو اے ابن حنیف! خدا سے ڈر۔ تیرے لئے دو روٹیاں کافی ہوں تا کہ دوزخ سے تیری مخلصی کا پروانہ بن جائیں۔''

نمود و نمائش

منذر بن الجارود عبدی ایک منصب دار تھا۔ وہ بڑا فضول خرچ، بے پرواہ اور مغرور ہو گیا تھا۔ نمود و نمائش اور ظاہری وجاہت اور ملبوسات کا بھی دلدادہ تھا۔ اس حقیقت کا علم ہونے پر حضرت علی امیر المومنین نے اسے ایک مکتوب میں فرمایا:

''مجھے خبر ملی ہے کہ تو نہ اپنی خواہش کو لگام لیتا ہے نہ آخرت کے لئے کوئی توشہ باقی رکھتا ہے۔ اپنی دنیا بنانے کے لئے اپنی عاقبت کے حصے برباد کر رہا ہے۔ کنبہ پروری پر اپنا دین قربان کر رہا ہے۔ اگر وہ سب کچھ جو مجھے بتایا گیا ہے سچ ہے تو جان لے کہ تیرے گھر کا اونٹ اور تیرے پہننے کی جوتی کا تسمہ بھی تجھ سے بہتر ہے۔ تیرے جیسے شخص کو کسی امانت میں شریک نہیں کیا جا سکتا۔ یہ خط ملتے ہی میرے پاس پہنچ جاؤ۔''

حضرت عبداللہ بن عباس جس وقت بصرہ کے گورنر تھے وہ بنی تمیم پر قدرے سختی کرتے تھے۔ اس حوالے سے حضرت علی نے انہیں ایک مکتوب میں فرمایا کہ: ''تم بصرہ والوں سے اچھا سلوک کرو۔ ان کے دلوں سے خوف کی گرہیں نکال دو۔ لہٰذا اے ابن عباس خدا کی رحمت ہو تجھ پر، اپنی زبان سے اور ہاتھ سے خیر و شر میں ہوشیار رہ۔ تجھ سے میرا حسن ظن کمزور نہ ہونے پائے۔''

ذاتی ملکیت:

قاضی شریح بن حارث کے بارے میں کسی نے خبر دی کہ اس نے اپنے لئے ایک مکان خرید لیا ہے۔ اس پر امیر المومنین حضرت علی نے اس قاضی کو طلب کیا اور فرمایا ''تم نے اسی دینار میں ایک گھر مول لیا ہے۔'' شریح نے اقرار کیا، تو امیر المومنین نے غصہ کی نگاہ سے

Marfat.com

دیکھ کر فرمایا''اے شریح جلد ہی تیرے پاس وہ آ پہنچے گا جو نہ تیری دستاویز دیکھے گا نہ تیرے گواہوں ہی کو پوچھے گا۔ وہ بس تجھے گھر سے بیک بینی و دوگوش نکال باہر کر کے سیدھا قبر میں پہنچا دے گا۔''

امیر سخن

خلیفہ چہارم حضرت علی نے اپنے ایک خطاب میں زبان کی حقیقت اور ماہیت کے حوالے سے فرمایا: ''خبردار! زبان، انسان کے اعضا کا ایک ٹکڑا ہے مگر گویائی اس وقت اس کا ساتھ نہیں دیتی جب بولنے والا کمزور ہو۔ اور گفتار زبان مہلت نہیں دیتی جب بولنے والا توانا ہو اور ہم خاندان رسالت امیر سخن ہیں۔ سخن ہماری فرمانروائی میں ہے۔ اس کے ریشے ہماری رگ رگ میں بھرے ہوئے ہیں اور اس کی شاخیں ہم پر سایہ فگن ہیں۔

تم میں میری مثال اس چراغ کی سی ہے جو اندھیرے میں اس لئے ہوتا ہے کہ جو آئے وہ روشنی حاصل کرے۔ تو لوگو سنو اور یاد رکھو اور دل کے کان لگا کر سنو۔

لوگو! مجھے کھونے سے پہلے پوچھ لو کہ میں زمین کے راستوں کے مقابلے میں آسمانی راہوں سے زیادہ واقف ہوں۔ (خلفائے راشدین (محمد علی چراغ - مکتبہ نذیریہ لاہور)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سفارت سے خلافت تک

حضرت علی رضی اللہ عنہ بجانب یمن

غزوہ تبوک کے بعد رمضان المبارک ۱۰ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو تین سو سواروں کا ایک دستہ دے کر یمن کی جانب روانہ فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں یمن جانے والے اس فوجی دستے میں اکثریت سواروں کی تھی۔ اس وقت یمن میں قبیلہ مذحج نے سر اٹھا رکھا تھا۔ اس لئے حضرت علی وہاں اسلام کی دعوت لے کر پہنچے، لیکن یمن کے اس قبیلہ نے اس دعوت حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ ان لوگوں نے مسلمانوں پر پتھروں اور تیروں کی بارش شروع کر دی۔ اس کے ساتھ ہی قبیلہ مذحج کے بہادروں نے مسلمانوں کو دعوت مبارزت میں بلانا شروع کیا۔ اس موقع پر حضرت علی نے

Marfat.com

اپنے مجاہدین کی صف بندی کی اور اپنا جھنڈا حضرت مسعود بن سنان کے سپرد کیا۔

اس صف بندی کے بعد جب لڑائی ہوئی تو دشمن کے قریباً بیس آدمی مارے گئے، اور باقی لوگ جلد ہی بعد شکست خوردہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس شکست خوردگی کے بعد، حضرت علی نے کچھ دیر تک ان بھگوڑوں کی واپسی کا انتظار کیا اور پھر ان لوگوں کو ایک بار پھر اسلام اور امن وسکون کی دعوت دی۔ اب کی بار ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس طرح کئی سرداروں نے آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہاں سے جو مال غنیمت ملا وہ خمس نکال کر باقی سارا مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔

دعوت اسلام کا فریضہ

تاریخی طور پر ثابت ہے کہ فتح مکہ کے بعد یمن کی جانب پہلی بار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تبلیغی وفد ۸ ہجری میں روانہ کیا تھا۔ اس تبلیغی وفد کی سربراہی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی تھی۔ اس وقت چونکہ یمن کی جانب یہ پہلی دعوت اسلام تھی، اس لئے اس لشکر میں مجاہدین کی اکثریت تھی۔ ۸ ہجری میں مسلمانوں کا وفد یمن کے قبیلہ ہمدان کی طرف روانہ کیا گیا تھا۔ بعض روایتوں میں اسے یمن کی جانب پہلی فوج کشی کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

حضرت علی کی یمن کی جانب روانگی کے حوالے سے تاریخوں میں ایک دلچسپ واقعہ یوں بھی ملتا ہے کہ جب رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب کو یمن جانے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک ایسی قوم کی طرف بھیجا جا رہا ہوں کہ جس میں مجھ سے زیادہ معمر اور تجربہ کار لوگ بھی موجود ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ ان لوگوں کے جھگڑوں اور تنازعات کا فیصلہ کرنا مشکل ہو۔ اس لئے مجھے وقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس سلسلے میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کے سینہ پر دست مبارک رکھ کر دعا فرمائی کہ ''اے رحمٰن و رحیم! اس کی زبان کو راست گو بنا دے۔ اور اس کے دل کو روشن اور منور کر دے۔'' اس دعا کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کے فرق محترم پر عمامہ باندھا اور سیاہ علم دے کر یمن کی جانب

Marfat.com

روانہ فرمایا۔

فیصلہ کرنے کا معیار

حضرت علی بن ابی طالب کی یمن کی طرف روانگی کے حوالے سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ''خطبات بہاولپور'' میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ جب حضرت علی کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا گیا تو ''یہ بالکل نوجوان (یعنی بتیس تینتیس سال کے) تھے۔ انہیں قاضی نامزد کیا گیا تو کہنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے تو کبھی یہ کام کیا ہی نہیں، یہ خدمت کیسے انجام دوں گا۔'' یاد رہے اس سے قریباً ڈیڑھ سال پیشتر حضرت علی کو ۸ ہجری میں یمن کے قبیلہ ہمدان کی طرف فوج کشی کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اس لئے حضرت علی وہاں کے لوگوں کے مزاج شناس تھے، لیکن اس کے باوجود بھی قاضی کی خدمات انجام دینے کے معاملے میں متفکر تھے۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کہا کہ ایک بنیادی اصول میں تمہیں بتاتا ہوں۔ جب کوئی شخص تمہارے پاس آئے اور کوئی شکایات پیش کرے تو صرف اسی کی بات سن کر فیصلہ نہ کرو، جب تک مدعی علیہ یا فریق ثانی کو بھی بلا کر اس کا بیان نہ سن لو۔ پھر دونوں کے بیانات کی روشنی میں تم اپنی صوابدید کے مطابق فیصلہ کر سکتے ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ساری عمر عدالتی فیصلے کرتا رہا ہوں، مجھے کبھی جھجک نہیں ہوئی، کیونکہ بنیادی اصول یہ تھا کہ دونوں آدمیوں کی باتیں سنوں اور اس کی روشنی میں صحیح نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کروں۔''

بہر صورت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن میں جا کر اس خوبصورت اور حسن اخلاق کے ساتھ تبلیغ دین کی کہ لوگ جلد ہی ان کے والا وشیدا ہو گئے۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اس سے پیشتر حضرت خالد بن ولید قریباً چھ مہینوں تک اپنے طور پر تعلیم وتلقین اسلام کی سعی کرتے رہے تھے لیکن انہیں چنداں خاطر خواہ کامیابی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلیفہ اول کے ساتھ خدمات

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مختصر سے دور خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمات کئی حوالوں سے دکھائی دیتی ہیں۔ چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ

Marfat.com

فتنہ ارتداد سے نمٹنا پڑا، اور اس کے ساتھ ساتھ کاذب نبوتوں کا قلع قمع کرنا پڑا۔ اس لئے ان دونوں امور میں حضرت علی نے حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ انہیں اپنے مشوروں اور تائید سے بھی نوازا۔

اپنے عہد خلافت میں جب حضرت ابوبکر صدیق کو سب سے پہلے اسامہ بن زید کے امیر لشکر بننے اور ان کی فلسطین کے علاقہ بلقا کی جانب فوج کا مسئلہ بنا۔ اس کے بعد جو سب سے بڑا مسئلہ تھا وہ منکرین زکوٰۃ کا تھا۔ اس حوالے سے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی سے مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے بارے میں ان کا مشورہ لیا تو حضرت علی نے بھی واضح طور پر یہی مشورہ دیا کہ ''جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصول فرمایا کرتے تھے، اس سے اگر آپ کچھ بھی چھوڑ دیں تو پیغمبر خدا کا خلاف کر ڈالا۔ یہ سن کر حضرت صدیق نے کہا کہ آپ نے چونکہ یہ مشورہ دیا ہے کہ تو اگر ہم سے وہ اونٹ کی ایک رسی بھی روک رکھیں گے میں ان سے ضرور قتال اور جنگ کروں گا۔''

گویا حضرت علی نے تو خود بھی فتنہ ارتداد کے خاتمہ کے لئے عملی طور پر بھی حصہ لیا۔ اور اس کے بعد تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حامی اور مددگار بھی بنے رہے۔ حضرت علی نے چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں نہایت ممتاز کردار ادا کیا تھا، اس لئے حضرت ابوبکر صدیق کسی بھی جانب فوج کشی کے لئے حضرت علی سے ضرور خصوصی مشورہ حاصل کیا کرتے تھے۔ بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کے تمام مشوروں پر عمل کیا اور ان کے مثبت نتائج برآمد ہوئے۔

حفاظت مدینہ میں کردار

عہد صدیقی میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب کاذب نبیوں کے گروہ کی جانب سے مدینہ پر بھی حملے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس وقت تحفظ مدینہ کے نقطہ نظر سے حضرت ابوبکر صدیق نے مدینہ منورہ کی گزرگاہوں اور راستوں کے لئے لشکر تیار کیے۔ کئی حفاظتی دستے بھی متعین کیے گئے۔ ان حفاظتی دستوں پر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نگران مقرر کیے ان میں حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زبیر بن عوام، حضرت طلحہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود

Marfat.com

شامل تھے۔

کتاب رحماء بینھم میں فاضل مصنف مولانا محمد نافع نے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب کے بہتر، خوشگوار اور عمدہ مراسم اور تعلقات کے وافر ثبوت فراہم کئے ہیں۔ جن سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ عہد صدیقی میں حضرت علی فقہی مسائل بیان کرنے اور فتویٰ دینے میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ شامل رہتے تھے۔ وہ جنگی معاملات میں اپنے بہتر مشوروں سے نوازتے تھے، بلکہ بعض حفاظتی تدابیر میں عملی طور پر بھی حصہ لیتے تھے۔ گویا اس طرح حضرت علی خلافت صدیقی میں ایک طرح سے خلیفہ کے دست راست کی حیثیت رکھتے تھے۔

روم کی جانب فوج کشی

حضرت ابوبکر صدیق نے اسامہ بن زید کی کامیابی کے بعد جب روم کی طرف فوج کشی کا ارادہ کیا تو اس موقع پر انہوں نے اکابر مہاجرین اور انصار کو مدعو کر کے ان سے مشاورت طلب کی۔ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خصوصی طور پر مشورہ لیا گیا تو حضرت علی نے اپنا اظہار خیال کیا کہ ''آپ بہ نفس نفیس لشکر کی معیت میں تشریف لے جائیں یا اس غزوہ میں صرف فوج ارسال کر دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں فتح ہوگی۔'' اس کے ساتھ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مخالفین پر غلبہ پانے کے حوالے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشاد بھی سنایا جسے سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''سبحان اللہ۔ یہ کیا عمدہ فرمان نبوی ہے۔ اے علی۔ آپ نے ہمیں خوش کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و خورسند فرمائے۔''

اس طرح سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کے دور خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصی مجلس مشاورت کے مستقل رکن تھے، اور ان کے مشورے کی بجا طور پر قدر و قیمت ہوتی تھی۔ اس خصوصی مجلس مشاورت میں اکابرین انصار و مہاجرین اور جید اصحاب بدر بھی شامل تھے۔

Marfat.com

خلیفہ دوم کے ساتھ خدمات

قریباً سوا دو سال کی خلافت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اللہ کو پیارے ہو گئے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے آخری وقت پر لوگوں کو وصیتیں اور نصائح کیں اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے حضرت عثمان بن عفان کے ہاتھوں مسلمانوں کے لئے ایک تحریر پیش کی۔ اس تحریر میں انہوں نے اپنے بعد خلیفہ کا نام تجویز کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب سے جب یہ تحریر لکھی گئی تو اس پر فرمایا گیا کہ ''اس تحریر میں جس شخص کو آپ لوگوں کا امیر تجویز کیا گیا ہے، کیا وہ منظور ہے؟ تو تمام لوگوں نے رضامندی ظاہر کی اور خاص طور پر حضرت علی نے اعلان فرما دیا کہ اگر اس میں عمر بن الخطاب کو امیر بنایا گیا ہے تو بہتر ورنہ ان کے بغیر ہم کسی دوسرے شخص کا خلیفہ وامیر بننا تسلیم نہیں کریں گے۔ بس تمام مسلمانوں نے اس چیز کو تسلیم کر لیا اور اس مسئلہ پر رضامند ہو گئے اور حضرت علی سمیت سب لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔''

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پورے عہد خلافت میں حضرت علی بن ابی طالب نے ان کے ایک معتمد مشیر اور ساتھی کے طور پر خدمات انجام دیں۔ اس حوالے سے حضرت علی خود فرماتے ہیں کہ ''جب وہ غزوات میں مجھے طلب کرتے تو میں ان کا شریک کار ہوتا اور عطیات وغنائم وغیرہ جب وہ مجھے عنایت کرتے تو میں ان کو قبول کرتا۔'' یہی نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بذات خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمیشہ عمدہ اور احسن خیالات کا اظہار فرمایا کرتے تھے کہ ''عمر بن الخطاب بہتر توفیق دیئے گئے تھے اور امور (خلافت) میں درست فیصلہ کرنے والے اور صحیح معاملہ فہم تھے۔'' اور ''حضرت عمر بن الخطاب رشید الامر'' تھے یعنی معاملہ فہم اور صحیح فیصلہ کنندہ اور درست رائے رکھنے والے تھے۔''

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق نے اپنے دس گیارہ سال عہد خلافت میں جو اصول وضوابط اور قوانین مملکت اسلامی کے لئے نافذ کئے۔ حضرت علی نے بھی ان کی ہمیشہ پاسداری کی، اور بعض صورتوں میں اپنے عام معمولات سے ہٹ کر بھی ان کی بجا آوری کی۔

Marfat.com

جنگ نہاوند میں مشاورت

۲۱ ء ہجری میں جنگ نہاوند کے موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ طلب کیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنی خصوصی مجلس مشاورت کے مستقل اراکین سے فرمایا کہ کہو اس سلسلے میں تم کیا مشورہ دیتے ہو" اخبار الطوال" میں لکھا ہے کہ جب حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنا اپنا مشورہ دے چکے تو ان کے بعد امیر المومنین حضرت عمر نے حضرت علی سے کہا "ابوالحسن آپ کی کیا رائے ہے۔"

اس پر حضرت علی نے کہا "اگر آپ اہل شام کو ان کے شام سے باہر بھیج دیں گے تو ان کے بال بچوں پر رومی چڑھ دوڑیں گے۔ اگر اہل یمن کو ان کے یمن سے باہر بھیج دیں گے تو گویا اہل حبش کو ان کا جانشین بنا دیں گے اور اگر آپ خود مدینے سے نکل کھڑے ہوئے تو پھر زمین آپ پر تنگ ہو جائے گی۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں یا ان کے بعد کوئی جنگ ایسی نہیں لڑی جس میں ہمیں دشمن کے مقابلے میں عددی کثرت حاصل تھی۔ اس لئے اہل شام کو لکھئے کہ دو تہائی اپنے شام میں مقیم رہیں اور ایک تہائی کوچ کریں۔ اسی کے مطابق اہل عمان اور دیگر صوبہ جات اضلاع کے باشندوں کے نام ہدایات جاری فرمائیں۔"

حضرت علی کے اس قابل عمل اور سب سے بہتر مشورے پر حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ "میری اپنی بھی رائے یہی تھی مگر چاہتا تھا کہ آپ میری تائید کریں۔" بہر صورت اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامرانی اور فتح سے سرفراز فرمایا۔

اسی طرح جنگ روم کے سلسلے میں بھی حضرت علی نے حضرت عمر فاروق کو اپنی رائے اور مشورہ پیش کیا اور یہاں تک فرمایا کہ "آپ کسی تجربہ کار شخص کو ان کی جانب بھیجیں، اور اس کے ساتھ پختہ عمل، آزمودہ کار اور لوگوں کے خیر خواہ کو روانہ کیجئے، ان کو اللہ تعالیٰ غلبہ دے گا۔" مزید یہ کہ آپ خود چونکہ مسلمانوں کے لئے جائے پناہ ہیں، اس لئے آپ کا مرکز اسلام میں رہنا زیادہ بہتر اور مستحسن ہے۔

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علم کا دروازہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام کے ایک بہت بڑے بہادر اور فرزند عظیم تھے۔ان کا بچپن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرپرستی میں گزرا، اور انہیں یہ سعادت بھی نصیب ہوئی کہ داماد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بنے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قریباً تیس سال کا عرصہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک بہت بڑے ساتھی اور مونس کے طور پر گزارا۔اس حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کاشانہ نبوی سے سب سے زیادہ فیض یاب ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔یہی وجہ ہے کہ وہ مزاج شناس نبوی بھی تھے اور اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود فرمایا کرتے تھے کہ ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسلامی تعلیمات کے حوالے سے بھی بہت بلند اور اعلیٰ مقام حاصل ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن کے حافظ اور اس کے بہت بڑے شارح تھے۔انہیں اپنے عہد کے تمام حفاظ اور مفسرین قرآن میں سب سے بلند مرتبہ حاصل تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے شخص تھے کہ جنہیں وفات نبوی کے بعد سب سے پہلے قرآن مجید کو باضابطہ طور پر مرتب کرنے کا خیال پیدا ہوا۔لہٰذا انہوں نے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی چھ مہینوں میں یہی کام سرانجام دیا تھا۔

اجتہادی بصیرت

ابن ندیم نے اپنی کتاب ''الفہرست'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے شرعی تشریحات کے حوالے سے نہایت قابل قدر خدمات انجام دیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کے بیان کردہ شرعی امور کی سند اور صحت کو سب پر فائق سمجھا جاتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت بڑے مجتہد تھے۔اس حوالے سے ان کا مقام و مرتبہ ہر عہد میں بہت برتر دکھائی دیتا ہے۔پیچیدہ اور پریشان کن امور میں انہوں نے اپنی ذہانت اور اجتہادی بصیرت سے جس طرح کام لیا، اس کی مثال کہیں اور ملنا محال ہے۔دینی اور فقہی امور میں انہیں جو دسترس اور رفعت حاصل تھی وہ بے نظیر ہے۔یہی وجہ ہے کہ اپنے سے پہلے خلیفوں کے دور میں تمام نازک اور پیچیدہ امور میں انہی کی رائے اور مشاورت ہی کو صائب

Marfat.com

اور راست سمجھا جاتا ہے۔

میدان تصوف میں جناب علی بن ابی طالب کا جو مقام و مرتبہ ہے اس پر حضرت جنید بغدادی نے بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔ اس سلسلہ تصوف میں وہ حضرت علی کو سب سے بلند مقام پر دیکھتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ نے تو اپنی رائے میں حضرت علی کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے بار خلافت قبول کرنے سے پہلے تصوف کی بلند رفعتیں حاصل کر رکھی تھیں۔ اور وہ قبل اسلام بھی عرب کے دو مشہور ترین مقررین میں شمار ہوتے تھے۔ ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مشہور مقرر تھے اور دوسرے حضرت علی رضی اللہ عنہ...... ابن الندیم نے تو یہاں تک بھی لکھا ہے کہ حضرت علی ہی عربی گرامر کے بانی اور موجد ہیں۔

اسلام کے دور اولیٰ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی بڑا مقنن اور منصف نہیں تھا۔ اس دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کئے ہوئے منصفانہ فیصلوں پر کبھی کسی کو دوسری رائے رکھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ اس دور کا ایک واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار دو خواتین نے بیک وقت ایک ہی شیر خوار بچے پر اپنے اپنے حق کا دعویٰ کر دیا۔ کوئی عورت اس بچے کو دوسرے کے سپرد کرنے کے لئے تیار نہیں تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں خواتین کو بغور سنا اور پھر فیصلہ سنا دیا کہ اس شیر خوار بچے کے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک ٹکڑا دونوں دعویدار عورتوں کو دے دیا جائے۔ اس فیصلے پر اس بچے کی جو اصل ماں تھی، وہ تڑپ اٹھی اور اس نے پسند نہ کیا کہ اس کے بچے کے دو حصے کر کے تقسیم کر دیئے جائیں، لہٰذا اس نے اپنے دعوے سے دست بردار ہونے کا اعلان کر دیا اور برملا کہا کہ مجھے یہ بچہ نہیں چاہیے یہ دوسری دعویدار کو دے دیا جائے۔ گویا اس طرح بچے کی حقیقی ماں نے بچے کی جان کو سب سے عزیز اور مقدم جانا۔ اس عمل پر حضرت علی نے وہ بچہ اس کی اصل اور حقیقی ماں کے سپرد کر دیا اور جھوٹی دعویدار عورت کو سزا دی۔ (بحوالہ ایضاً)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں جب بھی کوئی مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے نہائت دور اندیشی اور معاملہ فہمی سے کام لے کر عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین

Marfat.com

مطابق شریعت مطہرہ کی روشنی میں ایسا فیصلہ صادر فرمایا کہ جس سے آپ کی قابلیت وذہانت اور خداداد صلاحیت کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ آپ کی اسی قابلیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ''اقضانا علی واقرانا ابی'' یعنی ہم میں مقدمات کے فیصلے کے لئے سب سے بہتر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور سب سے بڑے قاری ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (مستدرک حاکم جلد سوم)

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا قاضی مقرر فرمایا تو آپ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہاں پر نئے نئے مقدمات پیش ہوں گے اور مجھے فیصلے کرنے کا تجربہ اور علم نہیں ہے۔ یہ سن کر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ اقدس پر اپنا دست اطہر مار کر فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو حق اور تمہارے دل کو ہدائت واستقامت عطا فرمائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مقدمات کے فیصلہ کے سلسلہ میں مجھے تذبذب نہ ہوا۔ (مسند ابن حنبل وحاکم)

ذیل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور فیصلوں میں سے چند کا بیان کیا جاتا ہے جن کے مطالعہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قوتِ فیصلہ کی خوبی وصلاحیت کا پتہ چلتا ہے۔

روٹیوں کا فیصلہ

دو مسافر اکٹھے سفر کر رہے تھے کہ صبح کے وقت دونوں ایک جگہ پر کھانا کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں جبکہ دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ اسی اثناء میں ادھر سے ایک اور شخص گزرا اس شخص نے ان دونوں سے سلام دعا کی۔ انہوں نے اس کو کھانے کی دعوت دی چنانچہ وہ شخص بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ تینوں نے مل کر وہ آٹھ روٹیاں کھالیں۔ کھانا کھانے کے بعد اس تیسرے شخص نے جاتے وقت آٹھ درہم ان دونوں کو دیئے اور کہا کہ میں نے چونکہ تمہارے ساتھ کھانا کھایا ہے اس لئے یہ اس کی قیمت ہے تم دونوں اس رقم کو آپس میں تقسیم کر لینا۔ وہ شخص یہ بات

Marfat.com

کہہ کر چلا گیا لیکن ان دونوں میں رقم کی تقسیم کے معاملے پر جھگڑا ہو گیا پانچ روٹیوں والے کا کہنا تھا کہ چونکہ پانچ روٹیاں میری تھیں۔ اس لئے پانچ درہم کا میں حقدار ہوں تمہاری صرف تین روٹیاں تھیں اس لئے تین درہم تم رکھ لو۔ جس شخص کی تین روٹیاں تھیں۔ اس کو یہ فیصلہ منظور نہ ہوا اس کا یہ کہنا تھا کہ معاملہ روٹیوں کی تعداد کا نہیں ہے۔ رقم ہم دونوں کو آپس میں برابر تقسیم کرنی چاہیے۔

یہ معاملہ جب بڑھ گیا تو وہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی توجہ سے ان دونوں کا مقدمہ سنا اور پھر اس شخص سے جس کی تین روٹیاں تھیں فرمایا، جو کچھ تمہارا ساتھی کہتا ہے وہ ٹھیک ہے اس کی بات کو قبول کر لو کیونکہ اس کی روٹیاں زیادہ تھیں۔ اس لئے تم اپنے حصہ کے تین درہم لے لو۔ تین روٹیوں والے شخص نے سن کر کہا کہ میں اس غیر منصفانہ فیصلہ کو قبول نہیں کرتا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا کہ یہ فیصلہ تمہارے حق میں غیر منصفانہ نہیں ہے ورنہ اگر میں فیصلہ کروں گا تو تم کو صرف ایک درہم ملے گا اور تمہارے ساتھی کو سات درہم ملیں گے۔ یہ سن کر وہ شخص بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کیا بات ہوئی ذرا مجھے بھی تو سمجھائیں کہ وہ کس طرح۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تم تین آدمیوں نے آٹھ روٹیوں کے کل چوبیس ٹکڑے کھائے ہیں لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کس نے زیادہ کھائے ہیں اور کس نے کم کھائے۔ اس لئے اپنی روٹیوں کے برابر حصے کر لو چونکہ تمہاری تین روٹیوں کے نو ٹکڑے ہوئے اس میں سے آٹھ ٹکڑے تم نے خود کھا لئے اور تمہارا صرف ایک ٹکڑا باقی بچ گیا جبکہ تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے ہوئے جن میں سے اس نے بھی آٹھ ٹکڑے کھا لئے اور اس کے سات ٹکڑے بچ گئے۔ اس طرح مہمان نے تمہاری روٹیوں میں سے بچا ہوا صرف ایک ٹکڑا کھایا اور تمہارے ساتھی کی روٹیوں میں سے سات ٹکڑے کھائے اس لئے تم ایک ٹکڑے کے بدلے میں صرف ایک درہم کے حقدار ہو اور تمہارا ساتھی سات ٹکڑوں کے عوض میں سات درہم کا حقدار ہے۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس تفصیلی فیصلے کو سن کر تین روٹیوں والے شخص نے آپ کا فیصلہ قبول کرلیا۔ (تاریخ الخلفاء)

ماں اور بیٹا

ایک اور فیصلہ جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور فیصلوں میں سے ہے کچھ یوں ہے کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس نوجوان کے چہرے پر سخت گھبراہٹ طاری تھی۔ اس نے اپنی فریاد اس طرح پیش کی کہ اے امیر المومنین! میری ماں نے مجھے جنم دیا اور پھر مجھے دو سال کی مدت تک اپنا دودھ پلایا اب جبکہ میں جوان ہو گیا ہوں تو اس نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے اور مجھ پر ظلم یہ کیا ہے کہ اس نے مجھے اپنا بیٹا ماننے سے بھی انکار کر دیا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں تجھے جانتی ہی نہیں کہ تو کون ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نوجوان سے دریافت فرمایا کہ تمہاری ماں کہاں رہتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میری ماں فلاں قبیلہ کے فلاں گھر میں رہتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو بھیج کر اس نوجوان کی ماں کو طلب فرمایا۔ اس عورت کو پتہ چل گیا کہ اب معاملہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں پیش ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ اپنے چار بھائیوں اور چالیس دیگر جھوٹے گواہان کے ہمراہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی وہ گواہان اور اپنے بھائیوں کو اس لئے ساتھ لے کر آئی تھی تاکہ وہ اس کے حق میں جھوٹی گواہی دیں اور کہیں کہ یہ نوجوان جھوٹ بولتا ہے اور غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کے سامنے نوجوان سے پوچھا کہ اب بتاؤ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ نوجوان نے اپنی فریاد دوبارہ پیش کی اور کہا کہ اے امیر المومنین! میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ میری والدہ ہے اس نے مجھے جنم دیا ہے اپنا دودھ پلایا ہے اور پھر اب اس نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ مجھے پہچاننے اور اپنا بیٹا ماننے سے انکار کر دیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورت سے فرمایا، اے خاتون! یہ لڑکا جو کچھ کہہ رہا ہے تم اس کے جواب میں کیا کہتی ہو؟ اس عورت نے بھی قسم کھاتے ہوئے کہا، اے امیر

Marfat.com

المومنین! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں اس لڑکے کو نہیں پہچانتی اور نہ ہی یہ جانتی ہوں کہ یہ لڑکا کون ہے۔ یہ بلاوجہ مجھے رسوا کرنا چاہتا ہے میں قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی ہوں اور میری تو ابھی تک شادی بھی نہیں ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورت کی بات سن کر اس سے پوچھا کہ کیا تم اس بارے میں کوئی گواہ پیش کرسکتی ہو؟ وہ عورت کہنے لگی میری بات کی گواہی یہ سب لوگ دیں گے۔ چنانچہ اسی وقت وہ چالیس گواہ قسم کھانے کے لئے آگے بڑھے اور انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ یہ نوجوان جھوٹ بولتا ہے۔ یہ عورت واقعی اس نوجوان کو نہیں جانتی۔ اس نوجوان کا دعویٰ غلط بیانی پر مبنی ہے۔ اصل میں یہ نوجوان چاہتا ہے کہ اس طرح کا الزام لگا کر عورت کو اس کے قبیلہ میں رسوا کرے حالانکہ اس عورت کی تو ابھی تک شادی بھی نہیں ہوئی ہے تو پھر بچہ کہاں سے پیدا ہوگیا، یہ ایک پاک دامن عورت ہے۔

ان تمام گواہوں کے ایک جیسے بیان عورت کے حق میں سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر اصل بات یہ ہے تو پھر میں آج ایک ایسا فیصلہ کروں گا جس کو اللہ تعالیٰ بھی پسند فرمائے گا۔ چنانچہ آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ تمہارا کوئی سرپرست ہے؟ عورت نے اپنے چاروں بھائیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا کہ میرے یہ بھائی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بھائیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ''کیا میرا حکم تمہارے لئے اور تمہاری بہن کے لئے قابل قبول ہوگا؟'' عورت کے چاروں بھائیوں نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ کیوں نہیں، آپ جو بھی حکم فرمائیں ہم قبول کریں گے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''میں اللہ تعالیٰ کو اور حاضرین مجلس کو گواہ بنا کر یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ میں نے بلاشبہ اس عورت کی شادی اس نوجوان کے ساتھ کردی اور اپنے مال سے چار سو درہم نقد حق مہر قرار دیئے۔''

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام قنبر سے فرمایا کہ میرے پاس چار سو درہم لاؤ۔ قنبر حکم کی تعمیل کرتے ہوئے درہم لے کر آیا اور لا کر اس نوجوان کے حوالے کردیئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نوجوان سے فرمایا کہ اے جوان! ان درہموں کو اپنی عورت کی گود میں ڈال دو اور اس کو لے جاؤ۔ وہ نوجوان یہ حکم سن کر اٹھا اور

Marfat.com

درہم عورت کی گود میں ڈال دیئے۔ وہ عورت فوراً چیخ اٹھی اور چلاتی ہوئی رو کر بولی، اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! یہ میرا بیٹا ہے اور یہ ظلم ہے کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ایک بیٹے کو اس کی ماں کے ساتھ بیاہ دیں۔ اصل بات یہ ہے کہ میرے بھائیوں نے ایک غلط قسم کے شخص سے میری شادی کر دی تھی جس سے میرا یہ بیٹا پیدا ہوا۔ جب یہ جوان ہوا تو میرے بھائیوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کو اپنا بیٹا ماننے سے انکار کر دوں اور اس کو گھر سے نکال دوں۔ چنانچہ میں نے اپنے بھائیوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہ سب کچھ کیا۔ اللہ کی قسم! یہ میرا سگا بیٹا ہے۔

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اگر یہ بات ہے تو پھر اپنے بیٹے کو گھر واپس لے جاؤ۔ چنانچہ وہ عورت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے اپنے بیٹے کو گھر لے گئی۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حکمت عملی اور دور اندیشی سے کام لے کر اس مشکل اور پیچیدہ مقدمہ کا فوری فیصلہ صادر فرمایا۔ (مغنی الواعظین)

خواب کی بات

ایک مرتبہ ایک شخص آپ ایک خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس کے ساتھ ایک دوسرا شخص بھی تھا جس پر اس نے الزام عائد کیا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ خواب میں میں نے تیری ماں کے ساتھ زنا کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ملزم کو لے جا کر دھوپ میں کھڑا کر دو اور اس کے سایہ کو ایک سو کوڑے مارو۔ (تاریخ الخلفاء)

مشکل ترین فیصلہ

ایک مرتبہ چند لوگوں نے شیر کو قابو کرنے کی غرض سے ایک کنواں کھودا شیر جب ادھر سے گزرا تو وہ اس کنویں میں گر کر پھنس گیا کسی بھی صورت وہ کنویں سے باہر نکلنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ کچھ دوست آپس میں ہنسی مذاق کرتے ہوئے اس کنویں کے کنارے کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو دھکیلنے لگے کہ اسی اثناء میں ایک کا اؤں پھسلا اور وہ اس کنویں میں گرنے سے اپنے آپ کو بچا نہ سکا کنویں میں گرتے گرتے گھبراہٹ اور بدحواسی کے عالم میں اس نے اپنی جان بچانے کے لئے دوسرے ساتھی کی کمر پکڑ لی جس سے وہ بھی لڑکھڑا گیا اور اس نے اپنے آپ کو کنویں میں گرنے سے بچانے کے لئے تیسرے ساتھی کو پکڑا تو

Marfat.com

وہ بھی سنبھل نہ سکا اور اس نے چوتھے کو تھاما الغرض یہ کہ وہ چاروں کنویں میں جا گرے شیر جو کہ پہلے ہی آگ بگولا تھا اس نے ان چاروں پر حملہ کر کے انہیں جان سے مار دیا۔

ان چاروں مارے جانے والے نوجوانوں کے لواحقین لڑائی جھگڑا کرنے لگے اور قریب تھا کہ فساد کی آگ بھڑک اٹھتی اور نقصان ہوتا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو لڑائی جھگڑے سے منع کیا اور فرمایا کہ ایک رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں اس طرح فتنہ وفساد برپا کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ میں تم لوگوں کا فیصلہ کرتا ہوں اگر تمہیں میرا فیصلہ پسند نہ ہو تو تم لوگ اپنا مقدمہ دربار رسالت میں پیش کر سکتے ہو۔ سب لوگوں نے آپ کی بات پر رضامندی کا اظہار کیا۔ چنانچہ آپ نے فیصلہ صادر فرمایا کہ جن لوگوں نے اس کنویں کو کھودا تھا ان کے قبیلوں سے مرنے والے نوجوانوں کے خون بہا کی رقم اس طرح سے وصول کی جائے کہ ایک مکمل، ایک ایک تہائی، ایک چوتھائی اور ایک نصف۔ پہلے مقتول کے ورثاء کو ایک چوتھائی خون بہا دوسرے کو ایک تہائی، تیسرے کو آدھا اور چوتھے کو پورا خون بہا دلایا۔ دیکھنے میں یہ فیصلہ بالکل عجیب وغریب تھا، اس لئے لوگ اس فیصلہ سے راضی نہ ہوئے اور حجتہ الوداع کے موقع پر اس فیصلہ کے خلاف حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں اپیل کی مگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کئے ہوئے فیصلہ کو برقرار رکھا۔ (مسند ابن حنبل جلد اول)

لڑکے کی دیت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یمن میں قاضی بن کر گئے تو وہاں پر آپ کو نہائت مشکل ترین اور پیچیدہ مقدمات کا فیصلہ کرنا پڑا چونکہ یمن کے لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ اس لئے ان میں پرانی عادات پوری طرح ختم نہیں ہوئی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کے سامنے ایک ایسی عورت کا مقدمہ پیش ہوا جس سے ایک ماہ کے اندر تین مردوں نے خلوت کی تھی پھر جب نو ماہ کے بعد اس عورت کے ہاں بچہ کی ولادت ہوئی تو یہ تنازعہ کھڑا ہو گیا کہ بچہ کس کا قرار دیا جائے۔ تینوں مردوں میں سے ہر ایک اس کا باپ ہونے کا دعویٰ دار تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری بات سن کر یہ فیصلہ کیا کہ اس بچے کی دیت کے تین

Marfat.com

حصے کیے پھر قرعہ ڈالا اور جس کے نام قرعہ نکلا بچہ اس کے حوالہ کر دیا جبکہ باقی دونوں کو دیت کے تین حصوں میں سے دو حصے اس سے لے کر دلوا دیئے یعنی اس مقدمہ میں غلام کے مسئلہ پر اس کو قیاس کیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فیصلہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و السلام نے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ (مستدرک حاکم جلد سوم)

جھوٹے گواہ

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے ایک شخص کو چوری کے الزام میں پکڑ کر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا ساتھ ہی دو گواہ بھی پیش کر دیئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب گفتگو سن کر تفتیش فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میں جھوٹے گواہوں کو سخت سزا دوں گا اور جب کبھی میرے پاس جھوٹے گواہ آئے ہیں میں نے ان کو سخت سزائیں دی ہیں۔ جھوٹے گواہوں نے جب آپ کی یہ بات سنی تو وہ بہت گھبرائے اس دوران حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی دوسرے کام میں مصروف ہو گئے پھر جب آپ نے ان دونوں گواہوں کو گواہی کے لئے طلب فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ دونوں تو موقع پا کر کھسک گئے ہیں چنانچہ آپ نے ملزم کی بے گناہی دیکھتے ہوئے اس کو بری کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء)

(سیرت خلفائے راشدین۔ محمد الیاس عادل۔ مشتاق بک کارنر لاہور' مختلف صفحات)

تصوف میں درجہ کمال

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تصوف میں درجہ کمال حاصل تھا صوفیاء کرام کے نزدیک آپ علم تصوف کا ماخذ ہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے خود اپنے قلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "اس میں ایک علم ہے کاش میں ان کا حامل پاتا۔" حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ اگر آپ جنگوں میں مشغول نہ رہتے تو ہمیں اس علم تصوف کے بہت سے نکات بتا جاتے کیونکہ آپ کو علم لدنی حاصل تھا۔ چنانچہ آپ نے بہت سی ایسی باتیں بتائی ہیں جن پر تصوف کی بنیاد قائم ہے مثلاً ایک شخص نے آپ سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایمان چار ستونوں پر قائم ہے، صبر، یقین، عدل اور جہاد۔ پھر صبر کے دس مقامات کی تفصیل بیان فرمائی۔

Marfat.com

☆ صوفیانہ حیثیت سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ نے بہت سے صوفیانہ نکات بیان فرمائے ہیں اور بیان کو معانی اوراحوال پر فضیلت حاصل ہے۔

شاعری

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعر وسخن کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ آپ نے جنگ صفین کے متعلق نہائت پر جوش اشعار کہے اور اس جنگ میں قبیلہ ہمدان کی اعانت کا ذکر ان اشعار میں کیا۔

ولما رایت الخیل ترجم بالقنی
اور جب میں نے ان گھوڑوں کو دیکھا
نرا صیها حمر الخور دوامی
جن کے سینے سرخ اور خون آلودہ تھے
واعرض تقع فی السماء کانه
اور آسمان کی فضاء
عجاجة و جن ملبس بقتام
انتہائی تاریک اور سیاہ گرد وغبار سے بھر گئی
و نادی ابن هند فی الکلاع و حمیر
اور ابن ھند نے قبیلہ کلاع اور حمیر
و کندة فی لخم و حی خدام
اور کندہ، لخم اور خدام کو پکارا
تیمت همدان الذین هم هم
تو میں نے ہمدان کی طرف رُخ کیا
اذا ناب دهر جنتی وسهامی
جو حوادث میں میری ڈھال اور میرے تیر ہیں

Marfat.com

نجاوینی من خیئل همدان عصبة
تو ہمدان کے ایک گروہ نے
فوارس مین همدان غیر لیام
میری صدا پر لبیک کہا جو نہایت شریف شعار تھے
فجا ضوا لظاها و استطار و اشره ها
وہ لوگ جنگ کے شعلے میں گھس گئے
فکانو الذی ایهجا کشرب مدم
اوراس کی چنگاریوں کو بکھیر دیا اور جنگ میں
شرابیوں کی طرح متوالے دکھائی دیئے۔
فلو کنت بوابا علی باب جنة
تو اگر میں جنت کا دربان ہوتا
لقلت لهمدان ادخلوا السلام
تو ھمدان سے کہتا کہ سلامتی کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔

فن خطابت میں مہارت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فن خطابت میں خاص مہارت رکھتے تھے آپ کی تقریر سننے والوں کے اذھان وقلوب پر اثر انداز ہوتی تھی نہائت مدلل انداز سے خطاب فرماتے چنانچہ حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ میں لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا میں نے ان کو سنا آپ فرما رہے تھے کہ

''اے لوگو! بات یہ ہے کہ میں نے محتاجی اختیار کی محتاج ہو گیا اور جس کو عمر دی گئی وہ آزمایا گیا اور جس نے مصائب کے لئے تیاری نہیں کی جب (اس میں) مبتلا کیا جائے گا صبر نہ کر سکے گا اور جو مالک ہوا اس نے اپنے آپ کو ترجیح دی اور جو شخص مشورہ نہیں لیتا پشیمان ہوتا ہے۔''

اوراس کلام کے بعد ارشاد فرمایا کرتے

Marfat.com

''وہ زمانہ قریب ہے کہ اسلام سے صرف اس کا نام رہ جائے گا اور قرآن سے صرف اس کی تحریر رہ جائے گی۔''

''سن لو! آدمی کو علم حاصل کرنے سے حیا نہیں کرنی چاہئے اور جس شخص سے ایسی بات پوچھی جائے جس کو وہ نہیں جانتا اسے چاہئے کہ وہ کہے کہ میں نہیں جانتا۔''

تمہاری مساجد ان دنوں مزین ہوں گی اور تمہارے دل اور بدن ہدائت سے خراب ہوں گے، آسمان کے سایہ تلے سب میں زیادہ شریر تمہارے فقہا ہوں گے انہیں سے فتنہ کا ظہور ہوگا اور انہیں میں فتنہ لوٹے گا۔''

اسی اثناء میں ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا، اے امیر المومنین! ایسا کس وقت ہوگا؟ ارشاد فرمایا،

''جب فقہ تمہارے رزیلوں میں چلا جائے اور فحش تمہارے پسندیدہ لوگوں میں آجائے اور حکومت تمہارے ذلیل لوگوں میں چلی جائے پس اس وقت میں قیامت قائم ہوگی۔'' (بیہقی۔ کذا فی الکنز)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبات میں اگرچہ سلاست و روانی پائی جاتی ہے مگر اس میں فصاحت و بلاغت کا عنصر بھی بدرجہ اتم پایا جاتا ہے چنانچہ ایک روائت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس کے الفاظ یہ ہیں؟

''تمام تعریف اللہ کے لئے ہے میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی پر ایمان لایا ہوں اور اسی پر توکل کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدائت اور دین حق اسی لئے دے کر بھیجا تا کہ وہ اس کے ذریعے تمہاری بیماری کو دور کریں اور اس کے ذریعے تم میں سے جو غافل ہیں انہیں بیدار کریں، تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم مرو گے اور موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور اپنے اعمال کے لئے کھڑے کئے جاؤ گے اور اعمال پر

Marfat.com

تمہیں بدلہ دیا جائے گا لہٰذا تم کو دنیوی زندگی میں دھوکے میں نہ ڈال دے۔"

(ابن جوزی)

علم نحو کی ابتداء

اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے شمار علوم وفنون سے نوازا تھا چنانچہ آپ نے آسانی پیدا کرنے کی غرض سے علم نحو ایجاد کیا۔ جس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ایک مرتبہ ایک شخص کو قرآن حکیم غلط طور پر پڑھتے ہوئے سنا تو دل میں یہ خیال آیا کہ کوئی ایسا قاعدہ ترتیب دیا جائے کہ جس سے اعراب میں غلطی کی گنجائش نہ رہے چنانچہ اس مقصد کے لئے حضرت ابوالاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند قواعد کلیہ بتائے اور ان کو اس فن کی تدوین پر مامور کیا۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم نحو کے ابتدائی اصول۔ (بحوالہ)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کرامات

۱- درندوں کی اطاعت:

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں سفر پر جانا چاہتا ہوں لیکن مجھے جنگلی درندوں سے بہت ڈر لگتا ہے۔ آپ نے اسے اپنی انگوٹھی دے کر فرمایا، جب تمہارے پاس کوئی خطرناک درندہ آئے تو اس سے فوری طور پر یہ کہہ دینا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی ہے۔ اس کے بعد وہ شخص سفر پر روانہ ہو گیا اور اتفاق سے اس پر ایک جنگلی درندہ حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھا تو اس نے جلدی سے پکار کر کہا، اے درندے! یہ دیکھ میرے پاس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی ہے درندہ نے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی دیکھی تو اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور پھر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس شخص نے جب سفر سے واپسی اختیار کی تو یہ قصہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا آپ نے سن کر فرمایا، اس درندے نے آسمان کی طرف منہ کر کے یہ قسم کھائی تھی اور کہا تھا کہ مجھے پروردگار عالم کی قسم! میں ہرگز اس علاقہ میں

Marfat.com

نہیں رہوں گا جس میں لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے میری شکایت کریں۔

(نزہتہ المجالس جلد دوم)

۲-بعد وصال کرامت:

بعد از وصال حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت کا بیان کرتے ہوئے جناب اسد بن منقذ اپنی کتاب ''الاعتبار'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ اٹھارہ رمضان المبارک ۵۶۵ھ کو مجھے موصل میں شہاب الدین ابوالفتح مظفر بن سعد بن مسعود بن سبکتگین بن سبکتگین مولائے معز الدولہ ابن بابویہ نے یہ واقعہ سنایا کہ خلیفہ مقتضی بامر اللہ نے میری موجودگی میں فرات کے مغربی کنارے انبار کے بالمقابل قصبہ صندوریا کی مسجد کی زیارت کی یہ مسجد امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد کہلاتی تھی۔ اس مسجد میں جب مقتضی داخل ہوئے تو انہوں نے سادہ سادمیاطی لباس پہن رکھا تھا اور گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے تھے جس کی میان پر سجاوٹ بھی لوہے سے ہی کی گئی تھی۔ پہچاننے اور جاننے والوں کے علاوہ کسی کو پتہ نہیں چل سکتا تھا کہ یہ خلیفہ ہیں۔ مسجد کا منتظم بار بار وزیر کے لئے دعائیں مانگتا تھا کیونکہ وہ وزیر کو جانتا تھا۔ وزیر نے اس سے کہا، کیا کر رہے ہو خلیفہ کے لئے دعا مانگو خلیفہ مقتضی وزیر سے کہنے لگے اس سے یہ بات پوچھو کہ اس کا وہ پھوڑا جو اس کے چہرے پر تھا اور جو میں نے مستظہر کے دورِ حکومت میں دیکھا تھا اور یہ اس قدر گھناؤنا پھوڑا تھا کہ اس کے چہرے کا زیادہ تر حصہ اس نے ڈھانپ رکھا تھا جب کھانے کی طلب ہوتی تو اسے رومال سے باندھتا تب جا کر کہیں کھانا اس کے منہ میں جاتا تھا اب وہ پھوڑا کہاں گیا؟ مسجد کے منتظم نے جواب دیا جیسا آپ کہہ رہے ہیں میرا حال بالکل ایسا ہی تھا اور میں علاقہ انبار کی اس مسجد میں بار بار آیا کرتا تھا۔ اس دوران مجھے ایک شخص ملا اور اس نے مجھ سے کہا کہ اگر تو انبار کے فلاں عہدیدار کے پاس اس طرح بار بار جاتا جس طرح تو اس مسجد میں آرہا ہے تو وہ ضرور تیرے لئے کسی حکیم کا انتظام کرتا جو اس خبیث مرض کو تیرے چہرے سے اتار پھینکتا۔ اس شخص کی اس بات کو میں نے بہت شدت سے محسوس کیا اور میرا دل تنگ ہوا۔

اسی غم واندوہ کی حالت میں میں رات کو سو گیا۔ تو میں نے خواب میں اسی مسجد میں

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے یہ گڑھا کیسا ہے؟ یہ زمین میں ایک گڑھے کی طرف دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا میں نے موقع پاتے ہی اپنی بیماری کا معاملہ پیش کر دیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توجہ پھیر لی۔ میں نے پھر اپنی بات کو دہراتے ہوئے اس شخص کا بھی ذکر کیا جو مجھے کسی عہدیدار سے حکیم طلب کرنے کے لئے کہہ رہا تھا۔

میری بات سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تم اسی دنیا میں جلد بازی کے ساتھ وصول کرنا چاہتے ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی اور میں نے دیکھا کہ گھاؤ والا پھوڑا اور میری ساری تکالیف رفع ہو چکی تھیں۔

جامع کرامات اولیاء جلد اوّل ص 447۔ اردو ترجمہ ضیاء القرآن۔ لاہور۔ امام المحقق علامہ محمد یوسف بنہانی رحمۃ اللہ علیہ مترجم علامہ سید محمد ذاکر شاہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روشن کارنامے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر قدم رکھا تو نہ صرف دارالخلافہ بلکہ تمام دنیائے اسلام پر آشوب تھی، ان کا شہید ہونا کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ اس نے تمام مسلمانوں کے جذبہ غیظ وغضب کو مشتعل کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ جو لوگ خلیفہ ثالث کے طرز حکومت کو ناپسند کرتے تھے انہوں نے بھی مفسدین کی اس حرکت قبیح کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور خود ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت سے کبیدہ خاطر ہونے کے باوجود مطالبہ قصاص کا علم بلند کیا۔ دوسری طرف شام میں بنو امیہ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر سیادت خلافت راشدہ کو اپنی مخصوص سلطنت میں تبدیل کر لینے کا خواب دیکھ رہے تھے اور ان کے لئے اس سے زیادہ بہتر موقع کیا ہو سکتا تھا؟ چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی تامل کے ہر ممکن ذریعہ سے تمام شام میں خلیفہ ثالث کے انتقام کا جوش پیدا کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک عظیم الشان قوت پیدا کر لی اور حسب ذیل وجوہ کو نقاب بنا کر میدان رزم میں اتر آئے کہ

Marfat.com

۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مفسدین کے مقابلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدد نہیں دی۔
۲- اپنی خلافت میں قاتلین عثمان سے قصاص نہیں لیا۔
۳- محاصرہ کرنے والوں کو قوت بازو بنایا اور ان کو بڑے بڑے عہدے دیئے۔

چونکہ یہ وجوہ تمام خانہ جنگیوں کی بناپر قرار پائے اس لئے یہ دعوت فکر دیتے ہیں کہ ان پر غور کیا جائے۔ مولانا معین الدین ندوی نے اپنی گراں قدر تالیف خلفائے راشدین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات کے ضمن میں مذکورہ الزامات کا پس منظر بیان کرتے ہوئے ان کی وضاحت میں جو باتیں لکھی ہیں، وہ کچھ یوں ہیں۔

امر اوّل یعنی مفسدین کے مقابلہ میں مدد نہ دینے کا الزام، صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی پر نہیں، بلکہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ اور تمام اہل مدینہ پر عائد ہوتا ہے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منظور نہ تھا کہ ان کے عہد میں خانہ جنگی کی ابتدا ہو۔ چنانچہ انصار کرام، بنوامیہ اور خود خلیفہ ثالث کے پروردگانِ نعمت نے جان نثاری کے لئے اپنے کو پیش کیا، تو انہوں نے نہایت سختی کے ساتھ کشت وخون سے منع کر دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس باب میں جو کچھ کیا، ان کے لئے اس سے زیادہ ممکن نہ تھا۔ پہلی بار تو مفسدین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی نے راضی کر کے واپس کر دیا تھا، لیکن جب وہ دوسری بار واپس آئے، تو مروان نے ان کی آتش غیظ وغضب کو اس قدر بھڑکا دیا تھا کہ کسی قسم کی سفارش کارگر نہیں ہو سکتی تھی، ام المومنین حبیبہ رضی اللہ عنہا نے محاصرہ کی حالت میں حضرت عثمان کے پاس کھانے پینے کا کچھ سامان پہنچانا چاہا تو مفسدین نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کا پاس و لحاظ نہ کیا اور گستاخانہ مزاحمت کی، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سفارش کی کہ آب ودانہ کی بندش نہ کی جائے۔ تو ان شوریدہ سروں نے نہایت سختی سے انکار کر دیا۔ حضرت علی کو اپنی سفارش کے نہ مانے جانے پر اس قدر صدمہ ہوا کہ عمامہ پھینک کر اسی وقت واپس چلے آئے (طبری) اور تمام معاملات سے قطع تعلق کر کے عزلت نشین ہو گئے۔ پھر اس نکتہ کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے۔ تو دوسرے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آزاد نہ تھے۔ مفسدین نے ان لوگوں کی نقل وحرکت پر بھی سخت نگرانی کر رکھی تھی۔ چنانچہ

Marfat.com

ایک دفعہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے پدر گرامی سے عرض کی کہ اگر آپ میری گزارش پر عمل کر کے محاصرہ کے وقت مدینہ چھوڑ دیتے تو آج مطالبہ قصاص کا جھگڑا آپ پر نہ پڑتا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہی جواب دیا کہ تمہیں کیا معلوم کہ میں اس وقت آزاد تھا یا مقید (ابن اثیر ج ۳ ص ۱۸۱)

امر دوم یعنی قاتلوں کو سزا نہ دینے کا الزام ایک حد تک لائق بحث ہے۔ اصل یہ ہے کہ اگر قاتل سے مراد وہ مخصوص اشخاص ہیں جنہوں نے براہِ راست خون ریزی میں حصہ لیا تو بے شک انہیں کیفر کردار تک پہنچانا فرض تھا، لیکن تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ باوجود تفتیش و تحقیق کے ان کا سراغ نہ مل سکا۔ اور اگر قاتل کا لفظ تمام محاصرہ کرنے والوں پر مشتمل ہے، جیسا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے مطالبہ سے ظاہر ہوتا تھا۔ تو ایک شخص کے قصاص میں ہزاروں آدمیوں کا خون نہیں بہایا جا سکتا تھا اور نہ شریعت اس کی اجازت دے سکتی تھی۔ پھر اس کے ساتھ اس بڑی جماعت میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بہت سے صلحائے روزگار بھی شامل تھے، جن کا مطمح نظر صرف طلب اصلاح تھا، اس لئے ان لوگوں کو قتل کر دینا یا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خنجر انتقام کے نیچے دے دینا صریحاً ظلم تھا۔

امر سوم یعنی محاصرہ کرنے والوں کو قوت بازو بنانے اور ان کو بڑے بڑے عہدے دینے کا الزام اگر الزام ہے تو یہ ایک حد تک صحیح ہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے لئے بالکل مجبور تھے۔ درحقیقت اس وقت دنیائے اسلام میں تین مختلف فرقے پیدا ہو گئے تھے۔ ایک جماعت تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف دار تھی جو ہر حالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالف تھی اور اپنی الگ سلطنت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہی تھی۔ دوسری جماعت میں دو اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برسر حق سمجھتے تھے لیکن اپنے ورع و تقویٰ کے باعث خانہ جنگی میں حصہ لینا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس کا ثبوت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ ہے، جب انہوں نے مدینہ سے کوفہ کا قصد کیا اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو ساتھ چلنے کے لئے کہا، تو ان میں سے اکثر نے معذرت کر لی۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے ایسی تلوار دے دیجئے جو مسلم و کافر میں امتیاز رکھے۔ میں صرف اسی صورت میں جانبازی کے

Marfat.com

لئے حاضر ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: خدا کے لئے مجھے ایک ناپسندیدہ فعل کے لئے مجبور نہ کیجئے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

قبل اس کے کہ میری تلوار کسی مسلم کا خون گرائے، اس زور سے اے جبل احد پر پٹک ماروں گا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اسی طرح اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے عرض کی: امیر المومنین مجھے معاف کیجئے۔ میں نے عہد کیا ہے کہ کسی کلمہ گو کے خون سے اپنی تلوار رنگین نہ کروں گا۔ غرض یہ گروہ عملی اعانت سے قطعی کنارہ کش تھا تیسرا گروہ ان لوگوں کا تھا، جو خود محاصرہ میں شریک تھے یا وہ ان کے زیر اثر تھے، اس لئے جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خواہ مخواہ بے رخی برت کر انہیں قصداً اپنا دشمن کیونکر بنا لیتے۔ تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان ہی لوگوں کو اپنا خاص تقرب عطا کیا، جو در حقیقت اس کے اہل تھے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ایک بلند پایہ صحابی اور مقبول بارگاہ نبوت تھے۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور آغوش حیدر کے تربیت یافتہ تھے۔ اسی طرح اشتر نخعی ایک نہایت صالح، نیک سیرت اور جان نثار تابعی تھے۔

بہر کیف اسباب وعلل جس قسم کے ہوں اور ان کی حقیقت خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مسند نشینی کے ساتھ ہی یکا یک دنیائے اسلام میں افتراق واختلاف کی آگ بھڑک اٹھی اور شیرازہ ملی اس طرح بکھر گیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سعی اور جدوجہد کے باوجود ان اوراق پریشاں میں شیرازہ بندی نہ ہو سکی، بلکہ روز بروز مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ اسلام کے سر رشتہ نظام میں فرقہ آرائی اور جماعت بندی کی ایسی گرہ پڑ گئی جو قیامت تک کسی کے ناخن تدبیر سے حل نہیں ہو سکتی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب عنان خلافت ہاتھ میں لی، تو اس وقت بھی دنیائے اسلام نہایت پر آشوب تھی لیکن دونوں حالتوں میں بین فرق نمایاں ہوا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے گو مصائب کا طوفان امنڈ رہا تھا اور کفر وارتداد کا ابر اسلام کے افق پر ہر طرف سے محیط تھا، تاہم قدرت نے معین و مددگار ایسے عطا کئے تھے، جن کو سرورِ کائنات کی صحبت اور تعلیم نے نامغلوب طاقت اور عرفانی جوش کا پتلا بنا دیا تھا،

Marfat.com

دوسرے حریف میں حقانیت نہ ہونے کے باعث ثبات واستقامت کی بڑی کمی تھی، برخلاف اس کے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں جو لوگ کھڑے ہوئے، وہ دنیائے اسلام میں مخصوص عزت واقتدار کے مالک تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خلیفہ اول کی صاحبزادی اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ترین حرم اور تمام مسلمانوں کی ماں تھیں۔ اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی، ہم زلف اور خلیفہ اول کے داماد تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد کے ہیرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم زلف اور ارباب حل وعقد میں شامل تھے، دوسری طرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے اور بیس برس سے شام کے گورنر تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی ایک ذی اقتدار صحابی اور مصر کے فاتح تھے، پھر اسی کے ساتھ ان میں سے ہر ایک اپنے کو برسر حق سمجھتا تھا۔ ساتھ ہی ان کے ایسے جاں نثار و وفا شعار ملے تھے کہ طرف داران علی میں مخصوص اشخاص سے قطع نظر کر کے ایک بھی اس جوشِ فدویت سے سرفراز نہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیاسی ناکامی کا اصل سبب یہ تھا کہ وہ جس قدر زہد واتقاء دینداری وامانت، عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنا چاہتے تھے اور لوگوں کو دوبارہ جس رستہ پر لانا چاہتے تھے، زمانہ کے تغیر اور حالات کے انقلاب نے اس کے لئے لوگوں کے قلوب میں صلاحیت باقی نہیں رکھی تھی، ایک طرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے طرف داروں کے لئے بیت المال کا خزانہ لٹا رہے تھے، دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر شخص سے ایک ایک چیز کا حساب مانگتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرف دار دل برداشتہ اور ان کے اعزہ تک ان سے جدا ہو رہے تھے، لیکن حق بہر حال حق تھا اور باطل، باطل، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسا نہ کرتے تو گو سیاسی حیثیت سے وہ ناکام نہ ہوتے مگر زہد تقویٰ اور دیانت وامانت کی عدالت میں وہ ناکام ہی ٹھہرتے، ان کی بظاہر ناکامی کا دوسرا سبب یہ بھی تھا کہ ان کے طرف داروں اور حامیوں میں پورا اتحاد خیال اور کامل خلوص نہ تھا۔ اس جماعت میں ایک بڑا فرقہ عبداللہ بن سبا کا تھا، جس کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں، پھر اس خیال نے یہاں تک ترقی کی کہ سبائی فرقہ کے لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انسان سے بالاتر

Marfat.com

ہستی بلکہ بعض خدا کہنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو عبرت انگیز سزائیں دیں، مگر جو وباء پھیل چکی تھی، اس کا دور کرنا آسان نہ تھا۔ اسی فرقہ نے مذہب کے علاوہ سیاسی حیثیت سے بھی نقصان پہنچایا۔ واقعہ جمل میں صلح ممکن تھی، لیکن اس جماعت نے پیش دستی کر کے جنگ شروع کر دی۔

دوسری جماعت قراء وحفاظ قرآن کی تھی، جو ہر معاملہ میں قرآن پاک کی لفظی مطابقت چاہتی تھی۔ معنی اور مفہوم سے اس کو چنداں سروکار نہ تھا۔ چنانچہ واقعہ تحکیم کے بعد یہی جماعت خارجی فرقہ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حاشیہ نشینوں میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے، جو درحقیقت جان نثار و وفاشعار تھے، لیکن معرکہ صفین میں کامل جدوجہد کے بعد درمقصود تک پہنچ کر غنیم کی چال سے محروم واپس آنا نہایت ہمت شکن تھا۔ اس نے تمام جان نثاروں کے عزائم اور ارادے پست کر دیئے تھے۔ گویا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے گزشتہ بالا مجبوریوں کے باوجود غیر معمولی ہمت و استقلال اور عدیم النظیر عزم و ثبات کے ساتھ آخری لمحہ حیات تک مشکلات و مصائب کا مقابلہ کر کے دنیا کے سامنے بے نظیر تحمل و سلامت روی کا نمونہ پیش کیا اور اپنی ناکامی کا مشاہدہ کرنے کے باوجود دیانتداری اور روح شریعت سے سرمو تجاوز کرنا پسند نہ فرمایا کہ اگر ایسا نہ کرتے تو دنیا تو کامیاب ہو جاتی لیکن دین ناکام رہ جاتا، جس کا بچانا ایک خلیفہ راشد اور جانشین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے اوّلین اور حقیقی فرض تھا۔

ملکی نظم ونسق

حضرت علی کرم اللہ وجہہ انتظام مملکت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنا چاہتے تھے اور اس زمانہ کے انتظامات میں کسی قسم کا تغیر کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ نجران کے یہودیوں نے جن کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجاز سے جلاوطن کر کے نجران میں آباد کرایا تھا۔ نہایت لجاجت کے ساتھ درخواست کی کہ ان کو پھر اپنے قدیم وطن میں واپس آنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کون صحیح الرائے ہو سکتا ہے۔ (کتاب الخراج)

Marfat.com

عمال کی نگرانی

ملکی نظم نسق کے سلسلہ میں سب سے اہم کام عمال کی نگرانی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا خاص اہتمام مدنظر تھا۔ وہ جب کسی عامل کو مقرر کرتے تھے تو پہلے بلا کر نہایت مفید اور گراں بہا نصائح کرتے تھے (کتاب الخراج ص ۹) لیکن صرف اس پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ عمال و حکام کے طرز عمل کی تحقیقات بھی کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے جس فرمان کے ذریعہ سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو اس کار اہم پر مامور کیا تھا۔ اس کے چند ابتدائی فقرے یہ ہیں۔

(ترجمہ) ''تم اپنے ساتھیوں کا ایک گروہ لے کر روانہ ہو جاؤ اور عراق کے ہر ضلع میں پھر کر عمال کی تحقیقات کرو اور ان کی روش پر غائر نظر ڈالو (کتاب الخراج ص ۶۷)

وہ بطور خود اس شدت کے ساتھ عمال سے باز پرس کرتے تھے کہ بعض خائف ہو کر بھاگ گئے۔ چنانچہ ایک دفعہ اردشیر کے عامل مصقلہ نے بیت المال سے قرض لے کر پانچ سو غلام اور کنیزیں خرید کر آزاد کئے کچھ دنوں کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سختی کے ساتھ اس رقم کا مطالبہ کیا۔ مصقلہ نے کہا: خدا کی قسم عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک اتنی رقم کا چھوڑ دینا کوئی بات نہ تھی لیکن یہ تو ایک ایک حبہ کا تقاضا کرتے ہیں اور ناداری کے باعث مجبور ہو کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پناہ میں چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو فرمایا۔

(ترجمہ) خدا اس کا برا کرے، اس نے کام تو سید کا کیا، لیکن غلام کی طرح بھاگا اور فاجر کی طرح خیانت کی۔ خدا کی قسم! اگر وہ مقیم رہتا تو قید سے زیادہ اس کو سزا نہ دیتا اور اگر اس کے پاس کچھ ہوتا تو لے لیتا ورنہ معاف کر دیتا۔ (تاریخ طبری)

باز پرس کے عام اصول سے مخصوص اعزہ و اقارب بھی مستثنیٰ نہ تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ابن عم تھے اور بصرہ کے عامل تھے۔ انہوں نے ایک بار بیت المال سے ایک بیش قرار رقم لے لی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چشم نمائی کی تو جواب دیا کہ میں نے ابھی اپنا پورا حق نہیں لیا لیکن اس کے باوجود وہ خائف ہو کر بصرہ سے مکہ چلے گئے۔

Marfat.com

صیغہ مال

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صیغہ مال میں خاص خاص اصلاحات جاری کیں۔اس سے پہلے جنگل سے کسی قسم کا مالی فائدہ نہیں حاصل کیا جاتا تھا۔اس عہد میں جنگلات کو بھی محاصل ملکی کے ضمن میں داخل کیا گیا اور ایک جنگل پر ایک برس کے لئے چار ہزار درہم مال گزاری تشخیص کی گئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ محاصل ملکی وصول کرنے میں نہایت سخت تھے،لیکن اسی کے ساتھ رعایا کی فلاح و بہبود کا بھی خاص خیال تھا،معذور اور نادر آدمیوں کے ساتھ کسی قسم کی سختی نہیں کی جاتی تھی۔یہاں تک کہ محتاج ذمی اور غیر مذاہب کے دینی پیشوا بھی جزیہ سے مستثنیٰ کر دیئے گئے تھے۔قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں اس کے متعلق ایک مفصل فرمان درج کیا ہے اور بہت سی مثالیں بھی لکھی ہیں ......اور یہ بھی بتایا ہے کہ عہد نبوی میں گھوڑا زکوٰۃ سے مستثنیٰ تھا،لیکن عہد فاروقی میں عام طور پر اس کی تجارت ہونے لگی،تو اس پر زکوٰۃ مقرر ہوگئی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو موقوف کر دیا،کیونکہ تمدنی اور جنگی فوائد کے لحاظ سے گھوڑوں کی افزائش نسل میں سہولت بہم پہنچانا نہایت ضروری تھا۔

رعایا کے ساتھ شفقت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وجود رعایا کے لئے سایہ رحمت تھا، بیت المال کے دروازے غربا و مساکین کے لئے کھلے رہتے تھے اور اس میں جو رقم جمع ہوتی تھی نہایت فیاضی کے ساتھ مستحقین میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ذمیوں کے ساتھ بھی نہایت شفقت آمیز برتاؤ کیا جاتا تھا۔ایران میں مخفی سازشوں کے باعث بار ہا بغاوتیں ہوئیں،لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ نہایت ترحم سے کام لیا۔یہاں تک کہ ایرانی اس لطف و شفقت سے متاثر ہو کر کہتے تھے خدا کی قسم اس عربی نے نوشیرواں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

فوجی انتظامات

حضرت علی کرم اللہ وجہہ مردِ میدان تھے۔اس لئے قدرتاً فوج میں ہر دلعزیزی حاصل تھی۔مسلسل خانہ جنگیوں اور بغاوتوں کے باعث ان کو مخصوص انتظامات کی ضرورت پیش

Marfat.com

آئی۔ مثلاً ملک کا وہ حصہ جو شام سے متصل تھا۔ اس میں نہایت کثرت کے ساتھ فوجی چوکیاں قائم کیں۔ ۴۰ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو متعدد حصوں میں تقسیم کر کے عراق پر عام یورش کی تو پہلے ان ہی سرحدی فوجوں نے ان کو آگے بڑھنے سے روکا، اسی طرح ایران میں مسلسل شورش اور بغاوت کے باعث بیت المال اور عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے نہایت مستحکم قلعے بنوائے، چنانچہ حضرت علی کے حامل زیاد نے اصطخر میں جو قلعہ تعمیر کرایا، اس کا نام حسن زیاد تھا...... جنگی تعمیرات کے سلسلہ میں دریائے فرات کا پل بھی جو معرکہ صفین میں فوجی ضروریات کے پیش نظر تعمیر کر دیا گیا، قابل ذکر ہے۔

دینی خدمات

امام وقت کا سب سے اہم فرض، مذہب کی اشاعت اور تبلیغ اور خود مسلمانوں کی مذہبی تعلیم و تلقین ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ عہد نبوت ہی سے ان خدمات میں سب سے زیادہ پیش پیش تھے۔ یمن میں اسلام کی روشنی انہی کی کوشش سے پہنچی۔ سورہ برأت نازل ہوئی۔ تو اس کی اشاعت و تبلیغ کی خدمت انہی کے سپرد ہوئی۔ مسند خلافت پر قدم رکھا تو خانہ جنگیوں نے فرصت نہ دی۔ تاہم اس فرض سے بالکل غافل نہ تھے، ایران و آرمینیا میں بعض نو مسلم عیسائی مرتد ہو گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہایت سختی کے ساتھ ان کی سرکوبی کی اور ان میں سے اکثر تائب ہو کر پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے...... خارجیوں کی سرکوبی اور بعض سبائی جو غلو کر کے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خدا کہنے لگے تھے، ان کو سزا دینا بھی دراصل مذہب کی ایک بڑی خدمت تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ خدمت خوبی سے انجام دی۔

حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے قوم کی اخلاقی نگرانی کا بھی نہایت سختی کے ساتھ خیال رکھا، مجرموں کو عبرت انگیز سزائیں دیں اور جرم کی نوعیت کے لحاظ سے نئی سزائیں ایجاد کیں، جو ان سے پہلے اسلام میں رائج نہ تھیں، مثلاً زندہ جلانا، مکان مسمار کرا دینا، چوری کے علاوہ دوسرے جرم میں بھی ہاتھ کاٹنا وغیرہ وغیرہ، لیکن اس سے یہ قیاس کرنا غلط ہو گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حدود کے اجراء میں کسی اصول کے پابند نہ تھے۔ زندہ جلا دینے کی سزا چند زندیقوں کو دی تھی۔ مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو اس غلطی پر متنبہ کیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

نے اس سزا کی ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو ان کو اپنے اس فعل پر ندامت ہوئی (ترمذی، حدود مرتد) شراب نوشی کی سزا میں کوڑوں کی تعداد متعین نہ تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے اسی کوڑے تجویز کئے (سنن ابی داؤد، کتاب الحدود) درے مارنے والوں کو ہدایت تھی کہ چہرہ اور شرمگاہ کے علاوہ تمام جسم پر کوڑے مار سکتے ہیں۔عورتوں کے لئے حکم تھا کہ ان کو بٹھا کر ماریں اور کپڑے سے تمام جسم کے اعضاء کو اچھی طرح سے چھپا دیں۔اسی طرح رجم کی صورت میں عورت کو ناف تک زمین میں گاڑ دینا چاہئے (کتاب الخراج ص ۹۷) اقرار جرم کی حالت میں صرف ایک دفعہ کا اقرار کر لینا کافی نہ تھا۔مثلاً ایک مرتبہ ایک شخص نے بارگاہ خلافت میں حاضر ہو کر عرض کی! امیر المومنین! میں نے چوری کی ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس دفعہ صرف غضب آلود نگاہ ڈال کر اس کو واپس کر دیا،لیکن جب اس نے مکرر حاضر ہو کر اقرار جرم کیا تو فرمایا: اب تم نے اپنا جرم آپ ثابت کر دیا،لہٰذا اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

جرم کا ارادہ یا اس کے لئے ابتدائی عمل قبل از وقوع جرم انسان کو مجرم نہیں بنا سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک شخص نے ایک مکان میں نقب لگائی اور چوری کرنے سے قبل پکڑا گیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا،تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر کسی قسم کی حد جاری نہیں کی (کتاب الخراج ص ۱۰۴) دس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ تھا۔اس طرح اگر مجرم نشہ کی حالت میں ہو،تو نشہ اترنے کا انتظار کیا جاتا تھا جو عورتیں لذت گناہ سے امید سے ہوتیں،ان پر حد جاری کرنے کے لئے وضع حمل کا انتظار کیا جاتا تھا،تا کہ معصوم اور بے گناہ بچے کی جان کو نقصان نہ پہنچے۔عام قیدیوں کو بیت المال سے کھانا دیا جاتا تھا،لیکن جو لوگ محض اپنے فسق و فجور کے باعث نظر بند کئے جاتے تھے،وہ اگر مالدار ہوتے تھے تو خود ان کے مال سے ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا جاتا تھا،ورنہ بیت المال سے مقرر کر دیا جاتا تھا۔(کتاب الخراج ص ۸۸ تا ۱۰۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو بعض غیر معمولی سزائیں تجویز کیں وہ دراصل تعزیری سزائیں تھیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس قسم کی تعزیری سزائیں جاری کی تھیں۔چنانچہ ان کے عہد

Marfat.com

میں ایک شخص نے رمضان المبارک میں شراب پی تو اسی کوڑے کے بجائے سو کوڑے لگوائے۔ کیونکہ اس نے بادہ نوشی کے ساتھ رمضان المبارک کی بے حرمتی بھی کی تھی۔

(کتاب الخراج ص ۱۰۰)

زریں ارشادات

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زندگی کا حاصل ان کے زریں ارشادات ہیں جن میں دین حنیف کی خدمت کی تلقین اور اپنی زندگی کو اسلامی اصول کے عین مطابق بنانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ یوں تو آپ کے ہزاروں ارشادات ہیں، تاہم یہ ارشادات ایسے ہیں جو مشتے نمونہ از خروارے ہر ایک کے لئے سرچشمہ ہدایت بن سکتے ہیں۔

- خدا اس شخص پر رحم فرمائے۔ جس نے سخن حکیمانہ کو سنا، راہ راست کی طرف بلایا گیا تو اس سے قریب ہو گیا، ہادی راہ (معرفت) کا دامن تھاما اور نجات پا گیا۔
- جس نے دستورات پروردگار کی نگہداری کی اور اپنے گناہوں سے ڈرتا رہا۔
- جس نے عمل خالص کو (مرنے سے پہلے حضور خداوندی میں) بھیج دیا۔
- جس نے اپنے کردار کو نیک اور شائستہ رکھا۔
- جس نے نیک کام کئے اور صرف ان ہی چیزوں کو حاصل کیا جو (آخرت میں) ذخیرہ بن سکیں اور ان چیزوں سے دور رہا، جن سے حذر واجب ہے۔
- جس نے اغراض دنیا کو پامال کیا اور (اغراض دنیا کے) عوض (متاع آخرت) حاصل کر لی۔
- جو خواہشوں پر غالب آیا اور اس کی تمناؤں کو دروغ سمجھا۔
- جس نے شکیبائی کو اپنی نجات رستگاری کا موجب قرار دیا اور تقویٰ و پرہیزگاری کو توشہ مرگ بنا لیا، راہ روشن پر قدم رکھا اور شاہراہ درخشاں سے روانہ ہوا۔ اور جس نے زندگی کی چند روزہ مہلت کو غنیمت شمار کیا اور فرصت (عمل) کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اور پھر موت کی طرف توشہ عمل لے کر بڑھا۔

Marfat.com

حیات علی رضی اللہ عنہ......ایک نظر میں

نام: علی رضی اللہ عنہ، کنیت: ابوالحسن، ابوتراب، لقب: حیدر، خطاب: امیرالمومنین، والد: ابو طالب، والدہ: فاطمہ بنت اسد بن ہاشم

سلسلہ نسب: نجیب الطرفین ہاشمی ......علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔

ولادت: بعثت سے دس برس قبل۔

ابتدائی تربیت: بچپن سے عنفوان شباب تک، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت کے موقع پر جو دعوت کی، اس کا انتظام و انصرام حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔ پھر حضور کی ہجرت کے وقت ساری رات ان کے بستر اقدس پر استراحت فرمارہے۔

پہلی شادی: ۲ ھ میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

دیگر ازواج: ام النبین رضی اللہ عنہا بنت حرام۔ لیلیٰ بنت مسعود بن خالد رضی اللہ عنہا، اسماء بنت عمیس، ام حبیب بنت ربیعۃ رضی اللہ عنہا، امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہ، خولہ بنت جعفر رضی اللہ عنہا، ام سعید بنت عروہ مخیات رضی اللہ عنہا ' بنت امری القیس۔

اولاد امجاد: امام حسن رضی اللہ عنہ، امام حسین رضی اللہ عنہ، محسن رضی اللہ عنہ، زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا، ام کلثوم کبریٰ رضی اللہ عنہا، عباس رضی اللہ عنہ جعفر رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، عبید اللہ رضی اللہ عنہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ، یحییٰ رضی اللہ عنہ، محمد الاصغر رضی اللہ عنہ، عون رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، رقیہ رضی اللہ عنہا، محمد الاوسط رضی اللہ عنہ، محمد الاکبر رضی اللہ عنہ المعروف محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ، ام الحسن رضی اللہ عنہا، رملہ کبری رضی اللہ عنہا، ام ہانی رضی اللہ عنہا، میمونہ، زینب صغریٰ، رملہ صغری، ام کلثوم، صغری، فاطمہ، امام، خدیجہ، ام الکرام، ام سلمہ، ام جعفر، جمانہ، نفیسہ (متفقہ علیہ) ۱۴ لڑکے اور ۷ لڑکیاں۔

حلیہ مبارک: قد درمیانہ، رنگ گندم گوں، آنکھیں بڑی، چہرہ پررونق، سینہ چوڑا، ریش مبارک پھیلی ہوئی۔

لباس: تہبد، کرتا اور عمامہ، بائیں ہاتھ میں بالعموم انگوٹھی پہنتے تھے۔

Marfat.com

غذا: روکھی پھیکی اورانتہائی سادہ۔

فضائل: منصب امانت کے جانشین، متقی و پرہیزگار، وضعدار، غنی، جری اور بہادر اور صائب الرائے تھے۔ عظیم مفسر قرآن اور بیش قیمت خزینہ حدیث تھے۔ مروی حدیثوں کی تعداد ۵۸۶۔ تقریر و خطابت کے دھنی تھے۔ شعر و شاعری کا بھی شوق تھا۔ علم اسرار و حکم اور قضا و فیصلے کرنے میں یکتائے روزگار تھے۔ علم نحو کے موسس تھے۔

---

۲ ھج: غزوہ بدر میں شرکت

۳ ھج: غزوہ احد میں شرکت، کفار کو مرکز نبوت کی طرف بڑھنے سے روکا اور دادِ شجاعت دی۔

۴ ھج: بنو نضیر کے خلاف جہاد۔

۵ ھج: غزوہ خندق۔ یہ معرکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جرأت رندانہ کے سبب مجاہدین کے ہاتھ رہا۔

۶ ھج: بنو سعد کی سرکوبی...... اسی سال صلح حدیبیہ ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ حدیبیہ لکھا۔

۷ ھج: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خیبر فتح کیا۔

۸ ھج: فتح مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب رہے اور کعبۃ اللہ کے بتوں کو توڑنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا...... بعد ازاں غزوہ حنین میں شرکت کی۔

۹ ھج: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک کا قصد کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی حفاظت میں مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ تبوک سے واپسی پر سورہ برأت نازل ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی تبلیغ کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے۔

۱۱ ھج: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا، غسل سے لے کر تجہیز و تکفین تک سب مراحل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے طے کئے۔

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

Marfat.com

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے عہد خلافت میں مفید مشوروں سے نوازتے رہے اور اسلام کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا)

۳۵ ھج: ۲۱ ذوالحجہ کو منصب خلافت پر فائز ہوئے۔

۳۶ ھج: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط ...... اور شام پر حملہ کی تیاریاں ...... اسی سال جنگ جمل ہوئی۔ یکم رجب کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ روانہ ہوئیں اور ۱۲ رجب کو حضرت علی کوفہ پہنچے اور مدینہ کی جگہ کوفہ کو دارالخلافہ قرار دیا۔

۳۷ ھج: جنگ صفین کے کئی معرکے ہوئے۔ ۱۳ صفر کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح کا اقرار نامہ لکھا گیا۔ اسی دوران خارجیوں کا فتنہ ابھرا۔

۳۸ ھج: معرکہ نہروان کا آغاز ...... مصر میں خانہ جنگی۔

۳۹ ھج: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ایران اور عراق تک محدود ہو کر رہ گئی۔

۴۰ ھج: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا خوارج کا خوفناک منصوبہ ۱۷ رمضان کو ابن ملجم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر نماز فجر کے وقت حملہ، تین بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ آپ کو کوفہ میں دفن کیا گیا۔ مدت خلافت ۴ سال ۹ ماہ۔ کل عمر ۵۸ سے ۶۳ سال کے درمیان۔

خلافت علی رضی اللہ عنہ میں رحلت پانے والی اہم شخصیات

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت گو بڑا مختصر تھا لیکن اس مختصر ترین عرصہ یعنی چار سال نو ماہ کے دوران ان بہت سی شخصیتوں نے تاریخ کے اوراق میں جگہ پائی اور آئندہ چل کر تاریخ اسلام کی شخصیات شمار ہوئیں۔

تاہم چند اہم اور ممتاز شخصیات وہ بھی ہیں، جو صحابہ کبار رضی اللہ عنہم میں سے تھیں اور ان کا انتقال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوا۔ ان شخصیات میں خباب بن ارت رضی اللہ عنہ، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ، ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، تمیم داری رضی اللہ عنہ، خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ، شرجیل بن سمطہ رضی اللہ عنہ، ابو میسرہ

Marfat.com

بدری رضی اللہ عنہ، صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ، نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ، عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ، ابو رافع رضی اللہ عنہ، اویس عامر قرنی رضی اللہ عنہ اور الاشتر نخعی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے کچھ شخصیات تو وہ ہیں جن کا تذکرہ اصحاب بدر میں ہو چکا ہے۔ باقی جن ممتاز شخصیات کے حالات، تاریخ اسلام اور بعض مختلف نایاب کتب سے میسر آ سکے ہیں۔ وہ قلمبند کئے جاتے ہیں۔

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ بالکل شروع میں اسلام لائے ان دنوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں گویا دشمنوں سے آڑ لے کر مقیم تھے اور خفیہ طور پر لوگوں کو اسلام کا پیغام پہنچاتے تھے۔ مسلمان ہونے میں ان کا چھٹا نمبر تھا۔ اس لئے ''سادس الاسلام'' کہے جاتے ہیں۔ اسلام سے پہلے آپ غلام تھے اور مکہ میں فروخت ہوئے۔ جب مسلمان ہوئے تو آپ کے آقا نے آپ پر وہ ستم توڑے کہ خیال کر کے دل سہم جاتا ہے۔ ننگی پیٹھ سے دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹائے جاتے۔ سینہ پر ایک بھاری پتھر رکھ کر ایک آدمی اوپر سے ملتا، مگر کیا مجال کہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھنے کی جگہ کوئی ایسی بات کہہ کر اپنی جان چھڑانے کی سوچتے ہوں۔ ایک مرتبہ آپ کے مالک نے لوہا آگ میں تپا کر اس سے آپ کا سر داغا۔ آخر عاجز آ کر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ میرے لئے دعا کیجئے کہ اس عذاب سے چھٹکارا ملے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ خدایا خباب کی مدد کر۔

مدتوں مصیبتیں جھیلتے رہے، مگر اسلام کی راہ سے نہیں ہٹے۔ ہجرت بھی کی تو ان مصیبتوں کے ڈر سے نہیں، بلکہ جیسا کہ خود کہا کرتے تھے، میں نے صرف اللہ کی خاطر ہجرت کی۔ یعنی کسی ڈر یا لالچ سے نہیں۔ مدینے آئے، تو شروع سے آخر تک تقریباً عام جنگوں میں شریک رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، خباب رضی اللہ عنہ بن ارت کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اپنے ساتھ اپنے گدھے پر بٹھاتے تھے اور آپ کو اس خاص برتاؤ کا حق دار سمجھتے تھے۔ ۳۷ ھج میں کوفہ میں بیمار پڑے، بہتیرے علاج ہوئے لیکن مرض بڑھتا ہی گیا۔ روز بروز حالت نازک ہوتی گئی۔

Marfat.com

تکلیف اتنی بڑھی کہ بولے ''اگر خدا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے موت کی دعا کرنے کی ممانعت نہ کی ہوتی تو میں دعا کرتا'' جب حالت اور زیادہ نازک ہوگئی تو کفن لایا گیا۔ اسے دیکھ کر بے اختیار رونے لگے اور کہنے لگے ''آہ حمزہ رضی اللہ عنہ کو تو پورا کفن بھی میسر نہ ہوا تھا۔'' پھر بولے میں موت سے نہیں گھبراتا۔ ڈر یہ ہے کہ آخرت کے ثواب کی جگہ کہیں یہ دنیا کی راحتیں ہی مل کے نہ رہ جائیں۔ غرضیکہ اس دنیا سے سدھارے، اور وصیت کے مطابق کوفہ کے باہر دفن کیے گئے۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و اعمال کی بڑی تلاش رہتی تھی۔ وہ کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چوری چھپے رات رات بھر آپ کے طریقہ عبادت کو دیکھتے اور پھر صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کرتے۔

خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو عمارہ اور لقب ذو الشہادتین تھا۔ ہجرت سے قبل اسلام قبول کیا اور اپنے ایک ساتھی کو لے کر اپنے قبیلہ کے بت توڑے۔ جنگ بدر کے علاوہ تمام جنگوں میں حضور کے ساتھ رہے فتح مکہ کے دوران اپنے قبیلہ بنو خطمہ کا جھنڈا آپ ہی کے ہاتھ میں تھا۔

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بدو سے گھوڑا خریدا اور قیمت کا فیصلہ کر کے چلے آئے۔ غیروں کو اس کی خبر ہوئی، تو وہ زیادہ دام دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس بدو نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آواز دی کہ لینا ہو تو لے لیجئے۔ ورنہ میں دوسرے سے سودا کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بھئی تم میرے ہاتھ یہ گھوڑا فروخت کر چکے ہو۔''

وہ بولا۔

''خدا کی قسم میں نے نہیں بیچا اور اگر بیچا ہے تو کوئی گواہ لاؤ۔''

کئی مسلمان اس گفتگو کو سن کر جمع ہو گئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچ کہتے ہیں۔ اتنے میں حضرت خزیمہ بھی پہنچ گئے اور انہوں نے کہا۔

Marfat.com

''میں گواہ ہوں کہ اس بدو نے حضور کے ہاتھ یہ گھوڑا فروخت کیا ہے۔''

اس جرأت پر خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حیرت ہوئی اور فرمایا:

''خزیمہ تم کس طرح گواہی دیتے ہو؟''

عرض کی!

''آپ کی بات کی تصدیق کر رہا ہوں۔''

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن سے حضرت خزیمہ کی شہادت دو آدمیوں کی شہادت کے برابر کردی اور ذوالشہادتین آپ کا لقب پڑ گیا۔

ایک مرتبہ حضرت خزیمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جبین مبارک کا بوسہ لے رہے ہیں۔ اس خواب کو آپ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے خواب کی تصدیق کر سکتے ہو۔ چنانچہ حضرت خزیمہ نے اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی اطہر کو چوم لیا۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بڑے دلیر صحابی تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ خلافت میں صفین کے معرکہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ

کنیت ابو عبداللہ تھی۔ آپ کے دادا قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ ان کے بعد قبیلہ کے لوگ آپ ہی کو بڑا مانتے تھے۔ ابھی کمسن تھے کہ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ جنگ بدر ہوئی تو عمر کل چودہ برس تھی۔ لڑائی میں شریک ہونا چاہتے تھے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچہ خیال کر کے واپس کر دیا۔ دوسرے سال جنگ احد میں آپ کو شرکت کی اجازت مل گئی۔ اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ آپ ہی کی عمر کے ایک اور صاحبزادے تھے جن کا نام سمرہ رضی اللہ عنہ تھا۔ حضور نے رافع رضی اللہ عنہ کو کم عمری کے باعث جنگ میں شرکت کی اجازت دے دی۔ اس پر وہ بولے، آپ نے رافع رضی اللہ عنہ کو اجازت مرحمت فرمادی اور مجھے نہیں، حالانکہ میں کشتی میں انہیں پچھاڑ دوں گا...... آخر دونوں کی کشتی ہوئی اور سچ مچ سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا چنانچہ سمرہ رضی اللہ عنہ کو بھی میدان جنگ میں جانے کی اجازت مل گئی۔ اس جنگ میں حضرت

Marfat.com

رافع رضی اللہ عنہ کو سینے پر ایک تیر لگا، جو ہڈیوں کو چیر کر اندر گھس گیا۔ لوگوں نے کھینچا تو نوک اندر ہی رہ گئی۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ جنگ خندق اور اکثر لڑائیوں میں شرکت کرتے رہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں صفین کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑے۔ تیر کی نوک جو سینہ کے اندر رہ گئی تھی۔ ایک مدت کے بعد اس نے زخم پیدا کر دیا۔ آخر یہ زخم پھٹ گیا اور حضرت رافع جنت کو سدھارے، جنازے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین نے شرکت کی۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ حدیث کے عالم تھے۔ اطاعت رسول میں بڑے سرگرم تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے چچا ظہیر نے آ کر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چیز کی ممانعت فرمائی ہے۔ حالانکہ ہم لوگوں کو اس میں کچھ آسانی تھی۔ حضرت رافع بولے: محترم چچا جان، جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، وہی حق ہے۔"

حق بات کہنے میں بڑے بے باک تھے۔ ایک مرتبہ ایک صحابی کے غلام نے کھجور کا ایک چھوٹا سا درخت کسی کے باغ سے اکھیڑ دیا۔ حاکم مدینہ مروان کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا۔ اس نے چوری کا الزام لگا کر اس کے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ دیا۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پھل کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا غلط ہے۔

اویس بن عامر قرنی رضی اللہ عنہ

سرخیل تابعین حضرت اویس قرنی وطناً یمنی اور نسباً قبیلہ مراد سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کو بارگاہ رسالت سے غائبانہ "خیر التابعین" کا لقب ملا تھا۔ نسب نامہ یوں ہے اویس بن عامر بن جزء بن مالک بن عمرو، بن سعد بن عصوان بن قرن بن دودمان بن ناجیہ بن مراد بن مالک بن اومرادی مذحجی ...... آپ ان برگزیدہ وارفتگان محبت میں تھے، جن کی تخلیق ہی عشق و محبت کے خمیر سے ہوئی تھی۔ آپ نادیدہ جمال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروانوں میں تھے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

Marfat.com

آپ نے اپنی ہستی کو راہ خدا میں ایسا گم کر دیا تھا کہ ظاہر بین نگاہوں میں آپ کی شخصیت ہی مشکوک ہو گئی۔ اگرچہ آپ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود تھے، لیکن لقائے ظاہری سے محروم رہے۔ گو کہ آپ یمن میں تھے۔ تاہم آپ کی محبت کی لہریں حجاز تک رواں دواں تھیں۔ آپ بعد مسافت کے باوجود آفتاب نبوت کی کرنوں سے مستنیر اور بہار مدینہ کی نکہت باریوں سے مست و بے خود تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ایسے نادیدہ وارفتہ محبت کی ایک ایک علامت بتا دی تھی۔ صحیح مسلم میں ہے ''خیر التابعین قبیلہ مراد کا ایک شخص ہے اس کا نام اویس ہے۔ وہ تمہارے پاس یمن میں آئے گا۔ اس کے جسم پر برص کے داغ ہیں لیکن سب مٹ چکے ہیں۔ صرف ایک درہم کے برابر باقی ہے۔ اس کی والدہ زندہ ہیں، جن کی وہ خدمت کرتا ہے۔ وہ قسم کھاتا ہے تو خدا اس کو پورا کرتا ہے اگر تم اس کی دعائے مغفرت حاصل کر سکو، تو کرنا''...... اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ برابر حضرت اویس قرنی کی تلاش میں رہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے عہد خلافت میں یمن سے فوجی مدد آئی اور آپ تلاش کرتے کرتے حضرت اویس رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور پوچھا:

''تم ہی اویس بن عامر رضی اللہ عنہ ہو؟''

اویس بن عامر رضی اللہ عنہ نے اثبات میں جواب دیا، تو حضرت عمر نے پھر سوال کیا: تمہاری والدہ بقید حیات ہیں؟

جواب ملا: ''ہاں''

یہ باتیں معلوم ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد انہیں سنایا اور دعائے مغفرت کے طلب گار ہوئے یہ سن کر اویس رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ اب کہاں کا قصد ہے؟ آپ نے کہا ''کوفہ کا''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں آپ کے متعلق وہاں کے عامل کے لئے ہدایت لکھے دیتا ہوں۔ حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے اس کی ضرورت نہیں، کیونکہ میں عوام کے زمرہ ہی میں رہنا پسند کرتا ہوں۔ اس واقعہ کے دوسرے سال کوفہ کا ایک معزز شخص حج کے

Marfat.com

لئے آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے اویس رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ اویس رضی اللہ عنہ نہایت تنگدستی میں ہیں اور ایک بوسیدہ جھونپڑے میں رہتے ہیں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اپنے کو اہل دنیا سے چھپانے کے لئے نہایت خستہ حال رہتے تھے۔ اکثر بدن کو ڈھانکنے کے لئے پورا کپڑا تک نہ ہوتا تھا۔ لوگ ننگا بدن دیکھ کر کپڑا اوڑھا دیتے۔ ان کی ظاہری حالت پر بے بصر عوام ان کا مذاق اڑاتے اور انہیں پریشان کرتے۔ لیکن اہل نظر کی نگاہوں سے وہ چھپ نہ سکے۔ آپ کی شمیم روحانیت اہل دل لوگوں کو دور دور سے کھینچ لاتی تھی۔ ایک صاحب دل تابعی ہرم بن حیان اور اویس رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے پرتاثیر واقعات خود ہرم بن حیان کی زبان سے سننے کے قابل ہیں۔ ان کا بیان ہے:

''میں اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تمنا لے کر کوفہ گیا اور تلاش کرتے کرتے فرات کے کنارے پہنچا۔ وہاں دیکھا کہ ایک شخص تنہا بیٹھا نصف النہار کے وقت وضو کر رہا تھا اور کپڑے دھو رہا تھا۔ میں اویس رضی اللہ عنہ کے اوصاف سن چکا تھا۔ اس لئے فوراً پہچان گیا۔ وہ فربہ اندام تھے۔ رنگ گندم گوں تھا۔ بدن پر بال زیادہ تھے۔ سر منڈا ہوا تھا۔ داڑھی گھنی تھی۔ بدن پر ایک صوف کا ازار اور ایک صوف کی چادر تھی۔ چہرہ بہت بڑا اور مہیب تھا۔ قریب پہنچ کر میں نے سلام کیا۔ اویس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اور میری طرف دیکھ کر کہا: ''خدا تم کو زندہ رکھے۔ میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ انہوں نے مصافحہ کرنے سے انکار کیا اور پھر کہا: خدا تم کو زندہ رکھے۔ میں نے کہا: اویس رضی اللہ عنہ تم پر خدا رحمت نازل کرے اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ تمہارا کیا حال ہے، غایت محبت میں ان کی ظاہری حالت پر میرے آنسو نکل آئے۔ مجھے روتا دیکھ کر وہ بھی رونے لگے اور مجھ سے فرمایا: ہرم بن حیان خدا تم پر رحم کرے۔ میرے بھائی تم کیسے ہو؟ تم کو میرا پتا کس نے بتایا؟ میں نے کہا: خدا نے۔ اس جواب پر انہوں نے فرمایا:

لا اله الا الله سبحان ربنا ان كان وعد ربنا مفحر لاحيك سمانى

ہرم بن حیان مزید کہتے ہیں: ''اس سے پہلے نہ کبھی میں نے ان کو دیکھا تھا اور نہ

Marfat.com

انہوں نے کبھی مجھے دیکھا تھا۔ اس لئے میں نے ان سے پوچھا: آپ نے میرا اور میرے باپ کا نام کیسے جان لیا، خدا کی قسم، آج سے پہلے کبھی میں نے آپ کو نہ دیکھا تھا۔ فرمایا: علیم خبیر نے مجھے بتایا جب تمہارے نفس نے میرے نفس سے باتیں کیں، اسی وقت میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا۔ زندہ اور چلتے پھرتے لوگوں کی طرح روحوں کے بھی جان ہوتی ہے۔ مومنین خواہ کبھی آپس میں نہ ملے ہوں اور ان میں کوئی تعارف یا گفتگو نہ ہوئی ہو، وہ تب بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں اور روح کے وسیلے سے باتیں کرتے ہیں، خواہ وہ ایک دوسرے سے کتنے ہی دور کیوں نہ ہوں۔

میں نے درخواست کی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث سنایئے کہ میں آپ کی زبان سے سن کر اس کو یاد کرلوں۔ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا اور نہ آپ کی صحبت سے بہرہ ور ہوا۔ البتہ آپ کے دیکھنے والوں کو دیکھا ہے اور تم لوگوں کی طرح مجھے بھی آپ کی حدیثیں پہنچیں ہیں لیکن میں یہ دروازہ کھولنا نہیں چاہتا کہ محدث، قاضی یا مفتی بنوں۔

ہرم بن حیان! مجھے خود اپنے نفس کے بہت سے کام ہیں یہ جواب سن کر میں نے عرض کیا کہ پھر قرآن ہی کی کچھ آیات سنا دیجئے۔ مجھے آپ کی زبان سے قرآن سننے کی خواہش ہے۔ میں خدا کے لئے آپ کو محبوب رکھتا ہوں۔ میرے لئے دعا فرمایئے اور کچھ وصیتیں کیجئے، تاکہ میں ان کو ہمیشہ یاد رکھوں۔ میری درخواست سن کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور (اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم) پڑھ کر چیخ مار کر رونے لگے اور فرمایا: میرے رب کا ذکر بلند ہے۔ سب سے زیادہ حق اس کا قول ہے۔ سب سے زیادہ سچی بات اس کی بات ہے۔ سب سے اچھا کلام اس کا کلام ہے۔ یہ کلمات فرما کر ما خلقنا السموات والارض سے ھو العزیز الرحیم تک تلاوت کر کے چیخ مار کر ایسے خاموش ہوئے کہ میں سمجھا، بے ہوش ہو گئے ہیں۔ پھر مجھ سے فرمایا: ہرم بن حیان، تمہارے باپ مر چکے، عنقریب تم کو مرنا ہے۔ ابو حیان مر چکے، ان کے لئے جنت ہے یا دوزخ، ابن حیان آدم مر گئے، حوا مر گئیں، ابن حیان نوح اور ابراہیم خلیل اللہ مر گئے۔ ابن حیان، موسیٰ فوت

Marfat.com

ہو گئے، داؤد انتقال کر گئے، محمد مصطفیٰ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ابو بکر خلیفۃ المسلمین چلے گئے۔ میرے بھائی عمر بن الخطاب کا انتقال ہو گیا۔ یہ کہہ کر واعمراہ کا نعرہ لگایا اور ان کے لئے رحمت کی دعا کی۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس وقت تک زندہ تھے اور ان کی خلافت کا آخری زمانہ تھا۔ اس لئے میں نے کہا: خدا آپ پر رحم کرے، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تو زندہ ہیں۔ فرمایا ہاں، جو کچھ میں نے کہا ہے، اگر تم اس کو پوری طرح سمجھ لو، تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ تمہارا شمار مردوں ہی میں ہے۔ ہونے والی بات ہو چکی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور چند مختصر دعائیں پڑھ کر کہا: ہرم بن حیان، کتاب اللہ صلحائے امت کی ملاقات اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام میری وصیت ہے۔ میں نے اپنی خبر موت دی، اور تمہاری خبر موت دی۔ آئندہ ہمیشہ موت کو یاد رکھنا اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے غافل نہ ہونا۔ واپس جا کر اپنی قوم کو ڈرانا اور اپنے ہم مذہبوں کو نصیحت کرنا۔ خبردار جماعت کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تمہارا دین چھوٹ جائے اور قیامت میں تم کو آتش دوزخ کا سامنا ہو۔ پھر فرمایا: خدایا، اس شخص کا گمان ہے کہ وہ تیرے لئے مجھ سے محبت کرتا ہے اور تیرے لئے مجھ سے ملاقات کی۔ اس لئے خدایا، اپنے گھر دار السلام میں مجھے اس سے ملانا۔ یہ دنیا میں جہاں کہیں بھی رہے، اس کو اپنے حفظ و امان میں رکھنا۔

یہ دعائیں دے کر مجھ سے خطاب فرمایا کہ ہرم بن حیان اب میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اچھا ''السلام علیک و رحمۃ اللہ'' تم کو آج کے بعد نہ دیکھوں۔ میں شہرت ناپسند کرتا ہوں اور تنہائی اور عزلت کو دوست رکھتا ہوں ...... پھر اویس رضی اللہ عنہ ایک سمت کو مڑے۔ میں بھی ساتھ ہو گیا۔ لیکن تھوڑی دور جا کر وہ ایک گلی میں غائب ہو گئے۔ میں نے بہت تلاش کیا۔ لیکن ان کا سراغ نہ ملا۔ خدا ان پر رحمت نازل کرے اور ان کی مغفرت فرمائے۔ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۰۶ تا ۴۰۸)

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو جب تک دنیا والوں نے نہ پہچانا وہ زندہ رہے اور اہل دنیا کو نظر آتے رہے لیکن جب ان کی حقیقت آشکارا ہوئی تو وہ ایسے روپوش ہو گئے کہ پھر کسی نے نہ دیکھا۔ اس کے بعد جنگ صفین میں آپ کی شہادت کا پتا چلتا ہے۔ اصابہ کے مطابق

Marfat.com

ان کو راہ خدا میں شہادت کی بڑی تمنا تھی اور اس کے لئے آپ دعا کیا کرتے تھے۔ خدا نے جنگ صفین میں یہ آرزو پوری کر دی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں شہید ہوئے۔

اگرچہ اویس رضی اللہ عنہ سرتاج تابعین ہیں اور آپ کی ذات جملہ فضائل و کمالات کی جامع تھی لیکن اس کے باوجود علمائے ظاہر کے زمرہ میں آپ کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے کمالات کا منبع اور سرچشمہ کاغذ کے اوراق کے بجائے صحیفہ قلب تھا۔ آپ کی ذات گرامی علوم باطن کا سرچشمہ تھی اور تابعین میں خواجہ حسن بصری کے بعد آپ ہی کی ذات تصوف کا مرجع ہے اور انتباہ فی سلاسل اولیاء میں شاہ ولی اللہ کے بیان کے مطابق صوفیائے کرام کے بہت سے سلاسل آپ کی ذات تک منتہی ہوتے ہیں۔

آپ نے راہ سلوک میں بڑے بڑے مجاہدات کئے۔ ساری ساری رات پلک سے پلک نہ ملتی تھی۔ معمول تھا کہ ایک شب قیام میں گزارتے۔ دوسری رکوع میں اور تیسری سجدہ میں اکثر رات کے ساتھ دن بھی عبادت ہی میں گزر جاتا تھا۔ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ کھجور کی گٹھلیاں چن کر بیچتے اور اس کی قیمت سے قوت لایموت حاصل کرتے۔ دنیاوی تعلقات میں لے دے کے ان کی ایک والدہ تھیں، جن کی ساری عمر خدمت کی۔ دنیا سے گوشہ نشین رہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بعض نے ان کی شخصیت کے وجود سے ہی انکار کیا ہے اور یہ بات تحقیق کے بعد غلط ثابت ہو چکی ہے۔

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو سلمہ تھی۔ بے دینی کے زمانہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یاد اللہ رہی۔ اس لئے یوں تو ۵ ھ سے پہلے تک اسلامی برادری میں شامل نہ تھے، مگر دل پر اسلام اور پیغمبر اسلام کی پاکیزہ اور مبارک ذات کا اثر تھا۔ جنگ خندق میں مشرکوں کے ساتھ آئے تھے۔ ایک دن مغرب و عشاء کے درمیانی موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے۔ ایمان لائے اور عرض کی کہ جو حکم ہو بجا لاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس ٹڈی دل قبائل کو ہٹا سکتے ہو تو ہٹانے کی کوشش کرو۔

یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ یہودی اور مشرک مل کر اور متحد ہو کر آئے تھے۔ قریش و

Marfat.com

غطفان اور مدینہ کے پڑوسی یہودی بنو قریظہ کے قبیلے۔ آخر یہ سوچ بچار کے بعد پہلے یہودیوں کے پاس گئے۔ بولے: کس دھوکے میں پڑے ہو۔ قریش اور غطفان کا بھلا کیا بھروسہ موقع پائیں گے اور اپنا پلہ بھاری دیکھیں گے تو مسلمانوں سے لڑیں گے، نہیں تو ٹال کے چل دیں گے اور مکہ میں چین کی بنسری بجائیں گے، مگر تمہیں تو مسلمانوں کے ساتھ ہی گزارا کرنا ٹھہرا اور اگر تمہیں قریش کا ساتھ ہی دینا ہے تو ضمانت کے طور پر پہلے ان کے کچھ آدمی رکھ لو، تاکہ تمہیں فریب نہ دے سکیں۔ یہ بات یہودیوں کے دل میں جم کر رہ گئی اور حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے خوب اندازہ کرلیا کہ جادو چل گیا۔

اب نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ قریش کے سردار ابوسفیان سے ملے کہا کہ قریظہ والے یہودی مسلمانوں سے بگاڑ کے پچھتا رہے ہیں۔ پھر سے مسلمانوں سے میل ملاپ کرلینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کہلا بھیجا ہے کہ ہم قریش اور غطفان کے ستر آدمی تمہارے پاس بھیجیں گے۔ تم ان کی گردنیں اڑا کر بدلہ لے لینا۔ اس کے علاوہ بھی ہر طرح ہم تمہاری مدد کو تیار ہیں۔ پھر کہا میری مانو تو یہودیوں جیسی قوم کے فریب میں نہ آؤ اور وہ جو ضمانت مانگیں گے، تو صاف انکار کردو۔ اس کے بعد آپ نے اپنے قبیلہ غطفان والوں کو ایسی پٹی پڑھائی کہ یہودیوں اور مشرکوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ یہودیوں نے اپنے آدمیوں کو بطور ضمانت دینے سے انکار کردیا۔ ادھر ابوسفیان اور قریش کا شک یقین میں بدل گیا اور ادھر حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی کام کرگئی۔ یوں وہ بھیانک آندھی اٹھی کہ دشمن کا لشکر تتر بتر ہوگیا۔

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس جنگ کے علاوہ بھی کئی جنگوں میں حصہ لیا۔ تبوک کی جنگ میں اپنے قبیلہ کو شرکت پر آمادہ کیا۔ جنگ جمل میں شریک ہوئے۔ خوب خوب دادِ شجاعت دکھائی اور شہادت سے سرفراز ہوئے۔

ابورافع رضی اللہ عنہ

آپ کا نام اسلم اور کنیت ابو رافع رضی اللہ عنہ تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ جنہوں نے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

Marfat.com

آپ کو آزاد کر دیا۔ آزادی کے وقت بے اختیار رو پڑے۔ لوگوں نے سبب دریافت کیا تو بولے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اس آزادی سے ہزار درجے بہتر ہے۔ آزاد ہونے کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن نہ چھوڑا۔ خدمت گزاری میں لگے رہے یہاں تک کہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیت میں شامل کر لیا۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا واقعہ بھی بڑا فکر انگیز ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار قریش نے آپ کو کسی کام کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہی آپ کا دل اسلام کی طرف مائل ہو گیا۔ عرض کی: یا رسول اللہ! اب میں واپس نہیں جانا چاہتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم قاصد ہو اور میں تمہیں روک کر عہد شکنی کرنا نہیں چاہتا۔ اس وقت تم واپس چلے جاؤ، پھر جب تمہارے دل میں اسلام کی محبت عود کر آئے تو چلے آنا۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ اس وقت تو چلے گئے۔ چند دنوں بعد دوبارہ حاضر ہوئے اور باقاعدہ اسلام قبول کر لیا مگر جنگ بدر تک اسے اخفاء ہی میں رکھا۔

جنگ بدر کے بعد ایک دن حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ چاہ زمزم کے پاس بیٹھے تیروں کو ٹھیک ٹھاک کر رہے تھے کہ ابولہب آ گیا۔ پھر ابوسفیان بھی وہاں آ پہنچا اور انہوں نے جنگ بدر کے بارے میں عجیب و غریب باتیں کرنا شروع کر دیں۔ دوران گفتگو ایک نے کہا کہ میدانِ جنگ میں آسمان سے زمین تک سفید پوش سوار بھرے ہوئے تھے۔ اس پر ابو رافع بول اٹھے کہ وہ فرشتے تھے۔ یہ سن کر ابولہب جل گیا اور آپ کے منہ پر بڑے زور سے تھپڑ مارا۔ اس پر بھی غصہ ختم نہ ہوا تو حضرت ابو رافع کے سینے پر سوار ہو کر آپ کو بے دریغ مارنے لگا۔ اسی دوران حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کہیں دیکھ لیا۔ انہوں نے ایک پتھر اٹھا کر ابو لہب کے سر پر اس زور سے مارا کہ خون بہنے لگا اور اس نے ابو رافع رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔

بدر کے بعد ابو رافع رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مقیم ہوئے۔ احد، خندق اور تمام جنگوں میں شریک رہے...... اسلام میں نیکی، خوف خدا اور دین کی خدمت کے ترازو میں بزرگی اور بڑائی جانچی جاتی ہے۔ دوسرے مذاہب کی طرح اسلام میں ایسی کوئی قید نہیں کہ غریب لوگ یا غلام وغیرہ علم حاصل نہ کر سکیں۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ کو

Marfat.com

غلامی سے آزادی ملی اور اسلامی برادری اور سب سے بڑی دولت یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری نصیب ہوئی۔ آپ نے بہت سی حدیثیں یاد کر لی تھیں۔ بڑے بڑے صحابہ آپ سے دین کی باتیں اور حدیثیں سیکھا کرتے اور آپ کی عزت کرتے تھے۔ آپ کے بہت سے شاگرد تھے...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں وفات پائی۔

مالک بن الحارث الاشتر النخعی

قبیلہ نخع خاندان مذحج کی ایک شاخ ہے۔ کوفہ شہر جب آباد کیا گیا تو اس قبیلہ نے وہاں سکونت اختیار کر لی۔ یہی وجہ ہے کہ ابن حجر نے مالک بن الحارث النخعی کو الاشتر کوفی لکھا ہے۔ جہاں اس نے اچھا خاصا اثر ورسوخ بڑھا لیا تھا...... الاشتر کے معنی ہیں۔ الٹے پپوٹوں والا اور اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جنگ یرموک (۱۵ ھج بمطابق ۶۳۶) میں آنکھ پر زخم کھانے کی وجہ سے مالک بن الحارث کے پپوٹے الٹ گئے تھے...... تاریخ رجال کی کتابوں پر الاشتر نخعی کی تاریخ ولادت اور عمر کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ البتہ اتنا ضرور مذکور ہے کہ الاشتر نخعی عہد جاہلیت میں بھی زندہ تھا۔ ابن سعید نے تابعین کے طبقہ اولیٰ میں پہلا نام الاشتر ہی کا لکھا ہے۔ حضرت عثمان کے عہد میں جو فتنہ رونما ہوا۔ اس سے پہلے الاشتر کا ذکر بالخصوص واقعہ یرموک ہی میں ملتا ہے جس میں اس نے بازنطینوں کے مقابلے میں بڑی کامیابی سے جنگ کی اور داد شجاعت دیتا ہوا درب تک چلا گیا اور اپنی جرأت و شجاعت کی بدولت اس نے بڑا نام پایا۔ ان روایتوں کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ مالک بن الحارث النخعی کی ولادت قبل بعثت ہوئی اور رحلت کے وقت اس کی عمر ساٹھ برس سے اوپر تھی۔

ابو تمام حبیب بن اوس الطائی (م ۲۳۱ ھج) نے الاشتر کو شعراء میں شمار کیا ہے اور الحماستہ میں مالک کے یہ اشعار خصوصیت کے ساتھ مذکور ہیں۔

وبقيت و فطري وانحرفت عن العلىٰ

وتقيت اصياني بوجه عبوس

ان لم أثن على ابن حرب غارة

لم تغل يوما من تهاب نفوس

Marfat.com

ابوتمام کے علاوہ نصر بن مزاحم اور ابن جریر الطبری نے بھی اس کے متعدد اشعار و خطب نقل کئے ہیں۔ واقعہ صفین کے متعلق اس کے تقریباً سات خطبے ہیں۔

الاشتر کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے عہد کے برسر حکومت طبقہ کے خلاف مسلسل شورش برپا رکھی اور جنہوں نے (غیر منقولہ جائیداد جو مال غنیمت کے طور پر ہاتھ آئے) کے معاملے میں لڑنے والوں کے حقوق و دعادی کی حمایت کی۔ چنانچہ اس سلسلے میں جب والی کوفہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے سامنے لوگوں نے تشدد آمیز مظاہرہ (۳۳ ھجری مطابق ۶۵۳ء) کیا تو الاشتر کو بھی دس اور شورش پسندوں کے ساتھ جلاوطن کر دیا گیا مگر کچھ دنوں کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے پھر واپس بھیج دیا۔ جس پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسے والی حمص کے پاس روانہ کر دیا۔ بایں ہمہ کوفہ میں شورش جاری رہی۔ اور الاشتر بھی جلد ہی واپس آ کر عوام میں شریک ہو گیا۔ (طبری) اس کے بعد الاشتر کا نام اس وقت ابھرتا ہے، جب اس نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ واپس آنے سے روکا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر زور ڈالا کہ ابوموسیٰ اشعری کو کوفے کا گورنر مقرر کیا جائے۔ ابن سعد اور مسعودی نے لکھا ہے کہ جب مدینہ منورہ میں بلوائیوں کی شورش ہوئی تو الاشتر کوئی دو سو افراد پر مشتمل ایک جمعیت لے کر کوفہ سے آیا اور ان لوگوں میں آ کر شامل ہو گیا جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا (طبری) بلکہ اس کا نام قاتلین عثمان میں بھی لیا جاتا ہے۔ (ابن عساکر)

کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتخاب کے موقع پر بھی الاشتر نے خاصے تشدد کا اظہار کیا مگر اکثر مورخین اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ ان کا کہنا ہے کہ آگے چل کر سیاسی اختلافات کی وجہ سے ایسی روایات مشہور ہو گئیں جن میں الاشتر کی مخالفت اور موافقت میں بڑے مبالغے سے کام لیا گیا اور جنہیں ارباب تاریخ و سیر بغیر تحقیق و تدقیق کے نقل کرتے چلے گئے۔ چنانچہ بعض روایات میں تو یہاں تک کہا گیا ہے کہ الاشتر ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اپنی رائے کا پابند بنانا چاہتے تھے۔ البتہ انکار نہیں کیا جا سکتا تو اس امر سے کہ الاشتر کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے والہانہ عقیدت تھی اور وہ ان کی حمایت میں ہمیشہ سینہ

Marfat.com

سپر رہتا تھا۔ حضرت علی نے اس سے نہ صرف مشکل ترین موقعوں پر کام لیا بلکہ الجزیرۃ میں کئی ایک مقامات کا والی بھی مقرر کیا۔ وہ جنگ جمل میں شریک ہوا اور اس نے کوفے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے کمک بھی فراہم کی تھی۔ ایسے ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک معرکہ میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج کے طلایہ کا سردار تھا جس کے دوران میں اس نے اہل رقہ سے دریائے فرات پر جبراً ایک پل تعمیر کروایا تاکہ فوج اس سے گزر سکے۔ جنگ صفین میں وہ میمنہ کا قائد تھا اور لڑائی میں بھی اس نے بڑے جوش اور بہادری سے کام لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ثالثی کی تجویز پیش ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ الاشتر اپنی طرف سے ثالث مقرر کریں، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے اس کی مخالفت اس لئے کی کہ وہ جانتے تھے کہ اس انتخاب کے معنی جنگ جاری رکھنے کے ہیں اور صورت حال واقعی ایسی تھی۔ الاشتر کو جب معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین صلح ہوگئی ہے تو اس نے ایک زوردار تقریر کی جس میں اس نے اس امر کا اظہار کیا کہ لڑائی بند کرنا فتح کو دور لے جاتا ہے۔ اسی دوران الاشتر کی خواہش اور کوشش یہ رہی کہ معاہدہ تحکیم پر دستخط نہ ہوں۔

واقعہ صفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے الاشتر نخعی کو موصل اور اس سے ملحقہ عراق اور شام کے شہروں کا والی مقرر کیا۔ جہاں اسے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والی الضحاک بن القیس الفہری کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ لہٰذا وہ مجبور ہوگیا کہ موصل کی طرف ہٹ آئے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے مصر کا والی مقرر کیا۔ مختلف حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قیس بن سعد کی واپسی یا محمد بن ابی بکر کی معزولی پر الاشتر کو مصر کے راستے ہی میں زہر دے کر ہلاک کر دیا گیا۔ وہ قلزم کے مقام پہنچا تھا کہ ۳۷ ھ میں فوج کی رسد کے ناظم نے اسے کھانے میں زہر ملا کر دے دیا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ الاشتر بہت جسیم مضبوط اور قوی ہیکل انسان تھا۔ اس کی تلوار کا نام الیج تھا۔ جس کے معنی ہیں، آب رواں کی چمک، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک بازو عمار بن یاسر اور دوسرا الاشتر ہیں۔

Marfat.com

عبداللہ بن بدیل رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ یوں ہے: عبداللہ بن بدیل بن ورقاء بن عبد العزیٰ خزاعی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد بدیل قبیلہ خزاعہ کے سردار تھے۔ فتح مکہ سے پہلے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک وغیرہ غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۴)

عبداللہ نہایت حوصلہ مند بہادر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں انہوں نے بڑے کارنامے انجام دیئے۔ ۲۳ ھج مین جب ابو موسیٰ اشعری قم کا شان کی مہمات میں مصروف تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ کو ان کی مدد کے لئے روانہ کیا کہ وہ اصفہان کی مہم اپنے ہاتھ میں لے کر ابو موسیٰ اشعری کا بار ہلکا کریں۔ چنانچہ اسی سنہ میں عبداللہ نے اصفہان کے علاقہ میں پیش قدمی کی۔ اور جی نامی قریہ پر حملہ کر کے یہاں کے باشندوں کو مطیع بنا کر ان سے جزیہ وصول کیا "جی" کے بعد اصفہان کا رخ کیا۔ یہاں کے حکمران فادوسقان نے شہر چھوڑ کر نکل جانا چاہا مگر عبداللہ نے اس کا موقع نہ دیا اور آگے بڑھ کر اسے روک لیا۔ فادوسفان کے ساتھ تیس منتخب بہادر تھے۔ اس نے عبداللہ سے کہا: بے کار جانوں کو ضائع کرنے سے کیا فائدہ، آؤ تنہا ہم تم نپٹ لیں۔ عبداللہ نے منظور کر لیا۔ دونوں کا مقابلہ ہوا۔ عبداللہ نے نہایت پھرتی سے وار کیا۔ فادسفان نے بچاؤ کیا اور اس کے گھوڑے کی زین کو کاٹتا ہوا نکل گیا۔ فادوسفان نے ان کی شجاعت کا اعتراف کیا کہ تم ایسے عقلمند بہادر کو قتل کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ میں اس شرط پر شہر حوالہ کرنے کو تیار ہوں کہ یہاں کے باشندوں کو اس امر کی آزادی دی جائے کہ ان میں جس کا دل چاہے وہ جزیہ دے کر رہے اور جس کا دل چاہے شہر چھوڑ کر چلا جائے۔ عبداللہ نے یہ درخواست منظور کر لی اور فادوسفان نے شہر حوالے کر دیا۔ اصفہان پر قبضہ کرنے کے بعد اس کے قرب و جوار کے علاقوں کی طرف بڑھے اور چند دنوں میں پورا علاقہ بشمول کوہستان وزرعی اضلاع زیر نگین کر لیا۔ (فتوح البلدان ص ۳۲۰)

۲۸ ہجری میں حضرت ابو موسیٰ اشعری نے آپ رضی اللہ عنہ کو کرمان کی مہم پر مامور کیا۔ عبداللہ نے ملبس اور کرین نامی دو قلعوں کو فتح کر لیا۔ ان قلعوں کی تسخیر سے خراسان کا راستہ

Marfat.com

صاف ہوگیا۔اس کے بعد عبداللہ بن بدیل نے کرمان کو فتح کرلیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلافات میں حضرت عبداللہ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شدید مخالف اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پرجوش حامیوں میں تھے۔ جب دونوں میں اختلاف شروع ہوا تو عبداللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں کے سامنے یہ تقریر کی۔

''امابعد لوگو! معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا دعویٰ کیا ہے جس کے وہ ہرگز مستحق نہیں ہیں۔ وہ اس دعویٰ میں ایسے شخص سے جھگڑا کررہے ہیں جو یقیناً اس کا زیادہ مستحق ہے۔امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اوراس شخص کا کوئی مقابلہ نہیں۔معاویہ رضی اللہ عنہ باطل کو لے کراٹھے ہیں، تاکہ حق کو ڈگمگادیں۔لوگو! انہوں نے قبائل اوراعراب کو گمراہی میں مبتلا کردیا ہے اوران کے دلوں میں فتنہ وفساد کا بیج بو کران سے حق و باطل کی تمیز اٹھادی ہے۔خدا کی قسم! تم لوگ یقیناً حق پر ہو، خدا کا نوراور برہان تمہارے ساتھ ہے۔سرکشوں اور ظالموں کے مقابلہ کے لئے تیار ہوجاؤ اوران سے جنگ کرو۔خدا تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب کا مزہ چکھائے گا۔

لوگو! باغی گروہ سے لڑو، جنہوں نے ایک امر کے اہل و مستحق سے جھگڑا کیا ہے۔تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسے لوگوں سے جہاد کیا ہے۔خدا کی قسم اس بارے میں اس کی نیت پاک اوراچھی نہیں ہے۔اس لئے اپنے اور خدا کے دشمنوں کے مقابلہ میں اٹھو، خدا تم پراپنی رحمت نازل فرمائے گا''۔

(استیعاب ج ا ص ۳۵۱)

جنگ صفین کے درمیانی التوا کے بعد محرم الحرام کے اختتام کے بعد جب دوبارہ جنگ شروع ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو پیدل فوج کا کمانڈر بنایا...... جنگ صفین کا سلسلہ مدتوں جاری رہا۔پوری فوجیں میدان میں بہت کم اترتی تھیں۔عموماً چھوٹے چھوٹے دستے ایک دوسرے کے مقابلہ میں آتے تھے۔ایک دن عبداللہ رضی اللہ عنہ بن بدیل اپنا دستہ لے کراترے۔شامیوں کی طرف سے ابواعور سلمیٰ ان کے مقابلہ میں آیا، صبح سے شام

Marfat.com

تک نہایت پر زور مقابلہ ہوتا رہا۔ عبداللہ اس بہادری سے لڑتے تھے کہ جدھر رخ کر دیتے تھے شامی کائی کی طرح چھٹ جاتے تھے۔ ایک حملہ میں زور میں بڑھتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلم تک پہنچ گئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ان پر پتھر برساؤ۔ اس حکم پر چاروں طرف سے پتھر برسنے لگے اور علی رضی اللہ عنہ کا یہ جان نثار پتھروں کی بارش سے شہید ہو گیا۔ (اخبار الطوال ص ۱۸۸)

عبداللہ بن زمعہ

آپ کا نسب نامہ یوں ہے: عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی قرشی اسدی۔ آپ کی والدہ کا نام قریب تھا۔ جو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زمعہ کا گھرانا روسائے قریش میں تھا۔ اس لئے دوسرے روسائے قریش کی طرح ان کے والد زمعہ بھی اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶۴) بدر میں مشرکین کے جتھے میں زمعہ شامل تھے۔ مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا زمانہ متعین نہیں غالباً فتح مکہ کے کچھ دنوں قبل یا اس کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے...... آپ چونکہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ اس لئے کاشانہ نبوی میں بہت آتا جاتا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ ہی میں تھے۔ ۳۵ ھجری میں فوت ہوئے۔ بعض کا خیال ہے کہ یزید کے عہد حکومت میں حرّہ کے واقعہ میں مارے گئے، لیکن یہ قرین صحت نہیں۔ کئی اولادیں تھیں جن میں کثیر بن عبداللہ اور یزید بن عبداللہ حرہ کے واقعہ میں مارے گئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زمعہ فضل و کمال کے لحاظ سے کوئی لائق کی شخصیت نہ رکھتے تھے، لیکن کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد و رفت کی وجہ سے چند حدیثیں انہیں یاد رہیں۔ حدیث کی کتب ان کی مرویات سے یکسر خالی نہیں ہیں۔ ایک حدیث متفق علیہ ہے۔ عروہ بن زبیر اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے ان سے روایت کی ہے۔

Marfat.com

خارجہ رضی اللہ عنہ بن حذافہ سہمی

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ یوں ہے: خارجہ بن حذافہ بن خانم بن عامر بن عبداللہ بن حویج بن عدی بن کعب بن لوی قرشی عددی، خارجہ زمانہ جاہلیت میں مشہور شہ سواروں میں تھے اور تنہا ہزار پر بھاری تھے (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۶۶) فتح مکہ کے دوران مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۹۲) عہد فاروقی میں جب مصر پر فوج کشی ہوئی اور اس کی تسخیر میں زیادہ عرصہ لگا تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے دارالخلافہ سے مزید امداد طلب کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خارجہ رضی اللہ عنہ، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو فوج دے کر روانہ کیا (اسد الغابہ ج ۳ ص ۶) ان میں سے ہر ایک ہزار پر بھاری تھا۔ ان شخصیتوں کے پہنچنے کے بعد نہایت آسانی کے ساتھ مصر فتح ہو گیا۔ فتح کے بعد عمرو بن العاص ابن حذافہ کو مصر کا حاکم بنا کر خود اسکندریہ کی طرف بڑھے۔ اسکندریہ لینے کے بعد لوٹے تو خارجہ بن حذافہ کو عہدہ قضا پر مامور کیا (فتوح البلدان ص ۳۲/ ابن سعد ج ۴ ق، ص ۱۳۸) جنگ صفین کے بعد جب خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو موت کے گھاٹ اتار دینے کا منصوبہ بنایا تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قاتل مصر پہنچا اور پچھلے پہر مسجد میں چھپ گیا تا کہ جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے کے لئے نکلیں تو ان کا کام تمام کر دے، مگر اس دن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طبیعت کچھ ناساز تھی۔ اس لئے ان کی بجائے خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے آئے۔ قاتل کو اندھیرے میں شناخت نہ ہو سکی اور اس نے خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سہمی کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سمجھ کر شہید کر دیا۔ یہ واقعہ رمضان ۴۰ ھج میں ہوا۔ فضل وکمال کے لئے حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا عہدہ قضا کافی ہے (تہذیب الکمال ص ۹۹) عبداللہ بن ابی مرہ اور عبداللہ بن جبیر نے ان سے روایت کی ہے۔

اسود بن سریع رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ نسب نامہ یہ ہے۔ اسود بن سریع حمیر بن عبادہ بن نزال بن مرہ بن مقاعس بن عمرو بن کعب بن سعد بن زید صناۃ بن تمیم تمیمی ...... فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ قبول اسلام کے بعد متعدد غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف ہمرکابی

Marfat.com

حاصل کیا۔ حنین میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں چار غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا، کسی غزوہ میں بعض لوگوں نے بچوں کو قتل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو لڑائی میں بے گناہ بچوں اور جنگجوؤں میں امتیاز نہیں کرتے۔ کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا بچہ مشرک نہیں ہوتا۔ فرمایا: اس طرح تو ہمارے بہترین لوگ بھی مشرک بچے ہیں۔ لڑکے دین فطرت پر پیدا ہوتے ہیں اور اس وقت تک اس دین پر رہتے ہیں، جب تک وہ بولنا شروع نہیں کر دیتے یا ان میں بات چیت کا ملکہ پیدا نہیں ہو جاتا۔ اس کے بعد ان کے والدین انہیں یہودی یا نصرانی بناتے ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۴)

حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بال بچوں کو لے کر بصرہ چلے گئے۔ اور یہیں اقامت اختیار کر لی (تہذیب التہذیب ج ا تذکرہ اسود رضی اللہ عنہ) جامع بصرہ کے قریب مکان تھا۔ جہاں وہ فرائض قضا انجام دیتے تھے۔ یہیں ۴۰ ھج میں وفات پائی۔ فضل وکمال کے لئے یہ سند کافی ہے کہ جامع بصرہ میں قاضی تھے۔ آٹھ حدیثیں بھی ان سے مروی ہیں۔ شاعری میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے (اصابہ ج ا تذکرہ اسود رضی اللہ عنہ/ تہذیب الکمال ص ۳۷) کبھی کبھی دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حمد ونعت کی نذر پیش کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قبول اسلام کے ابتدائی زمانہ میں حمد ونعت کہہ کر لائے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خدا کی حمد اور حضور کی مدح میں کچھ اشعار عرض کئے ہیں۔ فرمایا: میری مدح سنانے کی ضرورت نہیں، البتہ خدا کی حمد سناؤ چنانچہ انہوں نے حمد سنانی شروع کی۔ اس درمیان میں ایک کشیدہ قامت آدمی آ گیا۔ اسے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں روک دیا۔ اس کے واپس جانے کے بعد پھر سننے لگے۔ دوبارہ وہ شخص آیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسود رضی اللہ عنہ کو خاموش کر دیا۔ اس کے واپس جانے کے بعد اسود رضی اللہ عنہ نے پوچھا، یا رسول اللہ یہ کون شخص ہے جس کے آنے پر آپ روک دیتے ہیں اور چلے جانے کے بعد پھر سنتے ہیں۔ فرمایا یہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کو باطل اشیاء سے کسی قسم کا لگاؤ نہیں (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۵) سیر الصحابہ ص ۶ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس سے مراد شاعری ہے اور حمد اس سے مستثنیٰ ہے۔

Marfat.com

ابوالقاسم محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ

آپ مشہور صحابی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ احد من العشرة المبشرة کے لخت جگر تھے۔ محمد نام سجاد لقب اور کنیت ابوالقاسم تھی نسب نامہ یہ ہے: محمد بن طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ قریش، والدہ کا نام حمنہ تھا، جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی حقیقی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ اس رشتہ سے محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھانجے تھے۔

ابوالقاسم محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور حصول برکت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا نام کیا رکھا گیا ہے۔ کہا گیا محمد۔ فرمایا: میرے نام پر اچھا ان کی کنیت بھی ابوالقاسم ہے (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۷۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی زید کے پردوتے کا نام بھی محمد تھا۔ ایک مرتبہ کسی نے ان کو پکار کر برا بھلا کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے بلا کر فرمایا کہ تمہارے نام کی وجہ سے اسم محمد پر گالیاں نہیں پڑ سکتیں۔ چنانچہ اسی وقت ان کا نام بدل کر عبدالرحمان رکھا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے لڑکوں کے پاس آدمی بھیجا کہ ان میں جن جن کا نام محمد ہے، بدل دیا جائے۔ یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ محمد بن طلحہ نے عرض کیا: امیر المومنین میرا نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب کردہ ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو جاؤ رسول اللہ کا رکھا ہوا نام میں نہیں بدل سکتا۔ (اصابہ تذکرہ محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ بحوالہ صحیح بخاری)

جنگ جمل میں محمد کا دلی میلان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔ لیکن ان کے والد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے۔ اس لئے باپ کی خاطر سے ضمیر کے خلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکلے۔ لیکن دل مطمئن نہ تھا۔ اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، میرے بیٹے کے متعلق کیا حکم ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کا منشا سمجھ گئیں گو ان کا منشا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف تھا۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''ایسی حالت میں تم خیر بن آدم کا طریقہ اختیار کرو اور اپنا ہاتھ روک لو۔'' یہ اجازت ملنے کے بعد انہوں نے تلوار میان میں کر لی اور زرہ کو بچھا کر اس پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت علی کو ان کے دلی جذبات اور ان کی

Marfat.com

مجبوریوں کا علم تھا۔ اس لئے اپنی فوج میں اعلان کر دیا تھا کہ سیاہ ٹوپی والے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کوئی تلوار نہ اٹھائے مگر میدان جنگ میں کون امتیاز کرتا۔ اس لئے محمد کی غیر جانبداری اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اعلان کے باوجود کسی نے ان کا کام تمام کر دیا۔ قاتل کا نام بعض مورخین نے مدلج، بعض نے شداد اور بعض نے عصام بن مسعر بصری لکھا ہے۔ قرائن قیاس ہے کہ آپ کو عصام بن مسعر نصری نے قتل کیا۔

اختتام جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اپنے مقتولین کی تلاش میں نکلے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نظر ایک نعش پر پڑی جو منہ کے بل زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ قریب جا کر سیدھی کی اور صورت پر نظر پڑی تو منہ سے بے اختیار انا للہ وانا الیہ راجعون نکل گیا اور فرمایا واللہ یہ قریشی بچہ ہے...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا خیر ہے۔ عرض کیا: محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ'' ان کا نام سن کر فرمایا: افسوس کیا جوان صالح تھا۔ یہ کہہ کر وہیں ملول وغمزدہ بیٹھ گئے۔ محمد کی شہادت کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر اتنا شدید اثر ہوا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ کو اس جنگ سے روکتا تھا، لیکن آپ فلاں اشخاص کے کہنے میں آ گئے۔ فرمایا جو کچھ ہونا تھا ہو چکا، کاش میں آج سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔

(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۱۶، فضائل طلحہ/ اسد الغابہ تذکرہ محمد بن طلحہ)

محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ یوں تو تمام فاضل اخلاق کا ایک مجسم پیکر تھے، لیکن زہد وعبادت کا رنگ بہت غالب تھا۔ اتنی عبادت وریاضت کرتے تھے کہ سجاد'''' بڑا سجدہ کرنے والا'' لقب پڑ گیا۔

محمد رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جو سجاد کے لقب سے ملقب ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اس کی نعش دیکھی تو ان کے دوسرے اوصاف بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی فرمایا: رب کعبہ کی قسم یہ سجاد ہیں۔ انہوں نے والد کی اطاعت میں جان دے دی (استیعاب ج ۱ ص ۲۲۳) گو محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں بہت کم سن تھے۔ لیکن ان کے زہد وتقویٰ کی وجہ سے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم ان کی دعائیں لیتے تھے...... محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ ان اصحاب میں سے تھے جو حضور پر جان دیتے تھے اور کفار کی زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ایک بات بھی نہ سن سکتے تھے جری اور بہادر اتنے تھے کہ کفار ان سے خوف کھاتے

Marfat.com

تھے اور ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کبھی کوئی بات نہ کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نوجوان اصحاب میں ان کا تذکرہ فخر سے کیا کرتے تھے۔

ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ

ابوعمر، آپ کی کنیت تھی مرقال، لقب اور نسب نامہ یہ تھا: ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ قرشی زہری ...... آپ مشہور صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فاتح ایران کے بھتیجے تھے...... فتح مکہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ شجاعت و شہامت ان کا خاندانی جوہر تھا۔ بہت آخر میں اسلام کے شرف لیس مشرف ہوئے۔ اس لئے حیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کے مظاہرہ کا موقع نہ ملا۔ سب سے اول فاروقی عہد میں ان کے جوہر نمایاں ہوئے۔ شام کی فتوحات میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دوش بدوش دادِ شجاعت دی۔ یرموک کی مشہور جنگ میں ایک آنکھ شہید ہوئی۔ اس کے باوجود بہادری سے لڑتے رہے۔ (استیعاب ج ۲ ص ۶۱۷) اس زمانہ میں پورے شام اور ایران میں جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ ہاشم دونوں میں شریک ہوئے۔

ایران کی معرکہ آرائیوں میں قادسیہ کا معرکہ نہایت اہم ہے۔ اس کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دارالخلافہ سے جو منتخب بہادر بھیجے تھے۔ ان میں ایک ہاشم بھی تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے چھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ شام سے روانہ ہوئے اور ٹھیک تیسرے دن ایران کی حدود میں پہنچے اور یرموک کے معرکہ میں شریک ہوئے۔ اس جنگ میں انہوں نے اپنی شجاعت کے نہایت حیرت انگیز مناظر دکھائے اور ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ مجاہدین قادسیہ میں کوئی بھی ان کے کارناموں کو نہ پہنچ سکا۔ فاتحین قادسیہ میں ان کا نام سرفہرست ہے۔

مدائن کی جنگ کے بعد جب یزدگرد نے جلولا میں تیاریاں شروع کیں اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے ہاشم رضی اللہ عنہ کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کو بھیجا۔ ان کے جلولا پہنچنے سے پہلے ایرانی تمام انتظام مکمل کر کے مقابلہ کے لئے تیار ہو چکے تھے اور ہر ایرانی نے میدان جنگ میں جان دے دینے کا عہد کر لیا تھا۔ اور ان کے

Marfat.com

پاس حلوان سے امداد پر امداد چلی آ رہی تھی۔ اس لئے ہاشم رضی اللہ عنہ کے آنے کے بعد مسلمانوں نے طے کیا کہ بلا کسی توقف وانتظار کے حملہ کر دینا چاہئے۔ ورنہ ایرانیوں کی امدادی فوج کا سلسلہ ان کی قوت بہت بڑھا دے گا۔ اس وقت مقابلہ میں زیادہ دشواری ہوگی۔ اس فیصلے کے بعد مسلمانوں نے جنگ چھیڑ دی۔ پہلے تیر چلے، پھر نیزے نکلے۔ آخر میں تلوار کی نوبت آئی اور اس گھمسان کی جنگ ہوئی کہ تلواروں کی دھاریں الٹ گئیں۔ ایرانی برابر کا جواب دے رہے تھے۔ آخر میں مسلمانوں نے ہر طرف سے سمٹ کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ ایرانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مسلمان صبح سے شام تک تعاقب کر کے مارتے رہے۔ شام کی تاریکی میں مجبوراً علیحدہ ہونا پڑا۔

اس شکست کے بعد یزدگرد حلوان چلا گیا اور مسلمان دجلہ کے مشرقی ساحل کے دیہاتوں پر قبضہ کرتے ہوئے مہرور پہنچ گئے۔ (فتوح البلدان ص ۲۷۲، ۲۷۳) یہاں کے باشندوں نے جزیہ دے کر اطاعت قبول کر لی۔ مہرور کے بعد بندنین پہنچے۔ یہاں کے باشندوں نے بھی جزیہ دے کر اطاعت قبول کر لی۔ خانقین میں ایرانیوں کا ایک جتھا باقی رہ گیا تھا۔ اسے جریر بن عبداللہ بجلی نے ہٹا دیا اور سواد دجلہ کا پورا علاقہ ہاشم کے زیر قیادت تسخیر ہو گیا۔ اس کے بعد ہاشم اور اشعث بن قیس وقوتا، خانجار ہوتے ہوئے باجرمی کے اضلاع کو فتح کرتے ہوئے سن بار کو عبور کر کے شہرزور کی سرحد تک پہنچ گئے...... جلولا کا معرکہ اپنی اہمیت کی وجہ سے فتح الفتوح کہا جاتا ہے۔ اس میں دس لاکھ کا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس کی کامیابی تمام تر ہاشم بن عتبہ کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔

اس کے بعد جب خانہ جنگی کا دور آیا اور مسلمانوں کی تلواریں آپس ہی میں چلنے لگیں تو ہاشم کی تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں بے نیام ہوگئی۔ وہ شروع ہی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں میں سے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہا: اب اس امت کے بہترین فرد کے ہاتھوں پر بیعت کر لینی چاہئے۔ ابوموسیٰ نے کہا: ابھی جلدی کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن ہاشم رضی اللہ عنہ نے توقف گوارا نہ کیا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جانے تک کی تاخیر گوارا نہ کی اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر کہا: یہ علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے اور یہ میرا، میں بیعت کرتا ہوں...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

جنگ جمل کی تیاریاں شروع کیں تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ہاشم کوفیوں کے آمادہ کرنے کے لئے کوفہ روانہ کیا (اخبار الطوال ص ۱۵۳) اور اس کے بعد جب جنگ جمل کا آغاز ہوا تو ہاشم شروع سے آخر تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور ان کے دست راست رہے...... جنگ جمل کے بعد صفین میں بھی پیش پیش رہے۔ اور وقتاً فوقتاً کوفی فوجوں کو لے کر شامیوں کے مقابلہ پر نکلتے رہے۔ شہر حرم میں التوائے جنگ کے بعد جب دوبارہ جنگی تیاریاں شروع ہوئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑا علم ہاشم رضی اللہ عنہ بن عتبہ کو مرحمت فرمایا۔ آخری فیصلہ کن معرکوں کے سلسلہ میں ایک دن پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہاشم رضی اللہ عنہ کو علم برداری کا اعزاز بخشا۔ انہوں نے علم برداری کا پورا حق ادا کر دیا۔ صبح سے شام تک مسلسل لڑتے رہے۔ شام کی تاریکی میں ان کے ساتھیوں کے پاؤں اکھڑ گئے، مگر وہ اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ برابر جمے رہے۔ حارث بن منذر تنوخی نے نیزہ مار کر زخمی کر دیا۔ زخم تبت کاری تھا لیکن ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کے استقلال میں فرق نہ آیا۔ وہ اسی طرح لڑتے رہے۔

اسی دوران میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچا کہ علم آگے بڑھاتے جاؤ ہاشم رضی اللہ عنہ نے پیام لانے والے سے کہا کہ تم میرے ہاتھ کا مشاہدہ کرتے جاؤ۔ اس نے پیٹ پر نظر ڈالی، تو دیکھا کئی شگاف پڑے ہوئے تھے۔ زخموں نے بالکل نڈھال کر دیا تھا۔ چنانچہ قاصد کی واپسی کے بعد ہی وہ زمین پر گر پڑے۔ ان کے گرنے سے ان کے باقی ماندہ ساتھیوں کے پاؤں بھی اکھڑ گئے اور ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے اسی محشر ستانِ قتال میں جان دے دی۔ اسی معرکہ میں ان کا ایک پاؤں کٹ گیا تھا لیکن شجاعت کا یہ عالم تھا کہ اس کٹے ہوئے پاؤں کو زمین پر ٹیک کر لڑتے تھے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے "الفحل یمر شرکہ معقولا ان کی اولاد میں عبداللہ ان کے خلف الصدق اور بڑے نامور فرزند تھے۔ ہاشم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو علم مرحمت فرمایا تھا۔

ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ اس شجاعت و شہامت کے ساتھ دوسرے محاسن اخلاق سے بھی آراستہ تھے، علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں: **کان من شجعان الابطال و الفضلاء الاخیار** ۔ہاشم بڑے نامور بہادروں اور اخیار فضلاء میں تھے۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹)

(مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا۔ ایم ایس ناز۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور صفحات 40 تا 51 من وعن)

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعائیں

نہج البلاغۃ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بعض اہم دعائیں اخذ کر کے ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ یہ دعائیں آپ نے مختلف موقعوں پر اور ضرورتوں کے وقت فرمائی تھیں۔

۱۔ جس وقت آپ سفر شام پر معاویہ سے جنگ کے ارادہ سے روانہ ہونے لگے اور رکاب میں پاؤں رکھا تو اس وقت یہ دعا فرمائی:

بارخدایا!

میں تجھ سے سختی سفر، اندوہ بازگشت اور اہل و مال و فرزند کو بری حالت میں دیکھنے سے پناہ مانگتا ہوں۔

بارخدایا!

تو سفر میں میرا ہمراہی اور خاندان میں میرا خلیفہ ہے اور تیرے سوا دونوں باتیں کسی (یعنی مصاحبت اور خلافت) میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

کیونکہ جسے خلیفہ بنایا جائے گا اسے ساتھ نہیں لے جایا جا سکتا اور جسے ساتھ لے جایا جائے گا اسے خلیفہ نہیں بنایا جا سکتا۔ (اس دعا کا ابتدائی حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مروی دعا سے ماخوذ ہے)

۲۔ جناب الٰہی میں اظہار عاجزی واستغفار کا انداز تعلیم فرما رہے ہیں۔

خدایا!

میرے ان گناہوں کو بخش دے جن کا علم مجھ سے زیادہ تجھے ہے اور یہ گناہ دوبارہ سرزد ہوں تو بھی (از راہ رحم و کرم) دوبارہ مجھے معاف کر دے۔

خدایا!

Marfat.com

میں اپنے نفس سے (اطاعت و بندگی الٰہی کے) جو وعدے کئے تھے اور ان وعدوں کو تو نے مجھ سے وفا ہونے پر نہ پایا، اس پر بھی تو درگزر سے کام لے۔

نیز۔ اگر میں نے زبان سے تیرا تقرب ڈھونڈا (اگرچہ) میرے دل نے میرا ساتھ نہ دیا تو بھی تو عفو سے کام لے۔

اور اے میرے پروردگار! میرے گوشۂ چشم کے اشاروں، فضول باتوں نامناسب اُمیدوں اور لغزش زبان کو بھی معاف فرما دے۔

۳۔ اس مختصر کلام میں امیر المومنین نے ان واجبات کی طرف متوجہ فرمایا ہے جن کو نظرانداز کر دینے کے بعد ایمان کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہ جاتی۔ یہ وہ دعا ہے جو امیر المومنین اکثر وردِ زبان رکھتے تھے۔

حمد و ثنا اس خدا کو سزاوار ہے جس نے میری شب کی صبح اس طرح کی کہ نہ مردہ ہوں نہ بیمار، نہ میرا اندام بدحال ہے، نہ بدترین کردار اور خویش میں گرفتار ہوں، نہ بے فرزند ہوں، نہ اپنے دین سے برگشتہ ہوں، نہ اپنے دین سے غافل ہوں، نہ دیوانہ ہوں، نہ امم گزشتہ کے عذابوں میں ماخوذ ہوں۔ میں نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ میں اپنے خدا کا بندۂ بے اختیار ہوں۔ اپنے نفس پر جور و ستم کا خوگر ہوں۔

خدایا! تجھے مجھ پر معترض ہونے کا حق ہے اور میرے پاس کوئی عذر و بہانہ نہیں۔

میرے اندر وہ توانائی نہیں کہ کوئی نفع حاصل کر سکوں گا مگر وہ جو تو بخش دے۔ مجھ میں بدی سے دور رہنے کی سکت نہیں مگر یہ کہ تو مجھے اس سے محفوظ رکھے۔

بارخدایا!

میں تجھ سے پناہ کا طالب ہوں، اس بات سے کہ تیری تونگری کے باوجود محتاج و تہی دست رہوں یا تیری ہدایت و رستگاری میں گمراہ ہوں یا تیری سلطنت یا تونگری میں مغلوب اور ستم رسیدہ ہوں، حالانکہ ہر طرح کا اختیار تجھ ہی کو حاصل ہے۔

بارخدایا!

میرے نفس کو وہ پہلی بزرگی عطا کر جسے تو میرے اچھے اعمال میں سے چھینے گا تیری

Marfat.com

نعمتوں کی جو امانتیں میرے پاس ہیں اور جنہیں تو واپس لے لیتا ہے ان میں میری روح کو درجہ اولیت عطا فرمادے۔

بارخدایا!

ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں، اس بات سے کہ تیری گفتار سے باہر قدم نکالیں (نافرمانی کریں) یا تیرے دین کے بارے میں فتنہ اور گمراہی کے شکار ہوں، یا ہماری خواہشیں ہمیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنالیں بغیر اس ہدایت اور رستگاری کے کہ تیری جانب سے ہمارے پاس آتی ہے۔

۴- ہر مسلمان کو چاہئے کہ حضرت کی اس دعا کو ورد بنالے اور ہر نماز کے بعد انہی الفاظ میں خدا سے دعا کرے۔

بارخدایا!

میری آبرو کو تونگری کے ساتھ محفوظ رکھنا اور میری جاہ و منزلت کے عوض تنگدستی اور مفلو کی نہ عطا فرمانا، مبادا میں تیرے روزی خوروں سے رزق کا طالب بن جاؤں اور تیرے پیدا کئے ہوئے بدکردار لوگوں سے مہربانی کا تمنائی بن جاؤں۔ اس شخص کی حمد وثناء میں نہ مبتلا ہو جاؤں جو مجھے کچھ نہ دے اور ان سب باتوں کے باوجود (دراصل) تو ہی صاحب اختیار ہے خواہ عطا کر یا اپنی بخشش روک لے تو ہر چیز پر قادر توانا ہے۔

۵- بارخدایا!

تو اپنے دوستوں کے ساتھ تمام دوستوں سے زیادہ (سچا) دوست اور جو لوگ تجھ پر توکل کرتے ہیں ان کی صلاح کار کے لئے تو ہمہ وقت موجود ہے، تو ان کے پوشیدہ کاموں کو دیکھتا ہے۔ ان کے ہر خیال اور اندیشہ سے آگاہ ہے تو ان کی بینائی (بصیرت) اور عقلوں کا اندازہ جانتا ہے۔ ان کے راز تیرے نزدیک آشکار اور ان کے دل (ہمہ وقت) تیری ہی جانب نگراں ہیں۔ اگر تنہائی میں وحشت انہیں گھیر لیتی ہے تو تیرا ذکر ہی انہیں مانوس کر سکتا ہے۔ اگر وہ ہجوم اندوہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو تیری ہی پناہ ڈھونڈنے کا وسیلہ تلاش کرنے لگتے ہیں کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ سررشتہ کار تیرے (قضا وقدرت) ہی کے ہاتھ میں

Marfat.com

ہے اوران کے صادر ہونے کی جگہ تیری ہی قضاوقدر ہے۔

بارخدایا!

اگر میں یہ نہ جانوں کہ کیا چاہتا ہوں اوراپنی درخواست سے پریشان ہو جاؤں تو جس میں میری صلاح ہواس طرف میری رہنمائی کراور میرے دل کواس طرف متوجہ کردے جس میں میرے لئے خیر اور بہتری ہو۔ پس یہ بات نہ تیری ہدایت کے خلاف ہے، نہ تیری سربراہی کے لئے کوئی نئی چیز ہے۔

بارخدایا!

میرے ساتھ اپنی عفو بخشش کوملحوظ رکھ کرسلوک نہ کر۔

اوراگر عادل بن کر جب دشمن سے لڑنے کے لئے تشریف لے جاتے فرماتے تھے۔

خدایا! دل تیری ہی طرف جھکتے ہیں، گردنیں تیری طرف اُٹھتی اور نگاہیں تیری ہی طرف اُٹھتی ہیں۔

تیری راہ میں قدم چلتے اور بدن کمزور کردیئے جاتے ہیں۔

اے اللہ!

چھپے ہوئے کینے کھل گئے، دشمنوں کی پتلیاں (سینے) کھول رہی ہیں۔

معبود!

اپنے نبی کی غیبت، دشمنوں کی زیادتی، جذبات کے انتشار پرفریاد۔

خدایا!

ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کوفتح دے کہ تو بہترین فتح دینے والا ہے۔

(س ۷ ی ۸۹ نہج البلاغۃ ص ۸۴۰)

۶- بارش کے لئے آپ کی ایک دعااس طرح بیان ہوئی ہے۔

ہمارے پہاڑ خشک اور شگافتہ ہو گئے۔ ہماری زمینیں گرد آلود ہو گئیں۔ ہمارے چارپائے بے انتہا پیاسے ہیں کہ اپنے طویلوں میں حیراں وسرگرداں مصروف نالہ ہیں، جیسے مائیں بچوں کی مصیبتوں کے وقت نالہ کرتی ہیں اور آبگاہوں اور چراگاہوں میں آنے جانے

Marfat.com

والا اشتیاق آب میں خستہ وملول ہیں۔

بارخدایا!

آرزومندوں کے اشتیاق اور نالہ کرنے والوں کی فریاد پر رحم فرما۔

بارخدایا!

چارپایوں کی سرگردانی، راستوں میں ان کی گریہ وزاری اور خواب گاہوں میں کہ جہاں خشک سالی کے باعث چارہ نہیں ملتا ان کی فریاد پر رحم کر۔

بارخدایا!

(ہم اپنے گھروں سے) تیرے فضل وکرم کے آسرے پر باہر نکلے ہیں، جبکہ قحط سالی کمزور ناقوں کی طرح ہم پر ہجوم کررہی ہے اور لکہ ابر کہ جس میں پانی کی اُمید ہوتی ہے۔ ہم سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ (الٰہی) تو ہی مصیبت زدہ کی اُمید ہے اور ہر حاجت کا پورا کرنے والا ہے۔ اس زمانہ میں کہ لوگ (ہر طرف سے) مایوس ہو چکے ہیں۔ بادل برسنے سے رُکے ہوئے ہیں اور چوپائے ہلاک ہو رہے ہیں، تو ہمارے اعمال کا ہم سے مواخذہ نہ فرما، ہمارے گناہوں کی ہمیں سزا نہ دے اپنی رحمت ہم پر شامل کر۔ پانی سے بھرے بادل اور ہریالیوں کے ابر ہم پر کھول دے جو اس طرح کھل کر برسے کہ مردہ زمین پھر سے زندہ ہو جائے اور جو کچھ کھویا جا چکا ہے وہ پھر واپس مل جائے۔

بارخدایا!

ہم وہ گھٹائیں مانگتے ہیں جو حیات آفریں، سیراب کن، گھنگھور، دھواں دھار، لگا تار برسنے والی، خوش گوار، مبارک، نظر فریب، طراوت خیز، جس سے پیداوار بڑھنے والی، شاخیں پھل دینے والی، پتیاں، تروتازہ ہوں۔ اس طرح اپنے بندگان ناتواں کو بدبختی سے رہائی دیدے اپنے شہروں کو جو (قحط سے) مردہ ہو چکے ہیں (پھر سے) زندگی مرحمت فرما۔

بارخدایا!

ہم تجھ سے بارش کی درخواست کرتے ہیں کہ جس کے فیض سے ہماری بلند زمینیں ہری ہو جائیں اور ہماری نشیبی زمینوں (نہروں) میں پانی جاری ہو جائے، ہمارے اطراف و

Marfat.com

جوانب (شہر و دیہات) میں فراخ سالی رو بہ کار آ جائے۔ ہمارے میوے فراواں ہو جائیں۔ ہمارے چار پائے خوشی کی زندگی بسر کرنے لگیں، یہ پانی ان تک بھی پہنچے جو ہم سے دور ہیں اور ان جگہوں (صحرا اور مزرع) کو بھی سیراب کر دے جو تمازت آفتاب سے جھلسی جا رہی ہیں، اپنی رحمت عام اور بے حساب کرم سے اپنی محتاج مخلوق کو شاد کام فرما۔ وہ حیوان جو جنگلوں میں گھبرائے ہوئے پھر رہے ہیں (چارہ پانی نہیں رکھتے) مصیبت سے نجات پائیں۔ ہم پر وہ بارش بھیج جو زمینوں کو شاداب کر دے، رواں اور مسلسل ہو، وہ بارش جو دوسری بارش کو ساتھ لے کر آئے، جس کی پچھلی بوندیں اگلی بوندوں کو دھکیل رہی ہوں۔ نہ اس کی برق بے باراں، نہ اس کا ابر بے آب ہو، نہ اس کا ابر سفید اور مختصر ہو، نہ اس کی جھڑی ٹھنڈی ہو (نقصان رساں) کی حامل ہو تا کہ بارش لائی ہوئی اس سرسبزی سے، قحط کے مارے ہوئے خوش حال ہو جائیں اور اس کی برکت سے خشک سالی کے ستائے ہوئے لوگ حیات نو حاصل کر لیں۔

اور بلاشبہ تو ہی ہے جو خلقت کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش کو نازل فرماتا ہے اور اپنی رحمت کو (سارے جہاں پر) پھیلا دیتا ہے اور تو ہی مخلوق کا مالک اور مکفل ہے۔

(حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ از ارمان سرحدی صفحات 395 تا 400 من وعن، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

Marfat.com

قیصر روم کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سوالات اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جوابات

روایت ہے کہ ایک مرتبہ قیصر روم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چند سوالات ارسال کئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ سوالات ایک شخص کے ذریعے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کر دیئے وہ شخص کوفہ پہنچا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت صحن مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ لوگ مسائل پوچھ رہے تھے۔ مجمع عام میں سے وہ شخص اٹھا اور اس نے حضرت کو سلام کیا، حضرت نے سلام کا جواب دیا، آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو کون ہے؟

وہ شخص کہنے لگا: میں آپ کے علاقہ کا رہنے والا اور آپ رضی اللہ عنہ کی رعایا ہوں۔

حضرت نے فرمایا: نہ تو میری رعایا ہے اور نہ ہی میری سلطنت میں تو رہتا ہے اگر صرف ایک دن بھی تو مجھے ملتا تو میں تجھے پہچان لیتا، پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس کو جانتا ہے؟

لوگوں نے کہا: نہیں ہم اسے نہیں جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: نہ تو یہ لوگ تجھے پہچانتے ہیں اور نہ ہی میں نے دیکھا ہے۔ لہٰذا اپنی حقیقت بتا۔

وہ شخص کہنے لگا۔ اگر مجھے امان ہو تو میں اپنی حقیقت ظاہر کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا: جب سے تو ہماری مملکت کی حدود میں داخل ہوا ہے اب تک کوئی فساد و فتنہ تو برپا نہیں کیا؟ وہ کہنے لگا نہیں، میں نے ایسا کام نہیں کیا۔

حضرت نے فرمایا: شاید تو پھر کسی جنگ کے موقع پر ادھر داخل ہوا ہو؟

Marfat.com

وہ کہنے لگا: ہاں ایسا ہی ہے۔

حضرت نے فرمایا: جب جنگ ختم ہو چکی تھی اور ہتھیار وغیرہ رکھ دیئے گئے اور تو بعد میں ادھر آیا ہے تو پھر تجھے امان ہے۔

وہ شخص کہنے لگا مجھے اصل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے بھیجا ہے کہ میں اجنبی بن کر آپ کے پاس آؤں اور وہ مسائل آپ سے پوچھوں، جو قیصر روم ابن الاصغر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھے ہیں، ساتھ ہی قیصرِ روم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بھی لکھ بھیجا ہے کہ اے معاویہ! اگر تو خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا دعویدار ہے تو میرے ان سوالات کا جواب بھیج دے، تاکہ میں بھی تیری اطاعت کروں اور ساتھ ہی اپنا جزیہ بھی تمہیں بھیج دوں۔

چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ ''تو اجنبی بن کر جا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ مسائل پوچھ آ۔''

سوالات کی تفصیل

حضرت نے فرمایا: وہ کون سے مسائل ہیں؟

وہ شخص کہنے لگا: سوال یہ ہیں:

۱- حق و باطن کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

۲- آسمان و زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

۳- مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ کتنا ہے؟

۴- کہکشاں اور قوس وقزح کیا ہے؟

۵- چاند میں نشان کیسا ہے؟

٦- وہ کیا شی ہے جو سب سے پہلے زمین پر چلی؟

۷- وہ کیا شے ہے جو سب سے پہلے زمین پر لرزنے اور کانپنے لگی؟

۸- اس وادی کا نام کیا ہے جہاں مومنین کے ارواح جاتے ہیں؟

۹- کفار کی روحوں کا مسکن کون سا ہے؟

Marfat.com

۱۰- مومنت کیا ہے؟

۱۱- وہ کون سی دس چیزیں ہیں جو ایک دوسرے سے سخت تر ہیں؟

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے جوابات

جب اس شخص کی گفتگو یہاں تک پہنچی تو حضرت نے فرمایا: میرے بیٹوں حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ اور محمد بن حنفیہ کو بلاؤ۔ جب آپ کے فرزندان حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس شامی شخص سے فرمایا: یہ حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ رسول خدا کے فرزند ہیں اور یہ محمد بن حنفیہ میرا فرزند ہے۔ جس سے مرضی آئے اپنے سوال پوچھ لے۔

شامی شخص نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا میں اس طویل زلفوں والے نوجوان سے پوچھوں گا۔ جب اس نے سوال پوچھنا شروع کیے تو حضرت نے فرمایا:

۱- اے شامی! حق اور باطل کے درمیان چار انگلیوں کا فاصلہ ہے۔ جو بات صرف سنی جائے وہ باطل ہے اور جو دیکھی جائے وہ حق ہے۔ فاصلہ سے مراد آنکھ اور کان کا فاصلہ ہے جو صرف چار انگشت ہیں۔

شامی شخص کہنے لگا: حضور! آپ کا یہ جواب بالکل درست ہے۔

۲- دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان مظلوم کی آہ و فریاد کا فاصلہ ہے یا پھر صرف آنکھ کی ایک نظر کا فاصلہ ہے اس کے علاوہ اگر کوئی دوسرا فاصلہ بتائے تو وہ جھوٹا ہے۔

۳- مشرق و مغرب کے درمیان سورج کی ایک دن کی رفتار کا فاصلہ ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی فاصلہ متعین نہیں کیا جاتا۔

شامی شخص نے کہا: حضور! آپ رضی اللہ عنہ کا یہ جواب بالکل درست ہے۔

۴- کہکشاں اصل میں پانی کا ذخیرہ ہے جس سے خوشگوار پانی برستا ہے۔

۵- قوس و قزح میں سے قزح شیطان کا نام ہے بلکہ قوس کو اللہ کی قوس کہا جاتا ہے، کیونکہ قوس اللہ کی طرف سے اہل زمین کے لئے امان ہوتی ہے۔

۶- چاند میں موجود نشانات سورج کے نور کی کمی بیشی کے وجود سے ہوتے ہیں۔ اس لئے

Marfat.com

فرمان خدا ہے کہ ہم نے دن رات کو نشانیاں بنایا ہے۔ رات کی نشانی مٹ جاتی ہے اور دن کی نشانی روشن ہے۔

۷- پہلا چشمہ جو زمین پر جاری ہوا وہ وادی ''داب'' کا چشمہ تھا۔ ممکن ہے کہ ''داب'' اس مقام کا نام ہو جہاں سے آب حیات کا چشمہ پھوٹا تھا۔

۸- پہلا درخت جو زمین پر پیدا ہوا اور اس کے پتے تھرتھرائے وہ کھجور کا درخت تھا۔

۹- وہ وادی جہاں مسلمان اور مومن روحیں جاتی ہیں وہ ''وادی سلمیٰ'' ہے اور ممکن ہے کہ سلمیٰ۔ وادی السلام کا دوسرا نام ہو۔

۱۰- وہ وادی جہاں کفار کی روحیں رہتی ہیں وہ وادی برہوت ہے۔

۱۱- مخنث کے بارے میں اگر شک ہو جائے تو اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کے چہرے پر بال ظاہر ہوں تو مرد ہے اور اگر سینہ پر علامات نمودار ہوں تو پھر مونث ہے، اسی طرح پیشاب کرنے سے بھی مرد و عورت کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔

۱۲- وہ دس چیزیں جو ایک دوسرے سے سخت ہیں، ان میں پہلا پتھر ہے جو سخت ہے اور پھر اس سے سخت لوہا ہے جو اسے توڑ دیتا ہے اور لوہے سے سخت آگ ہے جو اسے پگھلا دیتی ہے اور آگ سے سخت پانی ہے جو اس کو بجھا دیتا ہے اور پانی پر غالب وہ بادل ہے جو پانی کو اٹھاتے ہیں اور اس بادل پر غالب ہوا ہے جو اسی کو اڑاتی ہے اور ہوا پر غالب وہ فرشتہ ہے جس کے حکم سے ہوا چلتی ہے اور اس فرشتہ پر غالب ملک الموت ہے، جو اس موکل کو بھی فنا کر دے گا اور ملک الموت پر غالب موت ہے جو ملک الموت کو بھی مار دے گی اور موت پر غالب میرے رب کا حکم ہے۔

جب شامی شخص نے یہ جواب سنے تو بے ساختہ کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے جوابات بالکل درست ہیں۔

(کتاب عجائب احکام امیر المومنین)

بینا اور نابینا کے بارے میں سوالات

عجائب احکام میں اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ ابن کواء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

Marfat.com

پوچھا کہ مجھے بتائیں وہ کون سا شخص ہے جو شب وروز میں نابینا ہے؟ وہ کون سا شخص ہے جو شب روز میں بینا ہے؟ وہ کون سا شخص ہے جو رات کو اندھا اور دن کو بینا ہے؟ وہ کون سا شخص ہے جو دن کو اندھا اور رات کو بینا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوابات

حضرت نے فرمایا: وہ سوال کیا کرو جو سود مند ہو۔ ایسے سوالات سے اجتناب کرو جو بے فائدہ ہوں، بہرحال تیرا جواب یہ ہے کہ

۱- جو شخص شب وروز میں بینا ہے ایسا شخص جو سابقہ تمام رسولوں پر ایمان رکھتا ہو اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہو اور جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ آیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لایا، ایسا شخص رات دن میں بینا ہے۔

۲- وہ شخص جو شب وروز میں اندھا ہے، ایسا شخص ہے جو سابقہ پیغمبروں پر ایمان نہیں رکھتا اور نہ ہی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتا ہے، یہ شخص شب وروز میں اندھا ہے۔

۳- وہ شخص جو رات کا اندھا اور دن میں بینا ہے، ایسا شخص ہے جو سابقہ انبیاء پر ایمان نہیں رکھتا البتہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان پر ایمان لے آیا، اور جہالت کی تاریکی سے بچ نکلا۔

۴- وہ شخص جو رات کو بینا اور دن کا اندھا ہے ایسا شخص ہے جو سابقہ انبیاء پر ایمان رکھتا ہے لیکن جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ آیا تو ان کا منکر ہو گیا اور ان کی تصدیق نہ کی، تو ایسا شخص رات کو بینا اور دن کا اندھا ہے۔

''والذاریات ذروا'' کی تفسیر

کتاب عجائب احکام میں روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے، تو آپ نے مجمع عام کو مخاطب کر کے فرمایا: ''سلونی قبل ان تفقدونی'' مجھ سے پوچھو جو دل چاہے ہو سکتا ہے تم پوچھتے رہو اور تمہیں میں نہ مل سکوں۔

Marfat.com

خارجی عبداللہ بن کواء مجمع عام میں اٹھا اور کہا یا علی! ہمیں والذاریات ذروا (سورت الذاریات آیت نمبر ا) کے بارے میں بتائیں ان ہواؤں کی قسم جو بادلوں کو اڑا کر تتر بتر کر دیتی ہیں۔

حضرت نے فرمایا: تو بغرض عناد پوچھ رہا ہے سمجھنے کی غرض سے نہیں پوچھ رہا، لیکن تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ والذاریات وہ ہوائیں ہیں جو پراگندہ کرتی ہیں۔

ابن کواء نے پوچھا ''فالحاملات و قرا'' کیا چیز ہے؟

پھر پانی کا بوجھ اٹھاتی ہیں۔

حضرت نے فرمایا: وہ بادل ہیں جو پانی اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔

ابن کواء نے پوچھا: فالجاریات یسرا کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: وہ کشتیاں ہیں جو باذن خدا پانی کی سطح پر تیر رہی ہیں۔

ابن کواء نے پوچھا: فالمقسمات امرا کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: وہ فرشتے جو مختلف امور کی تقسیم پر مامور ہیں۔

ابن کواء نے پوچھا: طور کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: وہ پہاڑ جہاں حضرت موسیٰ خدا سے مناجات کرتے تھے۔

ابن کواء نے پوچھا: والکتاب المسطور کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے کتاب مسطور وہ لوح محفوظ ہے، جو سفید موتی سے بنی ہوئی ہے، جس کی جلدیں سرخ یاقوت کی ہیں، لوح محفوظ کی کلام مثل بجلی اور تحریر نورانی ہے، لوح محفوظ کی بلندی عرش علیٰ تک پہنچی ہوئی ہے اور لوح محفوظ کی نچلی سطح اسرائیل فرشتہ کے دامن پر ہے، یہی فرشتہ اسرائیل ہی لوح محفوظ پر موکل ہے۔

جب کوئی وحی بھیجنا ہوتی ہے تو اسرافیل کو حکم خدا پہنچتا ہے، پھر اسرافیل وہ حکم جبرائیل فرشتہ کو بلا کر اسے سناتا ہے، اور جبرائیل جب حکم خدا لے کر مختلف آسمانوں سے گزرتا ہے تو فرشتے پوچھتے ہیں: خدا کا کیا حکم ہے؟ تو جبرائیل جواب دیتا ہے کہ جو کچھ رب نے حکم دیا ہے وہ حق اور سچ ہے، وہ رب بلند و بالا صاحب عظمت نے اور صحیح حکم دیتا ہے اور بہترین

Marfat.com

فیصلہ کرنے والا ہے۔

ابن کواء نے پوچھا: بیت المعمور کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: بیت المعمور چوتھے آسمان پر سفید موتی کا بنا ہوا ایک مکان ہے جس کی دائیں جانب اہل جنت کے نام اور اعمال نامے موجود ہیں اور بائیں جانب اہل جہنم کے نام اور ان کے اعمال نامے سیاہ قلم سے لکھے جاتے ہیں اور جب شام ہوتی ہے تو دن بھر کے ہر شخص کے اعمال وہاں لکھے جاتے ہیں، اور ان کے اعمال میں ذرا برابر بھی کمی بیشی واقع نہیں ہوتی۔ یہی تو وجہ ہے کہ بروز قیامت ہر شخص اپنے نامہ اعمال کو دیکھ کر کہے گا:

''لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا......''

''کہ اس نامہ اعمال نے کوئی چھوٹی بڑی بات نہیں چھوڑی ہے۔''

اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی:۔

ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون ۔(الجاثیہ:۲۹)

''یہ ہماری کتاب جس میں اعمال لکھے ہیں تمہارے مقابلہ میں ٹھیک ٹھیک بول رہی ہے جو کچھ تم کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے ہیں۔''

ابن کواء نے پوچھا: بیت المعمور کہاں واقع ہے؟

حضرت نے فرمایا: بیت المعمور وہ مقام ہے جہاں روزانہ ستر ہزار ملائکہ داخل ہوتے ہیں اور باہر آتے ہیں اور پھر زندگی بھر ان کی نوبت دوبارہ نہیں آتی اور بیت المعمور خانہ کعبہ کی عین سیدھ میں اس طرح بلند ہے کہ اگر کوئی شخص وہاں سے گرے تو وہ سیدھا کعبہ کی چھت پر آ گرے گا۔

ابن کواء نے پوچھا: ''سقف مرفوع'' کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: سقف وہ آسمان ہے جو دنیا سے بلند ہے اور آسمان مثل دریا ہے جو کہ بہنے والا نہیں اور وہ ایک محفوظ دریا ہے اور اسی آسمان میں بارش بجلی اور بادل وغیرہ سب کچھ موجود ہیں اور اسی آسمان کو خداوند تعالیٰ نے چاند جیسے چراغوں اور ستار، سے زینت

Marfat.com

بخشی ہے، اور شیاطین کی رجم گاہ بھی یہی ہے، اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

انا زینا السماء الدنیا بزینة ن الکواکب و حفظا من کل شیطان مارد لا یسمعون الی الملا الاعلی و یقذفون من کل جانب دحورا ولھم عذاب واصب ۔ (الصفت:۷،۸،۹)

”ہم ہی نے نیچے والے آسمان کو تاروں کی آرائش (جگمگاہٹ) سے آراستہ کیا، اور تاروں کو ہر سرکش شیطان سے حفاظت کے واسطے بھی پیدا کیا کہ اب شیطان عالم کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے اور جہاں سن گن لینا چاہا تو ہر طرف سے کھدیڑنے کے لئے شہاب پھینکے جاتے ہیں اور ان کے لئے پائیدار عذاب ہے۔“

(مولائے کائنات کے فیصلے)

چاند کا نشان، بجلی اور کڑک کیا چیز ہے؟

ابن کواء نے پوچھا۔ حضرت مجھے بتائیں کہ چاند میں یہ نشان کیسا ہے؟

حضرت نے فرمایا: ابن کواء سورج اور چاند عظمت خدا کی وہ عظیم نشانیاں ہیں، پہلے ان دونوں کی روشناس برابر تھی لیکن جب اللہ نے حضرت آدم صفی اللہ کو پیدا فرمایا تو چاند کی روشنی سے ننانوے حصے مٹا دیئے اور صرف نور کا ایک جز باقی رہنے دیا، اس لئے تاکہ رات اور دن کا فرق واضح ہو سکے، اسی طرح رات و دن کی گھڑیاں متعین نہیں ہو سکتیں، مہینوں کی ابتداء اور انتہا بھی اسی چاند سے ممکن ہے، پھر آپ نے آیت تلاوت فرمائی:

وجعلنا الیل و النھار ایتین فمحونا اية الليل و جعلنا اية النھار مبصرة لتبتغوا فضلا من ربكم و لتعلموا عدد السنين والحساب ۔ (بنی اسرائیل:۱۲)

”ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے رات کی نشانی کو ہم نے بے نور بنایا اور ہم نے دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرسکو،

Marfat.com

ماہ وسال کا حساب معلوم کرسکو۔''

ابن کواء نے پوچھا۔اس آیت کا مفہوم کیا ہے؟

وبقية مما ترك آل موسیٰ و هارون تحمله الملائكة ......

(البقرہ:۲۴۸)

''اس تابوت میں آل موسیٰ وہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں۔''

حضرت نے فرمایا: اس بقیہ سے مراد عمامہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور تورات کی تختیاں اور ایک سنہری طشت ہے۔

ابن کواء نے پوچھا: رعد کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: ایک فرشتہ ہے جس کا نام رعد ہے اور وہ فرشتہ اپنی تسبیح وتقدیس کے ذریعہ بادلوں کو چلاتا ہے، اور یہ آواز ان بادلوں سے پیدا ہوتی ہے۔

ابن کواء نے پوچھا۔ برق کیا ہے؟

حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بجلی ایک فرشتہ کی نگاہ اور نظر کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے وہ فرشتہ کبھی دائیں اور بائیں دیکھتا ہے تو یہ برق اور بجلی پیدا ہوتی ہے۔

بعض آیاتِ قرآنی کا مفہوم

ابن کواء نے پوچھا: قرآن کی اس آیت کا کیا معنی ہے؟

الذين بدلوا نعمت الله كفرا واحلوا قومهم دار البوار ۔

(ابراہیم:۲۸)

''جنہوں نے میرے احسان کے بدلے ناشکری اختیار کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں جھونک دیا۔''

حضرت نے فرمایا: اس سے مراد قریش کے وہ فاجر گروہ ہیں جن میں بعض لوگوں کی اسلام دشمنی تو جنگ بدر کے دن ظاہر ہوگئی تھی جیسا کہ بنومغیرہ وغیرہ، ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی جو ابھی تک مال واسباب دنیا سے فائدہ حاصل کررہے ہیں لیکن اصل میں یہ لوگ صفات خدا کے منکر ہیں، انہی کے بارے میں خدا فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں نے اپنی قوم کو جہنم

Marfat.com

کے دروازے پہنچا دیا ہے۔

ابن کواء نے پوچھا: اس آیت کا مفہوم کیا ہے؟

قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا○ الذين ضل سعيهم في الحيوة الدنيا ۔ (الکهف: ۱۰۳)

''اے رسول تم کہہ دو کیا ہم ان لوگوں کو پتا بتا دیں جو لوگ اعمال کی حیثیت سے بہت گھاٹے میں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیاوی زندگی سعی و کوشش سب اکارت ہوگئی۔''

حضرت نے فرمایا: یہ وہ خوارج ہیں جن کی نشاندہی خدا نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی ہے۔

اسی طرح ابن کواء نے قوس وقزح اور کہکشاں کے بارے میں سوال پوچھے تو حضرت نے وہی سابقہ روایت کے مطابق جواب دیئے۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں سوال

ابن کواء نے پوچھا: اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے ذرا وضاحت فرمائیں؟

حضرت نے پوچھا: کون سے صحابی کے بارے میں پوچھتا ہے؟

ابن کواء نے کہا: سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا: سلمان فارسی وہ شخص ہے جس نے سابقہ شریعتوں اور شریعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اچھی طرح حاصل کیا تھا، اور سلمان رضی اللہ عنہ کبھی نہ خشک ہونے والا دریا تھا بلکہ سلمان رضی اللہ عنہ ہم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے تھا۔

ابن کواء نے پوچھا: ابوذر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کیسی تھی؟

حضرت نے فرمایا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے معاملات میں صحیح العمل اور نیکوکار تھے اور دین کے معاملہ میں بخل کی حد تک محتاط تھے اور بارگاہ خدا کے قرب کی خاطر کوشاں تھے۔

ابن کواء نے پوچھا۔ مجھے اپنے بارے میں ذرا بتائیں؟

حضرت نے فرمایا: مجھ سے تو نے ایسی بات پوچھی ہے کہ میں اپنی تعریف کروں

Marfat.com

حالانکہ خدا نے اپنی تعریف وتوصیف سے منع فرمایا ہے۔

ابن کواء نے عرض کیا: خدا نے یہ بھی تو فرمایا ہے اما بنعمۃ ربک فحدث

حضرت نے فرمایا: اس آیت میں دین ودنیا کی بھلائی کا تذکرہ کیا گیا ہے اور میں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز مانگی تو انہوں نے عطا فرمائی اور الجد یہ مجھے دین ودنیا کی بھلائی حاصل ہے قرآن کا میں ایسا عالم ہوں کہ جو آیت جہاں اور جس وقت نازل ہوئی اور جس کے بارے وہ آیت نازل ہوئی میں اس سے واقف ہوں۔

ذوالقرنین کے متعلق سوال

ابن کواء نے پوچھا: اچھا یہ فرماؤ کہ ذوالقرنین نبی تھا یا صرف بادشاہ تھا؟

حضرت نے فرمایا: ذوالقرنین نہ پیغمبر تھا اور نہ ہی بادشاہ بلکہ وہ اللہ کا نیک بندہ تھا جسے خدا سے بے حد محبت تھی تو خدا بھی اس کو محبوب جانتا تھا اور ذوالقرنین رضائے خدا کے لئے لوگوں کو توحید کی طرف بلاتا اور دین کی تبلیغ کرتا تھا، خدا نے انہیں اپنی قوم کی طرف بھیجا تاکہ انہیں تبلیغ دین کرے، قوم کے جفا کاروں نے انہیں دائیں طرف سر پر ضرب لگائی، تو خدا نے کچھ عرصے کے لئے انہیں اپنی قوم سے غائب کر دیا اور پھر دوبارہ انہیں قوم کے پاس بھیجا اور تبلیغ کی تو دوبارہ قوم کے ظالم افراد نے انہیں سر پر بائیں طرف ضرب لگائی اور پھر کچھ عرصہ کے لئے خدا نے انہیں غائب کر دیا، تیسری دفعہ جب اللہ نے انہیں مبعوث فرمایا تو انہیں مشرق ومغرب کا بادشاہ بنا کر بھیجا اور انہوں نے مغرب ومشرق کی دنیا کو فتح کیا، اب اگر تم تلاش کرنا چاہو تو تمہیں اپنے پاس ذوالقرنین کی مثل ہستی مل سکتی ہے (اور اس بات سے حضرت کی مراد اپنی ذات گرامی ہے)

اس روایت میں لفظ مبعوث سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے ذوالقرنین کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ واللہ اعلم۔

بعض متفرق سوالات

ابن کواء کے سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا جو اصبغ بن نباتہ نے بیان کیا ہے کہ ابن کواء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے خدا نے کسی

Marfat.com

اور شخص سے بھی گفتگو کی؟

حضرت نے فرمایا: خداوند عالم نے جس انسان کو بھی پیدا کیا اس سے خطاب بھی کیا اور پھر جواب بھی خود دیا ہے۔ یہ بات ابن کواء کی سمجھ میں نہ آئی تو اس نے پوچھا، وہ کیسی گفتگو تھی۔

حضرت نے فرمایا: کیا تو نے قرآن کریم کی یہ آیت نہیں پڑھی کہ فرمان خدا ہے:

واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم واشهدهم علی انفسهم الست بربكم قالوا بلٰی ۔(الاعراف: ۱۷۲)

”وہ وقت بھی یاد دلاؤ جب تمہارے پروردگار نے آدم کی اولاد سے یعنی پشتوں سے باہر نکال کر ان کی اولاد سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرالیا پوچھا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں، تو سب کے سب بولے ہاں ہم اس کے گواہ ہیں۔“

خداوند عالم نے تمام اولا د آدم سے عالم ذر میں خطاب بھی کیا اور پھر ان سے جواب بھی حاصل کیا، اسی طرح اس فرمان سے بھی یہ مقصد ظاہر ہوتا ہے۔“

اننی انا الله لا اله الا انا و انا الرحمٰن ......

”بے شک میں اللہ ہوں اور میرے بغیر کوئی معبود نہیں اور میں ہی رحم کرنے والا ہوں۔“

اس کے بعد پوری اولادِ آدم نے اطاعت خدا اور اس کے رب ہونے کا اعتراف کرلیا اور اللہ نے انسانیت کی ہدایت کے لئے انبیاء و رسل بھیجے اور پھر حکم دیا کہ میرے نمائندگان کی اطاعت کرو، اور عالم میثاق میں ہر شخص نے اسی حکم کا اقرار بھی کرلیا، جب اولاد آدم نے اقرار کرلیا تو اسی وقت ملائکہ نے کہا، اے اولادِ آدم!

شهدنا علیكم یا بنی آدم ان تقولوا یوم القیامة انا كنا عن هذا الدین والامر لغافلین ۔

ملائکہ نے کہا:

Marfat.com

''ہم بھی تمہارے گواہ ہیں کہیں تم قیامت کے بعد یہ نہ کہنا کہ ہمیں اس حکم اور دین کا علم نہ تھا۔''

ایک شامی شخص کے مختلف سوالات

ایک شامی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

(۱) وہ کون سے انبیاء ہیں جن کی زبان عربی تھی؟

(۲) وہ کون سے انبیاء ہیں جن کے دو نام ہیں؟

(۳) سب سے پہلے شعر کس نے کہا؟

(۴) نوح علیہ السلام کی کشتی کیسی تھی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوابات

☆...... حضرت نے فرمایا: پانچ انبیاء تھے جن کی زبان عربی تھی یعنی حضرت ھود، حضرت صالح، حضرت شعیب، حضرت اسماعیل علیہم السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

☆...... وہ پیغمبر جن کے دو نام تھے: یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا دوسرا نام اسرائیل تھا، دوسرے حضرت خضر علیہ السلام جن کا دوسرا نام قالیسا تھا، تیسرا حضرت یونس علیہ السلام جن کا دوسرا کا نام ذوالنون تھا چوتھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کا دوسرا نام مسیح تھا۔ پانچواں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا دوسرا نام احمد تھا۔

☆...... پہلا شخص حضرت آدم علیہ السلام تھا جس نے ہابیل کی وفات پر یہ اشعار پڑھے:

تغیرت البلاد و من علیها

و وجه الارض مغبر قبیح

''زمین سے شہر [illegible] بستیوں بدل چکے ہیں، اور پوری روئے زمین دھواں دھواں نظر آتی ہے۔''

تغیر کل ذی لون وطعم

و قل بشاشة الوجه الملیح

''ہر چیز کا [illegible] رنگ اور ذائقہ بدل چکا ہے اور اب پررونق چہرے کی رونق بھی ختم

Marfat.com

ہو چکی ہے۔"

اس کے جواب میں پھر شیطان نے یہ اشعار پڑھ دیئے۔

تنح عن البلاد و ساکنیھا

فبئی بالخلد ضاق بك الفسیح

"شہر اور ان کے باسیوں سے دور ہو جا اور جنت کو یاد کر کہ جہاں کی وسعت تجھ پر تنگ ہو گئی۔"

وکنت بھا زوجك فی قرار

وقلیل من اذی الدنیا مریح

"تو خود اور تیری زوجہ وہاں پر سکون تھے اور دنیا کے غموں سے تو مطمئن تھا۔"

کشتی نوح (علیہ السلام) کی لمبائی آٹھ سو ہاتھ اور چوڑائی پانچ سو ہاتھ تھی اور بلندی اسی (۸۰) ہاتھ تھی۔

شامی نے پوچھا: حضرت نوح علیہ السلام کا نام کیا تھا؟

حضرت نے فرمایا: نوح علیہ السلام کا نام عبد الغفار یا عبد المالک یا عبد الاعلیٰ تھا۔

(بحث خصال، از شیخ صندوق)

اصحاب رس اور حنظلہ کے بارے میں سوال

علامہ مجلسی نے کتاب بحار الانوار میں نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے تین دن پہلے ایک تمیمی شخص حضرت کے پاس آیا اور اس نے پوچھا: یا امیر المومنین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب رس کے بارے میں فرمائیں کہ وہ کتنے لوگ تھے؟ کس زمانہ میں تھے؟ اور ان کا بادشاہ کون تھا؟ ان کا مسکن کہاں تھا؟ اللہ نے ان کے پاس کوئی پیغمبر بھی بھیجا تھا؟ اور یہ لوگ ہلاک کیسے ہوئے؟

ان کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم نہیں ہوئی، قرآن میں صرف اتنا ذکر ہے کہ:

كذبت قبلهم قوم نوح و اصحاب الرس و ثمود

(سورہ ق، آیت نمبر ۱۲، پارہ ۲۶)

Marfat.com

''ان سے پہلے نوح (علیہ السلام) کی قوم اور خندق والوں اور قوم ثمود نے اپنے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا۔''

حضرت نے فرمایا: اب تک یہ مسئلہ مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا اور میرے بعد کسی کو بھی اس کا علم نہ ہوگا، بلکہ میرا بیان ہی نقل کرے گا اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ یہ کس دن نازل ہوئی یا کس رات نازل ہوئی، مدینہ میں نازل ہوئی یا مکہ میں اتری، جنگل میں نازل ہوئی یا پہاڑ پہ اتری اور میرے اس سینہ میں علوم کے سمندر موجزن ہیں، لیکن افسوس کہ علم کے متلاشی کم ہیں اور میں بھی عنقریب تم سے چلا جاؤں گا اور پھر تمہیں ندامت ہوگی اب تمہیں اصحاب رس کا قصہ بیان کرتا ہوں۔

اصحابِ رس کا قصہ

اصحاب رس ایک صنوبر پرست قوم تھی، صنوبر کو شاہ درخت بھی کہتے ہیں اور اسے یافث بن نوح نے اُگایا تھا اور وہ درخت ان کے زمانے تک ویسے کا ویسا سرسبز و شاداب تھا، یہ درخت ایک روشناب نامی چشمہ کے کنارے واقعہ تھا اور یہ درخت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے بعد بھی باقی تھا، اور یہ اصحاب رس آذربائیجان کے قریب ''رودارس'' کے علاقہ میں نمودار ہوئے۔

ارس نامی نہر کے کنارے بارہ شہر آباد کئے گئے تھے اور یہ سب کے سب کوہ البرز، کے دامن میں واقع تھے، اس زمانے میں کوئی نہر بھی نہر ارس سے زیادہ میٹھی اور پررونق نہ تھی اور ان کے آباد کردہ شہروں سے زیادہ کوئی شہر بھی زیادہ پررونق اور پرکیف نہ تھا، ان کے آباد کردہ بارہ شہروں کے نام یہ تھے:

(۱) آبان (۲) آر (۳) دی (۴) بھمن (۵) اسفندیار (۶) فروردین (۷) اردیبھشت (۸) خرداد (۹) مرداد (۱۰) تیر (۱۱) مہر (۱۲) شہریور۔

ان میں سے اسفندیار اس زمانے کے بادشاہ کا دارالحکومت تھا، اس بادشاہ کا نام ترکوز بن غابور تھا، بعض مورخ اس کا نسب آل ثمود سے اور بعض نمرود کے ساتھ ملاتے ہیں، یہ بادشاہ ایک دوسرے بادشاہ بیوَن بن گودرز کا ٹیکس گزار تھا، انہوں نے صنوبر کے درخت ہر

Marfat.com

شہر میں اگا رکھے تھے اور نالیاں بنا کر اس روشناب چشمہ کا پانی ان درختوں تک پہنچاتے تھے اور ان لوگوں نے اس چشمے کا پانی اپنے اوپر اور اپنے حیوانات پر بھی حرام قرار دیا تھا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ جو پانی ہمارے خداؤں کی زندگی کا ذریعہ ہو وہ ہم پر حرام ہے اور اگر کوئی شخص اس چشمے کا پانی پی لیتا تو یہ اسے قتل کر دیتے تھے، ہر مہینہ کی ابتداء میں انہوں نے ایک عید کا دن مقرر کیا ہوا تھا، جس دن یہ سب لوگ ایک شہر میں اکٹھے ہوتے اور اپنی توفیق کے مطابق قربانی بھی ساتھ لاتے، جب سارے لوگ جمع ہو جاتے تو اسی درخت پر ایک منقش ریشمی چادر ڈال دیتے اور پھر اپنی اپنی قربانی کو ذبح کر دیتے تھے، جانوروں کو ذبح کرنے کے بعد ان کو جلانا شروع کر دیتے اور کافی آگ بھڑکاتے، جب آگ سے دھواں نکلتا اور ان کو کچھ نظر نہ آتا اسی وقت یہ گڑگڑاتے اور رو رو کر صنوبر کے درخت سے التجا کرتے کہ ہمارے گناہوں اور خطاؤں سے درگزر فرما، ان کے جواب میں شیطان دھیمی دھیمی آواز میں انہیں کہتا کہ تم مطمئن ہو میں تمہاری قربانیوں سے خوش ہوں اور میں تم سے راضی ہوں۔

جب یہ آواز وہ سنتے تو خوشی خوشی اٹھتے اور شراب و کباب کی محفلیں آراستہ کر کے نغمات گانا شروع کر دیتے، اسی طرح ایک دن رات ان کا یہ سلسلہ جاری رہتا اور ہر ماہ کا آغاز ان کے لئے یوم عید ہوتا، اہل عجم نے اپنے مہینوں کے نام انہی شہروں کے نام پر رکھ لئے ہیں، مثلاً آبانصاہ اور آذرماہ وغیرہ۔

ان کا یہ سلسلہ ہر ماہ ہر شہر میں تبدیل ہوتا رہتا، آخر کار عید کا جشن دارالحکومت اسفندیار میں آ پہنچا، چونکہ یہ دارالحکومت تھا اس لئے اب دوگنا قربانیاں تیار کی گئیں اور وہاں صنوبر کے درخت کے پاس ایک ریشمی خیمہ نصب کیا جاتا، اور اس کے بارہ دروازے بنا کر ہر دروازے پر ہر شہر کے مخصوص لوگوں کو ٹھہرایا جاتا تھا، وہ خیمہ مختلف حیوانات کی صورتوں سے مزین کیا جاتا، حسب سابق جب قربانیاں ذبح کی جاتیں تو بڑی آگ روشن کر کے قربانیوں کو جلانا شروع کر دیتے جب آگ سے اتنا دھواں اٹھتا کہ نظر کچھ نہ آتا تو اس وقت یہ لوگ آہ وزاری کرنا اور گڑگڑانا شروع کر دیتے تھے، اور درخت کو خدا سمجھ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے، شیطان جب ان کی یہ حالت دیکھتا تو اس صنوبر کے درخت کو زور سے جھٹکا دیتا اور

Marfat.com

ہلاتا اور باآواز بلند کہتا، تمہیں مبارک ہو تمہارے گناہ میں نے معاف کر دیئے ہیں اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ بھی تم پر اسی طرح مہربان رہوں گا، شیطان کی یہ آواز سن کر یہ لوگ سجدہ سے سر اٹھاتے اور خوشی خوشی شراب کی محفل سجاتے اور اتنی شراب خوری کرتے کہ مست اور بے ہوش ہو کر زمین پر پڑے رہتے۔

حنظلہ (علیہ السلام) نبی کا تعارف

یہی سلسلہ بارہ دن تک جاری رہتا اور پھر تیرہویں دن یہ تمام لوگ اپنے شہروں کو چلے جاتے، جب ان لوگوں کی سرکشی اور بغاوت طول پکڑ گئی تو خدا نے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی کو مبعوث فرمایا جو کہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل کے فرزند یہودا کی اولاد میں سے تھا۔

اس نبی کا نام ''حنظلہ'' تھا اور حنظلہ بن صفوان سچائی اور حقیقت پسندی میں اتنا مشہور تھا کہ لوگ انہیں ''حنظلہ''، ''الصدق'' کہتے تھے، آخر کار خدا نے اسی حنظلہ کو حکم دیا کہ اپنے ملک شام کو چھوڑ دو اور ان اصحاب الرس کو دعوت توحید دو، اور خدا کا دین سکھاؤ۔

عنقاء پرندہ

نبی خدا نے پہنچ کر تبلیغ دین شروع کی اور کافی عرصہ تبلیغ کرتے رہے لیکن کچھ اثر نہ ہوا اور انہوں نے نبی کی کوئی بات نہ مانی، آخر کار نبی نے دعا مانگی کہ خدایا اس قوم پر عذاب نازل فرما، اللہ نے نبی کی بددعا قبول فرمائی اور ایک پرندہ جوان کے قریب پہاڑ پر رہتا تھا ان لوگوں پر مسلط کر دیا، اس پرندہ کو یہ لوگ عنقاء کہتے تھے۔

وہ پرندہ شہر میں آتا اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اٹھا کر لے جاتا اور کھا جاتا تھا، حتیٰ کہ ان لوگوں کے دیکھتے دیکھتے ان کے بچوں کو مارتا رہتا۔

اس عذاب سے لوگوں میں وحشت اور دہشت پھیل گئی آخر کار وہ نبی کے پاس آئے اور درخواست کی کہ اے نبی! خدا سے دعا مانگو کہ یہ پرندہ ہلاک ہو جائے اور ہمیں اس عذاب سے نجات ملے، اگر ہمیں اس عذاب سے نجات مل گئی تو ہم ایمان لائیں گے۔

Marfat.com

نبی نے دعا مانگی اور آسمان سے بجلی گری اور وہ پرندہ ہلاک ہو گیا، انہیں عذاب سے نجات مل گئی لیکن اس کے بعد بھی وہ نہ ایمان لائے اور نہ ہی پیغمبر کی اطاعت کی، بلکہ اپنی سرکشی پر ڈٹے رہے، پھر حضرت حنظلہ نے خدا سے شکایت کی۔

مشرک قوم کے وساوس

ایک دن عید کا جشن شہر اسفندیار میں منایا جا رہا تھا کہ پیغمبر خدا وہاں آ گئے، اور لوگوں کو دیکھا کہ درختوں کو سجدہ کر رہے ہیں تو پیغمبر نے خدا سے التجاء کی کہ خدایا یہ لوگ درختوں کی پوجا کرتے ہیں، جو کسی کو نفع و نقصان نہیں دیتے لہٰذا اپنی قدرت سے ان درختوں کو خشک کر دے۔

صبح ہوئی تو وہ تمام درخت خشک ہو چکے تھے اور ان کے پتے وغیرہ جھڑ چکے تھے۔ لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو وحشت زدہ ہو گئے کچھ لوگ کہنے لگے حنظلہ نے ہمارے خداؤں پر جادو کر دیا ہے۔

کچھ کہنے لگے نہیں ہمارے خدا ہم سے ناراض ہو گئے ہیں، لہٰذا انہوں نے اپنی رونق کو ہم سے پنہاں کر لیا ہے، الغرض طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں۔

حضرت حنظلہ نے انہیں فرمایا: تم ان درختوں کو چھوڑو اور خدائے واحد کی عبادت شروع کرو، لوگوں نے ان کی بات نہ مانی اور فیصلہ کیا کہ اس پیغمبر خدا کو قتل کر دو تجویز یہ سوجی کہ اس صنوبر کے درخت کے پاس ایک کنواں کھودا جائے، جب پانی نکلنے لگا تو انہوں نے لوہے کے ٹکڑے اس میں ڈالنا شروع کیا اور پانی کنوئیں سے نکالتے رہے۔ آخر کار انہوں نے نبی کو پکڑ کر اسی کنوئیں میں اوندھے منہ ڈال دیا اور اوپر پتھروں سے اس کنوئیں کا منہ بند کر دیا اور اوپر نہر کا پانی چلانا شروع کر دیا، چونکہ لغت میں رس کنوئیں کو کہتے ہیں اس لئے ان لوگوں کو اصحاب رس کہتے ہیں۔

اصحابِ رس کی ہلاکت

کنوئیں کا منہ بند کرنے کے بعد صبح سے شام تک نبی کی آہ و بکا سنتے رہے کہ وہ کہتے تھے:

Marfat.com

سیدی قد تری ضیق مکانی وشدة کربی فارحم ضعف رکنی قلة حیلتی وعجل بقبض روحی ولا تو خر اجابة دعوتی

''اے میرے سردار! میرے مکان کی تاریکی اور مصیبت کی سختی کو تو جانتا ہے، میری بے بسی اور بے چارگی پر رحم فرما، اور میری روح جلدی قبض فرما، اور میری دُعا جلد قبول فرما۔''

اس کے بعد اللہ نے جبرائیل کو حکم دیا کہ ان اصحاب رس کو فوراً ہلاک فرما۔

شاید انہوں نے سوچا تھا کہ مجھے ان کا علم نہیں یا میرے حلم کی وجہ سے یہ مغرور ہو چکے ہیں۔

یہ بد بخت لوگ رزق میرا کھاتے ہیں اور عبادت میرے غیر کی کرتے ہیں۔ انہوں نے میرے پیغمبر کو بھی قتل کر دیا ہے گویا کہ ان کے عادات وافعال کا مجھے علم نہیں حالانکہ مجھے سب کچھ معلوم ہے، مجھے اپنی ذات کی قسم انہیں ایسا عذاب دوں گا جو کائنات کے لئے باعث عبرت ہوگا۔

عید کے موقع پر یہ تمام لوگ جمع تھے کہ تیز رفتار سرخ آندھی چلی، یہ لوگ ایک دوسرے پر گرنے لگے، پھر زمین گندھک کی مانند ہوگئی اوپر سے سیاہ بادل آیا جس سے آگ برسنے لگی، ہوا چلتی رہی آگ بھڑکتی رہی اور یہ لوگ جھلستے گئے حتیٰ کہ ان بارہ شہروں کا ایک باسی بھی باقی نہ رہا۔

فنعوذ باللہ من غضب الجبار

(مولائے کائنات کے فیصلے از ریاض حسین جعفری)

(حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے۔ از محمد عبداللہ مدنی۔ مشتاق بک کارنر۔ لاہور۔ صفحات 298 تا 316 من وعن)

Marfat.com

قیصر روم کے سوالات اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوابات

سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب تذکرۃ الخواص میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بات کب کہی کہ ''میں ایسی مشکل سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں جس کے حل کرنے کے لئے ابوالحسن رضی اللہ عنہ میرے پاس نہ ہوں۔'' اس کی وجہ احمد نے اپنی کتاب فضائل میں یہ لکھی ہے کہ قیصر روم نے چند سوالات لکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے، لیکن آپ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم جواب دے نہ سکے۔

بالآخر وہ سوال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے بغیر دیر کئے مختصر وقت میں تمام سوالات کے جواب ارشاد فرمائے۔ سوال یہ تھے:

ابن مسیب کا کہنا ہے کہ بادشاہ روم نے لکھا کہ یہ خط ہے بادشاہ روم قیصر بنی الاصفر کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب۔

اما بعد! میں خط بھیج رہا ہوں اور اس میں چند سوال بھی ہیں براہ کرم مجھے ان کے جوابات ارسال فرمائیں۔ سوال یہ ہیں:

سوالات کی تفصیل

(۱) وہ کون سی چیز ہے جسے خدا نے پیدا نہیں کیا؟

(۲) وہ کون سی چیز ہے جسے خدا نہیں جانتا؟

(۳) وہ کون سی چیز ہے جو خدا کے پاس نہیں؟

(۴) وہ کون سی چیز ہے جو سب کے سب بال ہیں؟

(۵) وہ کون سی چیز ہے جس کا صرف منہ ہی منہ ہے؟

(۶) وہ کون سی چیز ہے جس کے صرف پاؤں ہی پاؤں ہیں؟

(۷) وہ کون سی چیز ہے جس کی صرف آنکھیں ہی آنکھیں ہیں؟

(۸) وہ کون سا شخص ہے جس کا خاندان نہیں؟

(۹) وہ کون سی چیز ہے جو شکم مادر میں نہیں رہیں؟

Marfat.com

(۱۰) وہ کون سی بے جان چیز ہے جو سانس لیتی ہے؟

(۱۱) ناقوس کی آواز کا معنی کیا ہے؟

(۱۲) وہ کون سی چیز ہے جس نے ایک مرتبہ پرواز کیا؟

(۱۳) وہ کون سی چیز ہے جس پر ایک بار سورج چمکا؟

(۱۴) وہ کون سا درخت ہے جس کے سایہ کو تیز رفتار سوار سو سال دوڑ کر بھی عبور نہیں کر سکتا؟

(۱۵) وہ کون سا درخت ہے جو دھوپ اور پانی کا محتاج نہیں دنیا میں اس کی مثال کیا ہے؟

(۱۶) جنت کے برتن جن میں مختلف قسم کے کھانے ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے ملتے ہیں دنیا میں اس کی مثال کیسی ہے؟

(۱۷) جنت کے سیب سے حوران برآمد ہوں گی لیکن اس میں ذرا بر کمی بھی واقع نہیں ہوتی۔ دنیا میں اس کی مثال کیا ہے؟

(۱۸) دنیا میں موجود شے کون سی ہے کہ دنیا میں لوگوں کے لئے، آخرت کے لئے ایک شخص کے لئے ہو گی؟

(۱۹) بہشت کی چابیاں کیا ہیں؟

جوابات کی تفصیل

جب یہ سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنے تو فرمایا علی رضی اللہ عنہ آپ ان سوالوں کے جواب لکھیں۔ بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اما بعد ۔ تیرا خط موصول ہوا اور میں اپنے رب کی عطا کردہ طاقت اور اس کے رسول کی برکت سے تجھے جوابات بھیج رہا ہوں۔

وہ چیز جو مخلوق نہیں وہ شریک خدا ہے کہ جس کو اللہ نے خلق ہی نہیں فرمایا۔

وہ چیز جس کا خدا سے تعلق ہی نہیں وہ تمہاری یہ بات ہے کہ خدا کا بیٹا فلاں ہے، حالانکہ خدا کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے اور نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ ہی بیٹا ہے۔

وہ چیز جو اللہ کے پاس نہیں وہ ظلم ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے:

Marfat.com

''تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا''

وہ چیز جو صرف بال ہی بال ہیں وہ ہوا ہے۔

وہ چیز جس کا صرف منہ ہی منہ ہے وہ آگ ہے۔

وہ چیز جس کے صرف پاؤں ہی پاؤں ہیں وہ پانی ہے۔

وہ چیز جس کی صرف آنکھیں ہیں وہ سورج ہے۔

وہ شخص جس کا کوئی خاندان نہیں وہ صرف حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔

وہ چیز جو شکم مادر میں نہیں رہیں پانچ یہ ہیں:

(۱) آدم علیہ السلام

(۲) حوا

(۳) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا دنبہ

(۴) حضرت موسیٰ کا عصا

(۵) حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی

وہ بے جان چیز جو سانس لیتی ہے وہ صبح ہے۔

ناقوس کی آواز کے معنی یہ ہے:

عدلًا عدلًا صدقًا صدقًا

حقاً حقاً مهلاً مهلاً

حق ہے حق ہے، ٹھہرو ٹھہرو

خدا ہے عادل ہے اور وہ سچا ہے۔

کوہ طور پر وہ پرندہ جس نے ایک مرتبہ پرواز کی۔

وہ زمین جس پر سورج ایک مرتبہ چمکا دریائے نیل کی وہ زمین ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا مار کر راستہ بنایا تھا۔

وہ درخت جس کے سایہ کو تیز رفتار سو سال میں بھی عبور نہیں کر سکتا وہ شجر طوبیٰ ہے جس کی شاخ جنت کے ہر محل میں پہنچی ہوئی ہے۔ اور دنیا میں اس کی مثال سورج ہے کہ جس کی

Marfat.com

گردن ہر گھر میں پہنچتی ہے اور تمام زمین اس کی روشنی سے منور ہوتی ہے۔

وہ درخت جو پانی کے بغیر اُ گا وہ درخت ہے جو حضرت یونسؑ کے لئے پیدا ہوا۔ اللہ نے فرمایا: ہم نے نبی کے لئے کدو کا درخت پیدا کیا۔

جنت کے برتن میں مختلف اقسام کے انعامات ہوں گے وہ ایک دوسرے میں مخلوط نہ ہوں گے۔ اس کی مثال دنیا میں مرغی کے انڈے کی سی ہے کہ جس میں سفید اور زرد دونوں پانی موجود ہیں لیکن ایک دوسرے سے ملتے نہیں ہیں۔

سیب جنت سے حور برآمد ہوگی لیکن سیب میں کمی نہ آئے گی۔ اس کی مثال یہ ہے جیسا کہ سیب سے کیڑا نکلتا ہے لیکن اس میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

وہ چیز جو دنیا میں مومن اور کافر کے لئے یکساں ہے لیکن آخرت میں وہ صرف مومن سے مخصوص ہوگی۔ وہ کھجور کا میوہ ہے جسے آخرت میں صرف مومن ہی کھائیں گے۔ جب کہ دنیا میں اسے مومن اور کافر دونوں کھا رہے ہیں۔

جنت کی چابیاں کلمہ توحید ہے۔ (لاَ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ)

قیصر کا خط اور مزید سوالات

ابن مسیّب کا بیان ہے کہ خط بادشاہ روم کو ملا۔ پڑھ کر کہنے لگا خدائے واحد کی قسم یہ جوابات خاندانِ رسالت سے ہی مل سکتے ہیں۔

ایلچی نے بتایا: رسول خدا کے چچازاد حضرت علی ابن ابی طالب نے دیئے ہیں۔

اس کے بعد قیصر روم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا جس کا مضمون یہ ہے:

سلام علیك، اما بعد ! فقد وقفت علی جوابك و علمت انك من اهل بیت النبوة و معدن الرسالة و موصوف بالشجاعة و العلم واثر ان تکشف لی من مذهبکم و الروح التی ذکرها اللّٰہ فی کتابکم فی قوله "ویسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی ۔"

"قیصر روم نے حضرت کو لکھا۔ سلام علیک۔ مجھے آپ کا بھیجا ہوا جواب موصول

Marfat.com

ہوا۔ وہ پڑھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ آپ اہل بیت نبوت ہیں اور رسالت کا خزانہ ہیں۔ حقیقی شجاعت اور علم کے وارث ہیں۔''

میری خواہش ہے کہ مجھے مذہب اور دین کی مزید معلومات بھیجیں اور خاص طور پر مجھے روح کی وضاحت فرمائیں جس کا ذکر اللہ نے قرآن مجید میں ان الفاظ سے فرمایا ہے کہ:

''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ روح کے بارے میں تجھ سے پوچھتے ہیں تو انہیں بتا دو کہ روح میرے پروردگار کا امر ہے۔ یہ روح کیا چیز ہے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جوابی مکتوب

حضرت نے جواب میں لکھا:

اما بعد! روح ایک نورانی نکتہ ہے اور ایک غیر مرئی مخلوق ہے جس کو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے خلق فرمایا ہے اور اپنے خاص خزانہ سے نکال کر اپنی ملکیت میں رکھا ہے۔ اور یہی روح ہی اصل میں ہر چیز کا سبب زندگی ہے اور ذی روح کے پاس ایک وقت مقررہ تک امانت ہے۔ جب اس کی مدت مکمل ہوتی ہے تو خدا اسے واپس کر لیتا ہے۔

(تذکرۃ الخواص مصنفہ سبط ابن جوزی، مولائے کائنات کے فیصلے، ریاض حسین)

دو نصرانیوں کے سوالات اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوابات

علامہ علی متقی نے کنز الاعمال میں یہ روایت لکھی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے، پاس دو نصرانی آئے اور انہوں نے پوچھا، ہمیں بتاؤ کہ:

محبت اور عداوت میں کیا فرق ہے، حالانکہ دونوں کا تعلق دل سے ہے؟

اسی طرح نسیان اور یادداشت میں کیا فرق ہے حالانکہ دونوں کا مخزن ایک ہے۔

اور یہ بھی بتاؤ کہ خواب سچا ہے یا جھوٹا ہے حالانکہ دونوں ایک ہی جگہ سے واقع ہوتے ہیں؟

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: یہ مسائل ان سے جا کر پوچھ لو۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ محبت وعداوت کا سبب یہ ہے کہ اللہ نے تمام ارواح کو اجسام کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل پیدا کیا۔ اب جو ارواح عالم ذر میں ایک دوسرے سے مانوس تھیں اظہار محبت کرتی تھیں۔ دنیا میں آکر بھی انہیں ایک دوسرے سے محبت ہوتی ہے۔ اور جن ارواح کو عالم ارواح میں ایک دوسرے سے نفرت تھی۔ اس دنیا میں بھی وہ ایک دوسرے سے متنفر ہوتی ہیں۔

یادداشت اور نسیان کا راز یہ ہے کہ اللہ نے جب آدمی کو پیدا فرمایا تو اس کے دل پر ایک پردہ لگا دیا۔ جب وہ پردہ ہٹ جاتا ہے تو انسان کچھ چاہے تو یاد رکھ سکتا ہے اور جب اس کے دل پر وہ پردہ آجائے تو اس کو کچھ بھی یاد نہیں ہوتا۔ اور وہ نسیان کا مریض ہو جاتا ہے۔

خوابوں کے سچے اور جھوٹے ہونے کا سبب یہ ہے کہ اللہ نے روح پر ایک حاکم مقرر کیا ہے اس کا نفس موجود ہوتا ہے۔ اب روح کو عالم بالا میں اگر فرشتوں کے ساتھ ملاقات کا شرف نصیب ہو تو اس کے خواب سچے ہوتے ہیں، اور روح اگر تھکنے کے بعد شیاطین کے چنگل میں پھنس جائے تو اس کے خواب جھوٹے ہوتے ہیں ان نصرانیوں نے جب یہ جواب سنے تو مسلمان ہو گئے اور حضرت کے نوکر بن کر رہ گئے حتیٰ کہ وہ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

قیصر روم کے سوالات اور حضرت علی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوابات

احمد بن علی العاصی الشافی اپنی کتاب ''زین الفتی'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب بھی کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع فرماتے۔ من جملہ ان واقعات کے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو ان کے اصحاب میں سے ایک شخص حارث بن سنان نامی صحابی تھا۔ جس کو نصرانی شخص نے تھپڑ رسید کیا۔ حارث بن سنان نے آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ تو اس سے بدلہ لے اور اس کے منہ پر تھپڑ مار دے۔

Marfat.com

حارث کہنے لگا: اتنا کافی نہیں بلکہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نہیں یہ دور جاہلیت کا رواج ہے کہ جو کسی کو تھپڑ مارتا، اس کا ہاتھ کاٹا جاتا اسلام میں صرف اور صرف چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔

حارث بن سنان کا ارتداد

حارث اس بات سے ناراض ہو گیا اور باہر چلا گیا۔لوگ سمجھے کہ شاید کسی جنگل میں جا کر بسیرا کرنے لگا ہے۔لیکن وہ قیصر روم کے پاس جا پہنچا اور اس نے دین نصاریٰ اختیار کر لیا۔قیصر روم کو حیرانگی ہوئی کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ ایک شخص دین حنیف کو چھوڑ کر نصرانیت اختیار کرتا ہے۔اور ساتھ یہ بھی مشہور ہے کہ حارث وہ پہلے نصرانی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور اب پھر مرتد ہو کر نصرانی بن گیا۔حالانکہ جو اسلام سے مرتد ہو جائے وہ نصرانی ہوتا ہے نہ یہودی اور نہ ہی مجوسی۔بلکہ وہ کہتے ہیں صرف نماز پڑھو اور روزہ رکھو اور باقی کچھ نہیں۔آخر کار قیصر روم نے حارث بن سنان کے لئے ایک سنہری تخت لگوایا۔اور حاشیہ نشینوں سے کہا کہ اس کو جھک کر سلام کرو اور ہر مہینہ اس کو ایک ہزار دینار بطور انعام دو۔اس زمانہ میں قیصر روم کے قید خانہ میں تین سو مسلمان قید تھے۔

قیصر نے حکم دیا کہ ان قیدیوں کو حارث کے سامنے لاؤ اور انہیں اس کی شان و شوکت دکھاؤ اور ساتھ یہ اعلان بھی کرو کہ جو شخص تم میں سے اسلام چھوڑ کر نصرانیت اختیار کرے گا اس کو یہ انعام ملے گا۔

مسلمان قیدیوں کا رنج والم

مسلمان قیدیوں نے جب حارث کی یہ حالت دیکھی تو وہ گریبان چاک کر کے با آواز بلند کہنے لگے۔اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا تو ہم نقصان اٹھائیں گے اور حارث سے کہنے لگے: حارث تجھ پر سخت افسوس ہے، کیا تو نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی؟

فرمان خدا ہے:

لئن اشرکت لیحبطن عملك ولتکونن من الخاسرین

''اگر تو نے شرک کیا تو تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور تو نقصان اٹھانے والوں

Marfat.com

میں سے ہو جائے گا۔"

وہ قیدی با آواز بلند رونے لگے، انہیں حارث کے نصرانی ہو جانے کا بڑا دکھ ہوا۔ قیدیوں کو روتا دیکھ کر حارث کو افسوس تو ہوا مگر کہنے لگا سنو! میں نے تمام قرآن بھلا دیا ہے اور البتہ یہی آیت مجھے یاد ہے کہ فرمان خدا ہے:

ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه وهو فى الاخرة من الخاسرين ۔(القرآن)

"جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے تو اس سے وہ قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا"۔

قیصر کی پریشانی

قیصر روم قیدیون اور حارث کی گفتگو کو بڑے غور سے سن رہا تھا۔ یہ باتیں سن کر وہ زیادہ متفکر ہوا اور سوچنے لگا۔ پھر فوراً درباریوں کی میٹنگ بلائی۔ جس میں تمام حاشیہ نشینوں اور بڑے بڑے پادریوں کو بلایا گیا۔ جب یہ تمام علماء نصاریٰ اور پادری اکٹھے ہو گئے تو قیصر روم نے انہیں بتایا اے میرے ہم نشینو اور علماء نصاریٰ! آج مجھ پر ایک عظیم مصیبت نازل ہوئی ہے کہ جس کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں۔

پادریوں نے پوچھا وہ کون سی پریشانی ہے جو تمہیں لاحق ہے؟

قیصر روم نے بتایا میں حارث بن سنان کے بارے میں متفکر ہوں کہ یہ اسلام کو چھوڑ کر دین نصاریٰ میں کیوں داخل ہوا ہے۔ کیا دین اسلام میں اس نے کوئی کمزوری دیکھی ہے یا پھر مال و دولت کے لالچ میں آ کر اس نے ایسا کیا ہے۔ یا پھر مکر اور جاسوسی کی خاطر ہمارے مذہب کو قبول کیا ہے کیونکہ میں نے آج جب مسلمان قیدیوں کو حارث کے سامنے کھڑا کیا اور انہیں بتایا کہ یہ مذہب نصرانی قبول کر چکا ہے۔ تو وہ قیدی اتنا روئے کہ بے ہوش ہو گئے اور میں نے لاکھ کوشش کی کہ انہیں نصرانیت کی طرف راغب کیا جائے۔ لیکن میری انہوں نے کوئی بھی نہ سنی اور میری ترغیب کا ان پر ذرا بھر اثر نہیں ہوا۔

وہ علماء نصاریٰ اور پادری کہنے لگے۔ یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں۔ آپ ان کے

Marfat.com

بادشاہ کو خط لکھیں جس میں حارث بن سنان کا واقعہ لکھنے کے بعد چند سوالات ہم پیش کرتے ہیں۔ وہ بھی لکھ بھیجیں۔ اگر وہ ان کے سوالات کے صحیح جواب دے دیں تو پھر سمجھ لینا کہ دین اسلام حق ہے اور پھر تجھے یقین کرنا چاہئے کہ لشکر اسلامی فتوحات کرتے ہوئے تیرے ملک روم سے بھی گزر جائے گا۔ اور اگر وہ ان سوالات کے جواب نہ دے سکیں تو پھر سمجھ لینا کہ اس دین میں کوئی صداقت نہیں اور یہ از خود ختم ہو جائے گا اور ان کا غلبہ تیرے ملک روم پر نہ ہو سکے گا اور اس کے بعد آپ کی مرضی ہو تو مسلمان قیدیوں کو رہا کر کے ان سے پوچھ۔ اگر وہ نصرانیت اختیار کریں تو ٹھیک ورنہ ان کے سر قلم کر دینا۔

قیصر روم کہنے لگا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کسی وقت بھی ہم پر غالب آ سکتے ہیں۔

پادری کہنے لگے: اگر یہ اس نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہے جس کی بشارت عیسیٰ نے دے رکھی ہے تو پھر صرف روم کیا پوری دنیا میں پھیلے گا اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نبی نہیں تو یہ دین خود بخود ختم ہو جائے گا۔ آخر کار انہوں نے باہمی مشورہ کر کے یہ خط لکھ کر مدینہ روانہ کیا۔

قیصر روم کا خط سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط ہے قیصر روم کا حضرت عمر بن خطاب کی طرف

امابعد!

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ حارث بن سنان تمہارا دین اسلام چھوڑ کر ہمارے دین نصاریٰ میں داخل ہو چکا ہے مجھے یہ معلوم نہیں کہ تمہارا دین سچا ہے یا نہیں، اور یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہارا دین وہی ہے جس دین کے پیغمبر کی بشارت ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے سنائی ہے کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا، اور اس کا ذکر انجیل میں بھی ہے کہ وہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی تمہارے ہر اختلاف کو مٹا دے گا اور آپ کو چاہئے کہ خدا سے ڈریں اور اس نبی کے اطاعت گزار بن جائیں اور اس کی مخالفت کبھی نہ کرنا ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے، اور اگر تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کی کوشش کی تو تمہیں شکست فاش ہو

Marfat.com

گی، کیونکہ خدا کا وعدہ ہے کہ میں اپنے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مددگار رہوں گا اور دشمنوں کے دلوں میں اس کا رعب و دبدبہ ڈال دوں گا، اب اگر آپ کے دین کا پیغمبر وہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو ہمارے ان سوالات کا جواب بھیجیں اور یہ سوالات تورات وانجیل اور زبور میں بھی موجود ہیں، ہمیں چونکہ آپ کے دین کے بارے میں شک ہے لہٰذا ان مسائل کے حل ہو جانے سے ہمیں یقین حاصل ہوگا کہ آپ کا دین صحیح ہے، سوالات یہ ہیں:

سوالات کی تفصیل

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم کا معنی کیا ہے؟

(۲) الحمد للہ رب العالمین کا معنی کیا ہے؟

(۳) مالک یوم الدین کا معنی کیا ہے؟

(۴) ایاک نعبدو و ایاک نستعین کا معنی کیا ہے؟ آپ لوگ کس چیز کے لئے مدد چاہتے ہیں، اگر تمہیں خدا کی مدد حاصل ہے تو پھر تم برائی میں کیوں مبتلا ہوتے ہو اور خدا کی مدد کے ہوتے ہوئے تم دوسروں کی حکومتوں پر قبضہ کیوں کرتے ہو؟

(۵) اھدنا الصراط المستقیم کا معنی کیا ہے؟ اگر آپ کو اپنے دین میں شک نہیں تو پھر تم کون سی ہدایت کے طالب ہو؟

(۶) صراط الذین انعمت علیھم کا معنی کیا ہے؟ اور کون سا انعام ہے جو امت محمد پر ہوا ہے۔

(۷) غیر المغضوب علیھم کا معنی کیا ہے؟ اور ولا الضالین سے مراد کیا ہے؟

اور یہ وہ کلام ہے جو ہمیں نہ تورات میں ملا اور نہ ہی ہم نے انجیل و زبور میں پڑھا ہے، ان کے علاوہ ہمیں بتاؤ کہ خدا کی ردا کون سی ہے؟ اور ہمیں خدا کا مقام بتائیں؟

وہ کون سا پیغام رساں ہے جو نہ جن تھا اور نہ ہی فرشتہ اور انسان تھا؟

ہمیں وہ چیز بتائیں جس کو وحی ہوئی لیکن وہ نہ جن تھا نہ ہی انسان اور فرشتہ تھا؟

حضرت موسیٰ کے عصا کا نام کیا تھا؟ اور وہ عصا کون سے درخت کا تھا؟

وہ ایک کون سا ہے جس کے ساتھ دوسرا نہیں؟......

Marfat.com

وہ دو کون سے ہیں جن کے ساتھ تیسرا نہیں؟......

وہ تین کون سے ہیں جن کے ساتھ چوتھا نہیں؟......

وہ چار کون سے ہیں جن کے ساتھ پانچواں نہیں؟......اسی طرح بیس تک گنتے گئے۔

اس کے بعد خط کو بند کر کے ایلچی کو دیا اور حکم دیا کہ جلدی جلدی یہ خط مدینہ پہنچاؤ، ایلچی خط لے کر مدینہ پہنچا اس نے پوچھا تمہارے بادشاہ کا مکان کہاں ہے؟ لوگ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر لے گئے، نصرانی نے دق الباب کیا، دروازے پر ایک سیاہ فام کنیز باہر آئی، نصرانی ایلچی نے پوچھا، تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟

کنیز نے جواب دیا، بادشاہ ہر چیز کا خدا ہے البتہ اس وقت مسلمانوں کے خادم حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو اس وقت بازار گئے ہوئے ہیں۔

نصرانی انتظار میں بیٹھ گیا، جب وہ بازار سے واپس آئے تو ایلچی نے انہیں قیصر روم کا خط پہنچایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوابات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط کھولا، اور جب حارث کے نصرانی ہو جانے کے بارے میں پڑھا تو انہیں سخت افسوس ہوا۔

ایلچی کو بٹھا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا، جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ خط حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور کہا اس کا جواب آپ نے دینا ہے۔

حضرت نے وہاں پر قلم دوات منگوایا، اور خط کا جواب لکھنا شروع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قیصر روم کی طرف یہ خط ہے۔

اما بعد! تو نے حارث بن سنان کا واقعہ لکھا ہے تو یہ کوئی بات نہیں کیونکہ جسے خدا گمراہ کر دے اس کو ہدایت کوئی نہیں کر سکتا۔

یہ حارث صرف حصول مال و دولت کی خاطر اسلام میں داخل ہوا تھا اور جب اسے کوئی

Marfat.com

مال وزر نہ مل سکا تو پھر وہ واپس لوٹ گیا، اور اب تیرے باقی سوالات کے جواب یہ ہیں۔

(۱) بسم اللہ، یہ وہ نام ہے جو ہر بیماری کی دوا ہے اور ہر دوا کا معاون ہے۔

(۲) الرحمن، اللہ تعالیٰ کا نام ہے جو اس کی ذات سے مخصوص ہے۔

(۳) الرحیم، یہ بھی خدا کا نام ہے اور اللہ اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ جو ایمان لا کر نیک عمل کرنے لگے اور پھر توبہ کا طلب گار ہو تو اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

(۴) الحمد للہ رب العالمین یہ وہ تعریفی جملہ ہے جو خدا سے مخصوص ہے اور تعریف اس کے انعام کی ہے۔

(۵) مالک یوم الدین خدا ہی اپنی مخلوق کا مالک ہے اور بروز قیامت مخلوق پر حکمرانی اسی کی ہوگی، جو نیکو کار ہوں گے انہیں بہشت بھیجا جائے گا اور جو بدکار ہوگا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

(۶) ایاک نعبد کا معنی یہ ہے کہ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور کسی کی نہیں اور نہ ہم اس کا شریک بناتے ہیں۔

(۷) ایاک نستعین ہم اللہ سے یہ مدد چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں شیطان کے مکروفریب سے بچائے اور شیطان ہمیں گمراہ نہ کر سکے، جس طرح کہ شیطان نے تم لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے۔

(۸) اھدنا الصراط المستقیم یہ راستہ واضح ہے جو کہ جنت کی راہ ہے۔

(۹) صراط الذین انعمت علیھم اس سے مراد وہ انعام ہے جو اللہ نے تمام سابقہ امتوں پر کیا ہے اور پھر بروز قیامت خدا انبیاء اور اولیاء سے پوچھے گا۔

(۱۰) غیر المغضوب علیھم اس سے مقصود وہ لوگ ہیں جو نعمات خدا کے منکر ہیں اور پھر ان میں خدا کا قہر وغضب نازل ہوا اور ان کی صورتیں بھی بدل دیں، ہم خدا سے یہ دعا کرتے ہیں کہ ہم پر اس کا غضب نہ ہو۔

(۱۱) ولا الضالین اس سے مراد تم نصاریٰ جیسے گمراہ لوگ ہیں کہ تم نے عیسیٰ مسیح کے دین کو چھوڑ دیا ہے اور تم نے عیسیٰ اور اس کی ماں کو خدا کا شریک بنا دیا ہے۔ ہم خدا سے یہ

Marfat.com

سوال کرتے ہیں کہ ہمیں تمہاری طرح گمراہ نہ کرے۔

(۱۲) ردائے خدا کے بارے ہمیں اپنے پیغمبر نے بتایا ہے کہ اللہ کا فرمان ہے:

(والکبریاء ردائی) "بزرگی اور عظمت میری ردا ہے۔"

(۱۳) مقام خدا کے متعلق تمہیں معلوم ہوگا کہ کوئی جگہ اور مکان خدا سے خالی نہیں اور وہ ہر جگہ موجود ہے۔

(۱۴) وہ ایلچی جو جن وانسان اور فرشتہ نہ تھا، وہ کوا تھا، جسے خدا نے بھیجا اور وہ دوسرے کوے سے لڑنے لگا ایک کوے نے دوسرے کو مار دیا اور پھر زمین میں گڑھا کھود کر مردہ کوے کو دفن کر دیا اس کو دیکھ کر قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کی لاش کو دفن کیا۔

(۱۵) وہ چیز جن کی طرف وحی کی گئی وہ شہد کی مکھی تھی، جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے: تیرے رب نے شہد کی مکھی کو پیغام بھیجا۔"

(۱۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا نام "ذائدۃ" تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے زمین پر ڈالتے تو وہ بڑھ جاتا، اور جب موسیٰ علیہ السلام اسے پکڑتے تو اپنی اصلی حالت پر آ جاتا اور اس درخت کا نام عوسج تھا جس کی وہ لکڑی تھی اور جبرائیل نے حضرت شعیب کو عطا کیا تھا۔

(۱۷) وہ واحد جس کے ساتھ دوسرا نہیں وہ ذات خدا ہے کہ جس کا شریک نہیں۔

(۱۸) وہ دو، حضرت آدم رضی اللہ عنہ اور حضرت حوا تھے جن کے ساتھ تیسرا نہ تھا۔ وہ تین فرشتوں کے سردار، جبرائیل ومیکائیل اور اسرائیل تھے جن کے ساتھ چوتھا نہیں۔

(۱۹) وہ چار کتابیں تورات وزبور وانجیل اور قرآن ہیں جن کے ساتھ پانچواں نہیں۔

خط کو بند کر کے مہر لگائی اور ایلچی کے حوالے کیا، خط قیصر روم کے پاس پہنچا تو اس نے کھولا اور پڑھا، خط پڑھنے کے بعد حکم دیا کہ تمام مسلمان قیدیوں کو حاضر کرو۔

قیدی لائے گئے، پھر حکم دیا کہ ان کو قیمتی لباس پہناؤ اور باعزت بری کیا جائے۔

حارث سے پوچھا تیرا کیا خیال ہے، اگر واپس مدینہ جانا چاہتا ہے تو تمہارا وظیفہ جاری رہے گا، حارث نے جواب دیا اگر مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں بھی جلا دے تب

Marfat.com

بھی واپس نہ جاؤں گا، آخر کار وہ اسی طرح نصرانی ہو کر مر گیا۔

بادشاہ روم کے بھیجے ہوئے مشکل سوالات

کتاب مناقب میں لکھا ہے کہ بادشاہ روم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا ایلچی بھیجا اور ان سے یہ سوال پوچھے:

(۱) وہ کون سا شخص ہے جو جنت کا خواہش مند نہیں؟ اور جہنم سے خائف نہیں، اور نہ ہی خدا سے ڈرتا ہے؟

(۲) وہ کون سا شخص ہے جو نماز پڑھتا ہے لیکن رکوع و سجود نہیں کرتا، پھر بھی نماز صحیح ہے؟

(۳) وہ کون سا شخص ہے جو بغیر ذبح کے جانور کھاتا تھا اور حلال کھا رہا تھا؟

(۴) وہ کون ہے جسے فتنہ سے محبت ہے؟ اور ان دیکھی چیز کی تصدیق کرتا ہے اور حق کا مخالف ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوابات

جب یہ سوال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سنے تو فرمایا: یہ پہلے کافر تھا اب مزید کفر اختیار کرنے لگا ہے، تاہم ان کے جوابات حضرت علی رضی اللہ عنہ دیں گے۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سوالات کے یہ جواب ارشاد فرمائے:

(۱) وہ خدا کا ولی ہے جس کی عبادت بہشت کے لالچ میں ہوتی ہے اور نہ ہی جہنم کے خوف سے اور اسی طرح ولی خدا کو خدا کے ظلم کا کوئی خوف نہیں، کیونکہ خدا ظالم نہیں بلکہ وہ عادل ہے۔ اس لئے تو خود حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

ما عبدتك طمعا فی جنتك ولا خوفا من نارك بل وجدتك اهلا للعبادة فعبدتك......

''اے رب میں علی رضی اللہ عنہ تیری عبادت جنت کے لالچ اور جہنم کے خوف سے نہیں کرتا، بلکہ تجھے لائق عبادت جان کر تیری عبادت کرتا ہوں۔''

(۲) وہ نماز جو بغیر رکوع و سجود کے پڑھتا ہے وہ نماز جنازہ پڑھ رہا ہے۔ اس کی نماز میں نہ رکوع ہے نہ سجود پھر بھی اس کی نماز مکمل ہے۔

Marfat.com

(۳) وہ شخص بغیر ذبح کے حلال جانور کھاتا ہے وہ مچھلی کھانے والا شخص ہے جو ذبح نہیں کرتا بلکہ مچھلی پانی سے باہر آکر مر جائے وہ بھی حلال ہے۔

(۴) وہ شخص جو فتنہ کو پسند کرتا ہے وہ مال اور اولاد ہے جس کو خدا نے فتنہ کہا ہے لیکن ہر شخص ان سے محبت کرتا ہے، اسی طرح مومن نے جنت اور جہنم دیکھا نہیں لیکن گواہی دے رہا ہے کہ جنت اور جہنم حقائق ہیں اور مومن موت کو حق سمجھتا ہے لیکن اس حق کو پسند نہیں کرتا۔

اسی قسم کے سوال حذیفہ یمانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی کئے اور حذیفہ کا اضافی ایک سوال یہ بھی تھا کہ زمین پر وہ کون سی چیز ہے جو میرے لئے ہے لیکن خدا کے لئے نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے تو غصہ میں آئے اور پھر فرمایا: یہ کیسے سوال ہو سکتا ہے؟ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سوال پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ سچ کہتا ہے کہ زمین پر میرے بچے اور بیوی ہیں لیکن خدا کی ذات اس سے بلند و بالا ہے۔

ان سوالات کی وضع سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ تمام سوالات حضرت حذیفہ نے بھی پوچھے تھے، کیونکہ نصرانی شخص کے لئے مشکل ہے کہ اسلامی احکام پر اتنی دقیق نظر رکھے، اس قسم کی روایت کو شیخ محمد کنجی شافعی نے اپنی کتاب کفایت المطالب میں لکھا ہے کہ ان سوالات و جوابات کا تبادلہ حذیفہ یمانی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مابین ہوا اور پھر ان تمام سوالات کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حل فرمایا۔ ممکن ہے کہ حذیفہ یمانی کو یقین ہو کہ یہ سوالات حضرت علی رضی اللہ عنہ حل کریں گے تو لوگوں کو پتہ چلے گا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کتنے بڑے علم کے مالک ہیں۔

نجران کے پادری کے سوالات

کتاب عجائب احکام المؤمنین میں سعید بن زربن نے ابو حازم سے اور اُس نے حضرت امام جعفر صادق سے روایات بیان کی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں نجران کا پادری ان کے پاس آیا اور کہا اے امیر، جس زمین پر ہم رہتے ہیں وہ انتہائی سرد ہے اور وہاں پر برفباری ہوتی ہے، جہاں رہنا انتہائی مشکل ہے اور نہ ہی وہاں کوئی

Marfat.com

لشکر بسیرا کر سکتا ہے' لہٰذا اس کا سالانہ ٹیکس میں خود ادا کروں گا' موقع پر بھی اس کے پاس کچھ رقم موجود تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ رقم لے کر بیت المال میں جمع کرادی اور پادری کو وصولی کی رسید لکھ دی، ایک دن وہ پادری اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، وہ پادری انتہائی خوش شکل اور خوش لباس تھا، جب تمام کے تمام حضرت کے پاس بیٹھ گئے تو حضرت عمر نے انہیں دعوت اسلام دی اور اسلام کے فضائل ومناقب بیان کئے۔

وہ نصرانی پادری کہنے لگا: تمہارے قرآن میں ہے کہ جنت کی وسعت زمین وآسمان کے برابر ہے، اس سوال کا جواب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا، پادری کہنے لگا مجھے تو امید نہیں تھی کہ کوئی مجھے اس سوال کا جواب دے گا لیکن یہ کون شخص ہے جس نے میرے سوال کا جواب دیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا اس کا نام علی بن ابی طالب ہے۔ یہ پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا داماد اور حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ کا والد گرامی ہے۔

نصرانی پادری کہنے لگا: اے عمر! وہ کون سی چیز ہے جو دنیا میں لوگوں کے پاس ہے لیکن اس کی مثال میوہ ہائے جنت جیسی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ علی رضی اللہ عنہ! سے پوچھئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا میں بہشتی میووں کی مثال قرآن مجید ہے کہ جس سے ہر شخص اپنے مقصد کے مطابق فائدہ حاصل کر سکتا ہے، لیکن قرآن میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔

پھر نصرانی پادری نے کہا کیا آسمان کے تالے ہیں؟ اور اس کی چابیاں کون سی ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس جوان سے پوچھ۔

نصرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا:

اے نصرانی۔ خدا کا شریک بنانا آسمان کا تالا ہے اور اس کی چابی خدائے واحد کی واحدانیت کی گواہی دینا ہے۔

Marfat.com

وہ پادری باقی مسائل پوچھتا رہا اور آخر میں یہ پوچھا کہ ایک سوال یہ ہے کہ بتاؤ خدا کہاں ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ موجود تھا کہ اتنے میں ایک فرشتہ آیا اور اس نے حضرت کو سلام کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہاں سے آیا ہے؟ فرشتے نے کہا، میں ساتویں آسمان سے خدا کی جانب سے آیا ہوں، پھر دوسرا فرشتہ آیا۔ حضرت نے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے فرشتے نے جواب دیا منجانب خدا ساتویں زمین سے آیا ہوں، اسی طرح مشرق و مغرب سے ملائکہ آتے رہے اور کہتے رہے کہ ہم تمام منجانب خدا آرہے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے خدا کا کوئی مخصوص مکان نہیں بلکہ ہر جگہ آسمان یا زمین میں ہر جگہ خدا موجود ہے۔

(عجائب احکام امیر المومنین)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا غم

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہو چکی ان کا جسد مبارک ایک چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں ان کے پاس تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چہرہ کو کھولا، پھر کہا: ''ابوحفص! آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں، اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہے جس کے نامہ اعمال کے ساتھ میں اللہ کے سامنے جانا پسند کروں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر رو رہے تھے، ان سے پوچھا گیا کہ کیوں رو رہے ہیں؟ تو فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر رو رہا ہوں، عمر رضی اللہ عنہ کی موت اسلام میں ایک ایسا شگاف ہے جو قیامت تک پر نہیں کیا جا سکے گا۔

(الفتوحات الاسامیہ ج ۲ صفحہ ۴۲۹، از سید احمد زینی دحلان) (بحوالہ ایضاً صفحات 133 تا 150 من وعن)

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات اور خانہ جنگیوں پر ایک نظر

ضرورت ہے کہ بہت ٹھنڈے دل و دماغ سے ان اختلافات کا مطالعہ کیا جائے، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان پیش آئے اور جن میں سے بعض اختلافات اتنے بڑھے کہ جنگ کی نوبت آگئی، جن لوگوں کو ان حالات کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے ان پر جلد بازی میں کوئی حکم لگا دینا اور بے دھڑک ان کو زیغ و ضلال میں مبتلا، دنیا پرست، جاہ و مال کا طالب اور بدنیت کہہ دینا مناسب نہیں ہے، یہ تاریخی تجربات کا تقاضا ہے، نیز خالص علمی انداز میں ان حوادث کا ایجابی انداز میں تجزیہ کرنا چاہئے۔ وہ لوگ جو براہ راست ان حالات سے گزرے اور جنگ و جدال تک کی نوبت آگئی، ان کے گرد و پیش جو حالات تھے جس پیچیدہ قسم کے معاشرہ سے ان کا سابقہ تھا اور اس وقت کا جو ماحول بن گیا تھا، بغیر ان سب کا مطالعہ کئے ہوئے عجلت اور جذباتیت میں کسی کے خلاف کوئی بات طے کر لینا صحیح نہیں ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ زمانہ قریب میں جو حوادث پیش آتے ہیں ان کے سمجھنے میں بھی غلطی ہو جاتی ہے کیونکہ ہم حالات اور ماحول کا صحیح اور متوازن اندازہ نہیں کر سکتے، لہٰذا اس دور کے حوادث جن پر ایک زمانہ گزر چکا ہے، اور وہ ہمارے ماحول سے بہت مختلف ماحول میں پیش آئے، اس وقت کے کیا محرکات تھے اور جو افراد ان سے دوچار تھے ان کے لئے کیا دواعی و جذبات تھے جب تک ان کو اچھی طرح سمجھا نہ جائے، ان کے مقاصد حالات کے صحیح پس منظر، خود ان کے دینی رجحانات، سابقہ خدمات، ان سب کو ایک ساتھ رکھ کر اور ایک کو دوسرے سے مربوط کر کے مطالعہ نہ کیا جائے، انصاف و عدل کی راہ کا پالینا دشوار ہوگا، جنگ جمل کے معاملہ میں یہی صورت حال تھی، ایک گروہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ طلب کر رہا تھا، دوسرا گروہ اپنے آپ کو اس سے عاجز پا رہا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کی ذات اس جنگ و اختلاف کا نشانہ بنی۔

Marfat.com

ابوبکر، ابوالبختری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ جمل میں ان کا مقابلہ کرنے والوں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ:

کیا وہ سب مشرک تھے؟

فرمایا: شرک سے تو وہ فرار اختیار کر چکے تھے۔

......تو کیا وہ منافق تھے؟

فرمایا: منافق اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

......تو پھر وہ کیا تھے؟

فرمایا: میرے ہی بھائی تھے، میرے خلاف بغاوت کر رہے تھے۔

اور مزید فرمایا: میں دعا کرتا ہوں کہ ہم اور وہ، سب ان لوگوں میں شامل ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین"

بڑی تعداد میں لوگوں نے اس طرح کی روایتیں نقل کی ہیں کہ جنگ جمل میں شریک ہونے والے اپنی رائے سے رجوع کر چکے تھے اور انہیں اس پر افسوس تھا، خود اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح کی روایت ہے، جیسا کہ ابوبکر اور ان کے علاوہ متعدد راویوں کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے سنا اور الحاکم نے ثور بن مجزاۃ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے جنگ جمل کے موقع پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا کہ ان کی سانس اکھڑ رہی تھی، انہوں نے پوچھا تم کس گروہ سے ہو؟ انہوں نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کے لوگوں میں ہوں، اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرلوں، میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا، انہوں نے بیعت کی، اور اسی لمحہ جان جاں آفریں کے سپرد کردی، میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آ کر یہ ماجرا سنایا، فرمایا: اللہ اکبر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد صحیح ثابت ہوا، اللہ کو پسند نہیں تھا کہ طلحہ میری بیعت کے بغیر جنت میں داخل ہوں۔[1]

اس معرکہ کے بارے میں فلسفۂ تاریخ کے ماہر علامہ ابن خلدون نے بہت ہی وسیع

---

[1] ازالۃ الخفاء حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (المقصد الثانی) ص ۲۸۰

Marfat.com

النظری کے ساتھ بڑی عادلانہ اور جچی تلی بات کہی ہے، وہ اپنے مشہور مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

''خبردار اپنے دل میں ان لوگوں کے بارے میں کوئی برا خیال نہ لانا اور زبان سے ایک لفظ ان کے خلاف نہ کہنا، جہاں تک ممکن ہو ہر فریق کے لئے خیر کا پہلو تلاش کرنا چاہئے، یہ سب حسن ظن کے سب سے زیادہ مستحق ہیں، ان کا اختلاف دلیل کی بنا پر تھا، ان کی جنگ حق کے لئے تھی، ان میں جو لوگ قاتل تھے یا مقتول سب جہاد کے راستہ پر تھے اور ہر ایک کا مقصد حق کی حمایت تھا، بلکہ میرا خیال ہے کہ ان کے اختلافات بعد میں آنے والوں کے لئے رحمت کا سبب تھے، تاکہ ہر شخص ان میں سے جس کو چاہے اپنا ہادی، امام اور رہنما سمجھے، اس بات کو ذہن نشین کر لو اور خلق و کائنات کے بارے میں اللہ کی حکمت سمجھنے کی کوشش کرو۔'' [1]

علامہ ابن خلدون مزید لکھتے ہیں:۔

''(حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد) فتنہ کا دروازہ کھل گیا جس فریق نے جو بھی کیا اس کا جواز اس کے پاس تھا، اور سب ہی جویائے حق اور دین کے لئے کوشاں تھے، دینی امور کو کوئی بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا، اس (اصل اصول یعنی دین کی سربلندی) کے بعد انہوں نے صورتِ حال کا جائزہ لیا اور اجتہاد کیا، اللہ ان کے احوال سے واقف اور ان کی قلبی کیفیات سے مطلع ہے، ہم سب ہی سے حسن ظن رکھتے ہیں، جیسا کہ ان کے حالات گواہ ہیں اور ان میں سچے افراد کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے۔'' [2]

ابن خلدون مزید لکھتے ہیں:۔

''ہر چند کہ ان اختلافات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ برحق تھے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

---

[1] مقدمہ ابن خلدون ص ۱۷۲ (دار الفکر قاہرہ)

[2] ایضاً ص ۱۷۱

Marfat.com

کی نیت بھی باطل نہ تھی، انہوں نے (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) ارادہ حق ہی کا کیا مگر ان سے غلطی ہوگئی اور تمام لوگ اپنے مقاصد کے لحاظ سے حق پر تھے مگر سلطنت کی خاصیت یہی ہے کہ آدمی تنہا اپنے لئے اس کا طلب گار رہتا ہے اور اس کو اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتا ہے، حضرت معاویہ کے اختیار میں نہ تھا کہ اس خاصیت کو اپنی ذات اور اپنی قوم سے الگ کر دیتے، یہ ایک قدرتی امر ہے، اور یہ خاندانی حمایت وتائید کی ضرورت کا تقاضا بھی ہے، جو اپنے ہی قبیلہ سے حاصل ہوسکتی تھی۔'' [1]

جنگ جمل کی مثال ایک ایسے پانی کی ہے جس میں اُبال آیا اور ختم ہوگیا لیکن جو جنگ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان تھی، وہ دو متوازی اصول کی جنگ تھی، [1] دو عظیم لشکروں اور جنگی طاقتوں کا ٹکراؤ تھا۔ اس اضطراری اور طویل کہانی کو (دل پر ہاتھ رکھ کر) ہم اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان

۳۶ھ کا سال ایسے وقت میں شروع ہوا جب امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خلافت کی زمامِ کار سنبھال لی تھی اور ہر شہر پر اپنی طرف سے حاکم مقرر کر دیا تھا اور شام پر سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جگہ پر مقرر کیا تھا، حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہو کر تبوک پہنچے تھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے سواران سے ملے، انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہا: حاکم، پوچھا کس علاقہ پر؟ جواب دیا: شام پر، ان لوگوں نے کہا کہ اگر تمہیں عثمان رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے تو ہم تمہارا استقبال کرتے ہیں، اور اگر ان کے علاوہ کسی نے بھیجا ہے تو واپس جاؤ، حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ کیا واقعہ پیش آیا ہے، اس فوجی دستہ کے لوگوں نے جواب دیا ہاں ہمیں سب کچھ معلوم ہے، چنانچہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس گئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لمبا سا کاغذ دے کر ایک آدمی کے ہاتھ بھیجا وہ حضرت

---

[1] مقدمہ ابن خلدون ص ۱۶۲ (دار الفکر قاہرہ)

Marfat.com

علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیسے آئے؟ اس نے کہا کہ میں ایسے لوگوں کے پاس سے آ رہا ہوں جو صرف قصاص چاہتے ہیں اور سب کے سب جذبۂ انتقام سے چور ہیں، میں نے ستر ہزار شیوخ کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ قمیض عثمان رضی اللہ عنہ کے نیچے رو رہے ہیں اور وہ قمیص دمشق کے منبر پر رکھ دی گئی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''اے اللہ یہ تیرے علم میں ہے کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے بری ہوں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل شام سے جنگ کا فیصلہ کر لیا اور لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی جس میں ان کو اس پر آمادہ کیا، اور تیاری کا ارادہ فرمایا اور مدینہ سے نکلے اور مدینہ پر اپنی جگہ پر حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، اور عزم کر لیا کہ اپنے حامیوں اور مؤیدین کے ساتھ مخالفین سے اور جو ان کے حریف کا ساتھ دے گا اس سے جنگ کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے صاحبزادے حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے اور عرض کیا کہ ابا جان اس جنگ کا ارادہ ترک فرمائیے، کیونکہ اس سے مسلمانوں کا (بڑے پیمانہ پر) خون بہے گا، اور ان کے درمیان بڑی خلیج پڑ جائے گی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے قبول نہیں کی اور جنگ کا پختہ ارادہ کر لیا، اور فوج کو منظم اور تیار کیا، [1] اور مدینہ کا والی قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کو مقرر کر دیا، اور صرف یہ بات رہ گئی تھی کہ مدینہ سے نکل کر شام کا رُخ کریں کہ اتنے میں ایسا مسئلہ سامنے آیا، جس کی وجہ سے انہوں نے اس ارادہ کو ترک کر کے عنانِ عزیمت دوسری طرف موڑ دی۔ [2]

یہ تبدیلی جنگ جمل کی بنا پر تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ واقعہ جمل سے نمٹ کر بصرہ آئے، اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا چونکہ مکہ واپس آنا چاہتی تھیں۔ آپ نے ان کی کچھ دور تک مشایعت کی اور بصرہ سے چل کر ۱۲/ر

---

[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف خلافت کی طرف سے دفاع کرنا اور اس کے مقام اور عزت کو محفوظ رکھنا تھا، یہ بعینہ وہی موقف ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محاصرہ کے وقت اختیار کیا تھا اور خلافت سے دستبرداری قبول نہیں کی تھی، اگر ہر خلیفہ مسلمانوں کی سونپی ہوئی ذمہ داری سے اختلاف یا خطرہ کی بنا پر دستبردار ہو جاتا اور مسلمانوں کے اس اعتماد کو ٹھکرا دیتا جس کا انہوں نے اس کو اہل سمجھا تو خلافت باغیوں اور غیر ذمہ داروں کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن جاتی۔

[2] البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۲۲۹-۲۳۰

Marfat.com

رجب ۳۶ھ کو دوشنبہ کے دن کوفہ تشریف لائے، ان سے کہا گیا کہ القصر الأبیض[1] میں اتریں، فرمایا نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہاں اُترنا پسند نہیں کیا تھا، میں بھی اس کو پسند نہیں کرتا، آپ ایک میدان میں اترے اور شہر کی بڑی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی، لوگوں کے سامنے تقریر کی، جس میں خیر کی ترغیب دی، اور برائی سے روکا، اور ایک خط حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا جس میں تحریر فرمایا:

''مجھ سے ان لوگوں نے بیعت کی ہے، جن لوگوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) سے بیعت کی تھی، اور انہیں باتوں پر بیعت کی ہے، جن پر ان حضرات سے بیعت کی تھی، لہٰذا جو لوگ موجود ہیں، ان کے لئے سوائے اس طرز عمل کے چارۂ کار نہیں ہے، اور جو سامنے نہیں ہیں ان کو رد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ شوریٰ کا حق صرف مہاجرین وانصار کو ہے، اگر یہ حضرات کسی ایک پر متفق ہو کر اپنا امام بنالیں تو اسی میں اللہ کی رضا ہے، اور اگر ان کے طے شدہ امر سے کسی اعتراض یا بدعت کی وجہ سے کوئی نکلتا ہے تو جہاں سے وہ نکلا ہے، واپس کر دیا جائے گا، اور اگر انکار کرتا ہے تو اس سے عام مسلمانوں کا راستہ چھوڑ دینے کی بنا پر جنگ کی جائے گی پھر اللہ تعالیٰ اس سے سمجھ لے گا۔'' [2]

سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے زمانۂ خلافت کے وہ پہلو جو تاریخ میں بجا طور پر اجاگر نہیں کئے گئے

عام طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سیرت اور آپ کے عہد کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے مؤرخوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی توجہات کا رخ نہ صرف یہ کہ عراقیوں اور شامیوں سے جنگ کی طرف تھا، بلکہ صرف اہل قبلہ سے قتال کرنے میں محصور

---

[1] شاہانِ ایران کا بنایا ہوا سفید محل

[2] یہ خط ''نہج البلاغہ'' کے اس حصہ میں مذکور ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکاتیب ہیں، (نہج البلاغہ ص ۳۶۶-۳۶۷ طبع دار الکتاب اللبنانی بیروت) اس خط کا نہج اور اُسلوب بتا رہا ہے کہ یہ امیر المومنین کے مکتوبات میں سے ہو سکتا ہے، اور یہی مضمون تاریخ کی دوسری کتابوں میں بھی ہے۔

Marfat.com

تھا اور آپ کو ان ملکوں سے کوئی واسطہ نہیں رہا جو خلفائے سابقین کے زمانہ میں فتح ہوئے، ان ممالک کے انتظامی اور عدالتی استحکام اور مرتدوں کی سرکوبی اور فتنوں کی بیخ کنی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، اسلامی حدودِ سلطنت کی توسیع اور نئے ملکوں کے اسلام میں داخل کرنے کی کوشش آپ کی سوانح میں نہیں ملتی۔

اس سلسلہ میں عام طور پر مؤرخوں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ضروری تفصیل سے کام نہیں لیا ہے، آپ کی سیرت کا یہ زاویہ پردۂ خفا میں رہا اور اس کی تفصیل نہیں دی گئی، عراق و شام کی داخلی جنگوں کے واقعات اس درجہ افکار پر حاوی رہے کہ اس کے انبار کے نیچے یہ باتیں دب گئیں۔ اس سلسلہ کی چند باتیں نقل کی جاتی ہیں، جن کو آپ کی سوانح میں مرکزی حیثیت نہیں دی گئی اور وہ تاریخ و سوانح میں متفرق جگہوں میں ملتی ہیں۔

مثلاً یہ کہ جب اہل فارس اور اہلِ کرمان نے خراج دینے سے انکار کیا اور نظامِ خلافت سے بغاوت کی تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کا سدِباب کیا، اور ان کو خلافت کا مطیع و حلقہ بگوش بنادیا۔

"تاریخ الامم والملوک" میں ابن جریر طبری ۳۹ھ ہجری کے حوادث کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"عمر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابن الحضرمی کا قتل ہوا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگوں کی مختلف پارٹیاں بن گئیں، اہل کرمان اور اہل فارس کو یہ طمع ہوگئی کہ اگر خلافت کو تسلیم نہ کریں تو خراج کی ادائیگی سے بچ جائیں گے، چنانچہ ہر علاقہ کے لوگ اپنے سے قریبی حلقوں پر اثرانداز ہوگئے اور محصلین خراج کو نکال دیا۔

عمر کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالقاسم نے کہا اور وہ مسلمہ بن عثمان سے اور وہ علی بن کثیر سے روایت کرتے ہیں کہ اس موقع پر جب کہ اہل فارس نے خراج دینا بند کردیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ کس کو فارس کو راہ راست پر لانے کی ذمہ داری سپرد کردیں، جاریہ بن قدامہ نے کہا میں امیر المومنین کو بتاتا ہوں کون شخص عزم کا پختہ اور

Marfat.com

سیاستدان ہے جس کے سپرد جو مہم کردی جائے اس کے لئے مناسب ہوگا، پوچھا وہ کون ہو سکتا ہے؟ کہا زیاد، فرمایا، اس کے سپرد یہ کام کرتا ہوں، آپ نے ان کو فارس اور کرمان کا والی بنا کر بھیجا، ان کے ساتھ چار ہزار فوجی تھے، انہوں نے اس علاقہ کو سیدھا کر دیا۔''

''عمر نے ابوالحسن سے اور انہوں نے علی بن مجاہد سے روایت کی ہے کہ شعبی کا بیان ہے کہ جب اہل جبال نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور خراج ادا کرنے والوں کو حوصلہ ہوا کہ خراج دینا بند کرنے کی ہمت کریں اور انہوں نے سہل بن حنیف کو فارس سے نکال دیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے عامل مقرر تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا فارس کے سلسلہ میں میں کافی ہوں آپ کی مہم انجام دوں گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ بھیج دیا، اور زیاد کو ایک بڑے گروہ کے ساتھ فارس روانہ کیا، انہوں نے اہل فارس کو مطیع و فرمانبردار بنایا اور وہ خراج ادا کرنے لگے۔'' [1]

اسی ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فوج کے چند دستے سندھ کی طرف گئے اور اس کے وہ حصے فتح کئے جو پہلے سے اسلامی حکومت میں داخل نہیں تھے، البلاذری ''فتوح البلدان'' میں لکھتے ہیں:۔

''۳۸ھ کے آخر اور ۳۹ھ کی ابتدا میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہد خلافت میں الحارث بن مرۃ العبدی کو اس سرحد کی طرف بھیجا جو دوسرے علاقوں سے جدا تھی، یہ فوجی دستہ وہاں سے کامیاب ہوکر مال غنیمت کے ساتھ واپس آیا، ایک دن میں یہاں کے مال غنیمت میں سے ایک ہزار غلام تقسیم کئے گئے سندھ کے علاقہ قیقان میں جو خراسان سے ملا ہوا ہے ۴۲ھ میں وہ (اور چند اشخاص کو چھوڑ کر) اُن کے رفقا نے جام شہادت نوش کیا، قیقان سندھ میں ہے، خراسان سے اس کی سرحد ملتی ہے۔ [2]

---

[1] تاریخ الامم والملوک لابن جریر الطبری حوادث ۳۹ھ ج ۶ ص ۷۹

[2] فتوح البلدان للبلاذری ص ۴۳۸ طبع القاہرہ ۱۳۱۹ھ

قیقان خراسان کا وہ آخری علاقہ ہے جو سندھ سے ملا ہوا ہے۔ ملاظہ ہو کتاب ''مراصد الاطلاع علی أسماء الامکنۃ والبقاع'' تالیف صفی الدین البغدادی (م ۷۳۹ھ) ج ۳ ص ۱۱۴۰ طبع بیروت ۱۹۵۵ء

Marfat.com

اسی سلسلہ میں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ ان عیسائیوں میں سے جو اسلام قبول کر چکے تھے، ایک جماعت مرتد ہوگئی عمار بن معاویہ الدھنی ابو طفیل سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ مرتد ہو گئے جو اصلاً عیسائی تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہاں معقل بن قیس التیمی کو بھیجا انہوں نے جنگجو قوم سے مقابلہ کر کے فتح حاصل کی اور ان کے افراد کو گرفتار کر کے لائے۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں احادیثِ فضائل کی کثرت اور اس کا سبب

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل میں کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں، شاید اس کثرت سے کسی اور صحابی یا عہد رسالت کی کسی عظیم شخصیت کے بارے میں وارد نہیں ہوئیں، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان کی شخصیت کو تقدیر الٰہی میں اور مخصوص حالات واسباب کی بنا پر نیز ان غیر معمولی کمالات و امتیازات کے موجودگی میں جن میں سے بعض میں وہ منفرد اور اکثر میں صاحب امتیاز تھے، پھر خلافت کے سلسلہ میں ان کو جن نازک مراحل سے گزرنا تھا، ان سب اسباب نے زبان نبوت (علیٰ صاحبہ الصلاۃ والسلام) کو ان کے فضل اور امتیاز کے اظہار اور ان کی طرف سے دفاع اور حمایت میں جاری اور مشغول کر دیا، ان احادیث فضائل کا ایک معتد بہ حصہ کتب صحاح میں بھی آ گیا ہے، اور بعض کے بارے میں محدثین نے اس موضوع پر مستقل کتابیں بھی تصنیف کی ہیں، ان میں امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی (م ۳۰۳ھ) جو صحاح ستہ میں سے ایک کتاب سنن نسائی کے مصنف ہیں، کی کتاب ''الخصائص فی مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ'' خاص طور پر قابل ذکر ہے۔[2] اس کی تصنیف کا ایک محرک یہ بھی تھا کہ انہوں نے اپنے دمشق کے قیام میں دیکھا کہ لوگ کثرت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل سے ناآشنا اور ان کے بارے میں مختلف

---

۱ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو معانی الآثار للطحاوی۔ ج ۲ ص ۱۰۲ کتاب السیر (باب یکون الرجل مسلماً)

۲ ہمارے سامنے مطبع مظہر العجائب کلکتہ کا مطبوعہ نسخہ ہے، جو ۱۳۰۰ھ (۱۸۸۲ء) میں زیور طبع سے آراستہ ہوا۔

Marfat.com

غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں اور زبان طعن و اعتراض دراز کرتے ہیں، اس سے ان کو اس کتاب کی تصنیف کی تحریک پیدا ہوئی۔ (المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ مجلس نشریات اسلام۔ کراچی)

عقل کے بارے میں

(حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات عالیہ)

عقل کی اہمیت:

انسان کے اچھے برے تمام افعال کا دارومدار اس کی عقل پر ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ اخلاق کی عمدگی عقل کے کمال کے مطابق ہوتی ہے اور عقل انسان کے لئے ایک ایسا ستون ہے۔ جس کے سہارے سے وہ قائم ہے حتیٰ کہ آدمی کا کمال صرف عقل ہی پر موقوف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا مجھے آپ کے سامنے تین چیزیں پیش کرنے کا حکم ملا ہے ان میں سے کوئی ایک پسند کرلیں اور باقی کو چھوڑ دیں۔ فرمایا بیان کریں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بولے عقل، حیا اور دین۔ ان تینوں میں سے ایک چیز لے لیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا میں نے عقل لے لی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دین اور حیا سے کہا تم لوٹ جاؤ اور عقل کو چھوڑ دو لیکن ان دونوں نے جواب دیا ہمیں حکم ہے جہاں بھی عقل ہو ہم اس کے ساتھ رہیں۔ اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ کہہ کر چلے گئے کہ تم جانو، تمہارا کام۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس آدمی میں عقل ہو، دین اور حیا خود بخود اس کے پاس آ جاتے ہیں۔ عقل نہ ہو تو دین اور حیا فائدہ نہیں دے سکتے۔ امام رضا فرماتے ہیں کہ انسان کا دوست اس کی عقل ہے اور جہل اس کا دشمن۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس میں عقل نہیں وہ زندہ ہی نہیں۔

کلمات علی رضی اللہ عنہ:

غرض عقل ہی پر انسان کی دینداری، اس کے شرف و فضیلت اور اس کی کامیابی کا

Marfat.com

دارومدار ہے۔ دین اور دنیا کے تمام امور میں عقل ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ "عقل" کے موضوع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ۱۶۸ پر معنی کلمات درج کئے جاتے ہیں۔[۱]

۱- اللہ تعالیٰ کی بہترین عبادت عقل کے سوا کسی دوسری چیز سے نہیں ہو سکتی۔

۲- دین عقل کے اندازے پر ہوتا ہے۔

۳- جو شخص عقل کی زینت سے آراستہ نہ ہو، بزرگی حاصل نہیں کر سکتا۔

۴- سب کاموں کی درستی عقل پر موقوف ہے۔

۵- جس میں عقل نہیں، اس کے دین کا کوئی امکان نہیں۔

۶- عقل اور ہوائے نفس کا باہمی اتفاق نہیں۔ دنیا اور آخرت کا آپس میں ساتھ نہیں۔

۷- عقل سے بڑھ کر کوئی مال زیادہ مفید نہیں۔

۸- عقل سے زیادہ افضل کوئی نعمت نہیں۔

۹- نفس کی خواہش کے برابر عقل کی مخالف کوئی چیز نہیں۔

۱۰- اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں عقل سے بہتر کوئی چیز تقسیم نہیں فرمائی۔

۱۱- عقل کی فضیلت ہے کہ آدمی دنیا سے بے رغبت ہو جائے۔

۱۲- عقل کے لئے سب سے بڑی آفت تکبر اور خودی ہے۔

۱۳- علم کی مدد سے نفس کے مقابلہ میں جہاد کرنا عقل مندی کا نشان ہے۔

۱۴- اپنے نفس سے جہاد کر، غصہ کو قابو میں رکھ، بری عادتوں کی مخالفت کر، تاکہ تیرا نفس پاک ہو جائے اور عقل کامل ہو جائے۔

۱۵- جب عقل کمال پر پہنچ جاتی ہے تو نفسانی خواہش کم ہو جاتی ہے۔

۱۶- جب اللہ تعالیٰ کسی سے بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے صحیح عقل اور مستقیم عمل عنایت کرتا ہے۔

۱۷- عقل مند وہ ہے جس نے اپنے آپ کو نفس کے ساتھ جہاد میں مصروف رکھا۔

۱۸- عقل حق کا رسول ہے۔

---

[۱] یہ اقوال کتاب "العقل" کے اردو ترجمہ مطبوعہ نیشنل پرنٹرز کمپنی علی گڑھ سے انتخاب کئے گئے ہیں۔

Marfat.com

۱۹- سچائی بہترین عقل اور سب سے اچھا عمل ہے۔

۲۰- عقل یقینی دوست ہے۔

۲۱- عقل مند عقل مند کی طرف مائل ہوتا ہے۔

۲۲- عقل تمام امور کی اصلاح کرنے والی ہے۔

۲۳- عقل مند آدمی دھوکا نہیں کھاتا۔

۲۴- عقل مند انسان اپنی نفسانی لذتوں کا دشمن ہے۔

۲۵- وقار عقل کا زیور ہے۔

۲۶- نفس کی خواہش عقل کی دشمن ہے۔

۲۷- عقل انسان کی فضیلت ہے۔

۲۸- عقلیں اللہ تعالیٰ کے عطیات ہیں۔

۲۹- انسان صرف عقل ہی سے انسان ہے۔

۳۰- عقل لوگوں سے نزدیکی ذریعہ ہے اور حماقت دوری کا وسیلہ۔

۳۱- عقل زینت ہے۔

۳۲- عقل شفا ہے۔

۳۳- عقل سوچنے سمجھنے کا ذریعہ ہے۔

۳۴- عقل مند اپنے آپ کو پست کرتا ہے تو اسے بلندی حاصل ہوتی ہے۔

۳۵- قدرت کی توفیق عقل کی ممد و معاون ہے۔

۳۶- عقل ایک کسوٹی ہے، جس پر ہر بات پرکھی جاتی ہے۔

۳۷- علیین کی طرف ترقی کرنے کا ذریعہ عقل ہے۔

۳۸- عقل کے سوا دین کی اصلاح کوئی نہیں کر سکتا۔

۳۹- عقل مند وہ ہے جس کے اقوال اس کے افعال کی تصدیق کریں۔

۴۰- علم نفس کو زندہ عقل کو زیادہ اور جہالت کو فنا کرتا ہے۔

۴۱- عقل مند وہ ہے جو گناہوں سے پرہیز کرے اور عیوب سے پاک و صاف رہے۔

Marfat.com

۴۲- دانش مند کی اصل عقل ہے، مروت اس کا خلق ہے اور دین اس کا حسب ونسب ہے۔

۴۳- پورا عقل مند وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا تمام چیزوں سے اپنی زبان بند کرے۔

۴۴- عقل مند وہ ہے جو اپنے رب کی اطاعت میں اپنی نفسانی خواہش کو مٹا دے۔

۴۵- عقل مند فانی دنیا سے منہ پھیر لیتا ہے اور ہمیشگی کی جنت کی طرف رغبت کرتا ہے۔

۴۶- عقل مند وہ ہے جو نفسانی خواہش پر غالب ہو اور دنیا کو آخرت کے عوض بیچ ڈالے۔

۴۷- عقل اور نفس کی خواہش ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

۴۸- عقل مند کی اطاعت کرو، مطلب حاصل ہوگا۔

۴۹- عقل نہایت مضبوط بنیاد ہے۔

۵۰- عقل سے بہت اُمیدیں وابستہ ہیں۔

۵۱- عقل غور وفکر کو درست کرتی ہے۔

۵۲- علم عقل کی طرف رہنمائی کرتا ہے پس جسے علم حاصل ہے وہ ضرور عقل مند ہے۔

۵۳- عقل مند ضرورت کے بغیر یا دلیل کے بدون کلام نہیں کرتا اور اپنی آخرت کی درستی کے سوا کسی کام میں مصروف نہیں ہوتا۔

۵۴- علم اور عقل دونوں ایک ہی رسی میں جکڑے ہوئے ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔

۵۵- عقل مند وہ ہے جس کا کل آج سے اچھا ہو اور جس کا نفس برائی سے مبرا ہو۔

۵۶- عقل مند چپ ہوتا ہے تو خدا کی قدرت کا نظارہ کرتا ہے، بولتا ہے تو خدا کو یاد کرتا ہے اور دیکھتا ہے تو عبرت حاصل کرتا ہے۔

۵۷- عقل بہت ہی بڑی دولت ہے اور دنیا اور آخرت میں نہایت شرف کا باعث ہے۔

۵۸- عذر پیش کرنا عقل مندی کی دلیل ہے۔

۵۹- عقل مند وہ ہے جو زبان کو قابو میں رکھے۔

۶۰- عقل زبان کی ترجمان ہے۔

Marfat.com

٦١- علم، عقل کا چراغ ہے۔

٦٢- عقل مند کمال کا خواہاں رہتا ہے۔

٦٣- عقل تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔

٦۴- عقل تجربوں کی محافظ ہے۔

٦۵- مومن دانا اور عقل مند ہوتا ہے۔

٦٦- خود بینی عقل کو برباد کر دیتی ہے۔

٦٧- سکون واطمینان عقل کا عنوان ہے۔

٦٨- عقل بہت درجہ مدبر ہے۔

٦٩- عقل عزت کا موجب ہے۔

٧٠- عقل بردباری کے لئے سواری کی جگہ ہے۔

٧١- علم، عقل کا سرنامہ ہے۔

٧٢- عقل تمام کاموں کی درستی کا باعث ہے۔

٧٣- دنیا عقلوں کے پچھاڑ کھانے کی جگہ ہے۔

٧۴- غور وفکر سے عقل صیقل ہوتی ہے۔

٧۵- عقل مند ہمیشہ فکر مند نظر آتا ہے۔

٧٦- عقل ایسا نیا کپڑا ہے جو کبھی پرانا نہیں ہوتا۔

٧٧- عقل برے کاموں سے روکتی ہے اور اچھے کاموں کا حکم دیتی ہے۔

٧٨- عقل مند کے ساتھ نیکی کرنا بڑا اچھا کام ہے۔

٧٩- عقل مند وہ ہے جو اپنا کام خود سنبھال لے۔

٨٠- بردباری سراسر عقل ہے۔

٨١- علم سمجھ کا باعث اور عقل علم کی سواری ہے۔

٨٢- عقل سے ہوشیاری لازم ہوتی ہے۔

٨٣- مغرور میں عقل نہیں ہوتی۔

Marfat.com

۸۴- ادب عقل کی مجسم تصویر ہے۔
۸۵- عقل جہاں بھی ہو نہایت پیارا دوست ہے۔
۸۶- عقل ایسا درخت ہے جس کا پھل حیا اور سخا ہے۔
۸۷- عقل مند وہ ہے جو لوگوں کے گناہ چھپا دے اور معاف کر دے۔
۸۸- حکمت عقل مندوں کا باغ اور بزرگوں کی سیر گاہ ہے۔
۸۹- دین اور ادب عقل کا نتیجہ ہیں۔
۹۰- وفاداری عقل کی تدبیر اور بزرگی کی نشانی ہے۔
۹۱- علم عقل کا چراغ اور فضیلت کا سرچشمہ ہے۔
۹۲- تجربے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ عقل مند وہ ہے جو تجربوں میں ترقی کرتا رہے۔
۹۳- عقل مند وہ ہے جو ایسی جگہ رہے جہاں لوگ اس کی قدر کریں۔
۹۴- عقل مند دل اور بولنے والی زبان بلاغت کا آلہ ہے۔
۹۵- عقل مند وہ ہے جو ایسی چیزوں کی خواہش نہ رکھے جن کے جاہل خواہش مند ہیں۔
۹۶- عقل ایک عزیزی (جبلی) فطری صفت جو علم اور تجربے سے بڑھتی ہے۔
۹۷- خاموشی بزرگی کی نشانی اور عقل کا پھل ہے۔
۹۸- لوگوں سے دوستی اور محبت رکھنا عقل کا کمال ہے۔
۹۹- عقل مند وہ ہے جو اپنا مال اور دولت لوگوں پر خرچ کرے۔
۱۰۰- عقل جسے نصیب ہو جائے، اس کے لئے زینت کا باعث ہے۔
۱۰۱- اچھے اخلاق عقل کا پھل ہیں۔
۱۰۲- عقل مندی ایسی نعمت ہے کہ اس کے ذریعہ سے سفر میں بھی لوگوں سے تعلقات پیدا ہوتے ہیں۔
۱۰۳- عقل مند وہ ہے جو غیر سے عبرت حاصل کرے۔
۱۰۴- عقل مند وہ ہے جو اپنی ہر ایک رائے کو درست نہ سمجھے اور جس چیز کو اس کا نفس خوبصورت بنا کر اس کے سامنے پیش کرے اس پر بھروسہ نہ کرے۔

Marfat.com

۱۰۵- عقل مند ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھتا ہے اور جاہل اس کے خلاف کرتا ہے۔

۱۰۶- ہوشیاری یہ ہے کہ آدمی انجام کو سوچے اور عقل مندوں سے صلاح مشورہ کرے۔

۱۰۷- عقل مند کو علم حاصل ہوتا ہے تو عمل کرتا ہے، تو ہر عمل میں اخلاص ہوتا ہے اور اخلاص کے سبب سے تنہائی اختیار کرتا ہے۔

۱۰۸- عقل مند وہ ہے جو اپنی زبان کو غیبت سے بچائے۔

۱۰۹- عقل علم کی جڑ اور سمجھ کا باعث ہے۔

۱۱۰- عقل مند کسی کی ملامت سے پست ہمت نہیں ہوتا اور نہ سستی سے اپنا کام چھوڑ بیٹھتا ہے۔

۱۱۱- حرام کاموں سے ناخوش ہونا عقل مندوں کی عادت اور بزرگوں کی خصلت ہے۔

۱۱۲- انسان میں ادب ایک درخت کی مثال ہے اور اس کی جڑ عقل ہے۔

۱۱۳- عقل مند وہ ہے جو غصے، خواہش اور خوف کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے۔

۱۱۴- عقل سراسر منفعت ہے، عقل مند ان حقوق کے ادا کرنے کے لئے جو اس پر واجب ہوں بے چین رہتا ہے اور اس کے جو حقوق دوسروں پر ہوں اس کے تقاضے کا خیال تک نہیں کرتا۔

۱۱۵- علم مومن کا دوست، عقل اس کا وزیر، صبر اس کا سپہ سالار اور عمل اس کا منتظم اور نگران ہے۔

۱۱۶- تواضع عقل کا شرف ہے اور تکبر جہل کا سرمایہ۔

۱۱۷- سخاوت عقل کا نتیجہ ہے اور قناعت بزرگی کا ثبوت۔

۱۱۸- عقل ہدایت کرتی ہے اور نجات دیتی ہے۔

۱۱۹- عقل مند وہ ہے جو ایک سانس بھی غیر مفید کام میں ضائع نہ کرے اور ایسی چیز جمع نہ کرے جو ساتھ نہ دے۔

۱۲۰- کامل وہ ہے جو اپنی عقل سے نفسانی خواہشوں کا قلع قمع کر دے۔

۱۲۱- عقل نہایت قابل تعریف دوست ہے۔

Marfat.com

۱۲۲- عقل مندی کا ایک نصف بردباری ہے اور دوسرا نصف چشم پوشی۔

۱۲۳- عقل مند دشمن کو نادان دوست سے اچھا سمجھو اور ایسے دوست کی رائے اور مشورہ پر کبھی کاربند نہ ہو۔

۱۲۴- اپنی عقلوں کو ناقص سمجھتے رہو، اگر ان پر بھروسا کرو گے تو خطا کرو گے۔

۱۲۵- عقل مند کی صحبت میں امن واطمینان حاصل ہوتا ہے۔

۱۲۶- جس چیز کے طریقہ سے تم ناواقف ہو اور اس کی حقیقت معلوم نہ ہو اس میں کلام کرنے سے بچے رہو۔ کیونکہ تمہاری گفتگو تمہاری عقل کا پتہ دیتی ہے۔

۱۲۷- سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو سب سے زیادہ بخشش کرنے والا ہے۔

۱۲۸- سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو عقل والوں کی اطاعت کرتا ہے۔

۱۲۹- بہترین عقل راست روی اور بہترین قول راست گوئی ہے۔

۱۳۰- عقل مندی کی ابتدا دوستی پیدا کرنا ہے۔

۱۳۱- سب سے زیادہ بزرگ مومن وہ ہے جو عقل میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔

۱۳۲- عقل سے زیادہ قریب وہ رائے ہے جو نفس کی خواہش سے زیادہ دور ہو۔

۱۳۳- سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو کمینہ باتوں سے زیادہ دور رہو۔

۱۳۴- سب سے زیادہ احمق شخص وہ ہے جو اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقل مند خیال کرے۔

۱۳۵- عقل مندی کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ آدمی کی تدبیر اچھی ہو۔

۱۳۶- عقلیں اکثر وہاں ٹھوکریں کھاتی ہیں جہاں لالچ کی چمک نظر آئے۔

۱۳۷- بہترین عقل مندی یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو پہچانے۔

۱۳۸- جو شخص سب سے زیادہ عقل مند ہے وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب ہے۔

۱۳۹- عقل کے بڑھانے اور تیز کرنے میں سب سے زیادہ مدد دینے والی چیز فہم ہے۔

۱۴۰- سب سے زیادہ عقل مند وہ شخص ہے جو جاہلوں کو یہ سزا دے کہ ان کے مقابلے میں خاموش ہو جائے اور کوئی جواب نہ دے۔

۱۴۱- سب سے زیادہ عقل مند وہ شخص ہے جس کی سنجیدگی اس کی ہنسی سے بڑھ جائے اور عقل

Marfat.com

کی مدد سے نفس کی خواہش پر غالب آئے۔

۱۴۲- سب سے زیادہ عقل مند وہ شخص ہے جو انجام کو زیادہ سوچتا ہے۔

۱۴۳- عقل تنگدستی سے حیران ہو جاتی ہے۔

۱۴۴- جہل سے اتنی ہی بے رغبتی ہونی لازم ہے جتنی کہ عقل سے رغبت ضروری ہے۔

۱۴۵- بے شک عقل مند آدمی ادب سکھانے سے نصیحت حاصل کرتا ہے اور جانوروں پر مار پیٹ کے بغیر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

۱۴۶- جو شخص تیری خوشامد اور تعریف کرتا ہے، وہ تیری عقل کو دھوکا اور جھوٹ موٹ کی تعریف کے ساتھ تیرے نفس کو فریب دیتا ہے۔

۱۴۷- اگر کسی شخص میں عقل اور دین نہ ہو تو وہ درگزر نہیں کرسکتا کیونکہ دین کے بغیر امن نہیں اور عقل کے بغیر زندگی ہی نہیں۔ برے کے ساتھ بیٹھنے کو کوئی پسند نہیں کرتا۔

۱۴۸- تیری عقل سے لوگ تیرا وزن کرتے ہیں پس تو عقل کو علم سے بڑھا۔

۱۴۹- شرافت محض عقل و ادب سے ہوتی ہے نہ کہ مال اور حسب ونسب سے۔

۱۵۰- جب عقل کامل ہو جاتی ہے تو کلام گھٹ جاتا ہے، یعنی کوئی عقل مند آدمی زیادہ کلام نہیں کرتا۔

۱۵۱- جب عقلیں کم ہو جاتی ہیں تو فضولیات بڑھ جاتے ہیں۔

۱۵۲- جب تجھے کسی امر میں کوئی خرابی معلوم ہو تو کسی عقل مند کی رائے کی پیروی کر۔

۱۵۳- جب تم کچھ لکھو تو ختم کرنے سے پہلے اس کو دیکھ لو کیونکہ مضمون کا ختم تمہاری عقل کے مطابق ہوگا۔

۱۵۴- حکمت کے گہرے راز عقل سے معلوم ہوتے ہیں۔

۱۵۵- ہر بہتری اور خوبی عقل سے حاصل ہوتی ہے۔

۱۵۶- جتنی عقل زیادہ ہوگی اتنا ہی علم زیادہ ہوگا۔

۱۵۷- علم کے پہاڑوں کی اونچی چوٹیوں تک رسائی عقل کے ذریعے سے ہوتی ہے۔

۱۵۸- غیر ضروری اور غیر مفید کاموں کو چھوڑنے سے عقل کامل ہوتی ہے۔

Marfat.com

۱۵۹- قاصد کی عقل و ادب سے اس کے بھیجنے والے کی عقل کا پتہ چلتا ہے۔

۱۶۰- تین شخص تین شخصوں سے کبھی انصاف نہیں پا سکتے، عقل مند احمق سے، نیکوکار بدکار سے اور سخی بخیل سے۔

۱۶۱- تین چیزیں اپنے بھیجنے والے کی عقل کا پتہ دیتی ہیں۔ قاصد، خط اور تحفہ یا ہدیہ۔

۱۶۲- عقل مند کی دولت علم و عمل ہے۔

۱۶۳- نفس کی خواہش کا غلبہ دین اور عقل کو تباہ کر دیتا ہے۔

۱۶۴- عقل ایسی چیز ہے کہ اس سے سب عیب چھپ جاتے ہیں۔

۱۶۵- آدمی کا کلام اس کی عقل کا ترازو ہے۔

۱۶۶- عقل مند کی زبان اس کے دل کے پیچھے یعنی اس کے تابع ہے۔

۱۶۷- جس شخص میں عقل نہ ہو اس سے کسی بات کی اُمید نہ رکھنی چاہئے۔

۱۶۸- عقل مند کبھی محتاج نہیں ہوتا۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب از ارمان سرحدی صفحات 386 تا 394 من وعن، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور)

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

قلم کو یارا نہیں کہ ایک سطر بھی سیدۃ نساء اہل الجنۃ، جگر گوشۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرہ کے بغیر آگے بڑھے۔

آپ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہیں، جگر گوشۂ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہا و ارضاہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی اور سب سے زیادہ محبوب، روایت ہے کہ آپ کی ولادت بعثت سے پہلے ہوئی تھی، مدائنی نے بھی اس کی توثیق کی ہے، ایک روایت یہ ہے کہ اُن کی ولادت بعثت سے ایک سال چند دن پہلے ہوئی، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ان کا شروع محرم ۲ھ میں عقد ہوا۔[1]

[1] الاصابہ ج ۸ ص ۵۴ (مطبوعہ دار نصفۃ مصر۔ قاہرہ) یہی روایت صحیح ہے جیسا کہ باب دوم میں گزر چکا (بحوالہ شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) اور اس بناء پر کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ۳ھ میں ہوئی ہے۔

Marfat.com

شیخ ابو جعفر الطوسی کی "الأمالی" سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر ان کا جہیز تیار کرنے، پسند کرنے اور خریداری میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بڑا ہاتھ تھا۔ ۱

اسی طرح حضرت عائشہ اور حضرت اُم سلمہ نے اُن کا جہیز تیار کرنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مسکن تیار کرنے میں خاصا حصہ لیا تھا۔ ۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل صرف ان ہی سے قائم ہے۔ جس وقت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ان کی شادی ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال اور ساڑھے پانچ ماہ تھی۔

طبرانی کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پدر بزرگوار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد ان سے بہتر میں نے قطعاً کسی کو نہیں دیکھا۔

عبدالرزاق، ابن جریج سے روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اور سب میں زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھیں، ابو عمر (جن کی تصدیق سے دل مطمئن ہے) نے کہا کہ ان صاحبزادیوں میں سب سے بڑی زینب تھیں پھر رقیہ، ان کے بعد اُم کلثوم اور ان کے بعد فاطمہ تھیں۔ رضی اللہ عنہن۔ ۳

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نعیم ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ "جنتی خواتین کی بزرگ مخدومہ خاتون حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں" (سیدة نساء اهل الجنة) صحیحین میں مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا گیا:۔

فاطمة بضعة مني، يؤذيني ما أذاها ويريبني مارابها .

فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس سے اس کو اذیت پہنچتی ہے، اس سے مجھے بھی

---

۱ ملاحظہ ہو کتاب الأمالی للشیخ أبی جعفر الطوسی (شیعی) ج ا ص ۳۹ طبع نجف آخری ایڈیشن۔

۲ ابن ماجہ کتاب النکاح باب الولیمہ، منقول از کتاب "رحماء بینھم" از مولانا محمد نافع

۳ مسند فاطمۃ الزہراء للسیوطی۔

Marfat.com

اذیت پہنچتی ہے، جس نے اس کو رنج دیا اس نے مجھے رنج دیا۔

حضرت عائشہ اُم المومنین سے روایت ہے کہ ''میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک مرتبہ آتے دیکھا تو ان کی چال بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چال کے مشابہ تھی۔''

جب تک وہ زندہ رہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی اور نکاح نہیں کیا، عقبہ بن یریم ابو ثعلبہ الخشنی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ یا سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ کا یہ معمول تھا کہ مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھتے، پھر حضرت فاطمہ کے پاس جاتے، ان کے بعد اپنی ازواج مطہرات سے ملتے، عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے بات چیت کے انداز اور گفتگو میں فاطمہ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ نہیں دیکھا۔'' [۱]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی و خوشی کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا و خوشنودی سے زیادہ کسی بات کو عزیز نہیں رکھتی تھیں، شفقت پدری اور اولاد کی طبعی محبت کا جو فطری تقاضا ہے، اس کے بہت سے مظاہر ہیں جس کے بہت سے واقعات میں سے صرف چند کا ذکر کرتے ہیں:۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر پر روانہ ہونے لگتے تو آخری کام جو کرتے وہ یہ ہوتا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملتے اور جب واپس آتے تو پہلا کام یہ ہوتا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کو جا کر دیکھتے۔''

''جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو یہ معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے لئے ایک مقنعہ (سر کو ڈھکنے کا چھوٹا رومال کسا بہ) خریدا ہے، اور اس کو زعفران سے رنگا ہے، اور اپنے دروازہ پر ایک پردہ لگایا ہے، یا (راوی کو شبہ ہے) اپنے گھر میں ایک فرش ڈالا ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھا تو واپس تشریف لے آئے، اور مسجد میں آکر

---

[۱] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبدالبر القرطبی۔ ج ۴ ص ۳۷۴-۳۷۷

Marfat.com

بیٹھ گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا کہ جا کر معلوم کیجئے کہ میرے گھر آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازہ سے واپس کیوں چلے گئے؟ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور دریافت کیا (کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں صاحبزادی کے دروازہ سے واپس آ گئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے یہ یہ چیزیں وہاں دیکھیں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر بتایا، حضرت فاطمہ نے اسی وقت پر تکلف پردہ جو دروازہ پر ڈالا تھا نکال دیا، اور جو بھی نئی بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے یہاں دیکھی تھی، جو کپڑے پہنے تھے، اتار دیئے اور اپنی معمولی پوشاک (پیوند لگی چادر) اوڑھ لی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب اس کی خبر دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے اور فرمایا: اسی طرح رہا کرو، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔'' [1]

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف گئے، مگر اندر داخل نہیں ہوئے، باہر ہی سے واپس تشریف لے گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے یہ بات بتائی، علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آ کر کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اس کے گھر کے دروازہ پر ایک پردہ دیکھا ہمارا (ہمارے گھرانہ کا) دنیا سے (یعنی دنیا کی آرائشی چیزوں سے) کیا واسطہ؟ راوی کہتے ہیں کہ وہ چادر منقش تھی، راوی کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتائی، انہوں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو پسند فرمائیں اس کا حکم دیں (اس کی تعمیل کروں گی) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ پردہ فلاں کے گھر بھیج دو، ان لوگوں کو اس کی ضرورت ہے۔'' [2]

---

[1] الامام حماد بن اسحاق بن اسماعیل (۱۹۹-۲۶۷ھ) کتاب ترکۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والسبل التی وجہہا فیہا۔ تحقیق: ڈاکٹر ضیاء العمری (مطبوعہ جامعۃ اسلامیۃ مدینۃ منورہ) ط ۱، ۱۴۰۴ھ۔ ۱۹۸۴ء ص ۵۶ (بحوالہ صحیح بخاری، ابوداؤد) ابن شاہین نے انفلوسی کے واسطہ سے بھی نقل کیا ہے۔ [2] ایضاً ص ۵۷

Marfat.com

۳- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام نے کہا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر پر روانہ ہوتے تو روانگی کے وقت سب سے آخری کام جو کرتے وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوتی، اور اسی طرح واپسی میں پہلا کام یہی کرتے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتے، ایک مرتبہ کسی غزوہ سے واپس آئے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازہ پر ایک پردہ پڑا دیکھا، اور یہ دیکھا کہ حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو چاندی کے کنگن نما (مردانہ) زیور پہنا دیئے گئے ہیں ۔[1] یہ دیکھ کر آپ نے توقف فرمایا اور اندر نہیں تشریف لے گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ کس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر نہیں تشریف لائے، چنانچہ اسی لمحہ پردہ اتار دیا، اور بچوں کے ہاتھ سے وہ چاندی کے زیور اتار دیئے، تو وہ دونوں رونے لگے اور روتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے کنگن لے لئے اور فرمایا اے ثوبان! یہ (مدینہ کے ایک گھرانہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ) فلاں (یا ابو فلاں) کو دے آؤ، یہ لوگ (اشارہ فاطمہ حسن اور حسین کی طرف) میرے اہل بیت ہیں، میں پسند نہیں کرتا کہ یہ لوگ اس دنیاوی زندگی میں مزے اڑائیں، اے ثوبان! فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن لے آؤ۔'' [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو عمیق اور جذباتی تعلق تھا، وہ ہر طرح قرین قیاس ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والد بھی تھے، ان کے نبی و مطاع بھی اور سارا نے عالم کے نبی مطاع و محبوب تھے، آپ کی وفات پر ان کا ایک جملہ پر درد طویل مرثیہ سے زیادہ بلیغ اور اثر آفریں ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین عمل میں آگئی تو فرمایا: ''اے انس رضی اللہ عنہ کس طرح آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر [3] مٹی ڈالی گئی۔ [4]

---

[1] القلب کے معنی کنگن کے ہیں (لسان العرب از ابن منظور)

[2] ایضاً ص ۵۷-۵۸ (سنن ابی داؤد اور مسند احمد بن حنبل اور ابن ماجہ کی روایت)

[3] یعنی کس دل سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مٹی ڈالی۔

[4] صحیح بخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ

Marfat.com

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد وفات پائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اطمینان دلایا تھا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے پہلے وہیں (دار آخرت میں) آ کر ملیں گی، نیز یہ بھی ان سے فرمایا تھا، کیا تم کو یہ بات خوش نہیں کرتی کہ تم خواتین جنت کی سردار ہوگی۔'' [1]

عبدالرزاق ابن جریج سے راوی ہیں:۔

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اور آپ کو اپنی اولاد میں سب سے زیادہ محبوب تھیں، ابو عمر کہتے ہیں جو بات دل کو لگتی ہے وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینب، پھر حضرت رُقیہ، ان کے بعد حضرت اُم کلثوم اور آخری حضرت فاطمہ تھیں رضی اللہ عنہ عنہن۔'' [2]

''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس سند سے جو حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے شروع ہو کر سیدنا زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ پر ختم ہوتی ہے، روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال مغرب و عشاء کے درمیان ہوا، انتقال کی خبر سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے، جب جنازہ نماز پڑھنے کے لئے لایا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نماز پڑھائیے، انہوں نے فرمایا کہ آپ کی موجودگی میں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں! آگے بڑھئے، واللہ آپ کے سوا کوئی نماز نہیں پڑھائے گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی، اور رات ہی کو تدفین عمل میں آئی۔'' [3]

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ مطرف بن عبداللہ الیساری نے خبر دی کہ ہم سے

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۳۳۲

[2] مسند فاطمۃ الزہراء للسیوطی۔

[3] الموافقہ روایت البصری وابن السمان (الطبقات الکبری لابن سعد ج ۸ ص ۲۹ دار صادر بیروت)

Marfat.com

عبدالاعلی بن ابی مساور نے حماد سے اور انہوں نے ابراہیم سے روایت کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی۔[۱]

واقدی کی روایت کے مطابق آپ کی وفات ۱۱ھ میں رمضان المبارک کی تیسری تاریخ کو[۲] ہوئی۔ اور شب سہ شنبہ ۳ رمضان کو تدفین عمل میں آئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کی اولاد میں حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، محسن رضی اللہ عنہ، اُم کلثوم رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا ہوئیں، اللہ ان سب سے راضی ہو اور ان کے درجے بلند فرمائے۔[۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت

اس سلسلہ میں مختلف روایتیں ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت کب کی، حافظ ابوبکر البیہقی اپنی سند کے واسطہ سے حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

"حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور لوگوں پر نظر دوڑائی، ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تو ان کو بلا کر کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد بھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے کوئی شکایت یا رنجش نہیں اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہہ کر آپ نے بیعت کر لی، یہی الفاظ تھے یا اس کا مفہوم یہی ہے۔"[۴]

ابن کثیر نے کہا:۔

"اس واقعہ کا ایک اور اہم اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے

---

۱. الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۸ ص ۲۹ دار صادر بیروت

۲. الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج ۴ ص ۳۸۰

۳. البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۲۹۳

۴. ایضاً ص ۲۴۹ (مختصر)

Marfat.com

ہی دن بیعت کی ہے، یا وفات کے دوسرے روز اور یہی حقیقت امر ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں چھوڑا، اور کسی نماز میں بھی غیر حاضر نہیں رہے۔"[۱]

مشہور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ضروری سمجھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے احساسات و جذبات کا کسی درجہ لحاظ کریں۔ اس لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی، پھر جب فاطمہ رضی اللہ عنہا چھ ماہ بعد انتقال کر گئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برسرِ عام بیعت کی، ابن کثیر اور دوسرے اہل علم کا رُجحان اس طرف ہے کہ یہ دوسری بیعت پہلی بیعت کی توثیق و تجدید تھی، اس سلسلہ میں صحیحین اور اُن کے علاوہ دوسری کتابوں میں متعدد روایتیں ہیں۔"[۲]

(المرتضیٰ۔ مجلس نشریات اسلام کراچی)

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا جنازہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

عبدالرزاق ابن جریج سے راوی ہیں:

"سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اولاد میں سب سے زیادہ محبوب تھیں، ابو عمر کہتے ہیں جو بات دل کو لگتی ہے وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینب، پھر حضرت رقیہ ان کے بعد حضرت اُم کلثوم اور آخری حضرت فاطمہ تھیں رضی اللہ عنہن۔"

"امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس سند سے جو حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے شروع ہو کر سیدنا زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ پر ختم ہوتی ہے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال مغرب و عشاء کے درمیان ہوا، انتقال کی خبر سن کر حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم تشریف لائے جب جنازہ نماز پڑھنے کے لئے لایا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۲۴۹

۲۔ ایضاً ص ۲۴۶

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نماز پڑھایئے، انہوں نے فرمایا کہ آپ کی موجودگی میں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں! آگے بڑھئے واللہ آپ کے سوا کوئی نماز نہیں پڑھائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور رات ہی کو تدفین عمل میں آئی۔''

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ مطرف بن عبداللہ الیساری نے خبر دی کہ ہم سے عبدالاعلی بن ابی مساور نے حماد سے اور انہوں نے ابراہیم سے روایت کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی۔ (المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)

جوانانِ اہل جنت کے سردار حسن و حسین رضی اللہ عنہما

حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما

حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فرزند اکبر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلبند، خلق خدا میں رسولِ خدا سے سب سے زیادہ قریب اور مشابہ تھے، پیدائش صحیح روایات کے بموجب ۳ھ کی ہے، زیادہ خیال یہی ہے کہ نصف شعبان میں ہوئی، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آخر شعبان میں رمضان سے دو ایک روز پہلے ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے انتہائی محبت فرماتے تھے، جب یہ بچے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی اُن کے رُخسار ولب چومتے اور کبھی ان کی زبان اپنے دہانِ مبارک میں لے کر چوستے، کبھی گود میں کھلاتے، کبھی سینہ اور پیٹھ پر بٹھاتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں ہوتے اور یہ پشت مبارک پر سوار ہو جاتے اور آپ نہ صرف یہ کہ بیٹھنے دیتے بلکہ ان کی خاطر سجدہ کو اور طول دیتے، کبھی اپنے ساتھ منبر پر چڑھاتے۔[1]

زُہری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

---

[1] البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۸ ص ۳۳

Marfat.com

بہت ہی مشابہ تھے، ۱ ہانی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ کو مشابہت رسول حاصل تھی، سینہ سے سر تک اور حسین سینہ سے قدمہائے مبارک تک اپنے نانا کے مشابہ تھے۔ ۲

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں اپنے صاحبزادہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بڑی عزت تھی، وہ ان سے احترام وتوقیر کا معاملہ فرماتے، ایک روز فرمایا، کبھی تم تقریر کرتے تو میں بھی سنتا، کہنے لگے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ آپ کے سامنے زبان کھولوں، ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسی جگہ جا کر بیٹھ گئے جہاں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو نظر نہ آسکیں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سن رہے تھے، جب وہ اپنی تقریر ختم کر کے چلے گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ''ذرية بعضها من بعض ط والله سميع عليم'' ۳ (یہ ایک ہی نسل تو ہے، جس میں ایک دوسرے کا فرزند ہے۔ سورۃ آل عمران۔ ۳۴)

وہ بہت کم بولتے اور اکثر خاموش رہتے، لیکن جب بات کرتے تو کوئی ان کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا تھا، دعوتوں میں کم شرکت فرماتے، کسی لڑائی جھگڑے کے معاملہ میں نہ پڑتے، کسی کے معاملہ میں دخل اندازی نہ کرتے، جب ان سے رجوع کیا جاتا تو دلیل سے بات سمجھا دیتے۔ ۴

انہوں نے تین بار اللہ کی راہ میں اپنا مال نکال دیا، دو مرتبہ تو اس طرح دے دیا کہ ان کے پاس کچھ نہیں رہ گیا، پچیس بار پیدل حج کئے، قربانی کے جانور آپ کے آگے آگے چلائے جاتے، ۵ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما میں سے کوئی گھوڑے پر سوار ہوتا اور

۱ مصنف عبدالرزاق (المجلس العلمی ڈابھیل ط ۱۹۷۰ء)

۲ روایت احمد بن حنبل (ابن کثیر۔ ج ۸ ص ۳۳)

۳ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۳۷

۴ ایضاً ص ۳۹

۵ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''مکارم سیدنا الحسن'' البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۳۷-۳۹

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نظر پڑتی تو بڑھ کر رکاب تھام لیتے اور اس کو اپنے لئے شرف سمجھتے، ان دونوں میں کوئی طواف بیت اللہ کو نکلتا تو آپ کو سلام کرنے، مصافحہ کرنے کے لئے لوگ ان پر اس طرح پروانہ وار ٹوٹ کر گرتے کہ ڈر لگتا کہ کہیں ان کو صدمہ نہ پہنچے۔ ۱

حضرت حذیفہ سے مرفوعاً روایت ہے ''الحسن والحسین سید اشباب أهل الجنة''، یعنی حسن وحسین جنتیوں کے سردار ہوں گے، اس حدیث کی اور سندیں بھی ہیں، نیز اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ، بریدہ رضی اللہ عنہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بھی روایتیں ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر دیکھا، آپ کے ساتھ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار حاضرین کی طرف متوجہ ہوتے، ایک بار حضرت حسن کی طرف، اور فرماتے ''میرا یہ بچہ سردار ہے، امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا۔'' ۲

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ہاشم بن القاسم نے کہا، ان سے مبارک بن فضالہ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حسن بن ابی الحسن نے بیان کیا کہ ہم سے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار نماز پڑھا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ میں گئے تو حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر چڑھ گئے اور کئی بار اس طرح دیکھا گیا تو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا ہم دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو جس قدر چاہتے ہیں، کسی اور کو نہیں چاہتے، فرمایا: ''میرا یہ بچہ سردار ہے، اللہ اس کے ہاتھوں مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا۔'' ۳

---

۱ ایضاً

۲ الجامع الصحیح للبخاری کتاب الفتن

۳ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ج ۱ ص ۲۳۰

Marfat.com

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن کے بارے میں فرمایا: ''میرا یہ فرزند سید (سردار) ہے، اس کے ہاتھوں اللہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کو ملا دے گا'' اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرا یہ فرزند سید ہے امید ہے کہ اللہ اس کو باقی رکھے تاکہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان اس کے ذریعے صلح کرائے'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دوش مبارک پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو لئے ہوئے جا رہے تھے تو ایک شخص نے دیکھ کر کہا: ''**نعم المرکب رکبت یا غلام**'' صاحبزادے بڑی اچھی سواری پر بیٹھے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''**و نعم الراکب ھو**'' اور سوار بھی بہترین ہے۔ [2]

حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما اسلام کے شہ سواروں میں ہوئے ہیں۔

نعیم کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو ہریرہ نے کہا کہ میں جب حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں، اس لئے کہ میں نے دیکھا کہ ایک روز دوڑتے ہوئے آئے اور آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے (حضرت ابو ہریرہ نے اپنے ہاتھ اپنی داڑھی پکڑ کر دکھایا کہ یہ) اس طرح ریش مبارک ہاتھ سے پکڑنے لگے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا دہن مبارک کھول کر ان کے منہ میں ڈالنے لگے اور فرماتے جا رہے تھے ''**اللھم انی أحبه فاحبّه**'' اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما، یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمائی۔ [3]

ابن عساکر نے کہا:۔

''حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ وہ ایک بار مدینہ منورہ کے کسی (چہار دیواری سے گھرے ہوئے) باغ کی طرف سے گزر رہے تھے تو ایک نوعمر حبشی

---

[1] الجوہرۃ فی نسب النبی واصحابہ العشرۃ ج ۲ ص ۲۰۱

[2] ایضاً ص ۲۰۳

[3] حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء از حافظ ابی نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی ج ۱ ص ۳۵

Marfat.com

غلام کو دیکھا کہ وہ بیٹھا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک روٹی تھی، اور اس کے سامنے کتا بیٹھا تھا، وہ لڑکا ایک لقمہ خود کھاتا اور ایک لقمہ کتے کو کھلاتا، اس طرح پوری روٹی تقسیم کر کے آدھی اس کو کھلادی، حضرت حسن نے پوچھا تم نے کیوں اپنی روٹی میں آدھے کا شریک کتے کو بنالیا اور خود زیادہ حصہ نہیں لیا؟ کہنے لگا، میری آنکھیں اس کی (یعنی کتے کی) آنکھیں دیکھ کر شرم محسوس کرتی تھیں کہ میں زیادہ کھا جاؤں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کس کے غلام ہو؟ کہا میں ابان بن عثمان کا غلام ہوں، فرمایا اور یہ احاطہ کس کا ہے؟ کہا: ابان کا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ جب تک واپس نہ آجاؤں تم یہیں بیٹھے رہنا، چنانچہ آپ گئے اور اس غلام کو خرید لیا اور احاطہ بھی خرید لیا، اور غلام کے پاس آکر فرمایا: میں نے تم کو خرید لیا، اس نے اٹھ کر کہا، اللہ اور اس کے رسول اور ان کے بعد میں آپ کے احکام سننے والا اور فرمانبردار ہوں، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو میری طرف سے آزاد ہے اور یہ احاطہ تجھے ہبہ کر دیا۔'' [1]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی کی اہمیت اور اس کے نفسیاتی اثرات

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کہ ''اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ دو مسلم گروہوں کے درمیان مصالحت کرادے گا'' محض ایک اطلاع نہ تھی جس کو دوسری پیشین گوئیوں کی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمان سن لیتے اور تصدیق کرتے، بلکہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے لئے ایک رہنما اشارہ اور تلقین کی نوعیت رکھنے والا مقولہ بھی تھا، جو ان کی پوری زندگی میں ان کے رُجحانات و اعمال کا رُخ مقرر کرنے اور ایک

---

[1] تہذیب تاریخ دمشق الکبیر (لابن عساکر ج ۴ ص ۲۱۷-۲۱۸ طبع ثانی دار المسیر ۱۳۹۹ھ، ۱۹۷۹ء)

Marfat.com

معیار قائم کرنے میں ''عنوانِ حیات'' کا کام دے، اور یقیناً یہ جملہ ان کے قلب کی گہرائیوں میں اُتر کراُن کے اعصاب واحساسات پر طاری رہا ہوگا، اوران کے رگ وپے میں سرایت کر چکا ہوگا اوراس کی حیثیت ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی وصیت کی ہو گی، یہ ضروری ہے کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وصیت کی ہوگی، یہ ضروری ہے کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہوگی جو آپ کے جدامجد بھی تھے، اور نبی برحق بھی، کہ یہ بات آپ ﷺ کی شفقت ومحبت کا سبب ہے، تو حضور انور ﷺ کے چہرۂ مبارک پر مسرت کی لہر اور آنکھوں میں اُمید کی چمک بھی دیکھی ہوگی، اوراس کو اپنی زندگی کے مقاصد میں بڑا مقصد، اعلیٰ ترین اُسوہ ونمونہ اوراپنے مستقبل کے لئے رہنما اصول قرار دیا ہوگا۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کی یہ پیشین گوئی ان کی حرکات وسکنات سے ظاہر تھی، یہاں تک کہ ان کے عالی مرتبت والد ماجد جن کی شفقتیں اس درجہ حاصل تھیں جو سراپا محبت اور صاحب فراست آباء کی طرف سے فرمانبردار اور ہونہار اولاد کو حاصل ہوسکتی ہیں، وہ آباء جن کو اللہ تعالیٰ نے جبلی طور پر ایسے اعلیٰ کمالات اور فضائل سے نوازا تھا، جن کی نظیر ملنی مشکل ہے، ایسے جلیل القدر باپ سے ایسا سعادت مند ومرتبہ شناس فرزند (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد) عرض کرے کہ آپ لوگوں کو چھوڑ کر کنارہ کش ہو جائیں، اور اللہ کی زمین میں کہیں بھی چلے جائیں یہاں تک کہ عربوں کا دماغ صحیح طور پر کام کرنے لگے اور اُن کو ہوش آجائے اس وقت اگر آپ کسی گوہ کے بل میں بھی ہوں گے تو لوگ آپ کو ڈھونڈ نکالیں گے، بغیر اس کے کہ آپ اپنے کو ان کے سامنے پیش کریں، یہ خود آکر بیعت قبول کرنے کی درخواست کریں گے، پھر جس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اہل شام سے جنگ کا ارادہ کیا، اوراس کے لئے تیاریاں مکمل کر کے مدینہ سے نکل رہے تھے، کہ اپنے حامیوں اور

---

[1] کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

بہر تسکین دل نے رکھ لی ہے غنیمت جان کر
جو بوقت ناز کچھ جنبش ترے ابرو میں تھی

Marfat.com

انصار کے ساتھ حریف اور برسر مقابلہ لشکر سے جنگ کریں تو اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہی تھے، جو سامنے آئے اور عرض کیا:۔

"یا أبت دع ہذا" ابا جان آپ اس ارادہ سے باز رہیں، کیونکہ اس راہ میں مسلمانوں کا بڑا خون بہے گا، اور ان کے درمیان اختلافات اور صف آرائی کا غیر مختتم سلسلہ شروع ہو جائے گا۔" ۱؎

ظاہر ہے جو فرزند اپنے والد ماجد سے اس طرح کی باتیں کرے اس کے خمیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی اور دعاؤں ہی کا اثر ہو گا۔

لیکن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو قبول نہیں فرمایا، وہ لوگوں کو اس اشتباہ کی حالت میں چھوڑنا پسند نہیں فرماتے تھے، اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر، خلافت کو اپنے مرکز صحیح پر لانے اور اہل حق کو ان کا حق دلانے کی اپنے اُوپر جو ذمہ داری سمجھتے تھے، اس سے عہدہ برآ ہونا ان کے نزدیک ضروری تھا، قرآن کریم میں آیا ہے "ولکل وجہۃ ہو مولیہا" (ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے، جس کی طرف وہ رُخ کرتا ہے) ۲؎

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی خلافت

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح

جب ابن ملجم کے ہاتھوں سیدنا علی امرتضیٰ رضی اللہ عنہ مجروح ہو گئے اور شہادت کی وفات کا وقت قریب تھا، لوگوں نے عرض کیا:۔

"امیر المومنین کسی کو خلیفہ بنا دیجئے! فرمایا: نہیں، میں یہ کام تم پر چھوڑتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوڑا تھا (یعنی بغیر خلیفہ نامزد کئے ہوئے

۱؎ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۲۲۹-۲۳۰

۲؎ یہ آیت مختلف مذاہب کے قبلوں کے بیان میں تحویل قبلہ کے موقع پر نازل ہوئی، لیکن اس سے اہل اخلاص اور اہل اجتہاد کے (خلوص اور امکانی غور و فکر کے بعد) سعی و عمل کی منزلوں کے اختلاف اور تنوع پر بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ (سورۃ البقرۃ۔ ۱۴۸)

Marfat.com

دنیا سے تشریف لے گئے) اگر اللہ تمہارے لئے بہتری کا ارادہ فرمائے گا تو تم میں سے جو مناسب ترین فرد ہوگا، اس پر تم کو جمع کر دے گا، جیسا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب میں بہتر فرد پر جمع کر دیا تھا۔ [1]

لیکن لوگوں نے اسی روز جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا تھا، حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ پر بیعت کر لی، یہ جمعہ کا روز رمضان کی سترہ تاریخ اور ۴۰ھ تھا۔" [2]

ابن کثیر کا بیان ہے:۔

"جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات ہوگئی (اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت لے لی گئی) قیس بن سعد بن عبادہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اصرار شروع کر دیا کہ اہل شام سے جنگ کرنے کے لئے پیش قدمی کریں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی کسی سے جنگ کرنے کی نیت نہیں تھی، لیکن لوگوں نے اصرار کے ساتھ دباؤ ڈالا اور سب مل کر اتنی تعداد میں جمع ہوئے جس قدر پہلے جمع نہیں ہوئے تھے، چنانچہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے قیس بن سعد کو بارہ ہزار فوجیوں کے ساتھ آگے بھیجا اور خود فوجیوں کے ساتھ شام کی طرف بڑھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام سے قتال کریں، جب مدائن سے آگے نکلے تو وہاں آ کر رک گئے اور مقدمۃ الجیش کو اپنے سامنے ٹھہرایا۔

مدائن کے بیرونی حصہ پر جب وہ لشکر کے ساتھ تھے کسی نے باآواز بلند کہا: قیس بن سعد بن عبادہ قتل ہو گئے! لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی، اور ایک دوسرے کا سامان لوٹنے لگے، یہاں تک کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خیمے تک اکھاڑ لے گئے یہی نہیں جس فرش پر وہ بیٹھے تھے اس کو بھی کھینچ کر اٹھانے لگے اور اس حال میں ایک دوسرے کو زخمی کرنے لگے، اور خود حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھی زخم

---

[1] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے۔ "البدایۃ والنہایۃ" ج ۸ ص ۱۴

[2] البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۴

Marfat.com

آیا جو کاری نہ تھا، آپ زخمی حالت میں اٹھ کر سوار ہوئے اور مدائن کے قصر میں چلے گئے، مختار بن ابی عبید نے اپنے چچا سعد بن مسعود سے کہا، جو کہ مدائن کا گورنر تھا، کیا تم کو دولت و عزت حاصل کرنے کا راستہ بتاؤں؟ کہا، کیا مطلب؟ کہا حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑو اور قید کر کے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو، سعد بن مسعود نے کہا: خدا تجھ کو رُسوا کرے اور تیری تدبیر کو غارت کرے، کیا میں نواسۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دھوکہ بازی کروں؟" [۱]

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔

"اہل عراق نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا انتخاب اس نیت سے کیا تھا کہ وہ اہل شام سے جنگ کریں گے، لیکن وہ جو چاہتے تھے وہ پورا نہیں ہوا، اور اس کے ذمہ دار خود اہل عراق تھے کہ وہ خود جنگ سے پہلو تہی کرتے تھے، اور اپنے ذمہ داروں اور قائدین کی مانتے نہیں تھے، اگر وہ سمجھدار ہوتے تو اس نعمت خداوندی کی قدر و عظمت کرتے جو اُن کو سبط رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سید المسلمین اور ایک عظیم صحابی اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی عالم و فرزانہ، صاحب عزیمت شخصیت کی بیعت سے حاصل ہوئی تھی۔" [۲]

"جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کی فوج میں اختلاف و انتشار ہے، تو آپ اُن سے بیزار اور مایوس ہوئے اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو (جو اہل شام کے ساتھ سوار ہو کر مسکن تک آچکے تھے) ایک خط لکھا جس میں ان کے سامنے صلح کی تجویز رکھی، اور چند شرطیں رکھیں کہ اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو وہ امارت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو جائیں گے، اور مسلمان خونریزی سے بچ جائیں گے، لوگوں کو اس خط کا علم ہوا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اتفاق رائے ہو گیا۔" [۳]

---

۱ البدایۃ والنہایۃ۔ج ۸ ص ۱۴ ۲ ایضاً ص ۱۶

۳ البدایۃ والنہایۃ۔ج ۸ ص ۱۶

Marfat.com

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی، چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ربیع الاول ۴۱ھ میں دستبردار ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے اس دن تک تیس سال پورے ہوتے ہیں۔" [1]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فرمائش و خواہش پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبرداری کے بعد ایک خطبہ دیا جس میں حمد وصلاۃ کے بعد فرمایا:۔

"امابعد، لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم کو ہمارے پہلے بزرگوں کے ذریعہ ہدایت دی اور آخر کے لوگوں کے ہاتھوں تمہیں باہمی خونریزی سے بچایا، اور اس کام کی ایک مقررہ مدت اللہ کی طرف سے ہے، اور دنیا نام ہی ہے اُلٹ پھیر اور کسی کے غلبہ اور کسی کے مغلوب ہونے کا، اور یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے کہلوایا تھا:

وان ادری لعله فتنة لكم و متاع الی حین ٥	میں خود بھی نہیں جانتا شاید یہ تمہارے لئے آزمائش کا سبب اور محدود مدت کے لئے نفع وانتفاع کی چیز ہو۔
(سورۃ الانبیاء۔۱۱۱)	

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بلیغ مختصر لیکن عمیق و معنی خیز تقریر چبھی اور وہ اس کو اپنے دل میں لئے رہے۔" [2]

"ایک شخص جس کو ابو عامر کہا جاتا تھا، اس نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو خطاب کر کے کہا: "السلام علیک یا مذل المومنین" (یعنی مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے) کیونکہ آپ نے شامیوں سے جنگ جاری نہیں رکھی، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو عامر! ایسا نہ کہو، میں نے مسلمانوں کو ذلیل نہیں کیا صرف اس کو ناپسند کیا ہے کہ میری حکومت کی خاطر ان کا خون بہے۔" [3]

---

[1] البدایۃ والنہایۃ۔ج۸ص۱۶ [3] البدایۃ والنہایۃ۔ج۸ص۱۸

[2] ایضاً ص۱۹

Marfat.com

”جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت قائم ہوگئی اسی سال حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اپنے بھائی حضرت حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) اہل خاندان کے ساتھ مدینہ منورہ (علی ساکنھا افضل الصلاۃ و السلام) واپس آگئے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب بھی ان محلوں کی طرف سے گزرتے جوان کے ہم نوا اوران کے گروہ کے تھے، وہ ان پر ملامت آمیز فقرے کستے کہ آپ کیوں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہوگئے، وہ ایک عالی ظرف، کریم النفس اور ہر دل عزیز ہستی کے مالک تھے، اورانہوں نے سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا تھا، اپنے دل میں کسی کے لئے کینہ نہیں رکھتے تھے، اور نہ ملامت کا جواب دیتے اور نہ اپنے عمل پر نادم تھے، بلکہ وہ اس سے خوش تھے، اگرچہ یہ بات ہزاروں کو بری لگی تھی جس میں خود ان کے خاندان کے بعض افراد بھی تھے اوران کے جاں نثار ومحب بھی، یہ ملامت کا سلسلہ عرصہ کے بعد پھر شروع ہوا اور آج تک بہت سے دلوں اور دماغوں میں یہ کھٹک ہے، لیکن حق یہ ہے کہ ان کا یہ طرز قابل قدر اور جن کو ان حالات کا سامنا کرنا پڑے ان کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے، وہ تعریف کے مستحق تھے، اور ہیں کہ اُمت کے افراد کو خونریزی سے بچالیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی، اوران کی مدح میں فرمایا تھا“ [۱]

آپ کی محبت کا دم بھرنے والے کہا کرتے تھے ”یاعارالمومنین“ (اے اہل ایمان کے لئے باعث ننگ وعار) اس کے جواب میں فرماتے: ”العارخیرمن النار“ [۲] (عار نار سے بہتر ہے) یعنی یہ طعن وملامت جہنم کی آگ سے بہتر ہے، جس کا مسلمانوں کی خونریزی سے خطرہ تھا۔

ابو داؤد الطیالسی زہیر بن نضیر الحضرمی سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) سے کہا: لوگوں کا خیال ہے کہ آپ خلافت چاہتے ہیں؟ فرمایا: ”عربوں کی کھوپڑیاں میرے ہاتھ میں تھیں جس سے میں صلح کرتا وہ صلح کرتے اور جس سے میں جنگ کرتا وہ جنگ کرتے، مگر میں نے اس کو

---

۱ البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۸ ص ۱۹

۲ ایضاً ص ۴۱

Marfat.com

(حکومت کو) اللہ کی رضا جوئی کے لئے چھوڑ دیا، کیا اب میں پھر حجاز کے اطراف میں اس آگ کو بھڑکاؤں گا؟"[۱] اور ایک بار فرمایا: "مجھے خوف تھا کہ قیامت کے روز میرے سامنے ستر ہزار یا اسی ہزار یا اس سے زیادہ یا کم لائے جائیں اور ان سب کی رگوں سے خون بہہ رہا ہو، اور جن کا خون بہا وہ اللہ تعالیٰ سے میرے خلاف شکوہ کریں۔"[۲]

شہادت کا واقعہ

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا جو ان کی وفات کا باعث ہوا، عمیر بن اسحاق کہتے ہیں، میں اور قریش کے ایک آدمی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس گئے تو انہوں نے بتایا کہ مجھے بار بار زہر دیا گیا اور ہر مرتبہ پہلی بار سے زیادہ تیز اور سخت قسم کا زہر دیا گیا، اس وقت آپ پر نزع کی کیفیت طاری ہو چکی تھی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور سرہانے بیٹھ گئے اور کہنے لگے بھائی صاحب! کون ہے آپ کو زہر دینے والا؟ فرمایا کیا تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ کہا: ہاں، فرمایا اگر مجھے زہر دینے والا وہی شخص ہے جس کو سمجھ رہا ہوں تو اللہ زیادہ سخت انتقام لینے والا ہے، اور ایک روایت میں ہے "واللہ اشد باسا واشد تنکیلا" (اللہ زیادہ قوت والا اور زیادہ عبرتناک عذاب دینے والا ہے) اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ تم کسی بے قصور کو (شبہ میں) قتل کرو۔[۳]

آپ کے جنازہ میں اس قدر لوگ جمع ہوئے کہ کثرتِ ازدحام سے "بقیع" میں جگہ نہ تھی، الواقدی نے ثعلبہ بن مالک سے روایت کی ہے کہ میں اس روز موجود تھا، جس روز حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی اور بقیع میں تدفین ہوئی، میں نے بقیع میں اتنا مجمع دیکھا کہ اگر سوئی ڈالی جاتی تو زمین پر نہیں کسی کے سر پر گرتی۔[۴]

---

۱ البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۸ ص ۴۲ ۲ ایضاً

۳ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۴۲

۴ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ۔ ج ۱ ص ۳۳۱

Marfat.com

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی جس وقت وفات ہوئی ان کی عمر صحیح روایتوں کے بموجب ۴۷ سال تھی۔ [۱]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد کی جگہ ۴۱ھ میں والی ہوئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ربیع الاول ۴۱ھ میں صلح کی، معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کے سال کو عام الجماعۃ کہا جاتا ہے، آپ کی خلافت چھ ماہ رہی جس سے خلافت کے تیس سال پورے ہوئے۔ [۲]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا صحیح موقف

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح اور ان کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا جو فیصلہ فرمایا وہ برمحل اور بروقت تھا جس طرح کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں جو موقف اختیار کیا (جس کا تذکرہ آگے آئے گا) وہ بھی اپنی جگہ اور اپنے وقت پر بالکل حق بجانب تھا، کیونکہ حالات، ماحول، زمان و مکان جن میں حوادث پیش آتے ہیں، وہ اپنے اندر ایک خاص ڈگری کی گرمی یا سردی رکھتے ہیں اور حالات و ماحول اور وقت کی نزاکت اور حالات کی شدت کو دیکھ کر انسان کسی فیصلہ پر پہنچتا ہے اور وقت کے تقاضے کو پورا کرتا ہے، ہر جگہ اور ہر حالت میں ایک ہی عمل روا نہیں رکھا جا سکتا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند یزید کے درمیان سیرت و اخلاق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ دیکھنے، صحبت اٹھانے اور اسلام میں ان کی خدمات کو سامنے رکھا جائے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ جاری رہنے کا نتیجہ صرف مسلمانوں کے درمیان خونریزی اور غیر مختتم جنگ ہوتا، اسلامی معاشرہ جو اس وقت تک اندرونی انتشار اور بیرونی خطروں سے دوچار تھا، کشیدگی اور کشمکش کا شکار رہتا اور ہر وقت امکان تھا کہ بغاوت، پھر بدعہدی اور دھوکہ بازی کی صورت پیش آئے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ دوسروں کی بہ نسبت عراقی فوجوں کی نفسیات سے زیادہ واقف تھے، جن کو ان کی اور ان کے والد ماجد کی حمایت کرنے

---

۱ البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۸ ص ۴۴

۲ الجوہرۃ ص ۲۰۴

Marfat.com

کا دعویٰ تھا، ایک سے زیادہ بار یہ فوج ان کے عظیم المرتبت والد ماجد کا عین وقت پر ساتھ چھوڑ چکی تھی، اور مستقل مزاجی اور پامردی سے جنگ کے بجائے فرار وفریب کا راستہ اختیار کر چکی تھی، حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے ان لوگوں کے ہاتھ جو جھیلا اور جس طرح یہ لوگ نافرمانی، خود رائی اور نفس پرستی کی راہ پر لگے رہے، (جن کے اثرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبوں، مکاتیب اور طنز وعتاب میں صاف طور پر ملتے ہیں) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سامنے کل کی بات اور عینی مشاہدہ تھا۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما پانچویں شعبان ۴ھ کو پیدا ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد چٹایا اور ان کے دہن پاک کو اپنی زبان بابرکت سے تر کیا، ان کو دعائیں دیں، اور حسین رضی اللہ عنہ نام رکھا، اور جیسا کہ پہلے گزر چکا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا چہرۂ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور سے مشابہ تھا، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جسم پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کے مشابہ تھا، وفات نبوی کے وقت (جو ۱۲؍ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوئی) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر ساڑھے چھ سال کی تھی۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ''ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدر مبارک پر چڑھے کھیل رہے تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) کیا آپ ان دونوں سے اس درجہ محبت کرتے ہیں؟ فرمایا ''کیوں نہیں، یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں'' [1] اور حارث علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ جانانِ جنت کے سردار ہیں'' [2] یزید بن ابی زیاد کی روایتوں میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی تو ان کی والدہ سے کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ ان کا رونا مجھے اندوہگیں کرتا ہے۔'' [3]

---

[1] رواہ الطبرانی فی المعجم [2] ایضاً [3] الطبرانی

Marfat.com

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں بھی شرکت فرمائی تھی، جس نے ۵۱ھ میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا، اس حملہ میں یزید بن معاویہ بھی تھے، [1] حضرت حسین رضی اللہ عنہ بہت عبادت گزار تھے، نماز، روزہ اور حج کا بہت اہتمام فرماتے تھے، آپ نے بیس حج پاپیادہ کئے تھے، [2] حضرت حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) انتہائی متواضع تھے، ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار گزر رہے تھے، غربا کی ایک جماعت نظر آئی جو زمین میں بیٹھی روٹی کے ٹکڑے کھا رہی تھی، آپ نے ان کو سلام کیا، ان لوگوں نے کہا (هلم يا ابن رسول الله) فرزند رسول اللہ ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمایئے! آپ گھوڑے سے اتر کر ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور کھانے میں شریک ہوئے، آپ نے اس موقع پر یہ آیت پڑھی: ''انه لا يحب المستكبرين'' [3] یعنی اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب ان لوگوں کی روٹی کے ٹکڑوں پر شرکت فرما چکے اور فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: بھائیو! آپ نے مجھے دعوت دی میں نے قبول کیا، اب آپ سب میری دعوت قبول کیجئے، ان لوگوں نے بھی دعوت قبول کی، اور آپ کے مکان پر آئے، جب سب آکر بیٹھے تو آپ نے فرمایا، رباب! لانا جو بھی بچا ہوا محفوظ رکھا ہے۔ [4]

حضرت ابن عیینہ نے کہا کہ عبداللہ بن ابی زید سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو اس وقت دیکھا جب آپ کے سر اور ریش مبارک کے بال سیاہ تھے، سوائے چند بالوں کے جو ریش مبارک کے اوپری حصہ میں سفید تھے، عمر بن عطا نے کہا: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو میں نے وسمہ (ایک طرح کے خضاب) سے بال رنگتے ہوئے دیکھا ہے، ان کے سر اور ریش کے بال بالکل سیاہ تھے۔ [5]

---

[1] البدایة والنهایة ج ۸ ص ۱۵۱، بعض مؤرخین نے، جن میں امام بخاری کے استاد الحافظ الخلیفہ ابن الخیاط بھی ہیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جنگ میں شریک ہونے والوں میں ذکر نہیں کیا ہے۔

[2] الجوہرة ج ۲ ص ۲۱۳

[3] سورة النحل۔ ۲۳

[4] الجوہرة ج ۲ ص ۲۱۳-۲۱۴

[5] سیر اعلام النبلاء، از ذہبی ج ۳ ص ۲۸۱

Marfat.com

یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولایت

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا، ان کے بعض عمال نے یزید کو خلیفہ بنانے کی تجویز پیش کی اس میں ان کو تردد تھا، مگر جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو یزید کے معاملہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توقعات اور ولی عہدی کے امکانات روشن ہو گئے، پدرانہ محبت و تعلق کی بنا پر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایسا ہونا غیر طبعی اور غیر فطری بھی نہ تھا۔ انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اثنائے گفتگو کہا کہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ رعیت کو اپنے بعد بھیڑ بکریوں کے اس ریوڑ کی طرح چھوڑ دوں جو بارش میں بھیگ رہی ہو، اور اس کا کوئی راعی نہ ہو۔ [1] یزید کی بیعت جس روز لی گئی ان کی عمر چونتیس سال تھی۔ [2]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کے لئے لوگوں کو ۴۹ھ میں بلایا، مسلمانوں نے اس کو عام طور پر ناپسند کیا اور سخت اختلاف کا اظہار کیا، کیونکہ لوگوں کو یزید کے مشاغل، شکار و تفریح سے شغف کا علم تھا، لوگوں نے یزید سے کہا کہ وہ اس کے لئے آگے نہ بڑھیں کیونکہ اس سے اجتناب و احتیاط اس کے لئے سعی و کوشش کرنے سے بہتر ہے۔

یزید اس عام تاثر کو معلوم کر کے اس ارادہ اور اس کے لئے سعی کرنے سے باز رہے، اور اپنے والد سے گفت و شنید کی اور دونوں اس کے ترک کرنے پر متفق ہو گئے۔ [3]

جب ۵۶ھ شروع ہوا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے لئے بیعت لینے کا انتظام شروع کیا، اور لوگوں کو اس امر کی دعوت دی اور تمام ممالک میں اس کی اطلاع بھیج دی، سبھوں نے تمام مالک میں بیعت کر لی، سوائے حضرات عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حسین بن علی رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۸۰

[2] ایضاً ص ۱۴۶

[3] ایضاً ص ۸۰

Marfat.com

آئے، جب (مکہ مکرمہ سے واپسی میں) مدینہ طیبہ سے گزرے تو ایک تقریر کی یہ لوگ منبر کے پاس موجود تھے، لوگوں نے یزید کی بیعت کرلی، اور یہ حضرات بیٹھے رہے نہ موافقت کی۔ نہ مخالفت کی کیونکہ اس سلسلہ میں خاصا ڈرایا دھمکایا گیا تھا پس یزید کی بیعت سارے ملکوں میں تسلیم کرلی گئی اور تمام ملکوں سے یزید کے پاس وفود آنے لگے۔[1]

(المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ صفحات ۳۴۴ تا ۳۶۱ من وعن، صفحات 344 تا 361 من وعن، مجلس نشریاتِ اسلام کراچی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آل اولاد

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے اور کہا جاتا ہے کہ ایک صاحبزادہ محسن تھے، جو صغر سنی میں وفات پا گئے تھے، صاحبزادیوں میں حضرت زینب الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں۔ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا تھا، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسری ازواج سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ام البنین بنت حذام سے حسب ذیل اولاد ہوئیں، عباس، جعفر، عبداللہ اور عثمان۔

لیلیٰ بنت مسعود سے عبید اللہ اور ابوبکر پیدا ہوئے۔

اسماء بنت عمیس سے محمد اصغر و یحییٰ پیدا ہوئے۔

صہباء بنت ربیعہ (جاریہ) سے ایک فرزند عمر، اور ایک دختر رقیہ۔

امام بنت ابی العاص (بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ایک فرزند، محمد اوسط۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۸۰

Marfat.com

خولہ بنت جعفر سے ایک فرزند محمد اکبر جو محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

سعید بنت عروہ سے اُم الحسن اور رملۃ الکبریٰ، اور ام کلثوم تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

من جملہ اولاد نرینہ کے صرف پانچ بیٹوں امام حسن، امام حسین، محمد بن الحنفیہ، عباس اور عمر سے آپ کا سلسلہ نسل جاری ہے۔[1]

آپ کے صاحبزادہ محمد الاکبر (جو ابن الحنفیہ کے نام سے مشہور ہیں) سربرآوردہ اور ممتاز قائدین اور بزرگوں میں ان کا شمار ہے، بہت ہی شجاع اور صاحب قوت تھے، فصاحت بیان میں ممتاز تھے، کتاب اللہ اور سنت نبوی کے بڑے عالم تھے، حضرت ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کی افضلیت کے قائل تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے تھے، طائف میں ۸۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا، اس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔[2]

ابن خلکان کہتے ہیں کہ محمد بہت ہی پرہیز گار عالم جلیل تھے۔ جسمانی لحاظ سے بھی قوی تھے، جنگ جمل میں میں نے ان کو دیکھا تھا، اپنے والد کا جھنڈا وہی اٹھائے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دو سال پہلے ان کی ولادت ہوئی، وفات محرم ۸۱ھ میں ہوئی، وفات کی تاریخ سے متعلق اختلاف بھی ہے، بقیع میں مدفون ہیں۔[3]

حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں جلیل القدر علماء، مشائخ وصوفیاء اور مصلح ومجاہد افراد پیدا ہوئے، ہندوستان کے مختلف مقامات میں یہ خاندان موجود ہے، تذکرہ اور تراجم کی کتابوں میں اور سلاسل تصوف کے سلسلہ میں ان کے نام آتے ہیں، عام طور پر اس خاندان کے افراد "علوی" کہلاتے اور لکھے جاتے ہیں۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کل اولاد چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں تھیں، واقدی کا بیان ہے کہ آپ کی نسل پانچ افراد سے باقی رہی، ان کے نام یہ ہیں:

حسن، حسین، محمد بن الحنفیہ، عباس اور عمر رضی اللہ عنہم۔

---

[1] ابن الاثیر و ابوالفداء

[2] الجوہرۃ۔ ج ۲ ص ۲۲۹

[3] وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۳۱-۳۱۲

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیاست ان کے شایانِ شان تھی جس کا بدل ممکن نہ تھا

ان دونوں نظریاتی اور اصولی اختلافات کے نتائج جو ظاہر ہوئے جس میں ایک طرف امن و تنظیم تھی، اور دوسری طرف برہمی وخودسری، ایک طرف اطاعت وفرمانبرداری دوسری طرف گریز وفرار، اور اس صورت حال کے جو بھی سنگین نتائج سامنے آئے اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو جو مصائب برداشت کرنے پڑے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو سہولتیں، امن و عافیت اور رعایا کی طرف سے اطاعت ووابستگی حاصل ہوئی، ان سب کے باوجود واقعہ یہی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو سیاست تھی وہی ان کے شایانِ شان اور اُن کے مرتبہ کے مطابق تھی اور اس کا کوئی بدل ممکن نہ تھا۔

عقاد نے بہت ہی انصاف اور ذہانت، اخلاقی جرأت اور تاریخی امانت کے ساتھ اس کا تجزیہ کیا ہے:۔

> ''علی (رضی اللہ عنہ) نے اپنی خلافت کے روز اول ہی سے اعلیٰ ترین اور مناسب ترین سیاست اختیار کی، جس کے علاوہ کوئی دوسری سیاست ہو نہیں سکتی تھی، جس کی طرف ان کے ناقد اور بعض مؤرخین اشارہ کرتے ہیں، اور پھر دلائل پیش کرتے ہیں کہ اگر وہ دوسری پالیسی اختیار کرتے تو وہ ان مصائب ومشکلات سے اور اس صورتِ حال سے محفوظ رہتے جو بعد میں پیش آئی۔'' [1]

وہ مؤرخین وناقدین جو ایک ہی پیمانہ سے تمام افراد کا موازنہ کرتے ہیں، اور زمانہ کے فرق، تربیت، عقیدہ اور قدروں کو فراموش کر دیتے ہیں، جو رہنماؤں کا مطمح نظر تھا، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر معترض ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ شام سے حضرت معاویہ

---

[1] العبقریات الاسلامیہ ص ۸۶۹

Marfat.com

بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے میں جلدی نہ کرتے اور مصر کی گورنری سے قیس ابن سعد کو برطرف نہ کرتے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو حوالہ کر دیتے، تحکیم قبول نہ کرتے تو ان جنگوں سے نجات مل جاتی جس کو انہوں نے شجاعت، صبر اور پوری ایمانی قوت کے ساتھ سر کیا، اور ان مشکلات و مصائب سے محفوظ رہتے جن سے وہ دوچار ہوئے۔

لیکن استاد عقاد نے حادثات اور حالات کے نتائج کا بہت باریک بینی سے تجزیہ کر کے اس رائے سے اختلاف ظاہر کیا ہے، وہ بڑی وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں:۔

''اس سیاست کے انجام کار کو مختلف زاویوں سے دیکھ کر جو بات ہمارے سامنے روشن ہو کر آتی ہے، وہ یہ کہ اگر ان کا (حضرت علی رضی اللہ عنہ کا) عمل دوسری قسم کی پالیسی پر ہوتا تو اس کی کامیابی قطعی نہ تھی، اور نہ خطرات سے مامون تھی، بلکہ میرے نزدیک کامیابی کی توقع اور بھی کم ہوتی، اگر وہ ان کو نافذ کر دیتے تو اس پالیسی کے نتائج زیادہ خطرناک ہوتے اور جذبۂ خیر خواہی اور مشورہ کے حدود سے دور نکل جاتے'' [1]

العقاد زیادہ صراحت و اعتماد کے ساتھ کہتے ہیں:۔

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ناقدین کو خواہ وہ ان کے عصر میں رہے ہوں یا بعد میں، کسی کو یہ خیال بھی آیا کہ اپنے دل سے پوچھے کہ کیا ان کے امکان میں یہ تھا کہ جو طریقہ کار انہوں نے اختیار کیا اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرتے؟ کسی کو خیال آیا کہ اس کے بعد اپنے دل سے پوچھے کہ فرض کیجئے جو انہوں نے کیا وہ نہ کرتے تو کیا انجام اس سے بہتر ہوتا جو سامنے آ کر رہا؟'' [3]

وہ مزید لکھتے ہیں:۔

''پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ ان کے اندر اگر چالاکی کی تھی، اس سے ان کا کوئی بڑا

---

[1] العبقریات الاسلامیہ ص ۸۹۵

[2] ایضاً ص ۹۱۵

[3] العبقریات الاسلامیہ ص ۹۱۵

Marfat.com

خسارہ نہیں ہوا، اور اگر چالاکی وچال بازی سے ان کو وافر حصہ ملا ہوتا جب بھی زیادہ نفع بخش نہ ہوتا، کیونکہ یہ بات یقینی تھی کہ یا تو خلافت راشدہ رہے یا ملوکیت۔" [1]

ان دونوں مناہج (نظریاتی راستے) جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اختیار کئے تھے، ان کا قدرتی اور فطری تقاضہ تھا کہ دونوں کا طریقہ اپنا خلیفہ اور جانشین بنانے کے سلسلہ میں مختلف ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاملہ شوریٰ کے سپرد کر دیا، اور اپنے بڑے صاحبزادہ کو خلیفہ نہیں نامزد کیا حالانکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسہ، لاڈلے اور ایک محبوب شخصیت کے مالک تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا:۔

"ان ابنی ہذا سید" میرا یہ فرزند سردار ہے (یعنی حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما)

جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آخری وقت دریافت کیا گیا "یا امیر المومنین۔الا تستخلف؟" کیا امیر المومنین کسی کو اپنا جانشین نہیں مقرر فرمائیں گے؟ تو فرمایا: "لا" یعنی نہیں "ولکن أترککم کما ترککم رسول اللّٰہ" "لیکن میں تم کو اس طرح چھوڑتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوڑا تھا، لوگوں نے کہا: پھر آپ اللہ کو کیا جواب دیں گے کہ اپنی قوم کو بے سردار کے چھوڑ دیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں اللہ سے عرض کروں گا کہ جب تیری مرضی ہوئی تو نے مجھے خلیفہ بنایا، جب تو نے اٹھا لیا تو ان کو تیرے ہی حوالہ کرتا ہوں، اگر چاہے تو ان کو صلاح عطا فرمایا بگاڑ دے۔ [2]

لیکن معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے یزید کے لئے خلافت کی بیعت حاصل کی جو اپنے والد کے بعد حکومت کا وارث ہوا۔ [3]

---

[1] ایضاً ص ۹۳۰

[2] البدایۃ والنہایۃ۔ج ۷ ص ۳۲۴

[3] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "البدایۃ والنہایۃ ج ۸"

Marfat.com

کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق

تاریخی حقائق اور خاص طور پر اس پیچیدہ اور مبہم دور کو سامنے رکھتے ہوئے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد پیش آیا اور اسلامی معاشرہ پر اندرونی و بیرونی بدلتے ہوئے حالات کا جو ردِ عمل ہوا، ان سب کا جائزہ لینے سے جو بات نظر آتی ہے، وہ یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی نفسیات پہچاننے کا ملکہ، اور عرصۂ دراز تک حکومت کرنے کا جو تجربہ تھا، اس نے ان کو یقین دلایا کہ اس وقت کے اسلامی معاشرہ کی قیادت اور وسیع اسلامی مملکت کی سربراہی (جس کے عناصر میں تنوع پیدا ہو چکا تھا، اور جس کو چند در چند مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا) خلافت راشدہ کے ان خطوط پر قائم نہیں رکھی جا سکتی، جن پر خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم چلتے رہے، اور جن کو پوری طاقت سے نباہتے رہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس بات پر مطمئن ہو گئے کہ وقت کا تقاضا یہی ہے کہ اسلامی مملکت کو خطرات سے محفوظ رکھا جائے، امن و امان قائم رہے، غزوات و فتوحات کا سلسلہ جہاں تک جاری رہ سکتا ہے، اس کو جاری رکھا جائے، اور اس کی خاطر اگر ایک شخصی موروثی مگر عادل حکومت قائم ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، حکومت اسلامی تعلیمات کی تابع ہو مگر اس میں لچک ہو اور شریعت کا پاس و احترام بھی امکانی حد تک قائم رہے۔ حکومت کے انتظامیہ اور حکومت چلانے کے طریقے اور لوگوں سے معاملات کرنے کے اصول میں توسع سے کام لیا جائے، اگر ضرورت و حالات اس کے متقاضی ہیں تو اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ مملکت تو دائرہ اسلام سے باہر نہیں جائے گی (جس کی نوعیت اب ایک بڑی سلطنت کی ہو چکی ہے، اور وہ مختلف نسلوں، تہذیبوں اور مذاہب کے ماننے والے عناصر پر مشتمل ہے) ہوشیاری اور لچک کے ساتھ معاملات سلجھائے جائیں اور جو مشکلات سامنے آئیں ان کو حل کرنے میں حکمت عملی اور مصلحت وقت سے مدد لی جائے وقت و مقام کے اختلاف کو پیش نظر رکھا جائے، لہٰذا انہوں نے اپنی حکومت ایک مسلمان فوجی و انتظامی سربراہ کی حیثیت سے قائم کر لی۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی پیش گوئی بھی فرمادی تھی:۔

خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم يعطي الله الملك (أو ملكه) من يشاء [1]

خلافت علی منہاج النبوۃ تیس سال رہے گی اس کے بعد اللہ ملک جس کو چاہے گا۔دے دے گا، ایک روایت میں ہے،اپنا ملک جس کو چاہے گا دیدے گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خود بھی اس کا دعویٰ نہ تھا کہ ان کی حکومت خلفائے ثلاثہ (حضرات ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم) کی خلافت کی طرح ''خلافت راشدہ'' ہے، وہ صفائی کے ساتھ فرماتے تھے، کہ وہ ایک حاکم اور والیٔ سلطنت ہیں، البتہ اُن کے بعد جو حکام اور والیانِ سلطنت آئیں گے ان کے طرزِ عمل کو دیکھ کر اُن کی قدر آئے گی، اور کھلا فرق محسوس ہوگا۔ [2]

مشہور مؤرخ مسعودی [3] نے ان کے روزانہ کے معمول کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

''ان کے یہاں دن رات میں پانچ مرتبہ اذن عام تھا، وہ صبح نمازِ فجر سے فارغ ہوتے تھے، تو بیٹھ جاتے اور پچھلے حوادث و واقعات کی داستان سنتے، پھر دولت خانہ تشریف لے جاتے، اور قرآن مجید کے ایک پارہ کی تلاوت

---

[1] سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب الخلفاء، و عن سعيد بن جهان قال حدثني سفينة قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، الخلافة في أمتي ثلاثون سنة ثم ملك بعد ذالك ثم قال لي سفينة، أمسك خلافة أبي بكر و خلافة عمر و خلافة عثمان ثم قال لي أمسك خلافة علي، قال: فوجدناها ثلاثين سنة (سنن ابی داؤد میں سعید بن جہمان سے روایت ہے کہ سفینہ نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ''میری اُمت میں خلافت تیس سال تک رہے گی، پھر بادشاہی ہو جائے گی، پھر مجھ سے سفینہ نے کہا کہ ابوبکر و عمر و عثمان (رضی اللہ عنہم) کی خلافت کا زمانہ جوڑو، پھر کہا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو جوڑو، تو ہم نے اس کو تیس سال پایا)

[2] البدایة والنهایة ج ۸ ص ۱۴۶ و ۱۵۳ (دار الفکر العربی مصر)

[3] ابوالحسن علی بن الحسین المسعودی (م ۳۴۵)

Marfat.com

کرتے، پھر مکان پر جا کر انتظامی ہدایات دیتے، پھر چار رکعت پڑھتے اور خواص الخواص کو آنے کی اجازت ہوتی اور ان سے تبادلہ خیال کرتے، پھر مشیرانِ سلطنت حاضر ہوتے اور اس دن کے کرنے والے کاموں کی اطلاع دیتے، پھر کچھ ناشتہ فرماتے، پھر ایک بار گھر جا کر باہر تشریف لے آتے، مسجد میں کرسی لگا دی جاتی اور آپ کے پاس کمزور، بادیہ کا رہنے والا اعرابی، بچہ، عورت اور بے کس ولاوارث آدمی آتا آپ فرماتے اس کا لحاظ واحترام کرو، کوئی کہتا میرے ساتھ زیادتی ہوئی، آپ فرماتے: ''اس کے معاملہ کی تحقیق کرو'' جب کوئی باقی نہ رہتا تو مجلس سے اُٹھتے، چار پائی پر بیٹھ جاتے اور فرماتے: ''لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق آنے دو۔

جب سب بیٹھ جاتے تو فرماتے کہ ''صاحبو! ان لوگوں کی ضروریات ومسائل کو ہم تک پہنچایا کرو جو خود نہیں پہنچ سکتے، اسی لئے اللہ نے تم کو اعزاز بخشا ہے، پھر ہر ایک کے معاملہ اور ضرورت کے مطابق ہدایات دیتے، روزانہ کا یہی معمول تھا۔''[1]

اس سب کے ساتھ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ خلافت کے معاملے میں حق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھا۔[2]

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ''علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے، وہ مقابل جماعت کے مقابلہ میں برسرِ حق اور افضل تھے۔''[3]

اس میں شک نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلام اور مسلمانوں کو فتح وغلبہ

---

[1] ''مروج الذہب ومعادن الجوہر'' از المسعودی ج ۲ ص ۵۱-۵۲ (المطبعۃ الازہریہ مصر ۱۳۰۳ھ)

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفاء'' از حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ج ۲ ص ۲۷۸، ۲۸۰

[3] مجموعہ ''فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ ج ۴ ص ۴۳۳ (مطبوعہ مکتبۃ المعارف، الرباط المغرب)

Marfat.com

حاصل ہوا، اسلام کو فتح مندیاں حاصل ہوئیں اور اس کا دائرہ بڑھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے غزوات کا سلسلہ جاری رکھا، اور فتوحات کا سلسلہ بری و بحری راستوں سے وہاں تک پہنچا جہاں مسلمان فاتحین کے قدم پہلے نہیں پڑے تھے، ان کی فتوحات بحراوقیانوس (اٹلانٹک) تک پہنچ گئیں، ان کے مصر کے گورنر نے سوڈان کو اسلامی مملکت میں شامل کرلیا، ان کے زمانہ میں بحری بیڑے کثرت سے تیار ہوئے، ان کو اس بات کا خاص اہتمام تھا، یہاں تک کہ ان بیڑوں کی تعداد سترہ سو تک پہنچ گئی۔ یہ سب کشتیاں ہتھیار اور سپاہیوں سے بھرپور تھیں، ان بحری بیڑوں کو وہ مختلف سمتوں میں روانہ کرتے اور وہ کامیاب ہوکر واپس آتے، ان کے ذریعہ متعدد علاقے فتح ہوئے جن میں جزیرۂ قبرص (Cyprus) اور یونان اور دردنیل کے بعض جزیرے اور جزیرۂ رودس (Rodes) بھی شامل ہے، خشکی کے علاقوں کو فتح کرنے کے لئے انہوں نے ایک فوج تیار کی تھی، جو جاڑوں میں جاکر حملہ آور ہوتی جس کو ''الشواتی'' کہتے تھے، دوسرا دستہ تھا جو گرمیوں میں حملہ کرتا اس کا نام ''الصوائف'' تھا، یہ غزوات مسلسل جاری تھے، اور مسلمانوں کی سرحدیں دشمنوں سے محفوظ تھیں، ۴۸ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بڑی فوج تیار کی تھی کہ وہ قسطنطنیہ پر بحری اور بری دونوں طرف سے حملے کرے، مگر چونکہ اس کی شہر پناہ بہت مضبوط اور وہاں تک پہنچنا دشوار تھا، اور چونکہ یونانی آتشیں حملہ نے ان کے بیڑوں کو تباہ کردیا تھا، اس لئے وہ حملہ کامیاب نہ ہوسکا، اور قسطنطنیہ فتح نہیں ہوا، اس فوج میں شریک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور یزید بن معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میزبان حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات اسی شہر پناہ کے حصار کے زمانہ میں ہوئی، اور ان کی تدفین شہر پناہ کے قریب عمل میں آئی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ میں اور ان ہی کی حکومت کے زمانہ میں مسلمان قائد عقبہ بن نافع افریقہ میں داخل ہوئے اور قبائل بربر میں جو لوگ اسلام لائے وہ ان کی فوج سے آکر مل گئے، اور قیروان میں اپنا ایک مرکز اور فوجی چھاؤنی بنالی، اور کثیر تعداد میں بربری اسلام لائے اور مسلمانوں کی حکومت کا رقبہ بڑھ

Marfat.com

گیا۔[1]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں بہت سی ایسی خوبیاں تھیں جس سے ان کی اسلام اور مسلمانوں سے محبت کا پتہ چلتا ہے، اور یہ کہ وہ دینی ڈھانچہ کو باقی رکھنا چاہتے تھے، اور اس کا دفاع کرتے تھے، ان کی دُور بینی اور انتظامی امور میں حکمت کے علاوہ ان کے اندر دین کی حمیت اور اسلام اور مسلمانوں کی مصلحتوں کو اگر ضرورت پڑے تو ترجیح دینے کا بھی جذبہ تھا، ان کا ایک کارنامہ اس موقع پر قابل ذکر ہے جس سے ان کی بلندی کردار اور دین کی حمایت کا پتہ چلتا ہے جس کو بہت سے مؤرخین نے ذکر کیا ہے جن میں ابن کثیر بھی ہیں، ابن کثیر نے لکھا ہے:۔

''شہنشاہ روم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملانے کی خواہش ظاہر کی چونکہ ان کا اقتدار رومی سلطنت کے لئے خطرہ بن چکا تھا، اور شامی فوجیں اس کی افواج کو مغلوب کر کے ذلیل کر چکی تھیں، اس لئے اس نے جب یہ دیکھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ سے جنگ میں مشغول ہیں وہ بڑی فوج کے ساتھ کسی قریب کے ملک میں آیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو لالچ دی، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو لکھا:۔

بخدا اگر تم نہ رُکے، اور اے لعین اگر تو اپنے ملک واپس نہ گیا تو ہم اور ہمارے چچا زاد بھائی (علی رضی اللہ عنہ) دونوں آپس میں مل جائیں گے اور تجھ کو تیرے تمام قلمرو سے خارج کر دیں گے، اور روئے زمین کو (اس کی وُسعت کے باوجود) تجھ پر تنگ کر دیں گے، یہ سن کر شاہ روم ڈر گیا اور جنگ بندی کی اپیل کی۔''[2]

یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ایک ممتاز فرد ہیں، ان کے مناقب میں حدیثیں وارد ہوئی ہیں،

---

[1] تفصیل مزید کے لئے ملاحظہ ہو ''تاریخ الامم الاسلامیۃ'' (الدولۃ الامویہ) از شیخ محمد الخضری بک ج اص ۱۱۴-۱۱۵ اور ''الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلام'' (لجرجی زیدان) مؤلفہ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ۔ (مطبع آسی لکھنؤ ۱۹۱۲ء)

[2] البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۸ ص ۱۹۹

Marfat.com

جو لوگ ان پر زبان طعن دراز کرتے ہیں اور ان کے سلسلہ میں بے باکی و زبان درازی سے کام لیتے ہیں، ان کو اس امر کا پاس و لحاظ ہونا چاہئے کہ وہ ایک ایسے صحابی ہیں جن کو قرابت کا شرف بھی حاصل ہے۔

امام ابو داؤد نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لا تسبوا أصحابی والذی نفسی بیده لو أنفق أحدکم مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم ولا نصیفه

میرے صحابہ کی برائی نہ کرو، قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی اُحد کے برابر بھی سونا اللہ کی راہ میں دیدے تو ان کی برابری کیا ان کے نصف درجہ کو بھی نہیں پا سکتا۔

ابو داؤد نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا:۔

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للحسن بن علی ان ابنی هذا سید والی أرجوا أن یصلح الله به بین فئتین من أمتی ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ فرزند سردار ہے مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ میری امت کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

لعل الله أن یصلح به بین فئتین عظیمتین

امید ہے کہ اللہ ان کے ذریعہ دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔

دیلمی نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا:۔

سمعت علیا یقول سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول:

میں نے حضرت علی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے سنا رسول

Marfat.com

لاتذهب الأيام والليالي حتى يملك معاوية . — اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے دن رات کے تسلسل کا قصہ ختم نہ ہوگا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ برسر حکومت آجائیں گے۔

آجری کتاب الشریعہ میں عبدالملک بن عمیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے معاویہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو اچھی طرح حکومت کرنا اس وقت سے مجھے خلافت کے حصول کی تمنا تھی۔"

اُمّ حرام کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

أول جيش من أمتي يغزون البحر قد اوجبوا . — پہلی فوج جو سمندری علاقہ پر حملہ آور ہوگی اس میں حصہ لینے والوں کی نجات اور بخشش ہے۔

اور پہلا شخص جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں بحری راستہ سے جہاد کو نکلا وہ حضرت معاویہ تھے، اُم حرام اس فوج میں تھیں اور سمندر عبور کرنے کے بعد ان کی وفات ہوئی ہے۔

یہ بات ثابت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کاتب بنایا تھا اور آپ اپنا کاتب اسی کو بناتے تھے جو عدل و امانت کے صفات سے متصف ہو۔

حضرت معاویہ اپنے بارے میں کہتے ہیں:

لست بخليفة ولكني اول ملوك الاسلام و ستجربون الملوك بعدي . — میں خلیفہ نہیں ہوں لیکن اسلام میں پہلا بادشاہ ہوں اور میرے بعد تم کو دوسرے بادشاہوں کا تجربہ ہو جائے گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند موئے مبارک تھے، انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان بالوں کو اُن کے مرنے کے بعد اُن کی ناک کے اندر رکھ دیا جائے۔[1]

[1] ماخوذ از "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" از حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۴۶-۱۴۷ مطبع صدیقی بریلی

Marfat.com

وہ خلافت کے بعض ایسے اصول و مقاصد سے واقف تھے، جن کو وہ عمل میں نہ لا سکے اس لئے کہ زمانہ بدل چکا تھا اور حالات و ماحول کے تقاضے، مملکت کی وسعت، ذمہ داریوں کی کثرت، وقتی مسائل کی مشکلات اور سربراہ حکومت کی نازک ذمہ داریاں (ان کے نزدیک) اس کی متحمل نہ تھیں، جو لوگ ان گہری اور وسیع تبدیلیوں اور زمانہ کے عظیم فرق سے واقف ہیں، وہ ان کو کسی حد تک معذور قرار دیں گے۔ اور فیصلہ کرتے وقت حالات اور ماحول کی تبدیلی کو نظر میں رکھیں گے۔[1]

اس وقت کے اسلامی معاشرہ پر ایک نظر

یہ اختلافات جن کا ذکر ناظرین کی نظر سے گزرا اور جن کے نتیجہ میں خوں ریز معرکہ آرائیاں ہوئیں، افسوس اور دلی رنج کے ساتھ اُن کی کہانی سنانے کے بعد ایک حقیقت کا اعتراف کرنا اور ایک پہلو پر روشنی ڈالنا بھی ضروری ہے، وہ یہ کہ سب جنگیں اور اختلافات جو رونما ہوئے، وہ اربابِ حکومت و قیادت اور امراء و حکام اور ان کی افواج تک محدود تھے، لیکن جہاں تک اسلامی معاشرہ کا تعلق ہے جو سرزمین وحی و رسالت سے لے کر ان آخری حدود تک قائم تھا جو اسلام کے زیرنگیں آ گئی تھیں، وہ معاشرہ یا وہ جماعتیں جو اس کی تشکیل کرتی تھیں، سب دین پر عامل تھیں، فرائض و واجبات کی پابند تھیں، سنت پر عمل پیرا ہونے کا اس عہد کے بھی مسلمانوں کے اندر جذبہ تھا اور جو باتیں قرآن و سنت سے ثابت ہیں، ان پر کاربند رہنے کا شوق تھا، دینداروں، محدثین، فقہاء، فتاویٰ و احکام بتانے والے علماء کا ان کے دلوں میں احترام تھا، اسلامی شعائر کو بالادستی حاصل تھی، جمعہ اور جماعت کا اہتمام تھا، حج کی ادائیگی کے اوقات اور اس کے شعائر میں سرمو اختلاف یا تبدیلی نہیں ہوئی تھی، اور وہ ایک امیر کی سرکردگی میں انجام دیا جاتا، جس کو خلیفہ (صاحب حکومت) مقرر کرتا، جہاد پورے زور و شور سے جاری تھا، قرآن کریم کی تلاوت سے فضا گونجتی تھی دل اس کی آیات سے نرم ہوتے تھے، آنکھیں ان سے تر رہا کرتی تھیں، دین اور احکام شریعت میں کوئی

---

[1] ملاحظہ ہو ''ازالۃ الخفاء'' ص ۱۴۸-۱۵۲

Marfat.com

تحریف نہیں ہوئی تھی۔

اسلامی معاشرہ اپنی کمزوریوں اور خرابیوں کے باوجود اس وقت کے تمام دوسرے مسیحی، یہودی، مجوسی اور برہمنی معاشروں سے اللہ کی طرف مائل ہونے، خشوع وخضوع، آخرت کے محاسبہ کے خوف اور مرنے کے بعد آنے والی زندگی کے یقین کے معاملہ میں فائق وممتاز معاشرہ تھا، کھلے بندوں فواحش، فسق وفجور کے مظاہروں، مادہ پرستی اور مال و متاع کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے کا رُجحان اس معاشرہ میں پیدا نہیں ہوا تھا، ایسا نہیں تھا کہ سب کے سب صرف نفع اور لذت اندوزی کی ترازو پر ہر شئی کو تولتے، یہ سب نتیجہ تھا، اس کتاب اللہ کا جو کسی تحریف کو قبول نہیں کر سکتی تھی، اور نہ اس کو ضائع کیا جا سکتا تھا، اور یہ سب نتیجہ تھا، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُسوۂ نبوی کے مذاکروں کا، خلفائے راشدین کی سیرتیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال، شہداء ومجاہدین کی سوانح حیات کے پڑھنے پڑھانے اور سننے سنانے کا، مزید یہ کہ ایسے اللہ کے داعی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے ہر دور میں موجود رہے جو معاشرہ کو اسلامی نہج پر سنبھالے رہے، خشیت الٰہی رکھنے والے اور دنیا کو حقیر سمجھنے والے (زاہد اور متورع) برابر موجود رہے، قلوب پر اسلام کی روحانی سطوت ہمیشہ قائم رہی، یہ سب اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو باقی رکھنے کا فیصلہ فرما چکا ہے، اور یہ اُمت جو اللہ کی طرف بلانے والی ہے قیامت تک رہے گی۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون ○ (سورۃ الحجر۔۹)	بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

اور:۔

وکذالك جعلنکم امة وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدًا ○	اور اسی طرح ہم نے تم کو اُمت معتدل بنایا ہے، تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں) تم پر گواہ بنیں۔

قرآن کریم اس اُمت کے بارے میں بقاء کا ضامن ہے اس لئے کہ اس دین کا کوئی بدل نہیں ہے، اور اس لئے کہ مسلمان ہر زمانہ میں دعوتِ الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے خلا کو

Marfat.com

پُر کرتے رہے ہیں' اور اس لئے کہ وہ عقیدہ وعمل کے لحاظ سے دوسروں سے بہتر ہیں' اللہ نے ان کے ان دشمنوں کو جو ہمیشہ ان کی تاک میں رہے غالب نہیں ہونے دیا' عیسائی اقتدار اور سلطنت (جس کا مرکز قسطنطنیہ تھا) اور یورپ کا عیسائیت کا حلقہ بگوش براعظم اس کوشش میں رہا کہ مسلمانوں کو آپس کی جنگوں میں مشغول رکھ کر اور اُن کی سیاسی آویزشوں سے فائدہ اُٹھا کر ان ملکوں کو جو مسلمان فتح کر چکے تھے' اور جن پر پہلے' صدیوں سے عیسائی قابض تھے' جیسے شام' مصر اور شمالی افریقہ کے بعض ممالک' ان سب کو دوبارہ عیسائی اپنے اثر ونفوذ میں لینے کے لئے کوشاں رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے' اور اپنا سیاسی وفوجی دباؤ نہیں ڈال سکے۔

مؤرخ ابن جریر الطبری ۳۵ ہجری کے حوادث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اس سال ہرقل کے فرزند قسطنطین نے ایک ہزار کشتیوں کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کا ارادہ کیا' اللہ نے اس کی فوج پر ایک طوفانی عذاب نازل کر دیا جس سے وہ اپنی تمام تر قوتوں اور اسلحہ کے ساتھ غرق کر دیا گیا' سوائے بادشاہ اور ایک معمولی سی ٹولی کے' جو اس کے ساتھ تھی' اس کی...... جماعت میں کوئی بچ نہ سکا اور جب وہ صقلیہ (سسلی) میں داخل ہوا تو اس کے لئے ایک حمام تیار کیا گیا، جس کے اندر جب وہ داخل ہوا تو لوگوں نے قتل کر دیا اور کہا: تو نے ہمارے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا (ہم تجھے انتقاماً اسی انجام کو پہنچاتے ہیں)''

البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۷ ص ۲۲۸ (مطبعۃ السعادۃ۔ مصر)

(المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ صفحات 313 تا 328 من وعن۔ مجلس نشریات اسلام کراچی)

شہادتِ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جنگ جمل کے بعد

جنگ جمل کے بعد اسلامی خلافت کی نزاع دو شخصوں میں محصور ہو گئی تھی۔ امام علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ...... ان کے درمیان تیسری شخصیت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی تھی اور اپنے سیاسی تدبر کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی۔

Marfat.com

جنگ صفین نے مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ خوارج کا پیدا کر دیا تھا۔ یہ اگرچہ تمام تر سیاسی اغراض و مقاصد رکھتا تھا لیکن مسلمانوں کے دوسرے سیاسی فرقوں کی طرح اس کے عقائد بھی دینی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اس نے اپنا سیاسی مذہب یہ قرار دیا تھا ''ان الحکم الا للہ'' یعنی حکومت کسی آدمی کی نہیں ہونی چاہئے۔ دراصل تاریخ اسلام کے خوارج موجودہ تمدن کے انارکسٹ تھے لہٰذا وہ کوفہ اور دمشق حکومتوں کے مخالف تھے۔

مکہ میں بیٹھ کر خارجیوں نے سازش کی۔ تین آدمیوں نے بیڑا اٹھایا کہ پوری تاریخ اسلام بدل دیں گے اور انہوں نے بدل دی۔

عمرو بن بکر تمیمی نے کہا: ''میں حاکم مصر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کر دوں گا کیونکہ وہ فتنہ کی متحرک روح ہے۔''

برک بن عبداللہ تمیمی نے کہا ''میں معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دوں گا کیونکہ اس نے مصر میں قیصریت قائم کی ہے۔''

ایک لحہ کے لئے خاموشی چھا گئی۔ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نام سے دل تھراتے تھے بالآخر عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے مہر سکوت توڑی۔ ''میں علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دوں گا۔''

ان ہولناک مہموں کے لئے ۱۷ رمضان کی تاریخ مقرر کی گئی پہلے دو شخص اپنی مہم میں ناکام رہے لیکن عبدالرحمٰن بن ملجم کامیاب ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مکہ سے چل کر عبدالرحمٰن کوفہ پہنچا۔ یہاں بھی خوارج کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ عبدالرحمٰن ان کے ہاں آتا جاتا تھا۔ ایک دن قبیلہ تیم الرباب کے بعض خارجیوں سے اس کی ملاقات ہو گئی۔ انہی میں ایک خوبصورت عورت قطام بنت شجنہ بن عدی بن عامر بھی تھی۔ عبدالرحمٰن اس پر عاشق ہو گیا۔ سنگدل نازنین نے کہا: ''میرے وصل کی شرط یہ ہے کہ جو مہر میں طلب کروں وہ ادا کرو۔'' ابن ملجم راضی ہو گیا۔ قطام نے اپنا مہر یہ بتلایا:۔

تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز اور علی رضی اللہ عنہ کا قتل۔''

عبدالرحمٰن نے کہا: منظور مگر علی رضی اللہ عنہ کو کیوں قتل کروں؟''

خونخوار معشوقہ نے جواب دیا ''چھپ کر'' اگر تو کامیاب ہو کر لوٹ آئے گا تو مخلوق کو

Marfat.com

شر سے نجات دے گا اور اہل وعیال کے ساتھ مسرت کی زندگی بسر کرے گا اگر مارا جائے گا تو جنت اور لازوال نعمت حاصل کرے گا۔"

عبدالرحمٰن نے مطمئن ہو کر یہ شعر پڑھے۔

ثلاثــــه آلاف و عبــد و قينة و ضـرب عـلى بالحسام الصمّم

فلا مهـرا عـلىٰ من على وان غلا ولا فتك الا دون فتك ابـن مـلـجم[1]

روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قلب میں آنے والے حادثہ کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم کی طرف جب دیکھتے تو محسوس کرتے کہ اس کے ہاتھ خون سے رنگین ہونے والے ہیں۔ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ فرماتے تھے خدا کی قسم مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلایا ہے کہ میری موت قتل سے ہوگی۔"

عبدالرحمٰن بن ملجم دو مرتبہ بیعت کے لئے آیا مگر آپ نے لوٹا دیا۔ تیسری مرتبہ آیا تو فرمایا۔ "سب سے زیادہ بدبخت آدمی کو کون چیز روک رہی ہے۔ واللہ یہ چیز (اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کر کے) ضرور رنگ جانے والی ہے۔"[2]

کبھی کبھی اپنے ساتھیوں سے خفا ہوتے تو فرماتے۔ تمہارے سب سے زیادہ بدبخت آدمی کو آنے اور میرے قتل کرنے سے کون چیز روک رہی ہے؟ خدایا میں ان سے اُکتا گیا ہوں اور یہ مجھ سے اُکتا گئے ہیں۔ مجھے ان سے راحت دے اور انہیں مجھ سے راحت دے۔"[3]

ایک دن خطبہ میں فرمایا: "قسم اس پروردگار کی جس نے بیج اُگایا اور جان پیدا کی۔ یہ ضرور اس سے رنگ جانے والی ہے (اپنی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا) بدبخت کیوں انتظار کر رہا ہے؟

لوگوں نے عرض کیا: امیر المومنین! ہمیں اس کا نام بتاؤ ہم ابھی اس کا فیصلہ کر ڈالیں

---

[1] طبقات ابن سعد۔ کامل ابن اثیر، تاریخ طبری ج ۶ ص ۸۷

[2] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۳

[3] ایضاً ۳۴

Marfat.com

گے۔''

فرمایا: ''تم ایسے آدمی کو قتل کرو گے جس نے ابھی مجھے قتل نہیں کیا ہے۔''

عرض کی گئی: ''تو ہم پر کسی کو خلیفہ بنا دیجئے'' فرمایا: ''نہیں میں تمہیں اسی حال میں چھوڑ جاؤں گا جس حال میں تمہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ گئے تھے۔''

لوگوں نے عرض کیا: ''اس صورت میں آپ خدا کو کیا جواب دیں گے۔'' فرمایا:

''کہوں گا خدایا میں ان میں تجھے چھوڑ آیا ہوں تو چاہے تو ان کی اصلاح کر لے اور چاہے انہیں بگاڑ دے۔'' [1]

حادثہ سے پہلے

آپ کی کنیز ام جعفر کی روایت ہے کہ واقعہ قتل سے چند دن پہلے میں آپ کے ہاتھ دُھلا رہی تھی کہ آپ نے سر اٹھایا پھر داڑھی ہاتھ میں لی اور فرمایا حیف تجھ پر تو خون سے رنگی جائے گی۔'' [2]

آپ کے بعض اصحاب کو بھی اس سازش کا پتہ چل گیا تھا چنانچہ خود بنی مراد میں سے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''امیر المومنین ہوشیار رہیے۔ یہاں کچھ لوگ آپ کے قتل کا ارادہ کر رہے ہیں۔'' [3]

یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ کس قبیلہ میں سازش ہو رہی ہے چنانچہ ایک دن آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص نے آ کر عرض کی۔ ''ہوشیار رہیے کیونکہ قبیلہ مراد کے کچھ لوگ آپ کے قتل کی فکر میں ہیں۔'' [4]

یہ بھی واضح کیا گیا تھا کہ کون شخص ارادہ کر رہا ہے؟ اشعث نے ایک دن ابن ملجم کو تلوار لگاتے دیکھا اور اس سے کہا۔ ''مجھے اپنی تلوار دکھاؤ اس نے وہ تلوار دکھائی تو وہ بالکل نئی تھی۔

---

[1] مسند امام احمد

[2] ابن سعد ج ۳ ص ۳۴

[3] الامامۃ والسیاسۃ

[4] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۴

Marfat.com

انہوں نے کہا تلوار لگانے کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ یہ زمانہ تو جنگ کا نہیں۔" عبدالرحمٰن نے کہا۔" میں گاؤں کے اونٹ ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ اشعث سمجھ گئے اور اپنے خچر پر سوار ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر ہوئے اور کہا " آپ ابن ملجم کی جرأت و شجاعت سے واقف ہیں۔" آپ نے جواب دیا۔" لیکن اس نے مجھے ابھی تک قتل نہیں کیا ہے۔" ۱

ابن ملجم کا ارادہ اس قدر مشہور ہو گیا تھا کہ خود آپ بھی اسے دیکھ کر عمرو بن معدی کرب کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

اريد حياته ويريد قتلي عذيرك من خليلك من مراد

ابن ملجم برابر برأت کیا کرتا تھا لیکن ایک دن جھنجھلا کر کہنے لگا۔" جو بات ہونے والی ہے ہو کر رہے گی۔"

اس پر بعض لوگوں نے کہا" آپ اسے پہچان گئے ہیں۔ پھر اسے قتل کیوں نہیں کر ڈالتے۔" فرمایا۔" اپنے قاتل کو کیسے قتل کروں۔" ۲

صبح شہادت

اقدام قتل جمعہ کے دن نماز فجر کے وقت ہوا۔ رات بھر ابن ملجم اشعث بن قیس کندی کی مسجد میں اس کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ اس نے کوفہ میں شبیب بن بجرہ نامی ایک اور خارجی کو اپنا شریک کار بنا لیا تھا۔ دونوں تلوار لے کر چلے اور اس دروازے کے مقابل بیٹھ گئے جس سے امیر المومنین نکلا کرتے تھے۔ ۳

اس رات امیر المومنین کو نیند نہیں آئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سحر کے وقت میں حاضر ہوا تو فرمایا۔ فرزند رات بھر جاگتا رہا ہوں۔ ذرا دیر ہوئی بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تھی۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی اُمت سے میں نے بڑی تکلیف پائی۔ فرمایا۔ دعا کر کہ خدا تجھے ان سے چھٹکارا دیدے۔ ۴

۱ الکامل ۲ ایضاً

۳ ابن سعد ج ۳ ص ۳۶

۴ کامل

Marfat.com

اس پر میں نے دعا کی۔ خدایا مجھے ان سے بہتر رفیق عطا فرما اور انہیں مجھ سے بدتر ساتھی دے۔ ۱؎

حضرت حسن علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اسی وقت ابن البناح موذن بھی حاضر ہوا اور پکارا۔ ''لوگو!'' (نماز) میں نے آپ کا ہاتھ تھام لیا۔ آپ اُٹھے...... ابن البناح آگے تھا میں پیچھے تھا۔ دروازے سے باہر نکل کر آپ نے پکارا۔ ''لوگو نماز'' روز آپ کا یہی دستور تھا کہ لوگوں کو نماز کے لئے مسجد میں آنے کے لئے جگاتے پھرتے تھے۔ ۲؎

ایک روایت میں ہے کہ موذن کے پکارنے پر اُٹھے نہیں۔ لیٹے رہے موذن دوبارہ آیا۔ مگر آپ سے پھر بھی اٹھا نہ گیا۔ سہ بارہ اس کے آواز دینے پر آپ بمشکل یہ شعر پڑھتے مسجد کو چلے۔

اشدد حیازیمك للموت   فان الموت آتیك

موت کے لئے کمر کس لے کیونکہ موت تجھ سے ضرور ملاقات کرنے والی ہے۔

ولا تجزع من الموت   اذا حل بوادیك ۳؎

موت سے نہ ڈر اگر وہ تیرے ہاں نازل ہو جائے۔

آپ جونہی آگے بڑھے دو تلواریں چمکتی نظر آئیں اور ایک آواز بلند ہوئی ''حکومت خدا کی ہے نہ کہ علی تیری!'' شبیب کی تلوار تو طاق پر پڑی لیکن ابن ملجم کی تلوار آپ کی پیشانی پر لگی اور دماغ پر اُتر گئی۔ ۴؎

زخم کھاتے ہی آپ چلائے ''فزت برب الکعبۃ'' رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ ۵؎ نیز پکارے، قاتل جانے نہ پائے۔ لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے شبیب تو نکل

۱؎ ابن سعد ج ۳ ص ۳۶

۲؎ ایضاً ص ۳۷

۳؎ احیاء العلوم ج ۴

۴؎ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۷

۵؎ احیار ج ۴

Marfat.com

بھاگا۔[۱] عبدالرحمٰن نے تلوار گھمانا شروع کر دی اور مجمع کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ قریب تھا کہ ہاتھ سے نکل جائے لیکن مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب جو اپنے وقت کے پہلوان تھے، دوڑے اور بھاری کپڑا اس پر ڈال دیا اور زمین پر دے مارا۔[۲]

قاتل اور مقتول میں گفتگو

امیر المومنین گھر پہنچائے گئے۔ آپ نے قاتل کو طلب کیا۔ جب وہ سامنے آیا تو فرمایا: ''او دشمن خدا کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں کئے تھے؟'' اس نے کہا ''ہاں'' فرمایا ''پھر تو نے یہ حرکت کیوں کی؟'' کہنے لگا۔ ''میں نے اسے (تلوار کو) چالیس دن تیز کیا تھا اور خدا سے دعا کی تھی کہ اس سے اپنی بدترین مخلوق قتل کرائے۔'' فرمایا۔ ''میں سمجھتا ہوں تو اسی سے قتل کیا جائے گا اور خیال کرتا ہوں تو ہی خدا کی بدترین مخلوق ہے۔''[۳]

آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے پکار کر کہا ''او دشمن خدا تو نے امیر المومنین کو قتل کر ڈالا'' کہنے لگا۔ ''میں نے امیر المومنین کو قتل نہیں کیا البتہ تمہارے باپ کو قتل کیا ہے۔'' انہوں نے خفا ہو کر کہا واللہ میں اُمید کرتی ہوں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا بال بیکا نہ ہو گا۔'' کہنے لگا۔ ''پھر کیوں ٹسوے بہاتی ہو!'' پھر بولا ''بخدا میں نے مہینہ بھر اسے (تلوار کو) زہر پلایا ہے، اگر اب بھی یہ بے وفائی کرے تو خدا اسے غارت کر دے۔''[۴]

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا ''یہ قیدی ہے، اس کی خاطر تواضع کرو، اچھا کھانا دو۔ نرم بچھونا دو۔ اگر زندہ رہوں گا تو اپنے خون کا سب سے زیادہ دعوے دار میں ہوں گا۔ قصاص لوں گا یا معاف کر دوں گا۔ اگر مر جاؤں تو اسے بھی میرے پیچھے روانہ کر دینا۔ رب العالمین کے حضور اس سے جواب طلب کروں گا۔''[۵]

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۷

۲۔ الکامل

۳۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۸۴

۴۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۷

۵۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۵ - دار صادر بیروت ۱۹۵۷ء

Marfat.com

''اے بنی عبدالمطلب ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی خونریزی شروع کر دو اور کہو کہ امیر المومنین قتل ہو گئے۔ خبردار میرے قاتل کے سوا دوسرا قتل نہ کیا جائے اے حسن رضی اللہ عنہ اگر میں اس کی ضرب سے مر جاؤں تو ایسی ہی ضرب سے اسے بھی مارنا۔ اس کے ناک کان کاٹ کر لاش خراب نہ کرنا۔ کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار ناک کان نہ کاٹو اگرچہ وہ کتا ہی کیوں نہ ہو۔'' ۱

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا ''اگر تم قصاص لینے ہی پر اصرار کرو تو چاہئے کہ اسے اسی طرح ایک ضرب سے مارو جس طرح اس نے مجھے مارا لیکن اگر معاف کر دو تو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔'' ۲

''دیکھو زیادتی نہ کرنا کیونکہ خدا زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' ۳

وصیت

پھر آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو جندب بن عبداللہ نے حاضر ہو کر کہا خدانخواستہ اگر ہم نے آپ کو کھو دیا تو کیا حسنؑ کے ہاتھ پر بیعت کریں؟''

آپ نے جواب دیا ''میں تمہیں نہ اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں۔ اپنی مصلحت تم بہتر سمجھتے ہو۔'' ۵

پھر اپنے صاحبزادوں حسنؑ اور حسینؑ کو بلا کر فرمایا ''میں تم دونوں کو تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی کہ دنیا کا پیچھا نہ کرنا۔ اگرچہ وہ تمہارا پیچھا کرے۔ جو چیز تم سے دور ہو جائے اس پر نہ کڑھنا۔ ہمیشہ حق کرنا۔ یتیم پر رحم کھانا۔ بیکس کی مدد کرنا۔ آخرت کے لئے عمل کرنا۔ ظالم کے دشمن بننا مظلوم کے حامی بننا۔ کتاب اللہ پر چلنا۔ خدا کے باب میں

---

۱ تاریخ طبری ج ۶ ص ۸۶

۲ کامل

۳ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۵

۵ تاریخ طبری ج ۶ ص ۸۶

Marfat.com

ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔“

پھر آپ نے تیسرے صاحبزادہ محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھا جو نصیحت میں نے تیرے بھائیوں کو کی تو نے حفظ کر لی؟

انہوں نے عرض کی ”جی ہاں۔“ فرمایا ”میں تجھے بھی یہی وصیت کرتا ہوں۔ نیز وصیت کرتا ہوں کہ اپنے دونوں بھائیوں کے عظیم حق کا خیال رکھنا۔ ان کی اطاعت کرنا۔ بغیر ان کی رائے کے کوئی کام نہ کرنا۔“

پھر امام حسن و حسین علیہما السلام سے فرمایا ”میں تمہیں اس کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمہارا بھائی ہے۔ تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔“

پھر امام حسنؑ سے فرمایا ”فرزند میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ خوف خدا کی اپنے اوقات میں نماز قائم کرنے کی۔ میعاد پر زکوٰۃ ادا کرنے کی۔ ٹھیک وضو کرنے کی کیونکہ نماز بغیر طہارت ممکن نہیں اور مانع زکوٰۃ کی نماز قبول نہیں۔ نیز وصیت کرتا ہوں خطائیں معاف کرنے کی دین میں عقل و دانش کی۔ ہر معاملہ میں تحقیق کی۔ قرآن سے مزاولت کی۔ پڑوسی سے حسن سلوک کی۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی فواحش سے اجتناب کی۔[۱]

پھر اپنی تمام اولاد کو مخاطب کر کے کہا ”خدا سے ڈرتے رہو۔ اس کی اطاعت کرو۔ جو تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اس کا غم نہ کرو۔ اس کی عبادت پر کمر بستہ رہو۔ چست و چالاک بنو۔ سست نہ بنو۔ ذلت قبول نہ کرو۔ خدایا ہم سب کو ہدایت پر جمع کر دے۔ ہمیں اور انہیں دنیا سے بے رغبت کر دے۔ ہمارے اور ان کے لئے آخرت اوّل سے بہتر کر دے۔“[۲]

وفات کے وقت یہ وصیت لکھوائی۔ ”یہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وصیت ہے وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میری نماز میری عبادت میرا جینا، میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین

[۱] طبری ج ۶ ص ۸۵- دار القاموس الحدیث

[۲] الامامۃ والسیاسۃ

Marfat.com

کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔ پھر اے حسنؓ! میں تجھے اور اپنی تمام اولاد کو وصیت کرتا ہوں کہ خدا کا خوف کرنا اور جب مرنا تو اسلام ہی پر مرنا۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ کیونکہ میں نے ابوالقاسم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کا ملاپ قائم رکھنا، روزے نماز سے بھی افضل ہیں۔ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھو۔ ان سے بھلائی کرو۔ خدا تم پر حساب آسان کر دے گا اور ہاں یتیم! یتیم! یتیموں کا خیال رکھو۔ ان کے منہ میں خاک مت ڈالو وہ تمہاری موجودگی میں ضائع نہ ہونے پائیں اور دیکھو تمہارے پڑوسی! اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو کیونکہ یہ تمہارے نبی کی وصیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر پڑوسیوں کے حق میں وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم سمجھے شاید انہیں ورثہ میں شریک کر دیں گے اور دیکھو قرآن! قرآن! ایسا نہ ہو، قرآن پر عمل کرنے سے کوئی تم پر بازی لے جائے اور نماز! نماز کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے اور تمہارے رب کا گھر! اپنے رب کے گھر سے غافل نہ ہونا اور جہاد فی سبیل اللہ! جہاد فی سبیل اللہ! اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرتے رہو۔ زکوٰۃ زکوٰۃ! زکوٰۃ پروردگار کا غصہ ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ اور ہاں تمہارے نبی کے ذمی! تمہارے نبی کے ذمی! (یعنی وہ غیر مسلم جو تمہارے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں) ایسا نہ ہو ان پر تمہارے سامنے ظلم کیا جائے اور تمہارے نبی کے صحابی! تمہارے نبی کے صحابی! یاد رکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابیوں کے حق میں وصیت کی ہے اور فقراء و مساکین! فقراء و مساکین! انہیں اپنی روزی میں شریک کرو اور تمہارے غلام! تمہارے غلام! غلاموں کا خیال رکھنا۔ خدا کے باب میں اگر کسی کی بھی پرواہ نہ کرو گے تو خدا تمہارے دشمنوں سے تمہیں محفوظ کر دے گا۔ خدا کے تمام بندوں پر شفقت کرو۔ میٹھی بات کرو۔ ایسا ہی خدا نے حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ چھوڑنا ورنہ تمہارے اشرار تم پر مسلط کر دیئے جائیں گے۔ پھر تم دعائیں کرو گے مگر قبول نہ ہوں گی۔ باہم ملے جلے رہو۔ بے تکلف اور سادگی پسند رہو۔ خبردار ایک دوسرے سے نہ کٹنا اور نہ آپس میں پھوٹ ڈالنا، نیکی اور تقویٰ پر باہم مددگار رہو۔ مگر گناہ اور زیادتی میں کسی کی مدد نہ کرو۔ خدا

Marfat.com

سے ڈرو کیونکہ اس کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ اے اہل بیت! خدا تمہیں محفوظ رکھے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر قائم رکھے۔ میں تمہیں خدا ہی کے سپرد کرتا ہوں۔ تمہارے لئے سلامتی اور برکت چاہتا ہوں۔"

اس کے بعد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا اور ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ [1]

دفن کے بعد

دفن کے بعد دوسرے دن حضرت امام حسن ؑ نے مسجد میں خطبہ دیا:۔

"لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص رخصت ہو گیا ہے جس سے نہ اگلے علم میں پیش قدمی کر گئے اور نہ پچھلے اس کی برابری کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے جھنڈا دیتے تھے اور اس کے ہاتھ پر فتح ہو جاتی تھی۔ اس نے سونا چاندی کچھ نہیں چھوڑا۔ صرف اپنے روزینے میں سے کاٹ کر سات سو درہم گھر کے لئے جمع کئے تھے۔ [2]

(ایک درہم تقریباً چار آنے کا ہوتا تھا)

زید بن حسین ؑ سے مروی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کی خبر کلثوم بن عمر کے ذریعہ مدینہ پہنچی۔ سنتے ہی تمام شہر میں کہرام مچ گیا۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو روتی نہ ہو۔ بالکل وہی منظر درپیش تھا جو رسول اللہ کی وفات کے دن دیکھا گیا تھا۔ جب ذرا سکون ہوا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا۔ "چلو اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھیں کہ رسول اللہ کے عم زاد کی موت سن کر ان کا کیا حال ہے؟"

حضرت زید کہتے ہیں "سب لوگ ہجوم کر کے اُم المومنین کے گھر گئے اور اجازت چاہی انہوں نے دیکھا کہ حادثہ کی خبر یہاں پہلے پہنچ چکی ہے اور اُم المومنین غم سے نڈھال اور آنسوؤں سے تر بتر بیٹھی ہیں۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو خاموشی سے لوٹ آئے۔"

حضرت زید فرماتے ہیں دوسرے دن مشہور ہوا اُم المومنین رسول اللہ کی قبر پر جا رہی

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۸۶

[2] مسند حسن

Marfat.com

ہیں۔ مسجد میں جتنے بھی مہاجرین وانصار تھے استقبال کو اٹھ کھڑے ہوئے اور سلام کرنے لگے مگر ام المومنین رضی اللہ عنہا نہ کسی کے سلام کا جواب دیتی تھیں نہ بولتی تھیں۔ شدت گریہ سے زبان بندھی۔ دل تنگ تھا۔ چادر تک نہ سنبھلتی تھی۔ بار بار پیروں میں اُلجھتی اور آپ لڑکھڑا جاتیں۔ بدقت تمام پہنچیں۔ لوگ پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ حجرہ میں داخل ہوئیں تو دروازہ پکڑ کر کھڑی ہوگئیں اور ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا۔

"اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت! تجھ پر سلام! ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھ پر سلام۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ آپ پر اور آپ کے دونوں ساتھیوں پر سلام! میں آپ کے محبوب ترین عزیز کی موت کی خبر آپ کو سنانے آئی ہوں۔ میں آپ کے عزیز ترین کی یاد تازہ کرنے آئی ہوں بخدا آپ کا چنا ہوا حبیب، منتخب کیا ہوا عزیز قتل ہوگیا جس کی بیوی افضل ترین عورت تھی واللہ وہ قتل ہوگیا۔

جو ایمان لایا اور ایمان کے عہد میں پورا اترا۔ میں رونے والی غم زدہ ہوں میں اس پر آنسو بہانے اور دل جلانے والی ہوں۔ اگر قبر کھل جاتی تو تیری زبان بھی یہی کہتی کہ تیرا عزیز ترین اور افضل ترین وجود قتل ہوگیا۔" [1]

ایک روایت میں ہے کہ اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی شہادت سنی تو ٹھنڈی سانس لی اور کہا "اب عرب جو چاہیں کریں، کوئی انہیں روکنے والا باقی نہیں رہا۔" [2]

آپ کے مشہور صحابی ابو الاسود الدؤلی نے مرثیہ کہا تھا جس کا پہلا شعر کتب ادب و محاضرات میں عام طور پر نقل کیا جاتا ہے۔

الا ابلغ معاویۃ بن حرب

فلا قرت عیون الشامیتنا [3]

(انسانیت موت کے دروازہ پر۔ گوشۂ ادب۔ لاہور)

---

[1] عقد الفرید ج ۲ [2] استیعاب

[3] تاریخ الامم والملوک ج ۶ ص ۸۷

Marfat.com

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے روحانی احوال ومقام

پروفیسر محمد نصر اللہ معینی صاحب رقم طراز ہیں:

اللہ رب العزت نے اپنے خاص دوستوں کو ایسی شان ومرتبہ سے نواز رکھا ہے کہ وہ اپنی خداداد طاقت کے ذریعے لوگوں کے احوال سے نہ صرف آگاہی رکھتے ہیں بلکہ ان کی رہنمائی اور حاجت روائی بھی فرماتے ہیں۔

کیا کسی انسان کو اللہ کے سوا حاجت روا کہا جا سکتا ہے۔ کیا اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو حاجت روا کہنے سے شرم تو لازم نہیں آتا؟

یہ وہ سوال ہے جو ایک طبقہ ہر اس موقع پر داغ دیتا ہے جب ان کے سامنے کسی مقبول خدا کی کوئی کرامت پیش کی جاتی ہے اور اس پر وہ قرآن مجید سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی ولی اور مددگار نہیں۔ مثلاً

وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر

''اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی ولی ہے نہ مددگار'' (البقرہ:۱۰۷)

وما النصر الا من عند اللہ

''اللہ کی بارگاہ کے علاوہ کوئی اور مدد نہیں۔''

''مولا'' کون ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اللہ کی مرضی اور حکم نہ ہو تو کوئی فرشتہ یا انسان کسی دوسرے کی مدد نہیں کر سکتا۔ مدد کرنے کی قوت اور طاقت بارگاہ ربوبیت سے ملتی ہے اور اسی کے اذن اور حکم سے مشکل کشائی ہوتی ہے۔ یہ ہستیاں خواہ فرشتے ہوں، جن ہوں یا انسان، حزب اللہ ''یعنی اللہ کی ٹیم اور جماعت'' کے کارکن ہیں اور ان کے کام، حقیقت میں اللہ کے کام ہیں۔ اس لئے نیابت کے طور پر وہ بھی ولی اور مددگار ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا (المائدۃ:۵۵)

Marfat.com

''بے شک تمہارا ولی (مددگار) تو اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور اہل ایمان تمہارے ولی (مددگار دوست) ہیں۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فان اللّٰہ ھو مولٰہ و جبریل وصالح المومنین ج والملئکۃ بعد ذلک ظھیر (التحریم:۴)

''بے شک اللہ اس (رسول کریم) کا مولا (مددگار) ہے۔ جبریل اور نیک صاحب ایمان لوگ بھی ان کے مددگار ہیں اور اس کے بعد فرشتے بھی کھلم کھلا مددگار ہیں۔''

یاد رہے کہ ''مولا'' کا لفظ کئی جگہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کیلئے استعمال ہوا ہے۔

انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین ۔ (البقرہ)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: نعم المولی ونعم النصیر۔

☆ بے شک حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ ہی ''مولا'' ہے لیکن قرآن مجید میں جبریل اور صالح مومنین کو بھی مولا قرار دیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا دوسرے کو مولا کہنے سے شرک نہیں ہوتا ورنہ قرآن مجید میں انہیں مولا نہ کہا جاتا لیکن یہ مولا خود بخود نہیں بنے اللہ کے بنائے سے بنے ہیں۔

مخلوق کو حاجت روا اور مشکل کشا کہنا جائز ہے؟

اب رہی یہ بات کہ اللہ کے سوا کیا کسی اور کو حاجت روا اور مشکل کشا کہا جا سکتا ہے یا ایسا کہنا شرک کے دائرے میں آتا ہے؟

اس کا ایک جواب تو اوپر آ گیا کہ فرشتوں اور صالح مومنین کا ''مولا''، مددگار ہونا خود قرآن سے ثابت ہے اور وہ خود مولا نہیں بنے بلکہ یہ منصب انہیں خود اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ اب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث پڑھئے اور اس بارے میں خود ہی فیصلہ فرما لیجئے۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

من کان فی حاجة اخیه کان اللّٰه فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرج اللّٰه عنه بها کربة من کرب یوم القیامة ۔

''جو شخص اپنے کسی بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے اور جس نے کسی مسلمان کی ایک تکلیف دور کی (مشکل حل کر دی) اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے قیامت کی تکلیفوں میں سے اس کی ایک تکلیف دور فرما دے گا۔''

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ اس حدیث میں رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھائی کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کو قابل تحسین قرار دیں لیکن ہمارے یہ نادان بھائی اس کو شرک ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

اس موضوع پر بے شمار روایات اور دلائل موجود ہیں جن میں حاجت روائی، مشکل کشائی اور مدد و نصرت کو بندوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ لیکن کوئی ایسا مسلمان نہیں جو ان بندوں کو حقیقی مشکل کشا یا حاجت روا سمجھتا ہو۔ سب مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ یہ رب العزت کی ذات اقدس ہی ہے جو ان بندوں سے اس نوعیت کے کام کرواتی ہے۔

ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے حاجت روا خاص بندے ہمیشہ اور ہر دور میں رہتے ہیں اور ان کی تخلیق ہی اس مقصد کے لئے ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان للّٰه خلقا خلقهم لحوائج الناس تفزع الناس الیهم فی حوائجهم اولئك الامنون من عذاب اللّٰه ۔ (الترہیب والترہیب ۳:۳۹۰)

''اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حاجت روائی کے لئے ایک مخلوق پیدا کر رکھی ہے تاکہ لوگ اپنی حاجات کی تکمیل کے لئے ان سے رجوع کریں۔ یہ لوگ عذابِ الٰہی سے محفوظ و مامون ہیں۔''

علامہ محمد اقبالؒ نے انہیں نفوس قدسیہ کے متعلق فرمایا تھا:

خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دل بے نیاز

Marfat.com

اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب اس کی نگاہ دل نواز
ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کارکشا، کارساز

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ...... مشکل کشا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ان مولا صفات بندوں میں سے جس ہستی کو تاج سروری عطا کیا گیا وہ خاتون جنت کے شوہر نامدار، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے والد گرامی سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بھرے مجمعے میں جن کا ہاتھ باعث تکوین کائنات فخر موجودات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں لے کر بلند کیا اور فرمایا:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

''جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہیں۔''

ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح لوگ مشکلات اور پریشانیوں میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں رجوع کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ اور دعا سے انہیں مشکلات سے نجات مل جاتی تھی، اسی طرح وہ بارگاہ مرتضویٰ رضی اللہ عنہ سے بھی رجوع کرتے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی روحانی توجہ اور دعا سے مشکل کشائی ہو جاتی۔

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی روحانی قوت

حضرت امام یوسف النبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام فخر الدین رازی کے حوالے سے سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روحانی قوت کا یہ ایک دلچسپ واقعہ جامع کرامات اولیاء میں درج کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

☆ ایک حبشی غلام حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ چوری کے جرم میں اسے حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس نے اپنے جرم کا

Marfat.com

اقرار کر لیا تو آپ کے حکم سے حسب قانون اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ ہاتھ کٹوا کر حبشی غلام دربار مرتضوی سے واپس آ رہا تھا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الکواء سے ملاقات ہو گئی جنہوں نے پوچھا کہ تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟ غلام کہنے لگا "یعسوب المسلمین"، ختن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور زوج بتول علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے کاٹا ہے۔ ابن الکواء رضی اللہ عنہ نے پوچھا: انہوں نے تیرا ہاتھ کاٹ دیا ہے اور تو ان کی مدح کرتا ہے؟

حبشی کہنے لگا میں ان کی مدح کیوں نہ کروں، انہوں نے مجھے آخرت کی سزا سے بچا لیا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اس کی یہ بات سن کر بڑے حیران ہوئے اور جا کر حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کر دیا۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فوراً غلام کو طلب فرمایا اور اس کا ہاتھ اس کی کلائی کے ساتھ رکھ کر رومال سے ڈھانپ دیا، کچھ دعائیہ کلمات پڑھے۔ اچانک ایک آواز آئی کہ کپڑا اہٹا دو، کپڑا اہٹایا گیا تو ہاتھ بالکل صحیح سالم تھا۔ (جامع کرامات اولیاء جلد اول ص ۴۲۳)

☆ علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ "طبقات" میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ اور آپ کے دونوں شہزادوں نے رات کی تاریکی میں کسی کو درد بھری آواز میں شعر پڑھتے سنا:

یا من یجیب دعاء المضطر فی الظلم
. یا کاشف الضر والبلوی مع السقم
ان کان عفوك لا یرجوه ذو خطاء
فمن یجود علی العاصین بالنعم

"اے وہ ذات اقدس جو تاریکیوں میں مضطرب و بے قرار انسان کی پکار سنتی ہے۔ اگر خطا کار تیری بخشش کے امیدوار نہ ہوں تو پھر گناہ گاروں پر تیرے سوا نعمتوں کی بارش کون برسائے گا۔"

حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے اشعار سنے تو حکم دیا اس شخص کو تلاش کیا جائے۔ لوگ اسے ڈھونڈ کر لے آئے، وہ پہلو گھسیٹتا ہوا آپ کے سامنے حاضر ہو گیا، آپ نے فرمایا: تجھے کیا

Marfat.com

مصیبت پیش آئی ذرا بیان تو کرو۔ وہ شخص کہنے لگا: میں عیش ونشاط اور گناہوں میں مبتلا تھا، میرے والد مجھے نصیحت فرماتے ہوئے کہتے: بیٹا خدا سے ڈرو، اس کی گرفت بڑی سخت ہے۔ ایک دفعہ جب انہوں نے بار بار نصیحتیں کیں تو مجھے غصہ آ گیا اور میں آپے سے باہر ہو گیا اور طیش میں آ کر انہیں پیٹ ڈالا۔

میرے والد نے کہا میں تیری شکایت کعبۃ اللہ جا کر دربار خداوندی میں کروں گا، چنانچہ وہ کعبہ گئے اور جب واپس آئے تو میرا دایاں پہلو مفلوج ہو چکا تھا۔ اب مجھے اپنے کیے پر سخت ندامت ہوئی۔ میں نے اپنے والد سے معافی مانگی اور انہیں راضی کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ آخر کار انہوں نے وعدہ فرما لیا کہ وہ اللہ کے گھر جا کر میرے حق میں دعا کریں گے۔ میں نے انہیں سفر کے لئے اونٹنی پیش کی جس پر سوار ہو کر وہ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے لیکن اونٹنی بھاگ کھڑی ہوئی اور وہ چٹان سے گر کر فوت ہو گئے۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اگر تمہارا باپ راضی ہو گیا تھا تو اللہ کریم بھی راضی ہیں۔ اس نے کہا قسم بخدا میرے والد راضی ہو گئے تھے۔ یہ سن کر حضرت حیدر کرار اٹھے، کئی رکعت نوافل ادا کیے اور دعا فرمائی۔ پھر فرمایا: تجھے مبارک ہو کھڑا ہو جا، وہ اٹھا اور بالکل صحیح سلامت چلنے لگا۔ وہ شخص صحت یاب ہو چکا تھا۔

تاجدار اقلیم ولایت سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی ظاہری حیات مبارکہ میں پیش آنے والے ایسے کئی واقعات تو کتابوں میں منقول ہیں مگر کتب صوفیاء میں بے شمار ایسے واقعات اور مکاشفات بھی موجود ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کے روحانی فیوضات کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کے کمالات دراصل کمالاتِ نبوت کا ہی تسلسل ہیں کیونکہ ہر ولی کی کرامت دراصل نبی علیہ السلام کے معجزات کا تسلسل شمار ہوتی ہے۔ ان کرامات کا منبع اور سرچشمہ بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہوتی ہے۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ......علومِ روحانیت کا دروازہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انا مدینة العلم و علی بابها ۔

''میں شہر علم ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہیں۔''

اور حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الف باب یفتح ......

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے علم کے ہزار باب کی تعلیم دی، ہر باب کے آگے ہزار ہزار باب کھلتے ہیں۔''

قارئین محترم جس علم کے ایک کروڑ ابواب ہوں اس کی وسعت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خرقہ ولایت عطا کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ رموز و اسرار مجھ پر منکشف فرمائے جو نہ جبرائیل علیہ السلام کے پاس ہیں نہ میکائیل علیہ السلام کے پاس۔

مقام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فتح مکہ کے موقع پر ہبل کا بلند و بالا بت گرانے کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

''علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قدم میرے شانوں پر رکھ کر بت گرا دیں۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی تم بارِ نبوت اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ تم میرے کندھوں پر آؤ اور ان بتوں کو گرا دو۔ اسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم اپنے آپ کو کس حالت میں دیکھتے ہو۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسا دیکھتا ہوں گویا تمام حجابات اٹھ گئے ہیں اور میرا سر ساق عرش سے جا ملا ہے اور جدھر ہاتھ پھیلاؤں وہ چیز میرے ہاتھ میں آ جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی تمہارا کتنا

Marfat.com

اچھا وقت ہے، تم کارِ حق ادا کر رہے ہو اور میرا حال کتنا مبارک ہے کہ میں بارِ حق اٹھائے ہوئے ہوں۔ (مدارج النبوت ج دوم ص ۴۸۶، بحوالہ علی مع الحق ص ۷۳)

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری غسل دیا تو پانی کے چند قطرے آپ کی مقدس پلکوں پر موجود تھے میں نے انہیں اپنی زبان سے چوس لیا۔ بس علم و عرفان اور حکمت و ادراک کا ایک سمندر میرے سینے میں ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

بعض شارحین علماء حدیث (انا مدینۃ العلم وعلی بابھا) کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ یہاں العلم سے مراد شریعت کا علم نہیں کیونکہ وہ تو دیگر خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی حاصل تھا۔ اس سے مراد روحانیت کا علم ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا دروازہ قرار دے کر یہ اعلان فرمایا گیا کہ ان علوم روحانیہ کا طالب اس دروازے کی چوکھٹ چومے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ روحانیت کے تمام سلاسل خواہ چشتی ہوں یا قادری، نقشبندی ہوں یا سہروردی سب کے سب اسی باب علم سے ہی فیض یاب ہوکر منزل مراد تک پہنچتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

☆ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف میں لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے راستوں میں سے ایک راستہ قرب ولایت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے پیشوا سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی جسمانی پیدائش سے پہلے اس مقام کے ملجاء و ماویٰ تھے۔ جیسا کہ آپ جسمانی پیدائش کے بعد ہیں ......اور جس کو بھی فیض و ہدایت پہنچی اس راہ سے پہنچی اور ان ہی کے ذریعے سے پہنچی کیونکہ وہ اس راہ کے آخری نکتہ کے قریب ہیں۔" (مکتوب ۱۲۳، دفتر سوم، حصہ دوم ص ۱۴۲۵)

☆ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب دفتر اول میں فرماتے ہیں:

حضرت امیر (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ "میں اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں

Marfat.com

آسمانوں کا علم سکھاؤں۔" جب میں اچھی طرح متوجہ ہوا تو تمام خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اس مقام کو حضرت امیر (سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مخصوص پایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مکتوب ۲۵۱ دفتر اول میں لکھتے ہیں:

"چونکہ امیر (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بوجھ اٹھانے والے ہیں اس لئے اقطاب، ابدال، اوتاد جو اولیائے عزلت میں سے ہیں۔

قطب مدار کا سر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے قدم کے نیچے ہے۔ قطب مدار ان ہی کی حمایت ورعایت (نگرانی) سے اپنے ضروری امور کو سرانجام دیتا ہے اور مداریت سے عہدہ برآ ہوتا ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور امامین بھی اس مقام میں حضرت امیر (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کے ساتھ شریک ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے ان اکابر جید علماء ربانیین اور صاحب کمال ہستیوں میں سے ہیں جن کی تمام مسالک (اہل سنت، اہل حدیث اور دیوبندی) عزت وتکریم کرتے ہین اور ان کے علم وفضل کے معترف ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

☆ "ایک روز مقام قرب میں غور کی نگاہ کی گئی تو ہر چند نظر دور دور تک گئی لیکن جہت خاص جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں تھی اس سے زائد کسی میں نہ دیکھی گئی اور اس جہت میں کسی دوسرے کی ان پر فضیلت نہیں دکھائی دی۔ آپ اس جہت یعنی مقام قرب کے اعلیٰ مرکز کے اوپر ہیں اور اسی لئے آپ ہی مبداء عرفان ہوئے ہیں۔"

(القول الجلی فی ذکر آثار ولی ص ۵۲۲)

☆ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب انفاس العارفین میں اپنے چچا حضرت ابوالرضا محمد کی روایت درج کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری بار بچشم حقیقت زیارت ہوئی، میں نے عرض کی: یاسیدی میری خواہش ہے کہ آپ کے طریقہ غالیہ کے فیض یافتہ کسی مردِ حق سے بیعت کروں تاکہ ان سے حقائق کی تفصیل پوچھ سکوں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوئے ہیں۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیری بیعت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے ہوگی۔

کچھ دنوں بعد دیکھا کہ گویا کسی راستے پر جارہا ہوں۔ آس پاس کوئی شخص نظر نہیں آ رہا۔ لیکن راستے پر گزرنے والوں کے نقوش موجود ہیں۔ تھوڑی دور راستے کے درمیان ایک شخص کو بیٹھا ہوا دیکھا۔ میں نے اس سے راستہ پوچھا، اس نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا ادھر آؤ۔ اس سے مجھے انشراحِ قلب حاصل ہوا۔ انہوں نے فرمایا: اے سست رفتار، میں علی ہوں اور مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں ان کی بارگاہ میں لے چلوں۔ میں ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا یہاں تک کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دے کر کہا: یا رسول اللہ ھذا یدی الرضا محمد یہ سن کر حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت لی۔ اس موقع پر میرے دل میں ایک بات کھٹکی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر مطلع ہو کر فرمایا کہ میں اسی طرح اولیاء اللہ کے حق میں وسیلہ بیعت رہتا ہوں ورنہ اصل میں تمام سلاسل کی بیعتوں کا مرکز اور مرجع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے مجھے اشغال اور اذکار کی تلقین فرمائی اور علوم و اسرار سے نوازا۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس تمام علوم ظاہری و باطنی کا مخزن ہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی اس شان سے آگاہ اور معترف تھے اور شیخین کریمین مختلف مواقع پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تبحر علمی اور اصابت رائے سے استفادہ بھی کرتے رہتے تھے۔ اس سلسلے میں کتب مناقب میں بڑے دلچسپ اور ایمان افروز واقعات منقول ہیں۔ (ماہنامہ منہاج القرآن۔ لاہور بابت ماہ ستمبر 2009ء)

Marfat.com

متفرق موضوعات

☆ ۱- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''آسمانوں کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل جنت کے دروازے پر تحریر ہے:

''محمد، اللہ کے رسول ہیں، علی، رسول اللہ کے بھائی ہیں۔''

(الریاض النضرۃ۔ جلد ۳۔ ص ۱۹۸)

☆ ۲- کعبہ میں ولادت علی رضی اللہ عنہ تواتر سے ثابت ہے

عالم عرب کے معروف مصنف عباس محمود عقاد رقم طراز ہیں: ''حضرت علی کعبہ میں پیدا ہوئے۔''

امام المحدثین حاکم نیشاپوری (م ۴۰۵ھ) اپنی تحقیق یوں بیان کرتے ہیں:

''متواتر روایات سے ثابت ہے کہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کعبہ کے اندر جنم دیا۔'' (حاکم)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حاکم کی اس تحقیق کو برقرار رکھا۔ (تلخیص المستدرک)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حاکم کے اس فیصلہ کن بیان کو نقل کیا ہے۔

(ازالۃ الخفاء ج ۴۔ ص ۴۰۶)

بنا اس واسطے اللہ کا گھر جائے پیدائش
کہ وہ اسلام کا کعبہ ہے یہ ایمان کا کعبہ

☆ ۳- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے دو گروہوں کی ہلاکت:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''آگاہ ہو جاؤ، میری وجہ سے (بھی) دو گروہ ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک گروہ میری محبت میں حد سے تجاوز کر جائے گا اور میری ذات میں ان باتوں کو منسوب کرے گا جو مجھ میں نہیں اور دوسرا اس حد تک عداوت اور دشمنی رکھے گا کہ

Marfat.com

مجھ پر بہتان باندھے گا۔" (تاریخ الخلفاء ص ۱۷۳)

☆ ۴-حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اللہ کی قسم میں نے قوت جسمانی سے نہیں بلکہ خداداد قوت ربانی سے خیبر کے قلعے کا دروازہ اکھاڑ پھینکا۔"

شیرِ شمشیر زن شاہِ خیبر شکن
پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

☆ ۵-حیدر

خیبر کے قلعے کا سردار مرحب عرب کا مانا ہوا پہلوان تھا۔ وہ یہ رجز پڑھتا ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے آ گیا: (ترجمہ) "اہل خیبر خوب جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیاروں سے لیس، بہادر اور تجربہ کار ہوں۔ جب جنگ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔"

فاتح خیبر نے اس متکبرانہ رجز کے جواب میں کہا:

(ترجمہ) "میں وہی ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے جو جنگلوں کے شیر کی طرح رعب و دبدبہ والا ہے۔ میں لوگوں کو ایک صاع کے بدلے میں اس سے بڑا پیمانہ دیتا ہوں۔"

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس زور سے تلوار ماری کہ مرحب کے سر کے دو ٹکڑے کر کے رکھ دیئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قلعہ فتح ہو گیا۔ (صحیح مسلم)

☆ ۶-مفسر قرآن سیّدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

(ترجمہ) "حضرت مولا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو علم کا 9/10 حصہ عطا فرمایا گیا، (جبکہ بقیہ ایک حصہ دوسرے لوگوں کو ملا) بخدا آپ رضی اللہ عنہ اس 1/10 حصہ میں بھی باقی لوگوں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔" (اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۲)

☆ ۷-کتاب وسنت کے جلیل القدر عالم:

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

Marfat.com

''میں چاہوں تو بسم اللہ کی باء کے معانی سے اتنے علوم بیان کرسکتا ہوں کہ ایک اونٹ کا بوجھ بنے۔'' (امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ)

ایک دوسری روایت میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (ترجمہ)

''اگر میں چاہوں تو بسم اللہ (کی باء) کے نیچے جو نقطہ ہے۔ اس کے علم سے ۸۰ (اسی) اونٹوں کا بوجھ بھر دوں، تو کرسکتا ہوں، یعنی صرف نقطہ باء کی تفسیر لکھنا چاہوں تو اتنی بڑی مبسوط اور ضخیم تفسیر لکھوں جو اسی (۸۰) اونٹوں کا بوجھ ہو جائے۔''

(تنویر السراج فی بیان المعراج ماخوذ باب مدینۃ العلم مرتضیٰ مشکل کشا مولا علی رضی اللہ عنہ)

☆ ۸۔ شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ان القاب سے کیا: (ترجمہ)

''مسلمانوں کے سردار، مومنوں کے مددگار اور ایسی امت کے قائد کہ جن کے چہرے اور ہاتھ پاؤں قیامت کے دن چمکتے ہوں گے۔'' (الریاض النضرۃ)

☆ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن، ابوالسبطین (دو شاہزادوں کے باپ) اور ابوالریحانتین (دو نبوی پھولوں کے باپ، امام حسن اور امام حسین کے والد ماجد) اور پسندیدہ کنیت ''ابوتراب'' تھی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو اس کنیت سے پکارا جاتا تو بہت مسرور و شادماں ہوتے کیونکہ یہ انوکھا خطاب آپ رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرحمت ہوا تھا۔

☆ ۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! ابھی جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا نکاح فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا ہے، تیرے نکاح کی تقریب میں چالیس ہزار ملائکہ نے شرکت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنت کے درخت طوبیٰ کو حکم دیا ہے کہ وہ (اس نکاح کی خوشی میں) یاقوت اور موتیوں کو نچھاور کرے...... طوبیٰ نے حکم کی تعمیل کی۔ جنت کی حوروں نے ان لعل و جواہر کے طبق بھر لئے ہیں اور انہیں قیامت تک

Marfat.com

ایک دوسری کو ہدیہ دیتی رہیں گی۔(الریاض النضرۃ)

☆ ۱۰- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''معراج کی رات میں نے ملاحظہ کیا کہ عرش کے پایہ (ساق) پر لکھا ہوا تھا:

''محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، میں نے علی (مرتضیٰ) کو اپنے رسول کا مددگار بنایا''۔(الریاض النضرۃ)

☆ ۱۱- حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان کی علامت ہے۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اولاد کو حب علی کا درس دیتے، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم اپنی اولاد کے سینوں کو حضرت علی کی محبت سے منور کرتے اور اگر کسی شخص کے دل کو آپ رضی اللہ عنہ کی محبت سے خالی پاتے تو جان لیتے کہ یہ ہمارا نہیں اور رُشد و ہدایت سے محروم ہے۔''(مختصر تاریخ دمشق)

☆ ۱۲- حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ کے گرد ونواح میں جانے کا اتفاق ہوا:

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس پہاڑ یا درخت کے پاس سے بھی گزرتے تو وہ عرض کرتا: السلام علیک یارسول اللہ''(ترمذی)

اسی عظمت مصطفیٰ کا ایک عظیم الشان واقعہ اس وقت ظہور پذیر ہوا جب آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر تبلیغ اسلام کے لئے یمن پہنچے۔قبل ازیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ دعوتِ اسلام کے لئے یمن روانہ کیا تھا، یہ جماعت چھ ماہ وہاں مقیم رہی مگر لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ ان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو گرامی نامہ دے کر بھجوایا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو واپس بلوالیا۔(البدایۃ والنہایۃ)

امام الائمہ سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اپنی سند کے ساتھ حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی اونٹنی پر سوار کر کے یمن روانہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تو ''عقبہ افیق'' (یمن کے قریب گھاٹی) پر چڑھے اور

Marfat.com

لوگ تیرے استقبال کے لئے آگے بڑھیں تو تم نے یہ کہنا ہے:

یا حجر یا مدر یا شجر رسول اللّٰہ یقراء علیکم السلام

(ترجمہ) ''اے پتھرو، اے مٹی کے ڈھیلو، اے درختو! رسول اللہ تمہیں سلام فرماتے ہیں۔''

چنانچہ جب میں (یمن کے قریب پہنچا اور) گھاٹی پر چڑھا اور لوگوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو میں نے کہا:

''یا حجر یا مدر یا شجر رسول اللّٰہ یقرا علیکم السلام''

(ترجمہ) ''اے پتھرو، اے مٹی کے ڈھیلو، اے درختو! رسول اللہ تمہیں سلام فرماتے ہیں۔''

وارتج الافق فقالوا علی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم السلام وعلیک السلام

(ترجمہ) تو زمین گونج اٹھی اور پتھر، درخت اور ڈھیلے پکار اٹھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام ہو اور اے علی آپ رضی اللہ عنہ کو بھی سلام۔''

لوگوں نے جب (یہ منظر دیکھا اور) نغمات سلام سنے تو اسلام قبول کر لیا۔

(خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ)

☆ ۱۳- عبداللہ بن حنیف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(ترجمہ) دنیا مردار ہے، جو شخص اس سے حصہ لینا چاہتا ہو، وہ کتوں کے ساتھ اختلاط پر صبر کرے۔'' (اسد الغابہ)

حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے زاہدانہ زندگی بسر کی اور دنیا اور دنیا کی لذتوں سے ہمیشہ پہلو تہی فرمائی۔ آپ معمولی لباس پہنتے اور سادہ غذا استعمال کرتے۔

☆ ۱۴- غزوہ احزاب (خندق) میں حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے جو عقل اور قیاس کی حد سے ماوراء ہیں یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی خدمات جلیلہ کو سراہتے ہوئے فرمایا: (ترجمہ) ''جنگ خندق کے موقع پر علی

Marfat.com

کی لڑائی میری اُمت کے تا قیامت نیک اعمال سے افضل ہے۔'' (مدارج النبوت)

☆ ۱۵- حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں عمر کے اعتبار سے سب سے چھوٹے اور آخری خلیفہ تھے۔ اس لئے قدرتی طور پر آپ رضی اللہ عنہ کو اشاعت حدیث کا زیادہ موقع ملا۔ چنانچہ آپ نے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔ آپ کے تلامذہ میں سے چند راویان حدیث کے اسماء گرامی یہ ہیں:

حضرت امام حسن مجتبیٰ، حضرت امام حسین، حضرت امام محمد المعروف ابن حنیفہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت براء بن عازب، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت زید بن ارقم، حضرت سفینہ، حضرت صہیب رُومی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عمرو بن حریث، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوامامہ، حضرت ابولیلیٰ انصاری، حضرت ابوموسیٰ، حضرت مسعود بن حکم زرقی، حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ ودیگر صحابہ کرام اور متعدد تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (تہذیب التہذیب)

☆ ۱۶- حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے قوت حافظہ میں اضافے کا سبب کیا تھا؟ جب آپ رضی اللہ عنہ سے ان کے زیادتی علم اور قوتِ حافظہ کے تیز ہونے کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا:

'میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد غسل دے رہا تھا تو تھوڑا پانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان اقدس پر رہ گیا، میں نے زمین پر گرانے سے دریغ کیا اور اسے چوس لیا، یہی میرے علم اور قوتِ حافظہ کے تیز ہونے کا سبب ہے۔

(شواہد النبوۃ بحوالہ باب مدینۃ العلم، صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری)

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ فقاہت کے آئینے میں

فقہ دراصل کتاب وسنت کی تعلیمات اور عطر کا خلاصہ ہے۔ نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے قرآن وسنت سے استنباط واجتہاد کا نام فقہ ہے۔ حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چونکہ کتاب وسنت کے زبردست عالم تھے اور صحبت وتربیت نبوی سے انہیں وافر حصہ ملا تھا اس لئے فقاہت میں بھی وہ اپنی مثال آپ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی بصیرت کے معترف تھے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کم وبیش تیس برس تک فقہی مسائل میں لوگوں کی رہنمائی کرتے رہے اور اگر ذرا تامل سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ عالم اسلام میں رائج معروف فقہی مذاہبِ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) میں آج بھی آپ (علی) رضی اللہ عنہ کا فیضان جاری ہے۔

فقہ حنفی:

فقہ حنفی کے امام حضرت سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ (م-۱۵۰ھ) ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ دیگر اساتذہ کے علاوہ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے، سیّدنا امام ابوجعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے سیّدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مستفیض ہوئے۔

(الصواعق المحرقہ)

یہی وجہ ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اس فیضان مرتضوی کا برملا اظہار کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ خلیفہ ابوجعفر منصور کے ہاں گئے تو منصور نے درباریوں سے کہا:

"ھذا عالم الدنیا الیوم"

"یہ دنیا کے سب سے بڑے عالم ہیں۔"

کسی نے پوچھا، انہوں نے علم کہاں سے حاصل کیا ہے؟

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے، ان کے تلامذہ کی وساطت سے علم حاصل کیا ہے۔"

Marfat.com

دوسری روایت میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر ہے۔

(تاریخ الخمیس)

خود حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا امام اعظم رضی اللہ عنہ پر خاص روحانی فیض تھا۔ آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور ان کے مقام و مرتبہ کے بارے میں بشارت دی تھی۔ اسی لئے تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کرتے تھے: ''میں جو کچھ بھی ہوں یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دعا کی برکت ہے۔''

فقہ مالکی:

فقہ مالکی کے مقتداء امام دارالہجرہ حضرت سیّدنا امام مالک بن انس الاصبحی رضی اللہ عنہ (م-۱۷۹ھ) کے اساتذہ میں خانوادہ مرتضوی کے چشم و چراغ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا نام نامی آتا ہے۔ جنہیں اپنے آباء کی وساطت سے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی علمی وراثت کا وافر حصہ ملا تھا۔

☆ فقہ شافعی:

فقہ شافعی کے امام حضرت ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ (م-۲۰۴ھ) بھی علوم مرتضوی کے قاسم ہیں۔ آپ کے دو اساتذہ جنہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فیض پہنچا۔ ان میں حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تلمیذ رشید حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ (م-۱۸۹ھ) کا نام آتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ''امام محمد بن حسن کا فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان ہے۔''

فقہ حنبلی:

حنبلی کے فقہ کے سربراہ حضرت امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ (م-۲۴۱ھ) حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ اس طرح ائمہ اربعہ امام اعظم، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہم اجمعین چاروں حضرات علوم مرتضوی کے بحر بے

Marfat.com

کنار سے سیراب ہوئے اور دنیا بھر میں ان کے مقلدین بھی باب مدینۃ العلم کے فیضان سے بہرہ یاب ہو رہے ہیں۔ (باب مدینۃ العلم از صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری صفحات 148 تا 151)

☆ حاضر جوابی:

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جہاں علم و عرفان کے شہریار تھے، وہیں سرعت فہمی، دقیقہ سنجی، طباعی، ذہانت اور حاضر جوابی میں اپنی مثال آپ تھے۔

نا اہل مشیر:

ایک بار حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت نہایت اعلیٰ اور مثالی گزرا ہے جب کہ آپ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وہ بات نظر نہیں آتی، آخر اس کا سبب کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ فرمایا: ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشیر میں اور عثمان تھے جبکہ ہمارے مشیر تم جیسے (نا اہل) لوگ ہیں۔''

(مرآۃ الجنان ج ا ص ۱۱۷ بحوالہ ایضاً)

☆ تمام علوم قرآن میں ہیں

ایک یہودی کی داڑھی بہت مختصر تھی، ٹھوڑی پر چند ایک گنتی کے بال تھے جبکہ حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک بڑی گھنی اور بھاری تھی۔ ایک دن وہ یہودی کہنے لگا:

اے علی! تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن میں جمیع علوم ہیں اور تم باب مدینۃ العلم ہو، بتاؤ کیا قرآن میں تمہاری گھنی داڑھی اور میری مختصر داڑھی کا بھی ذکر ہے؟

حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ سنو، قرآن میں آتا ہے:

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ

(ترجمہ) ''اور جو زمین عمدہ و زرخیز ہے، اس کی (گھنی) پیداوار اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکلتی ہے اور جو زمین خراب ہے، اس سے پیداوار نہیں نکلتی مگر قلیل اور گھٹیا۔'' (الاعراف۔۵۸)

اے یہودی! وہ اچھی زمین میری ٹھوڑی ہے اور خراب اور بنجر زمین تمہاری ٹھوڑی

Marfat.com

ہے۔ (سچی حکایات ج ا ص ۳۶۶)

☆ خوش طبعی:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مرنج طبیعت کے مالک تھے۔ وہ عابد وزاہد تھے۔ علم ودانش کے موتی لٹاتے، فقہی وقانونی موشگافیوں کو حل کرتے۔ بایں ہمہ آپ خشک اور سڑیل مزاج کے نہ تھے بلکہ خندہ پیشانی اور خوش طبعی سے پیش آتے اور کبھی کبھی اس انداز سے کلام فرماتے کہ مزاح کا رنگ پیدا ہو جاتا، مگر مزاح میں بھی جھوٹ یا غلط بیانی کا شائبہ تک نہ ہوتا بلکہ سراسر حقیقت کا اظہار پایا جاتا۔

☆ کھجوریں:

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کھجوریں کھا رہے تھے اور گٹھلیاں حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھتے جاتے تھے۔ کھا چکنے کے بعد انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ نے اتنی کھجوریں کھالی ہیں کہ آپ کے سامنے گٹھلیوں کا انبار لگ گیا ہے۔

حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جی ہاں، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ گٹھلیوں سمیت کھجوریں کھا گئے ہیں۔''

(مخزنِ اخلاق)

☆ ن کے بغیر لنا

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ تینوں کہیں جارہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ درمیان میں تھے، ان کا قد دونوں سے چھوٹا تھا، اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چھاؤں دیکھ کر کہا: یا علی! تم ہم میں ویسے ہی ہو جیسے لفظ ''لنا'' میں نون ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہاں، لیکن اگر ''لنا'' سے ''ن'' نکال دیا جائے تو صرف ''لا (نہیں) رہ جاتا ہے۔

(مخزنِ اخلاق، ماخوذ از باب مدینۃ العلم۔ از صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری)

Marfat.com

☆ آداب علم:

باب مدینۃ العلم حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے جہاں فروغِ علم کے لئے خود کو وقف رکھا، وہاں طالبانِ علم کو، علم کے آداب سے بھی آگاہ فرمایا، اس سلسلہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے دو اشعار کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے:

(ترجمہ اشعار)

''آگاہ ہو جاؤ! علم چھ چیزوں کے سوا ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا، میں انہیں بیان کئے دیتا ہوں۔''

''ذکاوت، (زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کا) حرص، اس کے حصول کے لئے بہت زیادہ صبر، محنت و مشقت، استاذ کے حکم کی تعمیل اور تحصیل علم کے لئے طویل عرصہ۔'' (دیوان علی رضی اللہ عنہ ص 201 بحوالہ باب مدینۃ العلم ص ۱۷۶)

☆ پل صراط سے گزرنے کا اجازت نامہ

ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اور آپ مسکرائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسکراہٹ کی وجہ دریافت کی، آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا:

(ترجمہ) ''علی کی رسید (تحریری اجازت نامہ) کے بغیر کسی شخص کو پل صراط سے گزرنے کی اجازت نہ ہوگی۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا:

(ترجمہ) ''ابوبکر! کیا میں آپ کو خوشخبری نہ سناؤں؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (یہ بھی) فرمایا تھا کہ علی صرف اسی کو پل صراط سے گزرنے کی رسید دے گا، جسے ابوبکر سے محبت ہوگی۔''

(الریاض النضرۃ بحوالہ باب مدینۃ العلم ص 249 از صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری)

Marfat.com

مشکل کشا علی ہے

مشکل کشا علی ہے، حاجت روا علی ہے
شیر خدا علی ہے، مت پوچھ کیا علی ہے

کوئی کسی کا طالب، کوئی کسی پہ عاشق
پر میں تو حیدری ہوں، محور میرا علی ہے

کعبہ میں ہے ولادت، مسجد میں ہے شہادت
کیا دل نشیں علی ہے، کیا دل رُبا علی ہے

حسنین کا ہے والد، سرتاجِ فاطمہ ہے
داماد مصطفیٰ کا، اقدس بڑا علی ہے

سب کو طلب ہے اس کی، سب پہ کرم ہے اس کا
مولا مرا علی ہے، مولا ترا علی ہے

جب "یا علی" پکاریں، بنتی ہے بات بگڑی
ہوتی نہیں کبھی رد، ایسی دعا علی ہے

بیماریٔ بدن ہو، یا روگ روح کا ہو
سب کا طبیب حیدر، سب کی شفا علی ہے

صدیق ہوں، عمر ہوں، یا ہوں جناب عثمان
ہر مسئلے میں تینوں کا ہم نوا علی ہے

ہم کو نہیں ضرورت، غیروں کے آسرے کی
شکر خدا، ہمارا، اک آسرا علی ہے

ٹھوکر لگے ہمیں کیوں، ہم کیسے راہ بھولیں
جب ہم مسافروں کا خود رہنما علی ہے

بابِ دیار حکمت کا کیا لکھوں قصیدہ
فیضان میری سوچوں سے ماورا علی ہے

دل سے ہوں مرتضائی، جاں سے ہوں بو ترابی
فیضان میرے لب پہ دن رات "یا علی" ہے

(پروفیسر فیض رسول فیضانؔ)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

فہرست مآخذ و مصادر

۱-قرآن مجید

۲-تفسیر ضیاء القرآن: پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ-لاہور

۳-تفسیر الحسنات: علامہ ابو الحسنات سیّد محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ' لاہور

۴-اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے نجوم ہدایت: ڈاکٹر ظہور احمد اظہر-لاہور

۵-باب مدینۃ العلم مرتضیٰ، مشکل کشا، مولا علی رضی اللہ عنہ-صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری-بصیر پور (اوکاڑہ)

۶-حلیۃ الاولیاء (اردو ترجمہ)-تصنیف امام ابو نعیم احمد عبداللہ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ-دارالاشاعت کراچی

۷-حیاۃ الحیوان-(اردو ترجمہ) علامہ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ-دارالاشاعت-کراچی

۸-خزائن العرفان-صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ-تاج کمپنی لمیٹڈ

۹-دیوان سالک-مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ-نعیمی کتب خانہ گجرات

۱۰-الرسالۃ القشیریۃ-ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ-اسلام آباد (اردو ترجمہ)

۱۱-سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم-علامہ عبدالملک ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ-شیخ غلام علی اینڈ سنز-لاہور (اردو ترجمہ)

۱۲- السیرۃ الحلبیۃ-علامہ نور الدین علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ-دارالاشاعت کراچی-(اردو ترجمہ)

۱۳-سچی حکایات-مولانا ابو النور محمد بشیر-لاہور فرید بک سٹال

۱۴-شواہد النبوۃ-ملا عبدالرحمٰن جامی-مکتبہ نبویہ-لاہور

۱۵-طبقات ابن سعد-امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ-دارالاشاعت کراچی (اردو ترجمہ)

۱۶- الصواعق المحرقۃ-امام احمد بن حجر ہیتمی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ-شبیر برادرز-لاہور (اردو ترجمہ)

۱۷-شرح صحیح مسلم-علامہ غلام رسول سعیدی-فرید بک سٹال-لاہور

۱۸-شرح بخاری شریف-علامہ غلام رسول سعیدی-فرید بک سٹال لاہور (۱ تا ۳ جلد)

۱۹-کلیات اقبال رحمۃ اللہ علیہ (اردو)-علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ-اقبال اکیڈمی-لاہور

۲۰- المعجم البلدان-ڈاکٹر غلام جیلانی برق-شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

۲۱-مثنوی مولانا روم-حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ-الفیصل لاہور-

۲۲-تفسیر مظہری-قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ-ضیاء القرآن-لاہور (اردو ترجمہ)

Marfat.com

۲۳- مخزن اخلاق۔ مولوی رحمت اللہ سبحانی رحمۃ اللہ علیہ۔ ناشران قرآن۔ لاہور

۲۴- نزہۃ المجالس۔ علامہ عبدالرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ۔ شبیر برادرز۔ لاہور (اردو ترجمہ)

۲۵- المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ۔ مجلس نشریات۔ کراچی

۲۶- علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ' ارمان سرحدی۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ لاہور

۲۷- نقوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر۔ محمد طفیل رحمۃ اللہ علیہ۔ ادارہ فروغ اردو۔ لاہور۔ جلد نمبر ۹-۱۳

۲۸- کنز المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔ منہاج پبلی کیشنز لاہور

۲۹- یارانِ مصطفیٰ مع وارثانِ خلافت۔ الحافظ قاری مولانا غلام حسن قادری۔ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

۳۰- رحماء بینہم (چار جلد) حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ۔ دار الکتاب لاہور

۳۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے۔ محمد عبداللہ مدنی۔ مشتاق بک کارنر۔ لاہور

۳۲- تاریخ اسلام۔ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی۔ نفس اکیڈمی کراچی

۳۳- البیان جلد چہارم۔ پیر محمد سعید احمد مجددی۔ تنظیم الاسلام پبلی کیشنز گوجرانوالہ

۳۴- تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوری، ناشران قرآن۔ لاہور

۳۵- سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم۔ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی مکتبہ الحسن لاہور

۳۶- خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم۔ علامہ مفتی جلال الدین امجدی۔ مکتبہ تنظیم المدارس لاہور

۳۷- سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم۔ محمد الیاس عادل۔ مشتاق بک کارنر لاہور

۳۸- خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم۔ محمد علی چراغ۔ نذیر سنز۔ اردو بازار لاہور

۳۹- سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کامل ابن ہشام۔ ترجمہ مولانا عبدالجلیل صدیقی۔ مولانا غلام رسول مہر۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ لاہور

۴۰- مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا۔ ایم۔ ایس۔ ناز شیخ غلام علی لاہور

۴۱- ہدیٰ اسلامی ڈائجسٹ۔ اصحاب رسول نمبر جلد اوّل و دوم نیو دہلی۔ (ہندوستان)

۴۲- اسلامی اخلاق و تصوف۔ تنویر بخاری۔ ایور نیو بک پیلس لاہور

۴۳- تذکرہ مشائخ قادریہ۔ محمد دین کلیم قادری (مورخ لاہور) نوری کتب خانہ۔ لاہور

۴۴- آئینہ اسلامی تہذیب و تمدن۔ خالد بک ڈپو۔ لاہور

۴۵- رُوحانیت اسلام۔ مولانا الحاج کپتان واحد بخش سیال رحمۃ اللہ علیہ۔ بزم اتحاد المسلمین۔ لاہور چھاؤنی

۴۶- اقبال اور حب اصحاب و آل رضی اللہ عنہم۔ عبدالستار نجم۔ مکتبہ الحسن اردو بازار۔ لاہور

۴۷- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے آخری لمحات مولانا ابوالکلام آزاد صاحب۔ مکتبہ جمال۔ لاہور

Marfat.com

مصنف کی دیگر زیر تکمیل تصانیف

قرآن حکیم اور تصوف

معجزات قرآن حکیم

اقبال علیہ الرحمۃ اللہ اور تصوف

تذکرہ اولیاء اللہ خواتین

تاریخِ انبیائے قرآن

تجلیات اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عظیم مسلمان فاتحین

انوارِ اولیاء اللہ

تجلیات ائمہ اربعہ

انوارِ مدینہ منورہ

انوار مکۃ المکرّمہ

Marfat.com

Marfat.com

محمد یوسف کیفی ایم۔اے کی دیگر کتب

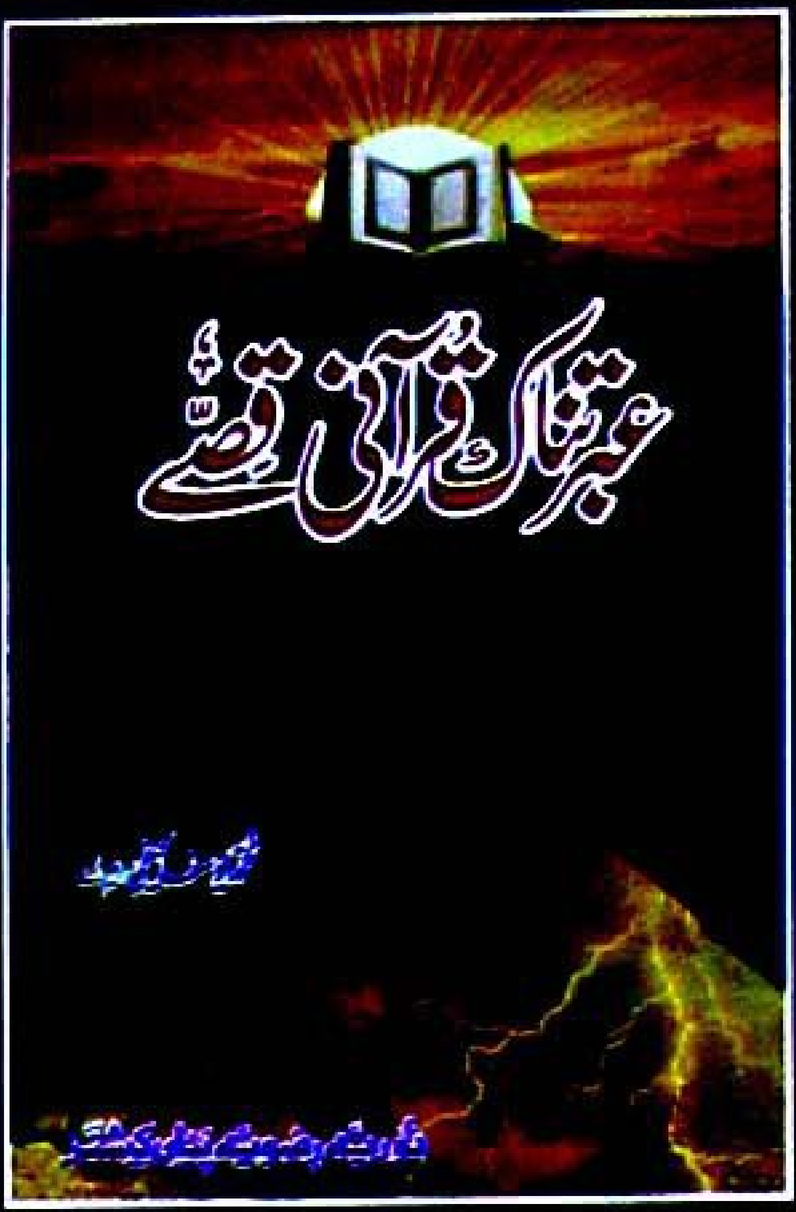

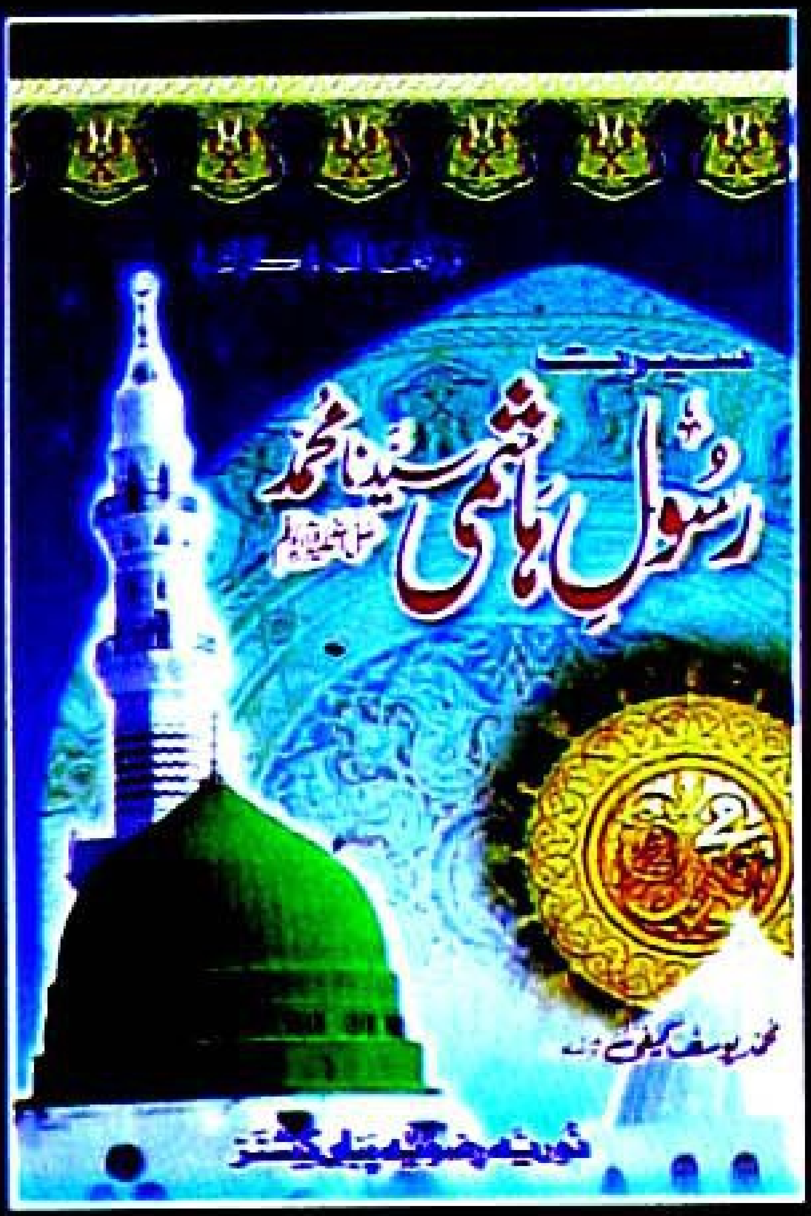

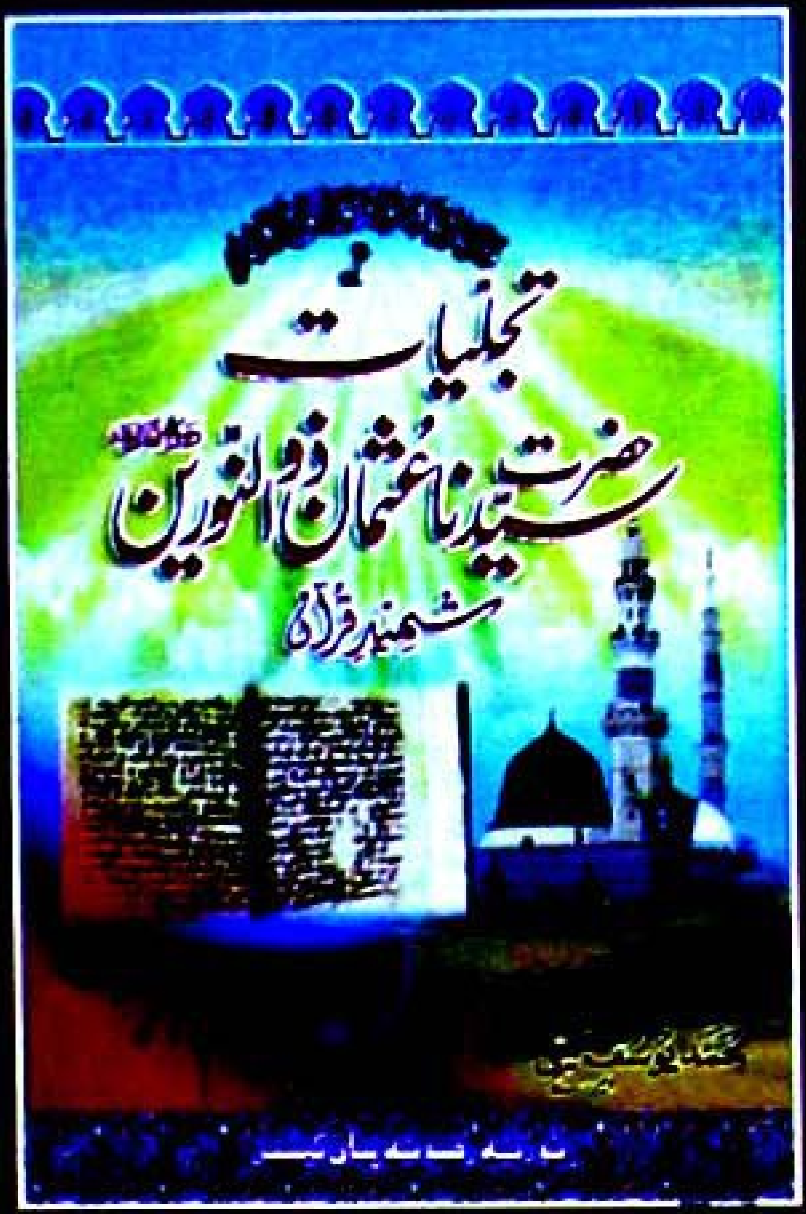

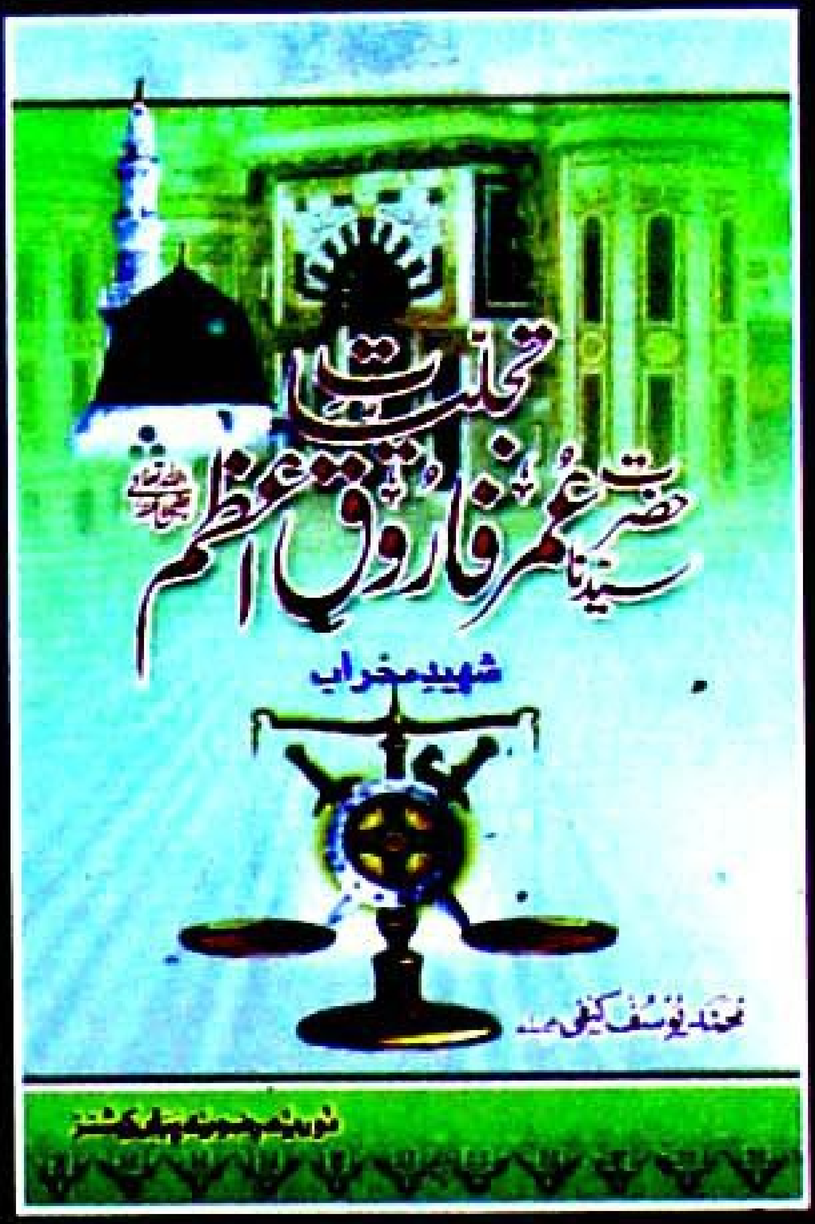

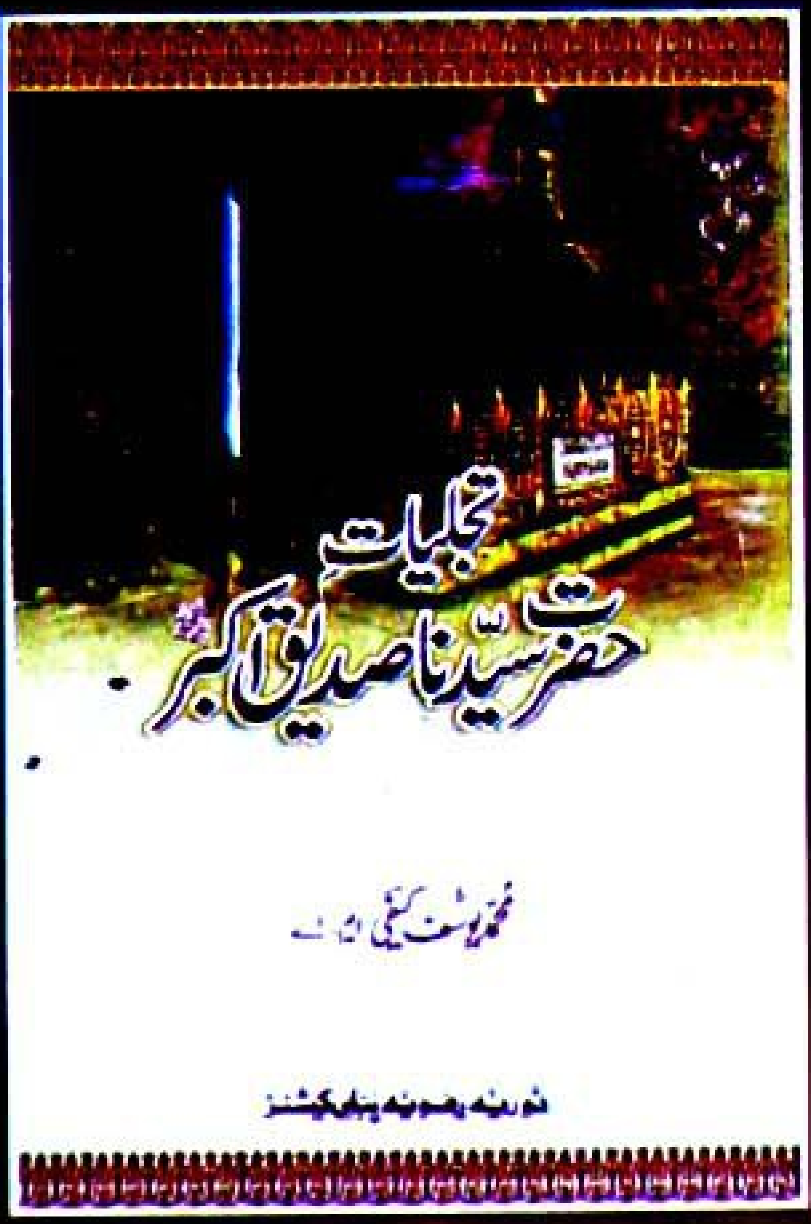

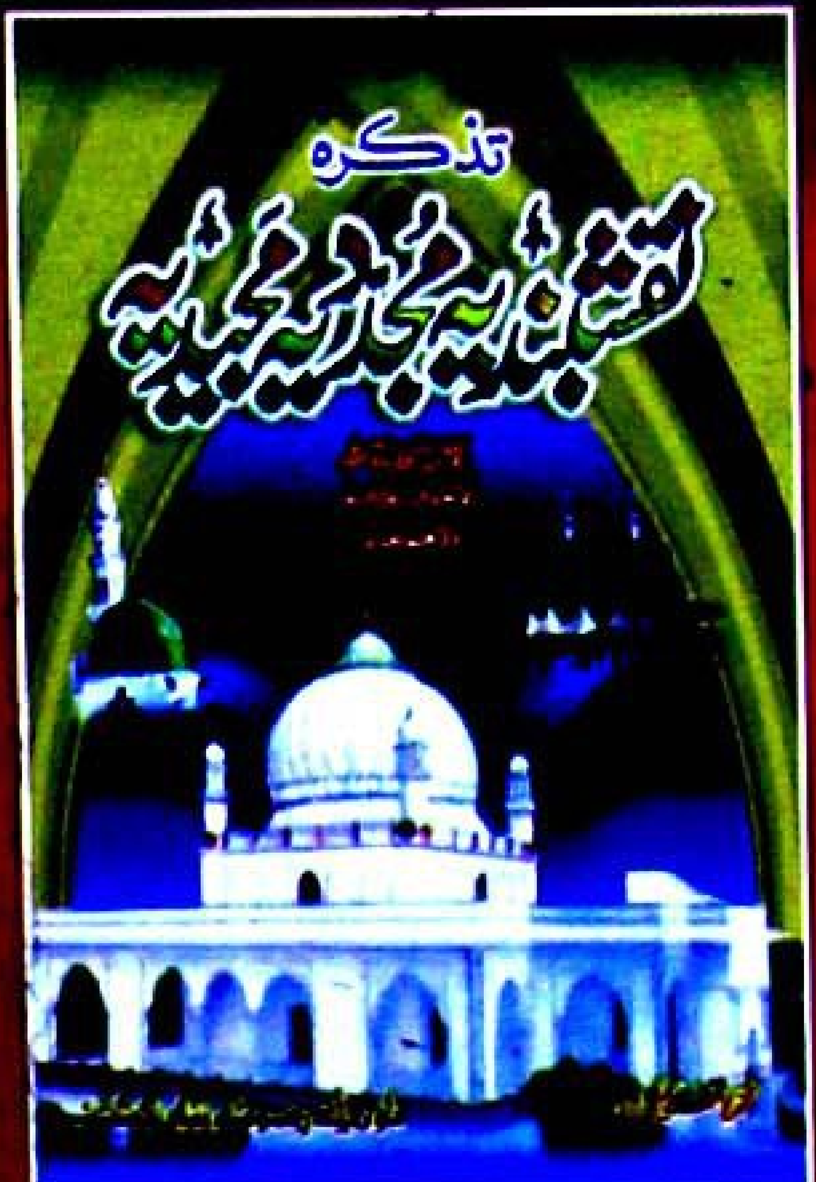

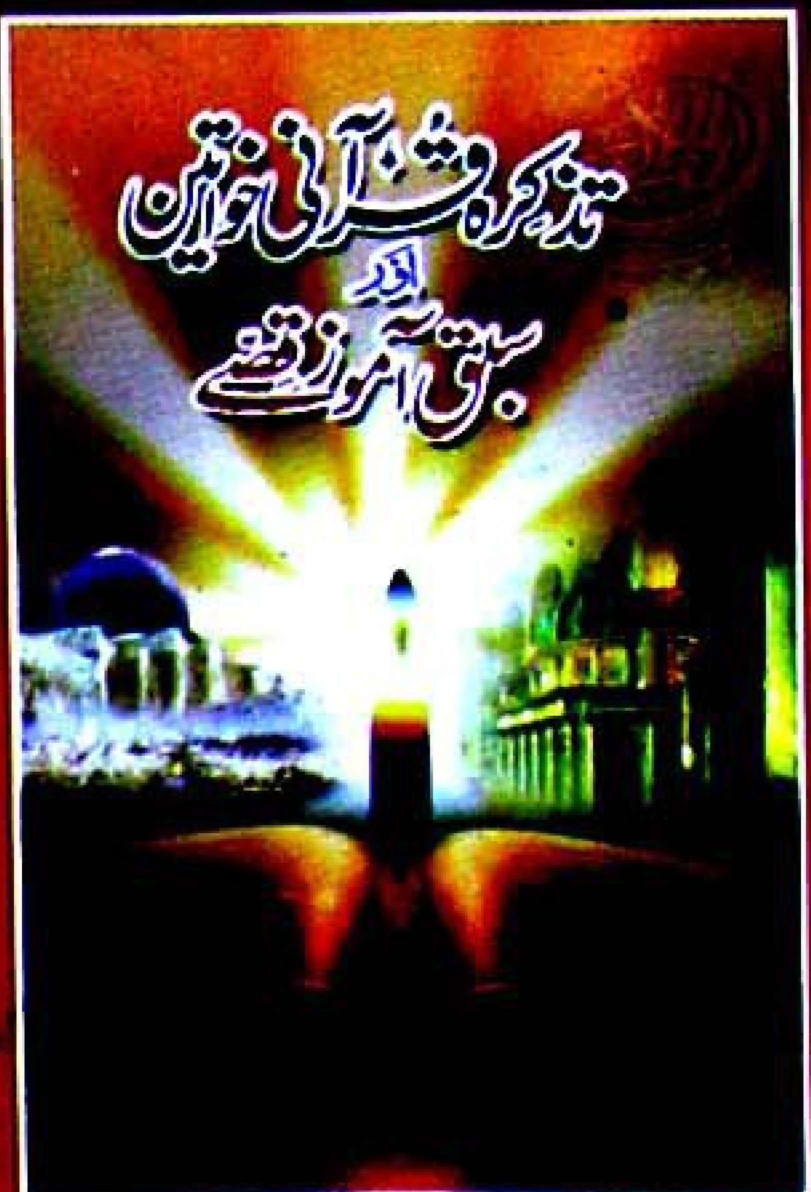

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز 11 داتا گنج بخش روڈ لاہور

042-37313885, 37070883 E-mail: nooriarizvia@hotmail.com

Marfat.com